کتاب الحسنات

سوانح حیات سید العارفین شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ

مفسرانہ تبحر علمی، محدثانہ نکتہ آفرینی، فقیہانہ حسن تدبر، مجددانہ کارنامے

مجاہدانہ سرگرمیاں، معلمانہ فضائل وحسن خصائل، اتباع سنت نبوی

عارفانہ کشف وخوارق پر سیر حاصل تبصرہ

تالیف

احقر الانام ڈاکٹر لال دین اخگر ایم اے (اردو، اسلامیات، عربی)

پی ایچ ڈی، اسلامیات (پنجاب)

مکتبہ خدام الدین

شیرانوالہ دروازہ، لاہور

سوانح حیات سید العارفین شیخ التفسیر

حضرۃ مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ

رحمۃ اللہ علیہ

مفسرانہ تبحر علمی، محدثانہ نکتہ آفرینی، فقیہانہ حسن تدبر، مجددانہ کارنامے

مجاہدانہ سرگرمیاں، معلمانہ فضائل و حسن خصائل، اتباع سنت نبوی

عارفانہ کشف و خوارق پر سیر حاصل تبصرہ

تألیف

احقر الانام ڈاکٹر لال دین اخگر ایم اے (اردو، اسلامیات، عربی)

پی ایچ ڈی اسلامیات (پنجاب)

اشاعت : ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ ، اگست ۱۹۸۵ء

نام کتاب : کتاب الحسنات

(سوانح حیات حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ)

مؤلف : ڈاکٹر لال دین اخگر پی ایچ ڈی، اسلامیات

تعداد : ۱۱۰۰ - ایک ہزار

صفحات : ۵۷۶

مطبع : تعمیر پرنٹنگ پریس، فیروزپور روڈ، لاہور

ناشر : محسن جاوید، محلہ فاروق گنج، جنڈیالہ روڈ۔ شیخوپورہ

قیمت : ساٹھ روپے

کتابت : مقصود احمد۔ خاکپائے سید نفیس الحسینی

جلدبندی : نسیم کاشمیری پنجاب بائینڈنگ سنٹر۔ دربار مارکیٹ لاہور

ملنے کے پتے

۱۔ دفتر انجمن ہفت روزہ خدام الدین، شیرانوالہ گیٹ، لاہور

۲۔ سید احمد شہید اکیڈمی ۱۴۷ کریم پارک، لاہور

۳۔ ڈاکٹر لال دین اخگر پی ایچ ڈی، محلہ فاروق گنج، جنڈیالہ روڈ، شیخوپورہ

فہرست مضامین

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی ''ممتاز رکن مؤتمر عالم اسلامی''

میری زندگی میں وہ بڑا مبارک دن اور بڑی سعید گھڑی تھی جب مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے نیاز حاصل ہوا۔ میری زندگی کے دو بڑے موڑ ہیں۔ جہاں سے زندگی نے نیا راستہ (جہاں تک خیال ہے بہتر اور مبارک راستہ) اختیار کیا۔ پہلا موڑ جب مولانا احمد علی صاحبؒ سے تعلق پیدا ہوا، دوسرا موڑ اس وقت پیش آیا جب خدا نے مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچایا۔ مولانا کی صحبت میں کم از کم خدا طلبی کا ذوق، خدا کے نام کی حلاوت اور مردانِ خدا کی محبت، اپنی کمی اور اصلاح و تکمیل کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ہندوستان میں دو مایۂ ناز شاگرد تھے اور ان کے طرزِ تعلیم اور مسلک تفسیر کے حامل و امین اور اس میں ان کے صحیح جانشین مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور خواجہ عبدالحی صاحب فاروقیؒ۔ مولانا سندھیؒ ایک خاص طرزِ تفسیر کے اس دور میں بانی تھے۔ ان کو سارا قرآن مجید جو ان کی دلچسپی اور مطالعہ کا مرکز تھا۔ جہاد و حریت کی دعوت و تبلیغ نظر آنے لگا۔

مولانا لاہوری کے درس کے بھی تین اہم بڑے مرکزی مضمون تھے، عقیدۂ توحید کی وضاحت۔ دوسرا مرکزی مضمون اہل اللہ کے مؤثر اور دلآویز واقعات، بالخصوص اپنے سلسلہ کے مشائخ کا دل نشین بکثرت تذکرہ تیسرا مرکزی مضمون جذبۂ جہاد اور انگریز دشمنی تھا۔

مجھ کو حقیقتاً مولانا ہی کے درس سے اس نئی دنیا سے آشنائی پیدا ہوئی کہ علم و مطالعہ فکر و نظر اور ادب و شعر کے علاوہ بھی کچھ حقائق اور کچھ لذتیں اور ذائقے ہیں اور ان کی کوئی ایسی قسم بھی ہے جس کیلئے دین صرف خبر نہیں بلکہ نظر یا دریافت نہیں بلکہ یافت کا معاملہ ہے۔

سرِّ دیں ما را خبر او را نظر   او درونِ خانہ ما بیرونِ در

پرانے چراغ ملخصاً

حضرت مولانا علی میاں مدظلہٗ پیشِ نظر کتاب کے لیے اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں ''میں کتاب کی مقبولیت کے لیے دعا کرتا ہوں اور اس کے مطالعہ کا مشتاق رہوں گا۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

یہ مقالہ دراصل ان قلبی کیفیات اور واردات کا مظہر ہے، جن کا احساس مجھ کو شمس العارفین حضرت شیخ التفسیرؒ کی ملکوتی مجالس میں ہوتا تھا۔ قرآن فہمی کا والہانہ جذبہ، احادیثِ مقدسہ کے صحیح ادراک کے ملکات، دینِ مصطفوی کے بحرِ عمیق کی گہرائیوں کے موتیوں تک رسائی حاصل کرنے کی دیوانگی، للہیت کے انوار اور خوشنودی پروردگار کی قدسی جھلکیں، صالحین کی پیروی کی اہمیت، ہر نظر اور ہر خیال کو صدق و اخلاص کے مقیاس و میزان میں پرکھنا، ہر لمحہ تائیدِ ایزدی کا انتظار۔ ہر عملِ حیات میں سنتِ نبویؐ اور خلفائے راشدین مہدیینؓ کے تعامل پر نظریں مرکوز رکھنا۔ الغرض یہ سارا پیش افتادہ سرمایہ، یہ دینی انمول متاع، یہ حاصلِ زندگی اور یہ آخرت کی زادِ راہ میرے مربی و محسن کی مشفقانہ صحبتوں کا نتیجہ ہے اور آج جبکہ مولائی و آقائی کی رحلت کا چوبیسواں سال گذر رہا ہے اور میں اس پونجی کو حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے متوسلین اور طالبین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ تو خدائے قدوس کی قسم! میرے دل کی کیفیت اس نوجوان یتیم کی سی ہے۔ جس کی شادی آج ایک معزز گھرانے میں ہونے والی ہے۔ گھر کو ہر طرح سنوارا گیا ہے۔ ہر چیز نہایت قرینہ سے سجائی گئی ہے۔ اقربا و احباب کی آمد پر خانہ نشست، خانہ نشست کہہ کر خوش آمدید کی بہاریں ہیں، تمام چہرے مسرت آگیں ہیں، تو دلہا کو اپنے شفیق باپ کی یاد آتی ہے، وہ معاً دستارِ عروسی پہنے ہوئے بھی محوِ گریہ ہو جاتا ہے، وہ اپنی آنکھوں کو اشکبار ہونے سے نہیں روک سکتا۔ کیونکہ اس کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں قرابت داروں کے ہجوم میں اپنے بچھڑے ہوئے باپ کو ڈھونڈتی ہیں۔ اس کے دل میں ایک بے پناہ جذبات کا ہیجان ہے۔ وہ دل کے اس امنڈتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی سعیٔ لاحاصل

کرتا ہے۔ لیکن اس کی سرشک آلود آنکھیں، اس کے اندرونی غم واندوہ کی غمّازی کرتی ہیں جب اس کے اعزّہ واقربا کی نظریں اس کی اس حالت پر پڑتی ہیں، تو گھر کا سارا نشاط انگیز ماحول آنِ واحد میں افسردگی سے بدل جاتا ہے حقیقت ہے ؏

افسردہ دل افسردہ کُند انجمنے را

میں جب ان سطور کو حوالۂ قلم کر رہا ہوں، تو سیّدی ومرشدی کی دائمی فرقت کے مجروح احساسات میری قوتوں کو شل کر رہے ہیں۔ دل چاہتا ہے، خون کے آنسو بہاؤں۔ یہ وہی کتاب ہے جس کا مسوّدہ میرے روحانی آقا نے اپنی مبارک زبان سے میرے دوست بابو منظور سعید صاحب کو لکھوایا تھا اور آپ کے تیسرے حج تک کے حالات اس میں درج تھے میں نے مسوّدہ محولہ بالا کو اپنی کاپی میں نقل کر لیا اور اصل عبارات واپس کرتے ہوئے عرض کیا؛ حضور! یہ آپ کی زندگی کے واقعات ہیں۔ لیکن جس جاذبیت کی بنا پر خلقِ خدا کشاں کشاں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتی ہے، اس کا تو اس میں ذکر نہیں ہے۔ پدرانہ تبسم سے فرمانے لگے "جو کچھ ہے، آپ کو مل گیا ہے۔ آپ بفضلِ خدا اس کو اپنے انداز میں ڈھالیں۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد، میں نے حضرت کے تمام سوانحی خاکے، آپ کی علمی اور دینی خدمات، مجاہدانہ اور مجدّدانہ سرگرمیاں اور عارفانہ کشف وکرامات کے متوقع عنوانات اپنی استعداد کے مطابق ترتیب دے کر آپ کے حضور میں پیش کئے۔ اس وقت آپ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور مرحوم بھی موجود تھے۔ انتہائی مربّیانہ التفات سے سماعت فرما کر آئندہ لکھنے کی اجازت دی اور ساتھ ہی فرمایا "ہم عصر علماء سے ہمارا تعلق" کے عنوان کا بھی اضافہ کر لیں۔

میں نے ۱۹۴۸ء کو حضرتؒ کے دستِ اطہر پر بیعت کی اور آج ۱۹۸۵ء تک تقریباً ۳۷ سال کے عرصے میں قرآن حکیم، احادیثِ مقدّسہ اور دیگر مشاہیر کی تصانیف سے پورے تدبّر وتفکّر کے بعد جو کچھ حاصل کیا، اس میں میں نے اپنے آقائے روحانی کی حیاتِ طیّبہ کے نقوش کی تلاش وتفحّص کی۔ صحابہ کرامؓ اور

باقی اسلافِ عظام کے سوانح و سیر پر جتنا غور و خوض کیا۔ میری بصیرت پر حضرتؒ کی پاکیزہ سیرت کی تطبیق و تائید کے شواہد روشن ہوئے۔ بس یہی کچھ ہے، جو میں آج اپنے معزّز قارئین کی خدمت میں کتاب "الحسنات" کے نام سے پیش کر رہا ہوں۔

واللہ! باللہ! میں نے "... ان کے پرند مریداں مے پرانند" پر ہرگز عمل نہیں کیا بلکہ اپنی کم مائیگی کی بنا پر اپنی قلبی کیفیتوں اور حضرت عالی مقام کے روحانی درجاتِ رفیعہ کو احاطۂ تحریر میں لانے سے قاصر ہی رہا ہوں۔

واحسرتا! وامصیبتا! ان دنوں جب کتاب "الحسنات" کی کتابت ہو رہی ہے اور لگا ہے گا ہے جانشین حضرت شیخ التفسیر مولانا قاری عبید اللہ انور صاحب سے اس کی تکمیل کی دعائیں کروائی جا رہی ہیں، تو اچانک صرف سات دن کی قلیل لیکن شدید علالت کے بعد ہمارے آقا و مولا امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور ۲۸ ۴/۸۵ بوقتِ صبح داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر وادیٔ فردوس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جا بسے ہیں۔

یہ ناگہانی جانکاہ حادثہ، یہ وحشت خیز المیہ، یہ زہرہ گداز سانحۂ ارتحال، پروردگارِ عالم کی قسم ہزاروں بلکہ لاکھوں ارواح و قلوب کو مجروح کر گیا ہے اور ادھر میرے دل کی امیدوں کی کشتِ زار بن کر رہ گئی ہے۔ ہائے افسوس! میرا دل زندہ مسرتوں سے بھرپور تھا۔ میں اس سعید گھڑی کا منتظر تھا، جب میں خاندانِ سندھی کا "یہ شاہنامہ کتاب الحسنات" حضرت امام الہدیٰ کے حضور پیش کر کے عرض کرتا: حضور!

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

مگر . . . . دستِ قضا نے میری امیدوں کے چمنستان کو بادِ خزاں بلکہ بادِ صرصر کے حوالے کر دیا۔ کاش! آج میرے مربی و محسن (میرے ماموں و سسر)، مولانا قاری عبید اللہ انور بنفسِ نفیس جامع مسجد لائن سبحان خاں شیرانوالہ کے منبر پر رونق افروز ہوتے اور اپنے پدرِ بزرگوار کی مبارک زندگی

کے اس علمی شاہکار کی رونمائی اپنے ارشادات سے کرتے۔ ؏

قیاس کُن زگلستانِ من بہارِ مرا

آج اس حیاتِ مبارکہ کی رونمائی کی ادائیگی کا فریضہ آغوشِ ولایت کے پروردہ میرے عزیز بھائی حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ العالی کے ذمہ ہے۔

دعا ہے، خالقِ کون و مکاں حضرت شیخ التفسیر مولانا لاہوریؒ کے گلشنِ علم و فضل کے ان دونوں نوجوان (مولانا محمد اجمل قادری اور ڈاکٹر محمد اکمل ایم۔بی۔ایس)، خوش بخت، ملک سیرت نگہبانوں کو اپنے جدّ امجدؒ اور والدِ مشفقؒ کی طرح اپنے خونِ جگر سے اس سرمدی چمن کی آبیاری کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین یا الٰہ العلمین

ناکارہ ـ اخگر

وجہ تالیف

۱۔ مسلک کی حفاظت کا مسئلہ زیرِ بحث آیا تو حضرت لاہوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ "کسی فرد کی زندگی کے حالات اور خصوصاً اس کے مسلک کی حفاظت اسی صورت میں ممکن ہے کہ ان کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے، ورنہ اخلاف کی بے راہ روی سے اسلاف کرام کی روش کے داغدار ہونے کے امکانات ہوتے ہیں"۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے حنفی المسلک ہونے کے باب کو ثقہ شواہد اور براہینِ قاطع سے مدلّل بنانے کی کوشش کی ہے۔

۲۔ قرآن پاک اعظم شعائر اللہ میں سے ہے۔ ارشادِ نبویؐ سے ماہر قرآن حکیم کے فضائل امت پر واضح ہیں۔ چونکہ حضرت لاہوریؒ شہیدِ قرآن تھے۔ آپ نے ابتدائے زندگی سے یوم وفات تک خدمتِ قرآن میں ایک مثالی زندگی کے نقوش چھوڑے ہیں۔ لہٰذا اس مبارک حیات کے لیل و نہار کا احاطۂ تحریر میں لانا ملّت اسلامیہ پر ایک احسانِ عظیم ہے۔ لہٰذا اس مقالہ میں آپ کی مفسرانہ سرگرمیوں پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے اور یہ حقیقۃ الحقائق ہے کہ آپ کا عہد دورِ قرآنی کہلانے کا مستحق ہے۔

۳۔ جہاں تک موجودہ دور کا تعلق ہے اس میں سینکڑوں فتن جنم لے رہے ہیں عوام اور انگریزی خواں طبقہ دینی اقدار سے بے بہرہ ہیں۔ قادیانیت کے ہم رنگ انکارِ حدیث کا فتنہ اسلافِ کرام کے عقائد پر ایک بہت بڑا خطرناک حملہ ہے اس لیے آپ کی محدّثانہ حیات کو ہر طرح اجاگر کر کے پیش کرنا ضروری سمجھا گیا۔ آپ نے دیال سنگھ کالج کے ایک تاریخ ساز اجتماع میں فرمایا تھا:

"منکرِ حدیث، منکرِ قرآن ہے اور منکرِ قرآن خارج از اسلام ہے"۔

۴۔ عقائد باطلہ کے مقابلہ میں منہاجِ نبوت پر استقامت آپ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ لہٰذا اس مختصر سی کتاب میں آپ کے تجدیدی کارناموں کو نہایت تفصیل اور وضاحت سے آشکار کیا گیا ہے۔

۵۔ آپ کی مبارک حیات اسلام کے جلالی و جمالی انوار کا ایک حسین پیکر تھا جامعیت کا یہ مرسلانہ خرقہ اور انبیاء کرام کی وراثت کا یہ اعزاز منفرد شخصیتوں کا ہی طغرائے امتیاز ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ امتِ مرحومہ میں نوابغ اور عبقریین کی آمد خدائے ذوالمنن کے خصوصی فضل سے منوط ہوتی ہے۔ وہ حلقۂ احباب میں "رُحَمَاءُ بَیْنَہُمْ" اور معاندینِ اسلام کے مقابلے میں "اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ" کا مظہر ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کے محیر العقول واقعات کو محفوظ رکھنا آئندہ نسلوں کے لیے پیغامِ بیداری ہوتا ہے، لہٰذا حضرت لاہوریؒ کے سوانح کی حفاظت و صیانت کو ضروری سمجھا گیا۔

۶۔ "والصّلحُ خیر" آپ کے عمل سے ہویدا تھا۔ ہندو پاک میں چار فرقے اپنی صداقت کا ببانگ دہل دعویٰ کرتے ہیں۔ چاروں کے عقائد و اعمال میں تضاد و تباین کی خلیج روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی ہے۔ لیکن آپ کی ضمیر میں اللہ تعالیٰ نے صلح جوئی کا ایسا جوہر رکھا تھا کہ جب آپ نے مترجم قرآن پاک لکھا تو چاروں (شیعہ، اہلِ حدیث، دیوبندی اور بریلوی) کے اکابر علماء کرام نے اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

۷۔ آپ کے فیوض و برکات آفاق گیر تھے۔ روحانی مراتب کا اندازہ صاحبِ دل حضرات ہی لگا سکتے تھے۔ شرحِ صدر کی نعمت نے آپ کو شفاءِ قلوب، کشفِ احوال کشفِ قبور کے خوارق سے نوازا تھا۔ اس مادیت کے دور میں آپ کا روحانی وجودِ مسعود اسلام کی حقانیت کا ایک روشن نشان تھا۔ وہ لوگ جو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے منصبِ رسالت کے عملی منکر ہیں، ان کو اولیاء کرام کے کمالات کا واضح ثبوت پیش کرنا ضروری تھا تاکہ اولیاء امت کے مکشوفات اور خوارق عادت، اتباعِ سنت کے ثمرات نظر آئیں۔

۸۔ خیرکم من تعلّم القرآن وَعلّمہٗ کا ارشادِ مصطفویؐ آپ پر ہر لحاظ سے منطبق تھا۔ آپ پر الطافِ ربّانی کی بارش ہوتی رہتی تھی۔ آپ کی خاص وعام میں محبوبیّت اور مقبولیت سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا صلہ تھا۔ لاکھوں علماء میں آپ کو وجاہتِ اجتبائی حاصل تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ[1] اللّٰہَ وَملٰئکۃُ یُصلّون علیٰ معلّم النّاس الخیر (نیک بات سکھانے والے پر اللہ اور اس کے فرشتے سلام بھیجتے ہیں۔

اِنّ[2] اللہ اذا اَحَبَّ عبداً دَعَا جبریل فقال انی اُحب فلاناً فاحبہٗ قال فیحبُّہٗ جبریل. ثمّ ینادی فی السما۔ فیقول اللہ یُحِبّ فلاناً فاحبوہ فیحبہٗ اہل السماء ثمّ یوضع لہٗ القبولُ فی الارض (جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوست بناتا ہے تو جبریلؑ کو فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔ تم بھی اس کو محبت کرو۔ فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ اس سے جبریلؑ بھی محبت کرنے لگتا ہے اور پھر جبریلؑ آسمان میں ندا کرتا ہے کہ فلاں بندہ کو خدا تعالےٰ دوست رکھتا ہے، تم بھی اسے دوست رکھو تو سب آسمان والے اسے دوست رکھتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت ہوتی ہے۔) ان شواہد سے یہ امر محقق ہوتا ہے کہ آپ کا لقب شیخ التفسیر خدائے وہّاب کی عطا ہے۔

۹۔ الہامی جاذبیّت کے نمایاں آثار آپ کے مبارک چہرے پر ہر وقت نمایاں ہوتے تھے۔ آپ کے نورانی بُشریٰ پر جب نظر پڑتی تھی، تو طالبانِ صادق پر رقّت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ کی زیارت ارشادِ نبویؐ کے مصداق تھی اِنَّ[3] خیارِ عِبادِ اللہ الذینَ اِذا رُؤُا ذکر اللہ (اللہ کے نیک

---

[1] ۔ منصبِ امامت مصنفہ شاہ محمد اسماعیل علیہ الرحمہ [2] منصبِ امامت مصنفہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ [3] ۔ منصبِ امامت۔

بندے وہ ہیں، کہ انہیں دیکھ کر اللہ تعالےٰ یاد آتا ہے) آپ کے ہم نشین یقیناً دولتِ فیضان سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ فرمایا رسول انس و جاں صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے " فی الّذین یجلسون لذکر اللّٰہ ھم القوم لا یشقیٰ بھم جلیسھم (جو لوگ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے لیے بیٹھتے ہیں وہ لوگ ہیں کہ ان کے ہم صحبت بھی بے بہرہ نہیں رہتے۔

۱۰۔ آپ کی اہلیہ محترمہ مکرمہ اور باقی افرادِ خانہ پر شریعت طاہرہ کا رنگ غالب تھا۔ اماں جان مرحومہ مغفورہ ہر ہفتے میں قرآن پاک ختم کرتیں۔ علاوہ ازیں اوراد و اشغال کا انہماک ہر وقت کا روحانی مشغلہ تھا۔ آپ کے دو صاحبزادے اور ایک نواسہ (حضرت مولانا حبیب اللہ مرحوم مہاجر مکّی و مدنی حضرت مولانا حافظ حمید اللہ مرحوم، جناب عبدالوحید ایڈووکیٹ) حافظِ قرآن تھے۔ آپ کے تینوں صاحبزادے فارغ التحصیل علماء خیر تھے۔ ع

ایں خانہ ہمہ آفتاب است!

۱۱۔ للہیّت اور استغنا عن الخلق اور احتیاج الی اللہ آپ کا خصوصی جوہر تھا۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں مشیت الٰہی کا مظہر تھیں۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ آپ کا عمل تھا۔ امراء وزراء آپ کے مبارک پاؤں کے نیچے اپنی آنکھیں بچھاتے تھے۔ لیکن آپ اپنی درویشانہ زندگی میں صحابہ کرامؓ کے مقلّد تھے ؎

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

۱۲۔ حضرت لاہوریؒ کے ضمیر کی تعمیر عصرِ حاضر کے دو بے باک غازیانِ باصفا (حضرت مولانا محمود حسن مرحوم اسیر مالٹا اور امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ) اور دو امام روحانیاں (حلاّجِ وقت حضرت سیّد تاج محمود امروٹی علیہ الرحمہ اور سراج الاولیاء حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ) کی پاکباز نگاہوں میں ہوئی تھی۔ ان کیمیا گروں نے برسوں کی محنت پڑدہی سے آپ

کو کندن بنا دیا اور پروردگارِ عالم نے اپنے خصوصی الطاف و عنایات سے آپ کو عرض کی حدود سے جوہر کے دائرہ میں قدم رکھنے کا شرف و مجد عطا فرمایا۔ جس سے آپ کا قلبِ اطہر مرکزِ تجلیاتِ الٰہی بن گیا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں وقتی طور پر بشریت کی قوتیں الوہیت کے غلبہ سے ماؤف ہو جاتی ہیں۔

فقرِ مومن چیست؟ تسخیرِ جہات
بندہ از تاثیرِ او مولا صفات (اقبالؒ)

مذکورہ صفات کی حامل ہستیوں کے مسلک اور کارناموں کی تحریری حفاظت نہایت ضروری ہوتی ہے۔ فردِ کامل کی زندگی سے قوم کی قسمت کا رخ بدلتا ہے۔ سعید روحیں ان ایمان افروز مبارک حالات کا دینی ذوق سے مطالعہ کریں گی تو ان کو اسلام کی الہامی اور روحانی صداقت کا یقین حاصل ہوگا۔ لہٰذا محولہ بالا نظائر و بصائر کے پیشِ نظر ہم نے اپنی استعداد کے مطابق حضرت شیخ التفسیرؒ کی ہمہ نوع حیاتِ طیبہ کو مسلمانانِ عالم کے سامنے ثقہ روایات سے رکھ دیا۔ اب قوم کا فرض ہے کہ وہ ان دُرِ گرانمایہ سے دولتِ فیضان حاصل کرے۔

انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے۔ لہٰذا مجھ کو اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا پورا احساس و اعتراف ہے۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کی دینی بصیرت میں اضافہ فرمائے۔ آمین ثم یا الٰہ العالمین۔

وجہ تسمیہ:۔ حضرت مولانا محمد شعیب علیہ الرحمہ حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے جب موجودہ مقالہ کو دیکھا تو راقم الحروف کو فرمایا کہ آپ نے بفضلِ خدا بہت بڑا ذخیرہ حسنات اکٹھا کر لیا ہے۔ لہٰذا ہم نے ان کے ارشادِ گرامی کے پیشِ نظر سوانح حیات کا نام "کتاب الحسنات" رکھا ہے۔

خاکپائے علماء خیر
اخگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحدیثِ نعمت

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

وَ اِنْ تعدّوا نعمت اللہ لا تحصوھا۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم سے ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔) کی حقیقت کے پیش نظر ملائکہ عظام اور انبیاء کرام کو بھی خالق دوجہاں کی نعمتوں کے شمار کا یارا نہیں ہے۔ تحت الثریٰ سے فلک الافلاک تک تمام ذرّات کے ذروں میں بھی نعمائے الٰہی کے فردوس آباد ہیں۔

لیکن اللہ تعالےٰ نے جن وانس کو مکلّف بنا کر اور انبیاءؑ و مرسلینؑ کی قیادت میں حیاتِ عارضی کو سنوارنے کا موقع عطا فرما کر ان دونوں گروہوں پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ لقد منّ اللہ علی المؤمنین الخ۔ کے ارشادِ خداوندی سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تا قیامت ارضی وسماوی سعادتوں کی جامع اور تمام فضائل انسانیت کا معدن ہے۔ مکتبِ نبویؐ کے تلامذہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین امتِ بیضا میں قرآنی شہادت کی رو سے سابقہ امم پر سبقت رکھتے ہیں کیونکہ خیر القرون قرنی کے رسالانہ اعلان نے صحابہ کرامؓ کی جماعت کو ایک ایسا امتیازی تمغہ عطا فرمایا ہے جس میں ماسوا انبیاء کرامؑ انسی وجنی مخلوق میں کوئی بھی ان کا شریک وسہیم نہیں۔ بعد میں تابعینؒ اور تبع تابعین کے ادوار آئے اور اب ظہورِ قیامت تک علماء امت کا دور دورہ ہے۔ یہ فسادات وفتن کا زمانہ ہے لہٰذا

علماء امتی کالانبیاء بنی اسرائیل۔ — میری امت کے علماء خیر بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کیطرح خدمتِ دین میں محو رہیں گے۔

کی نوید نبویؐ کا استحقاق رکھنے والے علماء امت لاکھوں برکتوں کے حامل ہیں۔

فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

ایک عالم دین شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ شاق ہوتا ہے۔ (ترمذی شریف)

محولہ بالا نظریہ کے پیش نظر جب میں اپنی زندگی پر غور کرتا ہوں تو میری نظر میرے صالح والدین خصوصاً والدہ مرحومہ پر پڑتی ہے اور ساتھ ساتھ ان اساتذہ کے احسانات بھی یاد آتے ہیں۔ جن کی صحبت میں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔ دور شباب کی ساری اسلامی سرگرمیاں انہی بزرگوں کی پاکیزہ صحبتوں کی مرہون منت تھیں اور ان کی محبت نے ہی مجھ کو عصر حاضر کے ممتاز ترین شیخ التفسیر حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی غلامی میں سالکانہ ارادت کا شرف بخشا۔ حضرت لاہوری کی ملکوتی صحبت کی کیفیتوں کا بیان خدائے قدوس کی قسم مجھ بے بضاعت طالب علم سے ہرگز ہرگز ممکن نہیں ہے۔ ان کی آدم گری سے سالکین کو کس قدر فائدہ ہوا ہے اور کس کس کے حصے میں کیا کیا آیا؟ اور مجھ کو غیر شعوری طور پر اس روحانی ماحول نے کیا کچھ عطا کیا؟ واللہ! یہ حد بیان سے باہر ہے۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ان عارفانہ صحبت میں دو تابدار موتی ملے، جن کی حفاظت کی توفیق خدائے برتر سے ہر گھڑی مانگتا رہتا ہوں۔

ا۔ ایک موتی قرآن فہمی کا ذوق۔

ب۔ دوسرا موتی اولیائے امت کے پاؤں کی خاک کو کبریت احمر سے زیادہ قیمتی یقین کرنا ہے۔

حاصل عمر نثار سر یارے کردم
شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

دعا ہے، خدائے ذوالمنن میرے محسنوں کو فردوس بریں میں انبیاء کرامؑ کی ہم نشینی کا شرف عطا فرمائے۔

الغرض! رب العزۃ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ جیسے ناچیز و بے کس

طالب علم کو ذوقِ علم و حکمت دے کر ایک ایسی نادرۂ روزگار ہستی کی غلامی کے مواقع فراہم کیے۔ جس کے مقامِ رفیع کی نشاندھی صادق الخبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں ملتی ہے۔

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ — جو شخص قرآن مجید کے اسرار و حِکَم پر مکمل آگاہی رکھتا ہے۔ قیامت کے دن ان بزرگ ملائکہ کے ساتھ ہوگا۔ جو انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس سفیر بنا کر (جبرئیل علیہ السلام) بھیجے جاتے ہیں۔

حضرت اقدس کی حیاتِ طیبہ کی تکمیل مجھ سیاہ کار کے حق میں نعمتِ عظمیٰ ہے دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو شکرگزاری، نیازمندی اور متواضعانہ فروتنی سے زندگی بسر کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے اور ایمان کی دولت قبر میں ساتھ لیجانے کو آسان فرمائے۔

معاونین کرام کا شکریہ۔ خدائے قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ "کتاب الخنات" بعون و توفیق ایزدی مورخہ ۹ راگست ۱۹۸۵ء بروز جمعۃ المبارک بخیر و یُمن اختتام پذیر ہوئی۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

ناسپاسی ہو گی، اگر میں اس موقعہ پر اپنے محسنین عظام کا ذکرِ خیر نہ کروں۔ میرے والدین مرحومین، اساتذہ کرام اور میرے روحانی آقا حضرت لاہوریؒ کی مخلصانہ دعائیں ہر وقت میرے شاملِ حال رہیں۔ علاوہ ازیں میں اپنے مخلص مربی ڈاکٹر رانا بہاء الحق صاحب صدر شعبہ عربی و اسلامیات گورنمنٹ کالج لاہور کا تہِ دل سے تادمِ واپسیں ممنون رہونگا۔ جو ہر مرحلہ میں برسوں سے میری رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے ہیں۔ دعا ہے ایزد متعال ان کو مع اہل و عیال دارین کی فیروزمندیوں سے ہم کنار کرے۔ اور میں امام الاولیاء حضرت رائپوریؒ کے خلیفہ مجاز سید انور حسین نفیس رقم مدظلہ العالی کی مربیانہ شفقت کو تازیست یاد رکھوں گا۔ جنھوں نے اس امرِ مہمہ میں کتابت اور طباعت کے سلسلے میں نہایت اخلاص و للہیت سے حسنِ معاونت کی ایک قابلِ ستائش مثال قائم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس ذرہ نوازی کے صلے میں اسلافِ کرام کی حیاتِ مرضیہ سے نوازے۔ ~

مسلماں کے لہو میں ہے، سلیقہ دل نوازی کا۔ مروّت حسنِ عالمگیر ہے، مردانِ غازی کا

"مظفر لال دین آنگر"

انتساب

میں اپنے اس علمی و تحقیقی مجموعۂ احساسات کو اپنے محسن و مربّی والدِ روحانی، قطب الاقطاب، امام المشائخ شیخ لاہوری الحاج مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہٗ کی ہادیانہ حیاتِ طیبہؒ کے لیل و نہار کے ان فیوض و سعادت سے منسوب کرتا ہوں جو مکمّل چودہ برس تک میرے نخلِ وجدان کی تزکیہؒ کے آبِ صافی سے آبیاری فرماتے رہے۔

حضرتِ والا مقام کی عارفانہ صحبت میں قرآن فہمی کا جذبہ اور فدائیتِ سُنّتِ سنّیہ کا جوہر ملتا تھا۔

میری روح حضرتؒ کی روحِ منّزکی سے یہی التجا کیا کرتی تھی۔

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے، ماہِ تمام اے ساقی

دعا ہے بخدا برتر و اعلیٰ ہمارے ہادیٔ روشن ضمیر کو مع اہل و عیال مقام رضا کی رفعتوں سے ہم کنار کرے۔ آمین یا الٰہ العلمین

احقر الانام
اخگر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ و تصدیق

(از رشحاتِ قلم امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انور نور اللہ روحہٗ)

محترم ڈاکٹر لال دین صاحب اخگر نے حضرت اباجان رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات لکھنے کی اجازت حضرتؒ کی زندگی میں ہی حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ اباجانؒ کے ارشاد کے مطابق ڈاکٹر صاحب کو وہ مسودہ دیا گیا جس کو حضرت نے بابو منظور سعید صاحب کو بنفسِ نفیس لکھوایا تھا۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب نے اپنی خداداد استعداد سے حضرت کی سیرت کے مناسب اور متوقع عنوانات تحریر کر کے میری موجودگی میں حضرتؒ کے حضور میں پیش کئے تھے۔ جن کی سماعت فرمانے کے بعد آپ نے ان کو اپنے انداز میں سوانح حیات کی ترتیب و تالیف کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لیکن ابھی یہ کام ابتدائی حالت میں ہی تھا، جبکہ حضرت عالمِ بقا کو رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ڈاکٹر صاحب نے بتوفیقِ ایزدی اس کام کو جاری رکھا اور جو کچھ بھی اس ضمن میں تحریر فرمایا، مختلف وقتوں میں مجھ کو سناتے رہے۔ اگرچہ اباجان مرحوم کو ڈاکٹر صاحب موصوف کی مسلک شناسی اور اس کو سلامت روی سے پیش کرنے کے متعلق مکمل یقین تھا اور ان کے اس اعتماد کی بنا پر مجھ کو بھی ان کی تحریرات پر اس بات کا کلی اعتماد تھا، تاہم میں نے ڈاکٹر صاحب کی تمام عبارات من و عن سنی ہیں۔ المختصر! حضرت کی زیرِ نظر سیرت کا مسودہ اپنی صحت کے اعتبار سے شکوک و شبہات سے بالاتر ہے۔ لہٰذا اس تصنیف کی تکمیل پر حضرتؒ کی تمام جماعت کی طرف سے جو لاکھوں نفوس پر مشتمل ہے میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب مستطاب کو ملّتِ اسلامیہ کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔

اس مقالے کے دوسرے حصے میں فاضل مصنف نے حضرت کی علمی اور دینی خدمات کو نہایت احسن طریقے سے پیش کیا ہے، جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت شیخ التفسیرؒ کا تبحر علمی ہمعصر ارباب علم وفضل کے نزدیک کس قدر بلند پایہ ہے اور آپ نے اس دور الحاد و زندقہ میں تحریری و تقریری طور پر کون سی اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے طریق تبلیغ اور اشاعتِ دین کی حکیمانہ روش سے لوگوں کے قلوب و اذہان میں کتاب وسنت کی بالادستی کا احساس پیدا ہو گیا ہے لہٰذا آپ کے حلقۂ رشد و ہدایت کو تہذیبِ مغرب کے مہلک اثرات سے نجات مل گئی ہے۔ ہم آپ کے اس عرصۂ حیات کو "قرآنی دور" کہنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

آپ کی علمی اور دینی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کے "روحانی مقامات اور کشف و کرامات بھی سامنے آگئے ہیں۔ فاضل مصنف نے اس باب کے شروع میں بڑی عرق ریزی سے عالمِ اسلام کے قابلِ افتخار حکماء، محدثین، فقہاء، اور متصوفین کرام کی تصانیف کا عطر کشید کر کے رکھ دیا ہے اور کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ " اولیاء امت کے کشف و کرامات کمالاتِ نبوّت کے ثمرات ہیں"۔ گویا حکمائے اسلام کی بلند پایہ تصانیف سے گرانمایہ موتی لے کر اس کتاب کے اوراق میں ٹانک دیئے ہیں۔

اتّباعِ سُنّت کے زیرِ عنوان موصوف نے حضرت کی مبارک زندگی کا ہر عمل سنت رسول انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع دکھایا ہے اور امر واقع بھی یہی ہے کہ آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ بھی سنّتِ نبویؐ سے ہٹا ہوا نظر نہیں آتا ہے۔ جس کے نتیجے کے طور پر اربابِ علم وکمال آپ کے ہر عملِ حیات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اور اس پر طُرّہ یہ ہے کہ دورِ فتن میں آپ کی زندگی کا ہر لمحہ حنفی مسلک کی برتری کا ضامن بھی تھا۔

اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین کرام پر حضرت عالی مقام کا جذبۂ عبادت

اور یادِ الٰہی کا ذوق و شوق سامنے نظر آئے گا۔ جس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اس دورِ مادیت میں حضرتِ اعلیٰ کا وجودِ مسعود روحانیت کا یقیناً علمبردار تھا اور آپ کے مریدین کن فیوض و برکات سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ فاضل مصنف نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ کتاب میں جہاں سنت نبوی ﷺ کے نظائر سامنے آتے ہیں۔ وہاں حضرت رحؒ کی زندگی کے تمام پہلو بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں شمائل و فضائل نبوی ﷺ کی روشنی میں حضرتؒ کی زندگی کو نہایت ثقہ واقعات اور قابلِ اعتماد روایات سے سنت نبوی ﷺ کی ایک عملی تصویر ثابت کیا ہے اور فقط انہی فضائل کا ذکر کیا ہے جن کا منبع و معدن اخلاقِ نبوی ﷺ کا فیضان ثابت ہوتا ہے جو کتاب و سنت ﷺ کی رو سے ہر طرح صحیح ہے۔

فاضل مصنف نے نہایت محققانہ انداز میں ثابت کیا ہے کہ حضرت شیخ التفسیر کی مبارک زندگی کے فیوض و برکات ساتوں برّاعظموں کی وسعتوں تک محیط ہیں۔ آپ نے مقالے کے آخر میں دنیا کا نقشہ پیش کیا ہے، جس میں علامات اور شواہد سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ حضرتؒ کی دینی خدمات اور تجدیدی کارناموں کی وسعت ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے اور آج بھی اولادِ آدم کی سعید روحیں ان سے کسبِ ضیاء کر رہی ہیں۔

مصنّف کا تعارف

اس موقعہ پر میں ڈاکٹر موصوف کا تھوڑا سا تعارف بھی کرا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ ان کو طالب علمی کے زمانے (۱۹۴۸ء) سے حضرتؒ کی ذاتِ گرامی سے والہانہ محبت چلی آتی ہے۔ ان کو پندرہ سال تک حضرتؒ کے ساتھ جلوت و خلوت میں خادمانہ حاضری کے مواقع نصیب ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب حضرتؒ نے ہفت روزہ

"خدام الدین" کا اجراء فرمایا اور حضرتؒ تمام طبع ہونے والے مضامین پڑھ کر اشاعت کی اجازت دیتے تھے، تو ان دنوں حضرتؒ ڈاکٹر صاحب کے مضامین کو اس قدر پسند فرمایا کرتے ہیں کہ اپنی طرف سے عنوانات پیش کر کے ان سے مضامین لکھواتے تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب نے "محسنۂ کائنات" کے عنوان سے مسلسل چھبیس قسطیں بھیجیں، تو ابا جان مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ "میں تنہائی میں جب محسنہ کائنات کی کوئی قسط پڑھتا ہوں تو مجھ پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کئی دفعہ نجی مجالس اور باقی احباب کے حلقوں میں ان کے مضامین کی تعریف و تحسین فرمایا کرتے تھے۔

میں تو اس کو ڈاکٹر موصوف کی سعادت کا بہت بڑا نشان سمجھتا ہوں کہ اُن کی دینی بصیرت کا تذکرہ زمانے کے ایک ممتاز ترین مفسرِ قرآن کی زبان مبارک پر ہوتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے مضامین کا یہ سلسلہ نہ صرف ہفت روزہ خدام الدین کے صفحات پر ہی مقبولِ خاص و عام ہوا بلکہ کتابی شکل میں چھپ کر سینکڑوں گھرانوں کی اصلاح کا باعث بنا اور اس کتاب پر سب سے پہلی تقریظ حضرتِ اقدس نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمائی، جو ہر اعتبار سے بے بدل ہے۔ تقریظ کے آخری الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"مجھے یقین کامل ہے"

کہ پتھر دل انسان بھی "محسنۂ کائنات" پڑھے، تو اس کا دل موم ہو جائے گا۔ اور اس کے پڑھنے کی برکت سے ماں کا فرمانبردار ہو جائے گا۔ پہلی حالت میں دوزخ کی طرف جا رہا تھا تو محسنۂ کائنات کے پڑھنے سے اپنی والدہ کی پاؤں کی خاک کو سرمۂ چشم بنائے گا اور بفضلہٖ تعالیٰ اس تبدیلی کے باعث رضاء الٰہی کا تمغہ حاصل کرے گا اور سیدھا جنت میں پہنچ جائے گا۔

اس مختصر سی تحریر میں اس قابلِ قدر تصنیف پر بہ تمام و کمال تبصرہ ہرگز مطلوب نہیں ہے۔ صرف بعض اشارات سے چند حقائق کو بیان کیا

گیا ہے۔ ورنہ اس کتاب کے کما حقہٗ تعارف کے لیے خود ایک دفتر درکار ہے۔ اور اس موقعہ پر زیادہ تفصیل کی ضرورت بھی نہیں ہے ؎

مشک آنست کہ خود ببوید

آخر میں میں دوبارہ فاضل مصنف کو ہدیہ تبریک و تحسین پیش کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے شبانہ روز اپنی مساعیٔ جمیلہ اور محنت پژوہی سے عصرِ حاضر کے ایک ممتاز ترین مفسرِ قرآن اور مجدّدِ ملّت کے سوانح حیات کو علمی شاہکار بنا کر پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اور ہمارے خاندان کے شجرِ رشد و ہدایت کو اپنے خونِ جگر سے سینچا ہے۔ دعا ہے کہ رب العزّت اس زندۂ جاوید کارنامے اور تصنیفِ لطیف کو دارین میں مصنف کی سرخروئی اور قارئین کرام کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا الٰہ العلمین۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

احقر

عبید اللہ انور

نفیس الحسینی

تحسین

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ ۔

قطبِ ربّانی حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، تقریباً نصف صدی تک یہ آفتابِ رُشد و ہدایت اُفقِ لاہور پر جلوہ فگن رہا مطلعِ پنجاب اِس مہرِ مُنیر کی نورانی کرنوں سے مطلعِ انوار بن گیا ۔

حضرت لاہوریؒ کو اللہ تعالےٰ نے علم، عمل اور اخلاص کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ انہوں نے اپنی انہی خصوصیات کی بنا پر دین و ملّت اور ملک و وطن کی بہترین خدمات انجام دیں، حضرت مولاناؒ نے سنہ میں قطب البلاد لاہور کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف کیا اور اپنے انفاسِ مبارک سے شہر کی فضا کو شاداب و مُعطّر کر دیا ۔

اللہ تعالیٰ نے شیرانوالہ دروازہ کی ایک چھوٹی سی مسجد کو آپ کے وعظ و تذکیر اور تعلیم و تدریس کا مرکز بنایا۔ آہستہ آہستہ آپ کے فیوض و برکات کے سلسلے حدُودِ پنجاب کو عبور کر کے سندھ، بلوچستان اور صوبہ سرحد کی سرزمینوں میں داخل ہوئے۔ حضرت مولاناؒ جب لاہور میں نظر بند کیے گئے تو اُن کی حیثیت بالکل ایک اجنبی کی سی تھی لیکن ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء میں جب اللہ کے اِس مقبول و محبُوب بندے نے سفرِ آخرت اختیار کیا تو لاکھوں بندگانِ خدا کا ایک جمِّ غفیر اس کے جلو میں تھا ۔

حضرت مولاناؒ بچپن ہی سے امامِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے زیرِ تربیت رہے ۔ پھر انہی کی ہدایت و رہنمائی میں زبدۃ العارفین حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹیؒ اور

امام العارفین حضرت خلیفہ غلام محمدّ صاحب دین پوری قدّس سرّہما کی صُحبتِ بابرکت میسّر آئی، جس نے "مسِ خام" کو "کُندن" بنا دیا۔

حضرت سندھیؒ، آپ کو اپنے ساتھ دیوبند بھی لے گئے۔ ان دنوں "تحریک ریشمی رومال" پرورش پا رہی تھی۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ کے قلب آتش نفس سے بھی آپ نے حرارت حاصل کی، سرفروشی و جاں سپاری کا درس لیا، اور استخلاصِ وطن و استقرارِ دولتِ اسلامیہ کے لئے سرگرم عمل ہوئے۔

حضرت مولاناؒ کی ذاتِ ستودہ صفات شریعت و طریقت کا مجمع البحرین تھی۔ ایک طرف آپ نے درسِ قرآنِ حکیم کا سلسلہ جاری کر کے خلقِ کثیر کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی تو دوسری طرف حلقہ ہائے ذکر و فکر قائم کر کے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کے قلوب و اذہان کو نورِ معرفت و یقین سے منور کر دیا۔

الغرض حضرت مولانا کی جامع الحسنات شخصیت اللہ تعالیٰ کی ایک نعمتِ عظیم تھی آپ کے دلآویز حالات پر چند ایک کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں، لیکن ان سب کے باوجود بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ابھی باقی ہے۔

مُحبِ مخلص جناب ڈاکٹر لال دین اخگر صاحب کو اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر سے نوازے۔ کہ انہوں نے حضرت مولانا کی حیاتِ مبارکہ کو اپنے مُو قلم کا شاہکار بنایا۔ وہ کئی وجوہ سے اسکا استحقاق بھی رکھتے ہیں۔ انہیں حضرت مولانا کی بیٹی کے داماد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اور حضرتؒ کو بہت قریب سے دیکھنے کا انہیں موقع ملا ہے۔ حضرتؒ کے حلقۂ درس اور مجلسِ ذکر و فکر کی کیفیتوں کے بھی وہ لذّت آشنا ہیں۔

پیشِ نظر کتاب دراصل ڈاکٹر صاحب کا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے۔ جس پر پنجاب یونیورسٹی نے انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس مقالے میں تحقیق و تدوین کی خوب داد دی ہے۔ حضرت مولانا کے حالات و کمالات، آپ کی

حق گوئی وبیباکی، سادہ مزاجی و صاف باطنی، تزکیہ و احسان، اتباعِ شریعت و اشاعتِ سنت نبوی، جہاد فی سبیل اللہ، درسِ قرآنِ حکیم، مجالسِ ذکر و فکر، تعلق مع اللہ اور خدمتِ مخلوقِ خدا غرض آپ کی زندگی کے گوناگوں پہلوؤں پر فاضل مؤلف نے سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کتاب کو قبولِ عام بخشے اور خلقِ خدا کے لئے ذریعۂ رشد و ہدایت بنائے۔ آمین!

احقر نفیس الحسینی
۳، ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ

۱۴۷/۳ کریم پارک
لاہور

تقریظ

ڈاکٹر محمد بہاء الحق دانا۔ سابق صدر شعبہ عربی و اسلامیات۔ گورنمنٹ کالج لاہور

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

زیر نظر مقالہ "حضرت مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمہ کی زندگی اور آپ کی دینی اور علمی خدمات" ڈاکٹر لال دین اخگر نے علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم صدر شعبہ اسلامیات و سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کی سرپرستی میں مرتب کیا ہے۔

مقالہ نگار کو مولانا مرحوم کے نواسہ داماد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ لہٰذا مولاناؒ کی زندگی کے تمام واقعات بلا شک و ریب پایۂ ثقاہت کے حامل ہیں۔ مصنف موصوف نے مولاناؒ کے صاحبزادگان (مولانا حافظ حبیب اللہ مرحوم مہاجر مکی قاری مولانا عبید اللہ انورؒ اور مولانا حافظ حمید اللہ مرحوم) اور ان کے باقی اعزہ و اقربا خصوصاً ان کی بڑی صاحبزادی (جو کہ مقالہ نگار کی ساس ہیں) سے بالمشافہ آپ کی ہمہ نوع مبارک حیات کے تمام پہلوؤں پر واقفیت تامہ حاصل کر کے قلم اٹھایا ہے۔

علاوہ ازیں طالب علمی کے زمانے سے ڈاکٹر صاحب کو مولانا لاہوریؒ کی عارفانہ صحبت میں تقریباً چودہ سال علمی اور روحانی کسب فیضان کے سنہری مواقع میسر آتے رہے ہیں۔

حضرت مولانا لاہوریؒ اپنے وقت کے مسلّمہ شیخ التفسیر تھے۔ آپ کی زندگی کے تمام لیل و نہار اشاعتِ دین کے لیے وقف تھے۔ جہاں تک آپ کی دینی خدمات کا تعلق ہے آپ نے اُم القریٰ لاہور میں بیٹھ کر نصف صدی تک دورۂ تفسیر کا انتظام کر کے کم و بیش پانچ ہزار علماء کرام کو سندات مرحمت فرمائی ہیں۔ جو دنیا کے تمام ممالک میں اپنی اپنی جگہ قرآن حکیم کی خدمت میں منہمک ہیں۔

درسِ عمومی نمازِ فجر کے بعد بالالتزام ہوتا، جس سے لاکھوں افرادِ امت مستفیض ہوتے رہے۔ مستورات کے لیے علیحدہ با پردہ درسِ قرآن کا انتظام ہوتا، جو بعد

میں مدرسہ البنات میں تبدیل ہو گیا اور وہ اب تک جاری ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کا خصوصی درس بھی دیتے رہے۔ قرآن حکیم کا بامحاورہ ترجمہ، حاشیہ پر ربطِ آیات اور ہر رکوع کا خلاصہ اور تمام قرآن پاک کے تمام مضامین کی فہرست جو باقی قرآن حکیم کے نسخوں کے ساتھ شاید و باید۔ بہر صورت آپ نے جہاں طبقۂ ذکور کو قرآن فہمی کی دعوت دی وہاں طبقۂ نسواں کو بھی اس ابدی سعادت میں شامل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ گریجوایٹ حضرات کے لیے نمازِ مغرب کے بعد درس کا انتظام کیا۔ جس کے نتیجے میں بڑے بڑے سکالر پیدا ہوئے۔

آخری عمر میں ایک موقر جریدہ "ہفت روزہ خدام الدین" کے نام پر جاری کیا۔ جس کو دینی افادیت کے لحاظ سے باقیات الصالحات کی ایک نادر مثال کہا جا سکتا ہے۔

مقالہ نگار نے مولانا کی ہمہ گیر شخصیت پر مورخانہ سیر حاصل تبصرہ کیا ہے ہم اس کتاب کے مطالعہ سے ایک ہی وقت میں مولانا علیہ الرحمہ کو مفسرِ قرآن، بلند پایہ محدث، ممتاز فقیہہ، تجدیدی کارناموں کا ایک متبحر عالم، الحاد و زندقہ کے خلاف ایک سرگرم مجاہد اور تزکیہ و تصفیہ کے میدان کا ایک عاشق رسولؐ اور روشن ضمیر پیرِ طریقت دیکھ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی سابقہ تصانیف "انوار ولایت مقامات ولایت اور محولہ بالا مقالے سے استفادہ کر کے" کتاب الحسنات" کو ترتیب دیا ہے اس میں تالیفی ضرورتوں کے پیشِ نظر اہم تراجم اور مناسب اضافات کو شامل کیا ہے۔ گویا کتاب الحسنات پنجاب یونیورسٹی میں پیش کردہ مقالہ سے معنوی اور صوری حیثیت سے ایک بالکل مختلف شاہکار ہے۔

مصنف مذکور کو اللہ تعالےٰ نے بزرگانِ دین کے سوانحی خاکے، ان کے علمی کمالات اور روحانی مقامات کے تعارف کی بصیرت مرحمت فرمائی ہے۔ یہ تصنیف قدرے عالمانہ اور ناقدانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب

کا مقالہ ہونے کی حیثیت سے ایسے ہی اسلوبِ نگارش کا اقتضاء تھا اور پھر عصرِ حاضر کی ایک بلند پایہ شخصیت کا تشخّص اسی اندازِ تحریر کا مقتضی تھا۔ تاہم صاحبِ ذوق حضرات اس کے مطالعہ سے ہر طرح محظوظ ہوں گے۔ کیونکہ اس میں علماء خیر اور اولیاء امت سے عقیدت رکھنے والوں کے لیے نجاتِ دارین کا گرانمایہ سرمایہ ہے۔

المختصر! میں اس کتاب کی تصنیف پر ڈاکٹر صاحب موصوف کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے پیرانہ سالی میں محض للہیّت کے پیشِ نظر علمی دنیا میں ایک قابلِ قدر اضافہ فرمایا ہے اور عہدِ حاضر کے قرآنی دور کی نشاندھی فرما کر نوجوان علماء کو کتاب و سنت کی خدمت کی دعوت دی ہے۔

محمد بہاء الحق رانا

تقریظ

از مولانا قاضی نورالحق صاحب ندوی۔ ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز۔ یونیورسٹی آف پشاور

حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی زندگی اور آپ کی دینی اور علمی خدمات پر جو مقالہ ترتیب دیا گیا ہے اس کو حرف بحرف میں نے پڑھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ علمی مقالہ بڑی محنت و جانفشانی اور کاوش سے لکھا گیا ہے۔ مقالہ میں بعض عنوانات کے تحت نہایت نفیس اور علمی نکتہ نگاہ سے نہایت قیمتی معلومات جمع کیے گئے ہیں۔ مثلاً علم و فضل کی فضیلت، مولانا بحیثیت مفسر قرآن وغیرہ مباحث۔

مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی، ان کی علمی خدمات، دینی اور سیاسی تحریکوں میں جد و جہد، عبادت و تقویٰ کا حال اس مقالہ میں نہایت محققانہ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

اس مقالہ کی بابت اظہار رائے سے قبل میں نے مولانا صاحب کی زندگی اور ان کی علمی، مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ میری نظر سے گزرا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس مقالہ کا مقام ان سب میں اونچا ہے۔

مقالہ میں جو علمی و دینی مباحث زیر بحث آئے ہیں، ان کی وضاحت میں کافی دقتِ نظر سے کام لیا گیا ہے اور فاضل مقالہ نگار کی رائے و افکار میں وہ اعتدال توازن دکھائی دیتا ہے، جو ہر ایک سنجیدہ مقالہ نگار میں ہونا چاہیے۔ مقالہ کی عبارت سلیس اور اندازِ بیان بڑی حد تک شگفتہ ہے۔

میری رائے میں مقالہ کا مرتب و مصنف پی۔ ایچ۔ ڈی کا اصل حقدار ہے۔

(قاضی نورالحق ندوی)

تقدیمہ

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔ صدر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

ڈاکٹر لال دین اخگر صاحب کی تحقیقی کاوش "حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی زندگی اور آپ کی دینی و علمی خدمات" بلاشبہ ایک اہم علمی خدمت متصور ہوگی۔ میں نے اس کے بعض ابواب و فصول پر نظر ڈالی ہے اور یہ اندازہ ہوا ہے کہ مؤلف کی یہ کاوش علمی حلقوں میں ضرور قدر کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

اقوام کی تاریخ میں ان کے افراد کی کوششوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے افراد کی کوششوں اور خدمات کو محفوظ کرنا، دراصل اقوام کی تاریخ کے لیے ایک مواد کو ریکارڈ کرنے کی حیثیت رکھتا ہے۔ عظیم افراد کی محنت، عملی کارنامے اور قربانیاں نہ صرف یہ کہ اقوام کے لیے قابل تقلید نمونے ہوتے ہیں، بلکہ قابلِ فخر سرمایہ بھی۔ اس لحاظ سے جناب ڈاکٹر اخگر نے ایک جید و مستند عالم دین کے سوانح حیات، دینی خدمات اور علمی کارناموں کو محفوظ کرکے ایک قومی خدمت انجام دی ہے۔

مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ ایک نومسلم گھرانے کے چشم و چراغ اور ہمارے مجاہد آزادی مولانا عبید اللہ سندھی سے قریبی نسبت رکھتے تھے۔ قرآن فہمی انہیں مولانا سندھی سے ورثے میں ملی اور دین اسلام کی بے لوث خدمت کا جذبہ بھی انھیں ان سے ملا تھا۔ اس لحاظ سے قرآن فہمی اور خدمتِ دین کی جو تحریک مولانا سندھی کے مقدر میں تھی، اسے آگے بڑھانے والوں میں مولانا احمد علی لاہوری کو قیادت کا رتبہ حاصل ہے۔

ہمارے استاذ گرامی پروفیسر علاؤالدین صدیقیؒ سابق صدر و بانی شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی اور سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی، مولانا احمد علی

لاہوریؒ کے شاگردوں میں شامل ہیں ۔ وہ اپنے لیکچروں میں اکثر مولانا لاہوریؒ کا ذکر بڑے فخر سے کیا کرتے تھے ۔ اپنی نگرانی میں یہ علمی و تحقیقی کام مکمل کرا کر انہوں نے اپنے استاد کا حق ادا کر دیا ہے اور ڈاکٹر لال دین اخگر اہل علم کی طرف سے قدردانی اور حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں ۔ کیونکہ انہوں نے بڑی محنت و خلوص کے ساتھ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے اور ہماری علمی و دینی تاریخ کے ایک پہلو کو اجاگر اور ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے ۔

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر　　　　　　　　۱۵ مئی ۱۹۸۵ء

اقبالیات

ہوتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

میں نے پایا ہے اسے آہِ سحرگاہی میں
جس دُرِّ ناب سے خالی ہے، صدف کی آغوش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہارِ تشکر

حضرت میاں محمد اجمل مدظلہ العالی نبیرہ حضرت لاہوریؒ اور جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انور قدس سرہٗ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

خداوندِ عالم کا لاکھ لاکھ شکر و امتنان ہے کہ اس نے ہمارے خاندان کے مخلص قریبی عزیز اور بزرگ جناب لال دین اختر ایم اے۔ پی ایچ ڈی کو الطافِ کریمانہ سے یہ توفیق بخشی کہ انہوں نے ہمارے داداجان سلطان العارفین حضرتِ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات، علمی کمالات، دینی خدمات اور مجاہدانہ کارناموں پر ایسے اسلوبِ نگارش سے مقالہ لکھا ہے، کہ ان کو پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کا مستحق سمجھا گیا۔

حضرۃ داداجان مرحوم دورِ حاضرہ کے نوابغ میں سے ایک ممتاز علمی اور روحانی حیثیت کے حامل تھے۔ آپ برصغیر بلکہ بیرونی ممالک میں بھی شیخ التفسیر کے لقب سے مشہور تھے۔ کیونکہ پروردگارِ عالم نے تقریباً نصف صدی تک ان کو اپنے دین کی خدمت کا موقعہ مرحمت فرمایا۔ ان کے تبحرِ علمی، تجدید و احیائے دین کے سلسلے میں مجتہدانہ کاوشیں اور اشاعتِ اسلام کے میدان میں مساعیٔ جمیلہ ہر لحاظ سے صد ہزار تحسین و آفرین کے قابل ہیں۔ ان کی شبانہ روز زندگی اسلافِ کرام کے محیر العقول کارناموں کی یاد کو تازہ کرنے کیلئے کافی ہے۔

ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں نفوسِ قدسیہ نے علم و عرفان کے اس بحرِ بیکراں سے اپنی پیاس بجھائی اور ان کی ملکوتی صحبت سے بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے جناب ڈاکٹر موصوف کو حضرت لاہوریؒ کی عارفانہ صحبت میں چودہ سال تک سالکانہ رہنے کا موقع ملا اور یہی ان کی سعادت کا ایک قابلِ فخر اور تاریخ

سازباب ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک کہنہ مشق مضمون نگار اور ہمارے ہفت روزہ "خدام الدین" کے دادا جان مرحوم کے وقت سے نہایت مخلص معاون ہیں۔ حضرت ابا جان مرحوم کی زبان مبارک پر ان کی علمی بصیرت کا اکثر تذکرہ ہوتا تھا۔ اس مقالہ کے علاوہ ان کی چند اور تصانیف بھی ہیں، جو علمی حلقوں میں ہر طرح مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

سب سے زیادہ قابل ستائش یہ امر ہے کہ فاضل مصنف نے اس تصنیف کا نام "کتاب الحسنات" رکھا ہے، جو معنوی لحاظ سے حضرت دادا جان مرحوم کی پاکیزہ زندگی کے تمام مصلحانہ پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح اور مسلّمہ ہے کہ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی زندگی حسنات کا ایک حسین مجموعہ تھی۔ اسوۂ حسنہ کی متابعت قرآن پاک کی اشاعت کا والہانہ جذبہ اور خلقِ خدا کی فلاح و بہبود کا ولولہ ان کی بلند شخصیت کا تشخّص بن کر رہ گیا تھا۔

فاضل مصنّف نے ثقہ اور واضح دلائل سے حضرت شیخ المشائخ کی زندگی کے مندرجہ ذیل پانچ ابواب کو پورے محققانہ انداز میں نہایت محنت پژوہی سے پیش کیا ہے۔ بحیثیت مفسر قرآن، بحیثیت محدث، بحیثیت خطیب، بحیثیت پیر طریقت، بحیثیت مجدّد ملت۔

میں اپنے بزرگ ڈاکٹر صاحب کی اس سعئ مشکورہ کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے ہمارے خاندان کی ایک زندۂ جاوید تاریخ لکھ کر ہمارے لیے ایک علمی اور روحانی دستاویز مہیا کر دی ہے جو اس حقیقت کا ایک بین ثبوت ہے کہ اس خاندان کے افراد کو علم و عرفان اور آزادی و حریت کے انوار ولی اللّٰہی خانوادہ سے ورثہ میں ملے ہیں۔

المختصر! میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے اہل و عیال کی خیر و برکت کی دعا کرتا ہوں اور حضرت دادا جان مرحوم کے تمام متوسلین اور روحانی لواحقین کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس دینی خدمت کو شرف قبولیّت سے نوازے۔

ہندوستان کا مذہبی، سیاسی اور معاشرتی ماحول

سولھویں اور سترھویں صدی میں یورپین اقوام (پرتگیز، فرانسیسی، ڈچ اور انگریز) تجارت کی غرض سے ہندوستان میں آئیں۔ ان میں رقیبانہ کشمکش کا ہونا ایک فطری اور نفسیاتی امر تھا۔ پہلے یہ لوگ آپس میں نبرد آزما رہے اور ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے میں رات دن کوشاں رہے۔ آخر کار برٹش انڈیا کمپنی کو ان سب پر بالادستی حاصل ہوگئی۔ اس نے اب ہندوستانی حکمرانوں کے داخلی اور خارجی افتراق و انتشار سے فائدہ اٹھا کر آہستہ آہستہ ان کے داخلی امور میں مداخلت شروع کردی اور بعد ازاں جب مغلیہ خاندان، ہندو اور مرہٹوں کی طاقت میں انحطاط کے آثار پیدا ہونے لگے تو انہوں نے اپنی ریشہ دوانیوں سے ملکی اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۵۷ء (جنگ آزادی) میں ہندوستانیوں نے باہمی اتحاد کر کے بدیشی ظالم حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کی آخری کوشش کی۔ لیکن شومئی قسمت اور اپنی شامتِ اعمال سے ناکام رہے اور تقریباً پوری ایک صدی (۱۹۴۷ء) تک غلامی اور ذلّت کے جہنم زار میں جا پڑے۔ ۱۸۸۵ کو انڈین نیشنل کانگریس ایک آئینی انقلاب پیدا کرنے کے لیے معرضِ وجود میں آئی اور انہی ایام میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

فرنگی غلبہ و استیلاء کا آفتاب اس وقت نصف النہار پر تھا۔ وہ اپنی سطوت و جبروت کے نشے میں بدمست ہو کر کہتا تھا کہ "میں سمندروں کا خدا ہوں۔ میری حدودِ مملکت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ مجھ پر اگر آسمان ٹوٹ پڑے گا تو میں سنگینوں پر اٹھا لوں گا۔"

ہندوستانیوں کی مذہبی، سیاسی اور معاشرتی زبوں حالی کا اندازہ درج ذیل

عبارت سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

سر میلکم تونتیس جج عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) مدراس اور ممبر کونسل نے اپنے ایک رسالے میں لنڈن سے لکھا:۔

"ہم نے ہندوستانیوں کی ذاتوں کو ذلیل کیا۔ ان کے قانونِ وراثت کو منسوخ کیا۔ بیاہ شادی کے قاعدوں کو بدلا۔ مذہبی رسم ورواج کی توہین کی۔ عبادت خانوں کی جاگیریں ضبط کرلیں۔ لوٹ گھسوٹ سے ملک تباہ کیا انہیں تکلیف اور ذلت میں مبتلا کرکے مالگذاری وصول کی۔ سب سے اونچے خاندانوں کو برباد کرنے کے لیے انہیں آوارہ بنانے والے بندوبست کئے"۔

علاوہ ازیں تقسیمِ بنگال، ٹرکی پر مظالم، جنگِ طرابلس اور بلقان میں انگریزوں کی سفاکیاں، عالمیانِ اسلام کے دینی وقار پر ضرب لگانے اور ان کے قلوب کو مجروح کرنے کے لیے کافی تھیں۔

اندریں حالات حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نور اللہ روحہٗ اور آپ کے جانباز سپاہی امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی بن سلام علیہ الرحمۃ پر ان اندوہناک سانحات نے دن کا چین اور رات کی نیند حرام کررکھی تھی۔ وہ مسلم ممالک کی مدد کرنا اور ہندوستان کو فرنگی لعنت سے آزاد کرانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ لہٰذا وہ نتائج وعواقب کی سنگینی سے بے نیاز ہوکر میدانِ جہاد میں کود پڑے۔ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے، محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولادت باسعادت

ضلع گوجرانوالہ[1] کے قصبہ جلال نامی میں ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ جمعۃ الاولیٰ کے دن ایک خوش نصیب گھرانے میں ایک بچے کی ولادت باسعادت کا ظہور ہوا۔ جس کے والدین ماجدین نے اس کا نام احمد علی رکھا۔ ریلوے اسٹیشن گکھڑ سے یہ قصبہ چار میل مشرق میں واقع ہے۔ خداوند عالم ہی جانتا ہے کہ اس غیر معروف قریہ میں پیدا ہونے والا بچہ اس کے فضل وکرم سے ایک دن علوم قرآنیہ اور معارف قدسیہ کا مفسّر بنے گا۔ اس کے فیوض وسعادات کی سوتیں زمزم وکوثر کی آئینہ دار ہوں گی۔ اور مشرق سے

---

[1] بابو منظور سعید صاحب حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے مخلص خدّام میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ شرف وعزّ عطا فرمایا کہ وہ حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ کے سوانح حیات خود حضرت موصوف کی زبانِ مبارک سے سُن کر ضبطِ تحریر میں لائیں۔ وہ اپنے الفاظ میں یوں رقمطراز ہیں: "میں نے مولانا کی زندگی کے مبارک حالات قلمبند کرنے کا مصمّم ارادہ کرلیا اور خدا تعالیٰ سے اس امرِ مہمّہ کی تکمیل اور اس فریضۂ مقدسہ کی حُسنِ ادائیگی کی توفیق طلب کرنے کے لیے سربسجود ہوکر دعا مانگی۔ چنانچہ مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۴۷ء کو اس کارِ خیر کی ابتداء مولانا کے حجرے میں بیٹھ کر صبح کے آٹھ بجے کی گئی۔ مختلف نشستوں میں کام جاری رہا۔ ایک دن مولاناؒ نے فرمایا کہ اس سے پیشتر بھی بعض احباب نے میرے سوانح حیات لکھنے کا ارادہ کیا ہے، مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ یاد رہے کہ مولانا کے سوانح حیات مسمّی بانوارِ ولایت مصنّفہ ماسٹر لال دین اور مردِ مومن مصنّفہ عبدالحمید خاں صاحب فیروز سنز کا ماخذ یہی مصدّقہ تحریر ہے جو بابو منظور سعید صاحب نے مولانا موصوف کی زبانِ مبارک سے سماعت کی اور احاطۂ تحریر میں لائی گئی۔ (کاپی بابو منظور سعید خادم خاص حضرت مولانا احمد علی مرحوم)

طلوع ہونے والا یہ نیرِّ علم و عرفان مغرب کی وادیوں میں بھی ضیا پاشیاں کرے گا۔

مولاناؒ کے والدین

حضرت مولانا کے والدین حُسنِ سیرت سے مزیّن اور بفضلِ ایزدتعالےٰ شریعتِ طاہرہ کے پابند تھے۔ والدِ مکرم کا اسمِ گرامی شیخ حبیبؒ اللہ صاحب تھا۔ آپ طریقت میں چشتیہ خاندان کے متوسّل تھے۔ یہ حقیقۃ الحقائق ہے کہ نیک مائیں اور نیکو فطرت باپ جن بچوں کی پرورش اپنی عارفانہ نگاہوں میں کرتے ہیں، ان کی زندگی اپنے گردوپیش میں ایک رُوحانی انقلاب بپا کرسکتی ہے۔ ان کے حُسنِ عمل میں قوموں کے لیے درسِ حیات

لہ۔ محترم المقام پروفیسر علاؤالدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کی شہادت ہے کہ "میں نے مغربی ممالک کی سیروسیاحت کے دوران اس حقیقت کا مشاہدہ کرکے انتہائی مسرت محسوس کی کہ عالمِ ربّانی حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کے ارجمند شاگردوں میں سے کسی نہ کسی مردِ حق نے قرآن پاک کی درس و تدریس اور نشر و اشاعت کو اپنا لائحہ عمل بنا رکھا ہے۔

(انوارِ ولایت مصنفہ ماسٹر لال دین مطبوعہ پنجاب پریس لاہور صا)

لہ: اللہ تعالیٰ نے پنجاب جیسے انگریز پرست صوبے کے دو ملحقہ اضلاع (گوجرانوالہ اور سیالکوٹ) کے ایک ہی خاندان کے دو غیرمسلم (سکھ) گھرانوں کو دولتِ اسلام سے نواز کر اپنے دین کی خدمت ان کی اولاد سے لی۔ میری مراد امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ العزیز کے والد ماجد شیخ حبیب اللہ (ساکن قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ) اور حضرت مولانا عبیداللہؒ سندھی (ساکن قصبہ چیانوالی) رحمۃ اللہ علیہم سے ہے۔ (عبدالحمید خاں فیروزسنز لاہور مؤلف مردِ مومن صہ)

مولانا احمد دین صاحب ٹھٹھہ میاں علی ضلع شیخوپورہ راوی ہیں کہ میں سید عطاءاللہ بخاری مرحوم کی خدمتِ اقدس میں ملتان حاضر ہوا حضرت لاہوریؒ کا ذکرِ خیر آیا تو میں نے عرض کیا کہ مولانا باوجود فالج اور وجع المفاصل شبانہ روز اپنے مشاغل میں نہایت تندہی سے منہمک رہتے ہیں۔ یہ سن کر شاہ جی مرحوم رو پڑے اور اپنے مخصوص انداز میں فرمانے لگے "واہ اوئے سکھ دیا پُتّا بخاری جیہے لکھاں سید تیرے سکھ داں توں وار دیاں"۔ (مقاماتِ ولایت صہ ۲۳۲ مصنفہ ماسٹر لال دین)

ہوتا ہے۔اور مادرِ گیتی بجا طور پر ان کی عظمتِ کردار پر فخر کرتی ہے۔

[1] آگ اُس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقیں
ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

حضرت لاہوریؒ کے والدین کی للہیت اور حق تعالےٰ کی رضا جوئی کا جذبہ آپ کی پیدائش [2] سے پہلے اس امر کا مقتضی ہوا کہ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے والدین کی طرح آپ کو دینِ اسلام کی خدمت کے لیے وقف (محرّر) [3] کرنے کی نذر مانی ہوئی تھی۔ ان کی دلی تمناؤں نے جب بچے کی صورت میں ظہور کیا تو انہوں نے اپنے نومولود کی دینی تربیت کے کام کو نہایت صدق و اخلاص سے سرانجام دیا۔شبانہ روز تسبیح و تہلیل کا استغراق اور رزقِ حلال کی مساعی جمیلہ بچے کی پرورش کے ایام میں خصوصیت سے ایک دوسرے سے ہم کنار رہیں، تب کہیں جا کر سیّد العارفین حضرت لاہوریؒ کے والدین اپنے ربّانہ مقدّس فریضہ کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہوئے۔

حضرت مولانا احمد علیؒ کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے شیخ حبیب اللہؒ کو تین [4] اور بچوں کی ولادت سے نوازا۔حافظ محمد علی مرحوم مولانا احمد علی سے چھوٹے تھے اور یاغستان میں قیام پذیر رہے۔عزیز احمد مرحوم ہمیشہ کراچی میں رہے اور کچھ عرصہ ہوا کہ وہیں فوت ہوئے۔سب سے چھوٹے زبدۃ الحکماء حکیم عبدالرشید ہیں اور لاہور میں رہتے ہیں اور کافی عرصہ تک طبّیہ کالج لاہور میں پروفیسری کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

---

[1] "ضربِ کلیم" ص۱۷۹ لاہور علامہ اقبال علیہ الرحمۃ مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس ایبٹ روڈ لاہور
[2] کاپی بابو منظور سعید صاحب [3] اذ قالت امرأت عمران ربّ انّی نذرت لک مافی بطنی محرّراً فتقبّل منّی انّک انت السّمیع العلیم (سورہ آل عمران ۳ آیت ۳۵)
[4] مائر لال دین مصنّف انوارِ ولایت، ص۱۲ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور

ابتدائی حالاتِ زندگی

مولانا احمد علی رحؒ کے والدین کے خلوص میں ایک الہامی جھلک اور ایک قدسی الاصل ولولہ موجود تھا۔ وہ آپ کی پرورش میں مصروفِ عمل رہے۔ لیکن ان کو کیا خبر تھی کہ ہمارا یہ نونہال ایک دن مخدومِ جہانیاں بنے گا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ صالحین کی پیدائش و جِلت عام انسانوں سے جداگانہ ہوتی ہے اور باکمال حضرات کی زندگی کا ہر لمحہ حیاتِ سعادت سے معمور ہوتا ہے۔ شیر خوارگی کے ملکوتی ایّام ہوں یا جوانی کی مبارک ساعتیں ہوں یہ لوگ دنیا میں سعادتوں کے ساتھ آتے ہیں اور سعادتوں کے جِلو میں ہی عالمِ جاودانی کی راہ لیتے ہیں۔ قرآن حکیم نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے مریم صدیقہ کی آغوشِ عاطفت میں پہلے دن ہی کہلوایا تھا۔ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۝[1]

المختصر! جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ نے گھر پر ہی آپ کو قرآنِ حکیم پڑھانا شروع کر دیا۔ فی الواقع مائیں ہی انبیاء اور اولیاء کو جنم دیتی ہیں اور ان کی دینی تربیت کا ابتدائی دور بھی ماؤں کی ہی پاکیزہ فطرت کا مرہونِ منّت ہوتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ اگر فاطمۃ الزھرا رضی اللہ عنہا کی گود نہ ہوتی تو حضرت حسینؓ حسین نہ ہوتے۔ بابا فریدالدین کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے فرید کو دو سال دودھ پلایا لیکن باوضو رہ کر پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے بچے کو بلوغت کے بعد ولیٔ زماں بنا دیا۔

علامہ اقبال مرحوم "خطاب بہ جاوید" نظم کے ابتدائی اشعار میں اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں:

مادرت درسِ نخستیں باتو داد [2] ۔ غنچۂ تو از نسیمِ او کشاد
از نسیمِ او ترا ایں رنگ و بُو ۔ اے متاعِ ما بہائے تو ازو
دولتِ جاوید از و اندوختی ۔ از لبِ او لا الٰہ آموختی

[1] ۔ سورہ مریم ۱۹ آیات ۳۳ [2] جاوید نامہ فارسی لاہور ص ۲۳۳ علامہ اقبال علیہ الرحمہ

آپ کو اب سکول[1] میں داخل کرایا گیا۔ یہ مدرسہ کوٹ سعد اللہ میں تھا جو کہ قصبہ جلال سے ایک میل دور ہے۔ تیسری جماعت تک آپ وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ کے والد محترم کا کاروبار چک بابو میں تھا لہٰذا وہ بھی قصبہ جلال کو چھوڑ کر چک بابو میں رہائش پذیر ہو گئے۔ پھر مولانا کو قریب کے ایک قصبہ تلونڈی[2] کھجور والی کے ایک سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ آپ نے اس مدرسے میں پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو شہر گوجرانوالہ کی ایک جامع مسجد میں مولانا عبدالحق مرحوم کے پاس فارسی پڑھنے کے لیے بھیج دیا۔

مولانا عبدالحق مرحوم کی پدرانہ شفقت

مولانا[3] عبدالحق مرحوم مولانا احمد علیؒ کے والد محترم کے مخلص ترین احباب میں سے تھے۔ مولانا احمد علیؒ صغیر سنی کے باوجود خداداد فرزندانہ تسلیم و انقیاد کے ایک حسین پیکر تھے۔ آپ کو اپنے استاد سے بڑی محبت اور عقیدت تھی اور ادھر مولانا عبدالحقؒ بھی آپ کو اپنے صاحبزادوں مولوی محمد اسماعیل اور مولوی محمد ابراہیم کی طرح عزیز خیال فرماتے تھے۔ مولانا لاہوریؒ کا اپنا بیان ہے۔ "میرے شفیق استاد مجھ کو اپنے بچوں کی طرح اپنے گھر پر رکھا کرتے تھے۔" آپ اپنے والدین کو ملنے کے لیے آٹھ دن کے بعد اپنے گاؤں واپس جاتے تھے۔ یہ مولانا احمد علی مرحوم کے عہد طفولیت کا ایک معصوم باب ہے۔ آپ ایک عالم ربانی کی درسگاہ میں شاگردانہ حاضر ہوتے تھے۔ ان دنوں آپ کے دل و دماغ کی ذہنی قوتوں کو دینی تربیت کی جلا دی جا رہی تھی۔

---

[1] ۔ مرد مومن صفحہ ۱ مؤلف عبدالحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور

[2] ۔ ماخوذ از کاپی بابو منظور سعید صاحب ۔ "انوار ولایت" صفحہ ۱۹ مصنفہ ماہر صاحب

[3] ۔ کاپی بابو منظور سعید صاحب ۔ "مرد مومن" صفحہ ۱ ابتدائی تعلیم ۔ مؤلفہ عبدالحمید خان فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور

دس سالہ مولانا احمد علیؒ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے حضور میں

حضرت مولانا احمد علیؒ نے ابھی چند ماہ ہی مولانا عبدالحقؒ کی شاگردی میں گذارے تھے کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم آپ کے والد محترم شیخ حبیب اللہ (آپ کے قریبی رشتہ[1] دار) کو ملنے کے لیے تشریف لائے۔ آپ کے والد مرحوم نے آپ کو مولانا عبید[2] اللہ سندھیؒ کے حضور میں پیش کرتے ہوئے فرمایا "ہم نے یہ بچہ دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے"۔

چنانچہ حضرت سندھیؒ نے نہایت پدرانہ شفقت سے آپ کو اپنی معیت میں رکھنا قبول فرمالیا۔ یا یوں سمجھئے کہ پروردگارِ عالم کی مشیئت کا یہ اقتضا تھا کہ حضرت لاہوریؒ

---

[1] ۔ مردِ مومن ص ۵۔ مؤلف عبدالحمید خاں صاحب۔ فیروز سنز لاہور

[2] ۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ مرحوم ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں چیانوالی میں پیدا ہوئے والدین کا پیشہ زرگری اور بعض افرادِ کنبہ ملازم اور بعض ساہوکارہ بھی کرتے تھے۔ آپ کی خود نوشت داستانِ حیات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بہ شب جمعہ قبل صبح ۱۲ محرم ۱۲۸۹ھ ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد سکھ تھے۔ ۱۸۸۷ء میں آپ تیسری جماعت میں پڑھتے تھے کہ آپ نے اظہارِ اسلام کے لیے گھر چھوڑ دیا۔ کتاب "تحفۃ الہند" کے مطالعہ سے بالتدریج اسلام کی صداقت پر آپ کا یقین بڑھتا گیا۔ "تقویۃ الایمان" کے مطالعہ سے اسلامی توحید اور پرانک شرک اچھی طرح سمجھ میں آگیا ۔ ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ میں آپ مشرف باسلام ہوئے۔ اس کے بعد آپ حضرت حافظ محمد صدیق صاحب (بھرچونڈی) جو اپنے وقت کے سید العارفین تھے انکی صحبت میں پہنچ گئے۔ خود حضرت سندھی کا ارشاد ہے کہ میں نے قادری راشدی طریقہ میں حضرت حافظؒ سے بیعت کی اس کا نتیجہ یہ محسوس ہوا کہ بڑے سے بڑے انسان سے میں بہت کم مرعوب ہوتا تھا" مولانا سندھیؒ کی مذہبی سیاسی زندگی کے اشارات مولانا احمد علی مرحوم کے سوانحِ حیات میں مختلف مقامات پر نظر آئیں گے کیونکہ مولانا احمد علیؒ مرحوم کی زندگی کا ہر پہلو مولانا سندھیؒ کی تعلیم و تربیت کا مرہونِ منت ہے۔ (بیس بڑے مسلمان ص ۳۱۔ مکتبہ رشیدیہ شاہ عالم مارکیٹ لاہور)

زمانے کے امامِ انقلاب کی صحبت میں رہ کر ضَرَبَ یَضْرِبُ ضَرْبًا کے ساتھ ساتھ درسِ حریّت بھی حاصل کریں۔ لہٰذا ایسا ہی ہوا کیونکہ حضرت لاہوریؒ کی سیرت حریت نوازی۔ بے باک صداقت اور للہیّت کا ایک حسین مرقع تھی اور ہمیں اس اعترافِ حقیقت میں فخر محسوس کرنا چاہیے کہ مولاناؒ کے کردار میں مجاہدانہ صفات حضرت سندھیؒ کی خطر پسند فطرت کا عکس لیے ہوئے تھے۔

صحبت[1] از علمِ کتابی خوشتر است ۔ صحبتِ مردانِ حُرّ آدم گر است
مردِ حُر دریائے ژرف و بیکراں ۔ آب گیر از بحر و نے از ناؤداں

مولانا سندھیؒ کی انگریز دشمنی نے مولانا لاہوریؒ کو ایّامِ تربیّت سے لے کر تادمِ واپسیں فرنگی تہذیب سے اس قدر نفور کر دیا تھا کہ جس کی مثال ڈھونڈھے سے بھی نہیں ملتی۔ آپ مسندِ رشد و ہدایت پر بیٹھے ہوئے عین پیرانہ سالی میں جب برطانوی انسانیّت سوز تمدّن کے خلاف زبان کھولتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خالدِ وقت یا فاروقِ دوراں تمام دنیا کی ابلیسی طاقتوں کو للکار رہا ہے۔ الغرض! حضرت امامِ انقلاب کے مکتب کا درسِ حریّت مولانا لاہوریؒ کی زندگی کا ایک ہمہ گیر جذبہ بن چکا تھا۔

مولانا لاہوریؒ حضرت مولانا غلام محمد دینپوریؒ[2] کی خدمتِ اقدس میں

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ۔ تا نبخشد خدائے بخشندہ

---

[1] مثنوی (پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق) ص ۲۴ علامہ اقبال علیہ الرحمہ۔

[2] حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ سید العارفین جُنیدِ دوراں حافظ محمد صدیق نور اللہ روحہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ سراپا مظہرِ جمال تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور محدثِ اعظم مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت دینپوریؒ کے چہرے پر صرف نظر ڈالنے سے کئی مقامات طے ہو جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنی مرحوم تو آپ پر جی جان سے فدا تھے ہی وہ ولی زماں اور عارفِ اکمل تھے جن کی عارفانہ نگاہوں نے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کی تقریباً چالیس سال تک تربیّت فرمائی ہم اور مناسب مواقع پر حضرت دینپوریؒ کا ذکرِ خیر کرتے رہیں گے۔"
"مردِ مومن" صفحہ ۱۵۔ عبدالحمید خاں صاحب۔ فیروز سنز لاہور

مولانا سندھیؒ ان دنوں امروٹ شریف ضلع سکھر میں قیام پذیر تھے۔ وہ حضرت لاہوریؒ کو لے کر سندھ روانہ ہو گئے۔ راستے میں بہاول پور سے گزرنا ضروری تھا۔ ریلوے اسٹیشن خان پور سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر دین پور شریف ایک چھوٹی سی بستی تھی اسی بستی میں حضرت سندھیؒ کے خضر طریقت[1] حضرت اعلیٰ مولانا غلام محمد مرحوم رہائش پذیر تھے، جن کے متعلق ان کے ہمعصر علماء[2] ربانی اور صوفیانِ پاک باطن بڑی عقیدتمندانہ آراء رکھتے تھے، مولانا سندھیؒ ان کی قدم بوسی کے لیے دین پور شریف حاضر ہوئے۔ دو دن وہاں ٹھہرے حضرت لاہوریؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ مولانا سندھیؒ نے مجھ کو حضرت دین پوری نور اللہ مرقدہٗ کے حضور میں بیعت کے لیے پیش کیا۔ لیکن میں اس وقت بیعت کی حقیقت سے بالکل نابلد تھا۔ زبدۃ الصالحین حضرت دین پوریؒ نے مجھ کو نہایت پدرانہ عاطفت سے اپنے حلقۂ رشد میں شامل فرما لیا۔ مجھ کو ان کی آقائی اور اپنی غلامی پر اب تک ناز ہے۔ یہ واقعہ تقریباً ۱۸۹۵ء کا ہے جب حضرت موصوف نے

---

[1] مولانا سندھیؒ پہلے حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا غلام محمد مرحوم کے حلقۂ ارشاد میں شامل ہو گئے۔ اب حضرت سندھی کی روحانی تربیت حضرت دین پوری کے حصہ میں آئی۔
"مردِ مومن" ص ۱۴ مطبوعہ فیروز سنز لاہور مؤلفہ عبد الحمید خان)

[2] حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم مولانا سندھی کے ہمراہ دین پور تشریف لے گئے۔ آپ خان پور اسٹیشن سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ دین پور شریف کے قریب شیخ المشائخ حضرت دین پوری پیشوائی کے لیے آئے ہوئے تھے حضرت تھانوی مرحوم ابھی کئی سو گز کے فاصلے پر تھے کہ آپ نے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا۔ فوراً گھوڑے پر سے چھلانگ لگائی اور فرمایا ارے جلیداللہ! تو نے مجھے مار ڈالا، ارے جلیداللہ تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔ یہ نہ بتایا کہ یہاں اس درجہ کا ولی رہتا ہے اور مجھے گھوڑے پر سوار کر دیا اس طرح آپ کے ہمعصر اولیاء کرام جن میں شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ نور اللہ مرقدہٗ بھی شامل تھے۔ وہ حضرت دین پوری کا بے حد احترام کرتے تھے۔" ("مردِ مومن" مطبوعہ لاہور ص ۱۶ مؤلف عبد الحمید خان فیروز سنز راوی مولانا عبیداللہ درخواستی مرحوم۔ دوسرا حوالہ شمارہ خدام الدین ۱۴ جون ۱۹۷۴ء از مولانا جمیل احمد صاحب بعنوان "کچھ باتیں عشق و عرفان کی"۔)

مجھ کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تلقین کی"

تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

(امروٹ شریف میں حضرت سندھیؒ کا قیام)

امروٹ شریف ضلع سکھر صوبہ سندھ میں ان دنوں عالم اجل عارف اکمل، مجاہد کبیر مستجاب الدعوات حضرت مولانا ابوالحسن سیدؒ تاج محمود المعروف حضرت امروٹی جلوہ افروز تھے۔ آپ ہر وقت جذبۂ جہاد سے سرشار رہتے تھے۔ آپ امام الاولیا بھی تھے اور غازی جانباز بھی۔ آپ کا تعارف گویا کہ علامہ اقبال کے ان اشعار میں موجود ہے۔

آنکہ بخشد بے یقیناں را یقیں ۔ آنکہ لرزد از سجود او زمین
آنکہ زیر تیغ گوید لا الٰہ ۔ آنکہ از خونش بر دید لا الٰہ
خاکی و از نوریاں پاکیزہ تر ۔ از مقام فقر و شاہی باخبر
بندۂ حق وارث پیغمبراں ۔ او نگنجد در جہان دیگراں

۱؎ ۔ حضرت مولانا سیدؒ تاج محمود قدس سرہٗ امروٹ ضلع سکھر کے باشندے تھے۔ اور سید العارفین حافظ محمد صدیقؒ بھرچونڈی کے دوسرے خلیفہ تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی کو ان سے بڑی وابستگی تھی۔ انہوں نے ہی مولانا سندھیؒ کا نکاح ماسٹر محمد عظیم خاں یوسف زئی کی لڑکی سے کرایا تھا۔ موصوف نہایت جوشیلے، خدا رسیدہ اور متقی بزرگ تھے۔ لاکھوں مرید تھے۔ ان کی کرامات کا ان اطراف میں بڑا چرچا تھا۔ مولانا سندھیؒ نے ان کا تعارف حضرت شیخ الہندؒ سے کرایا۔ متعدد دفعہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخؒ بھی ان کی ملاقات کیلئے امروٹ شریف جاتے۔ ان کا مقام سندھ کے اس علاقے میں حریت کے مشن کا مرکز تھا۔ گرفتار ہوئے اور چند دن بعد رہا کر دیئے گئے۔ ایام تحریک خلافت میں انتقال فرمایا۔
("بیس بڑے مسلمان"۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ ص۲۴۶ ۔ عبدالرشید ارشد)

۲؎ ۔ مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ص۴۸ ۔ ۱۳۰۷ علامہ اقبال علیہ الرحمہ۔

حضرت امروٹی علیہ الرحمۃ کے شیخ طریقت حضرت حافظ محمد صدیق[1] مرحوم و مغفور تھے۔ جو بھر چونڈی (کراچی لائن ریلوے اسٹیشن خیرپور، دھڑکی سے تقریباً دو میل) سے متعلق تھے۔ حضرت سندھیؒ نے بچپن میں ان کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی اور انہی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تھا۔

مولانا سندھیؒ دین پور شریف میں مختصر قیام کے بعد مولانا احمد علیؒ کو لے کر امروٹ شریف چلے گئے اور یہاں آکر انہیں عربی فارسی کی ابتدائی (صرف و نحو) کتابیں پڑھانا شروع کر دیں۔ سید تاج محمود مرحوم نے مولانا سندھیؒ کی علمی قابلیت، اتقاء اور خدمتِ اسلام کے مخلصانہ جذبہ کو دیکھا تو آپ کو امروٹ میں ہی رہنے کی دعوت دی۔ آپ نے اس پیش کش کو بسرو چشم قبول کیا اور وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

مولانا تاج محمود علیہ الرحمۃ کی مربیانہ توجہات نے مولانا سندھیؒ کو اپنی دامادی کا شرف عطا فرمایا اور آپ کی زندگی کے تمام مصارف کی کفالت بھی اپنے ذمہ لے لی اور ادھر حضرت امروٹیؒ کے لنگر کے منتظم اور حرم سرا کی خادمہ کو تاکیداً فرما دیا کہ ہمارے عزیز احمد علی کو جس چیز کی ضرورت ہو مطالبہ پر فوراً پیش کی جائے۔

شاہا نظر کرم کی جس ذرہ پر ذرا ہو
وہ آسماں پہ جا کر خورشید خاوری ہو
(ذوق)

مدرسہ دارالارشاد کا اجراء

حضرت مولانا سید امروٹی[2] بڑے متوکل اور فنا فی اللہ بزرگ تھے۔ اگر رزق کا کوئی سبب خود

---

[1] امام الاولیاء، پیشوائے مشائخ حافظ محمد صدیق مرحوم اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ آپ کے محبوب ترین خلفاء حضرت دین پوری اور حضرت امروٹی تھے۔ اپنے ان دونوں خلفاء کی موجودگی میں حافظ مرحوم نے فرمایا "عبید اللہ نے چونکہ خدا کے لیے والدین کو چھوڑا ہے اب اس کے والدین کے تمام فرائض میں ادا کروں گا"۔ (مردِ مومن مؤلف عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز)

[2] مردِ مومن صفحہ۔ مطبوعہ لاہور۔ فیروز سنز، مؤلف عبدالحمید خاں۔

ہی بن جاتا تو بہتر ورنہ دو دو وقت فاقہ کی نوبت آجاتی۔ آپ کی خانقاہ صفہؐ[1] کا نمونہ تھی۔ روحانی فیض کے متلاشیوں کے لیے تو یہ ایک بہت بڑا دارالعلوم تھا مگر ظاہری علوم کی تدریس و تکمیل کے لیے جن اسباب کی ضرورت تھی وہ وہاں موجود نہ تھے۔ کیونکہ ان کا مسلکِ استغنا، اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ لوگوں سے چندہ مانگیں۔ حضرت سندھی ایک انقلابی فطرت کے حامل تھے۔ ان کے قلبِ اطہر میں سیمابی انوار تھے، جو ان کو نت نئے حُسنِ[2] عمل پر مستعد کرتے رہتے تھے۔ ان کے ذہن کی برّاقی اور عزیمت کی بلندی دیکھ کر بڑے سے بڑا شخص بھی محوِ حیرت ہو جاتا تھا۔ اب آپ ایک مدرسہ کے قیام کے لیے بے قرار تھے۔ لہٰذا آپ ضلع نواب شاہ واقع گوٹھ پیر جھنڈا تشریف لائے۔ وہاں کے سجادہ نشین پیر پگاڑو کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان کا اسمِ گرامی پیر رشد اللہ تھا۔ حضرت سندھی نے اپنی تجویز پیر صاحب کے سامنے پیش کی۔ انھوں نے اس تجویز کو نہ صرف منظور کیا بلکہ ہر طرح کے تعاون کا یقین بھی دلایا۔ چنانچہ ۱۳۱۹ھ گوٹھ پیر جھنڈا میں مولانا سندھیؒ نے مدرسہ دارالارشاد کی بنیاد رکھی اور کچھ عرصے کے بعد مولانا احمد علیؒ کو بھی امروٹ شریف سے وہاں ہی بُلا لیا۔ مولانا احمد علیؒ نے اس مدرسے میں چھ سال کے اندر علومِ متداولہ اور فنونِ مروّجہ کی تکمیل کر لی۔

---

[1] اس امر پر ساری اُمت متفق ہے کہ رسول اللہ صلعم کے صحابہؓ میں سے ایک جماعت ایسی تھی جو ہمیشہ مسجدِ نبویؐ میں رہ کر عبادت کیا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلعم سے ان کے حق میں مخاطب ہو کر فرمایا لَا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہٗ۔ بہت آیات اور احادیث ان کی فضیلتوں میں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ رسولِ خداؐ سے روایت کرتے ہیں وَقَفَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ اصحاب الصفّہ فرأی فقرھم وَجَہدَھم وَطیب قلوبھم فقال البشرُوا یا اصحاب الصفّہ فمن بقی من امتی علی النعت الذی انتم علیہ راضیاً بما فیہ فانّہٗ من رفقائی فی الجنّہ) صفہ ایک چبوترہ تھا جو کہ مسجد نبوی میں تھا اور اب بھی اس کا نشان موجود ہے۔ (کشف المحجوب ۵۸ داتا گنج بخش ہجویریؒ)

[2] چو نظر قرار گیرد بنگارِ خوبروئے۔ تپد آں زماں دلِ من پئے خوبتر نگارے۔ اقبالؒ پیامِ مشرق عنوان شاعر ص ۱۴۸

مولانا لاہوریؒ کے والدِ محترم کا انتقال

حضرت مولاناؒ ابھی مدرسہ دارالارشاد میں زیرِ تعلیم ہی تھے، جب آپ کے والد محترم شیخ حبیب اللہؒ کا انتقال ہوگیا۔ جناب شیخ علیہ الرحمۃ جیسا کہ سابقہ حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں چک بابو ضلع گوجرانوالہ میں قیام پذیر تھے۔ شیخ مرحوم نے اپنے انتقال سے پہلے حضرت مولانا احمد علیؒ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد علی کو بھی گوٹھ پیر جھنڈا مدرسہ دارالارشاد میں پڑھنے کے لیے بھیج دیا تھا۔ مولانا سندھیؒ نے اپنی چھوٹی لڑکی کی نسبت مولانا محمد علی سے کردی۔ مولانا محمد علی کو مولانا سندھیؒ نے پہلے قرآن مجید حفظ کرایا اور پھر دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مولانا کے والد محترم کے انتقال کے بعد آپ کے دو اور چھوٹے بھائی عزیز احمد اور رشید احمد اور آپ کی والدہ محترمہ چک بابو میں رہ گئے تھے۔ اب مولانا سندھیؒ نے ان سب کو سندھ میں اپنے پاس بلا لیا۔ اس وقت عزیز احمد کی عمر تقریباً چار سال اور رشید احمد کی عمر دو اڑھائی سال تھی۔

دستار بندی کا عظیم الشان جلسہ

مدرسہ دار الارشاد سے فارغ ہونے والی پہلی جماعت میں صرف پانچ علماء شامل تھے۔

سلہ (حاشیہ گذشتہ صفحہ) امروٹ واپس آکر میں نے مطبع قائم کیا اور دو سال تک چلایا بعض عربی اور سندھی نایاب کتب کو طبع کرایا اور ایک ماہوار رسالہ الاخوان چھپتا رہا۔ اس کے بعد مدرسہ بنانے کی کوشش جاری کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ ہمارا کام مدرسہ کے بغیر نہیں چل سکتا تھا اسلئے میں دوسری جگہ کی تلاش میں تھا کہ حضرت مولانا رشد اللہ صاحب العلم الرابع نے ۱۳۱۹ھ میری تجویز کے موافق مدرسہ بنانے کا ارادہ کیا نام بھی میری تجویز سے مقرر ہوا میں اس میں شریک ہوگیا سات سال تک علمی اور انتظامی کامل اختیارات کے ساتھ کام کرتا رہا۔ اکابر علماء میں سے حضرت مولانا شیخ الہندؒ اور حضرت شیخ حسینؒ بن محسن یمانی امتحان کیلئے تشریف لائے اس مدرسہ میں بھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خواب میں دیکھا۔ (خود نوشت حالات زندگی مولانا سندھیؒ۔ تیس بڑے مسلمان ص۲۰۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ مؤلف عبدالرشید ارشد)

سلہ۔ انوارِ ولایت ص۲۰ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور۔ ماسٹر لال دین دیباچہ بابو منظور سعید صاحب)

اور ان میں ایک کھدر پوش، جلال و جمال کا جامع بلکہ بقول سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمۃ صحابہ کرامؓ کے قافلے میں سے ایک پیچھے رہ جانے والا اسوۂ نبویؐ کا علمبردار بھی موجود تھا جس کو مستقبل قریب میں شیخ التفسیر ہونے کے علاوہ قطبیت کے فرائض بھی انجام دینے تھے۔
دوسرے حضرت مولانا ضیاء الدینؒ تھے، جو کہ اپنے والد محترم کے بعد گوٹھ پیر جھنڈا میں مسند رشد پر جلوہ فرما ہوئے۔ ان کے علاوہ تین اور خوش نصیب علماء کرام تھے۔ (کیونکہ یہ پانچوں علماء کرام نے امام انقلاب حضرت سندھیؒ جیسے یکتائے روزگار مجاہد کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔

چونکہ حضرت پیر رشد اللہ اس وقت گوٹھ پیر جھنڈا میں گدی نشین تھے اور ان کے صاحبزادہ مولانا ضیاء الدین اس فارغ ہونے والی جماعت میں شامل تھے۔ لہٰذا ایک عظیم الشان جلسے کا انتظام کیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ اصحاب خیر و دین کی شمولیت اور باقی سعید روحوں کے ورود و اجتماع سے دستار بندی کی تقریب کو ہر لحاظ سے بابرکت بنایا جائے۔ لہٰذا جلسے کی صدارت کے لیے ریاست بھوپال سے حضرت شیخ المشائخ حسین ابن محسن انصاری یمنی مرحوم کو بلایا گیا۔ آپ نہایت عمر رسیدہ تھے۔ اس لیے آپ کو پالکی میں بٹھلا کر گوٹھ پیر جھنڈا میں لایا گیا۔ حضرت لاہوریؒ کی مبارک یادداشت کے مطابق یہ تقریب سعید ۱۳۲۷ھ کے آخر یا اس سن کے شروع میں وقوع پذیر ہوئی۔

معلّمی کے فرائض

حضرت لاہوریؒ کی زندگی کے واقعات پر اگر بتدریج نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قدرت کا دست کرم آپ کے فرق اقدس پر ہر موقعہ سایہ فگن رہا۔ اب مولاناؒ، حضرت سندھیؒ کے ارشاد کے مطابق مدرسہ دارالارشاد میں معلّمی کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ آپ نے جس انہماک اور قلبی طمانیت سے طالب علمی کے ایام و شہور بسر کئے تھے۔ اسی استغراق و محنت پژوہی سے معلّمی کے اوقات گذارنے شروع کر دیے۔ کیونکہ آپ کے قلب و نظر پر امام انقلابؒ کی

حریت نوازی کی چھاپ، حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے ملک سیرت مقتدا کی صحبت کے انوار اور مجاہد اکبر مولانا سید امروٹیؒ کی صادقانہ حیات طیبہ کے اثرات و نقوش موجود تھے۔ ہم ان طالب علموں کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں، جن کو عنایت الٰہی سے حضرت شیخ التفسیر جیسے فرض شناس، خدا پرست، محب رسولؐ اور تہذیب نوی کے مصلح معلم میسر آئیں اور اپنی صحبت میں رکھ کر متعلمین کو آداب زندگی سکھائیں۔

[1] ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق ۔ جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے ۔ فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

دراصل اب مشائخ و اساتذہ کرام سے حاصل کردہ فیوض و برکات قدسیہ کو خلق خدا میں تقسیم کرنے کے دن شروع ہو گئے تھے۔ آپ وہاں تین سال تک درس نظامیہ کے مطابق پڑھاتے رہے۔

[2] حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی ۔ یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسم افلاطوں
عناصر اس کے ہیں، روح القدس کا ذوق جمال ۔ عجم کا حسن طبیعت، عرب کا سوز دروں

[3] حضرت سندھیؒ کی دامادی کا شرف

جب آپ مدرسہ میں معلمی کے فرائض سرانجام دے رہے تو حضرت سندھیؒ نے آپ کو شرف دامادی بخشا، گویا اپنی صاحبزادی مریم بی بی کا عقد آپ سے کر دیا۔ سال کے بعد پروردگار عالم نے آپ کو ایک بچہ عطا فرمایا، اس کا نام حسن رکھا گیا۔ اس بچے کے نام کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ مگر مشیت ایزدی کا یہی فیصلہ تھا کہ نومولود حسن صرف سات دن آغوش مادر میں جیئے اور پھر اپنی ناشگفتگی کے

---

[1] ۔ علامہ اقبالؒ، ضرب کلیم ص۴۶، مطبوعہ لاہور۔
[2] ۔ علامہ اقبالؒ، ضرب کلیم ص۴۵، مطبوعہ لاہور۔
[3] ۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب ۔ مرد مومن ص۱۵ آخر۔ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

دامن میں زندگی کی تمام معصومانہ بہاروں کو لپیٹے ہوئے راہیٔ ملکِ عدم ہو گئے اور اگلے دن ننھے حسن کی مغمومہ، مہجورہ والدہ اپنے لختِ جگر کی تلاش میں وادئ فردوس جا پہنچیں
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
ننھے حسن اور اس کی والدہ کو حضرت لاہوریؒ کی والدۂ ماجدہ کی قبر کی آغوش میں دفن کیا گیا۔

جمعیۃ الانصار کا قیام

مولانا سندھیؒ گوٹھ پیر جھنڈا سے دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے جمعیۃ الانصار کی بنیاد ڈالی۔ مقصد یہ تھا کہ دارالعلوم کے فارغ التحصیل علماء کی ہمہ گیر تنظیم کی جائے اور ان میں "مجاہدانہ ناموسِ وحدتِ فکری" پیدا کی جائے۔ وہ جہاں بھی ہوں مرکز کی آواز کے مطابق اپنی زندگی کا رُخ بدلتے رہیں۔ علماء خیر کا یہ سوادِ اعظم کتاب وسنت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ مغربی سامراج کی بیخ کنی میں ہمہ وقت کوشاں رہے۔ اس عالمگیر تحریک کی وسعت سرزمین ہند سے آگے کشمیر، افغانستان، ایران، ترکستان، بخارا، عرب اور قسطنطنیہ کی حدود تک پہنچی ہوئی تھی۔ لہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

(بانگ درا ط ۳۰ نظم دنیائے اسلام علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

یہی وہ مہتم بالشان اور عہد آفریں اسکیم تھی جس کی تکمیل کے لیے حضرت سندھیؒ ہر وقت بے قرار رہتے تھے۔ آپ نے مدرسہ دیوبند میں قدم رکھتے ہی اس تجویز کو

لہ۔ امام انقلاب حضرت سندھی اپنے وقت کے منصور حلاج تھے۔ جن کی زبان پہ عین تختۂ دار پر بھی انا الحق کی پکار تا دم واپسیں گونجتی رہی۔ ان کی فکر میں انقلاب تھا (باقی کلا صفحہ)

بروئے کار لانے کی سعیٔ جمیلہ شروع کر دی۔ مگر مدرسۂ مذکور کے بعض ذمہ دار حضرات کو آپ کی تجویز کے بعض پہلوؤں سے اختلاف تھا۔ اس لیئے آخر کار آپ کو دیوبند کو خیرباد کہنا پڑا۔ اس موقعہ پر یہ حقیقت ناقابل فراموش ہے کہ انوار جامعیت کے مظہر اتم مولانا محمود حسنؒ، حضرت سندھیؒ کے ہر طرح ہمنوا تھے۔ حضرت سندھیؒ کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں۔" ۱۳۲۷ھ [کے] میں حضرت شیخ الہندؒ [لہ] نے مجھ کو دیوبند طلب فرمایا اور مفصل حالات سن کر دیوبند رہ کر کام کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ سندھ کا بھی تعلق قائم رہے گا۔ میں چار سال تک جمعیۃ الانصار میں کام کرتا رہا۔ اس جمعیۃ کی

(بقیہ سابقہ صفحہ) ان کی زندگی لاکھوں انقلاب کی آئینہ دار تھی۔ وہ انقلاب آفریں فطرت کی جولانیوں کے لیے چنداں سازگار ماحول کے محتاج نہ تھے۔ وہ ہر میدانِ عمل میں دادِ شجاعت دیتے رہتے تھے۔

مرد کی تخلیق ہے، زور آزمانے کیلئے ۔ گردنیں سرکش حوادث کی جھکانے کیلئے
مرد ہے، سیلاب کے اندر اکھڑنے کیلئے ۔ بحر کی بپھری ہوئی موجوں سے لڑنے کیلئے
دوڑتا ہو، شعلۂ خو بجلی کا دامن تھامنے ۔ مسکراتا ہو، گرجتے بادلوں کے سامنے

(انوارِ ولایت ص۸۳، پنجاب پریس لاہور (ماسٹر لال دین))

لہ۔ بیس بڑے مسلمان ص۱۲۱۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور

لہ۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب العلم تھے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی شاگردی میں صحاح ستہ اور دیگر کتب پڑھیں۔ ۱۲۹۰ھ میں دستاربندی کا شرف حاصل ہوا پھر دارالعلوم میں بطور مدرس کام کرنے لگے۔ ۱۲۹۴ھ میں اکابر کی معیت میں حج کیا۔ شاہ عبدالغنی دہلویؒ سے اجازتِ حدیث اور سید الاولیاء حاجی امداد اللہ مرحوم سے بیعت ہوئے۔ ۱۳۰۵ھ سے لیکر ۱۳۲۹ھ تک صدر مدرس کے فرائض ادا کیئے۔ آزادیٔ ہند تحریک میں پیشوائی کے اقدامات، مصائب، ریشمی خطوط کی سازش، گرفتاریاں، عام مقبولیت، شیخ الہند کا لقب (بیس بڑے مسلمان ص۲۲۸۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، عبدالرشید ارشد)

کی تاسیس رکھنے میں مولانا محمد صادق سندھی، مولانا ابو محمد احمد[1] لاہوری اور عزیزی احمد علی میرے ساتھ شریک تھے۔

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی[2]

چہ شور است این کہ در آب و گل افتاد
زیک[3] دل عشق را صد مشکل افتاد
قرار یک نفس بر من حرام است
بہ من رحمے۔ کہ کارم با دل افتاد

حضرت سندھیؒ کی زندگی ہزاروں انقلابات کی حامل تھی۔ ہجرت کرنا آپ کا مشغلہ بن چکا تھا۔ خود فرماتے ہیں "حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے میرا کام دیوبند سے دہلی منتقل ہوا۔ وہاں جا کر میں نے مسجد فتح پوری کے شمالی کمروں میں سے شمالی دروازے کے متصل بالائی منزل کا پہلا کمرہ کرایہ پر لیا اور نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی بنیاد رکھی۔" اب مولانا سندھیؒ نے پانچ عربی داں نوجوانوں (علماء کرام) اور پانچ گریجوایٹ ملا کر ایک مشترکہ جماعت بنائی اور اس جماعت کو دورِ حاضرہ کے تقاضوں

---

[1] حضرت مولانا ابو محمد احمد لاہوری مرحوم چکوال ضلع جہلم کے باشندے تھے۔ دیوبند کے فارغ التحصیل فاضل اور حضرت گنگوہی مرحوم اور حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید تھے۔ حضرت سندھیؒ کی جمعیۃ الانصار کے سرگرم رکن تھے اور حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے خسر تھے (انوار ولایت ص۵۲ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور)

[2] مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی انگریز کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ اسلیے رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق اس مدرسے کے قیام کا مقصد ہندوستانی مسلمانوں میں مذہبی ولولہ اور جنگی جوش پیدا کرنا تھا اس رپورٹ کے مطابق حضرت محمود حسن علیہ الرحمہ کا اصلی پروگرام یہ تھا کہ اسلامی طاقتوں کا ہندوستان پر زبردست حملہ ہو اور ہندوستانی مسلمان اندرونی بغاوت سے اسے تقویت دیں۔" (مردِ مومن ص۲۱ مطبوعہ فیروز سنز۔ عبدالحمید خاں)

[3] علامہ اقبال مرحوم۔ ارمغانِ حجاز ص۵۔ پاکستان ٹائمز پریس لاہور۔

کے مطابق تبلیغی مشن چلانے کی تربیت دی جانے لگی۔ اس وقت مولانا سندھیؒ نے حضرت لاہوریؒ کو بھی مدرسہ دارالارشاد سے دہلی میں بلالیا اور اس نادرۂ روزگار جماعت میں شامل کرلیا۔ درحقیقت حضرت لاہوریؒ کی زندگی کو مصائب و نوائب کی کٹھالی میں رکھ کر کندن بنایا جارہا تھا اور یہ ساری تیاریاں لاہور کے ام القریٰ میں بیٹھ کر نصف صدی تک رشد و ہدایت کی مسند آرائی کے لیے ہو رہی تھی۔

غافل مرو کہ تا درِ بیت الحرام عشق
صد منزل است منزلِ اوّل قیامت است

حضرت مولانا سندھیؒ کے ارشاد کے مطابق "نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی سرپرستی میں حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند مرحوم کے ساتھ حکیم اجمل خاںؒ[1] اور نواب وقار الملک[2] ایک ہی طرح شریک تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے جس طرح چار سال دیوبند میں رکھ کر میرا تعارف اپنی جماعت سے کرایا۔ اسی طرح دہلی پہنچ کر مجھے نوجوان طاقت سے ملانا چاہتے تھے لہٰذا اس غرض کی تکمیل کے لیے دہلی تشریف لائے۔ ڈاکٹر انصاریؒ[3] سے میرا

---

[1] حکیم اجمل خاں مرحوم حکمتِ یونانی کے محیّ اور نامور علمبردار تھے۔ آزادیٔ ہند کے مجاہدوں میں ان کا ممتاز مقام تھا۔

[2] نواب وقار الملک نے ہماری زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا۔ ان کی زندگی نے اسلامی عظمت کا سکہ ہمارے دلوں میں بٹھا دیا (موجِ کوثر ص ۱۲۸ شیخ محمد اکرام۔ مولانا شوکت علیؒ کے خط کا اقتباس) نواب وقار الملک مرحوم نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک سرسید کے ہم نوا تھے۔ انہوں نے نواب سلیم اللہ (نواب آف ڈھاکہ) سے مسلم لیگ کے سلسلے میں پورا پورا تعاون کیا۔ ان لوگوں کی کوششوں سے لارڈ منٹو کے عہد میں مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق ملا۔

[3] ڈاکٹر انصاری مرحوم: آپکو حضرت شیخ الہندؒ سے گہرا تعلق تھا۔ آپ حضرت شیخ الہند مرحوم کی تحریکِ آزادی کے مالی معاون اور سرپرست رہے۔ آپ تحریکِ خلافت اور کانگریس کے ممبر تھے۔ ۱۹۲۷ء میں کانگریس کے صدر بنائے گئے کئی دفعہ جیل گئے۔ ۱۹۳۶ء اپریل میں انتقال ہوا۔ دہلی میں مدفون ہوئے۔
(بیس بڑے مسلمان ص ۴۴۵۔ عبدالرشید ارشد)

تعارف کرایا۔ ڈاکٹر انصاری نے مجھے مولانا ابوالکلام[۱] آزاد اور مولانا محمد علی جوہر[۲] سے ملایا۔ اس طرح میں تخمیناً دو سال مسلمانانِ ہند کی اعلیٰ سیاسی طاقت سے واقف رہا۔

حضرت لاہوری کی دوسری[۳] شادی

پہلی اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا احمد علی مرحوم نواب شاہ تشریف لے

---

[۱] مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم۔ ۱۱ نومبر ۱۸۸۸ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر ہی میں تعلیم سے فارغ ہوگئے۔ ۱۹۰۲ء میں "رسالہ لسان الصدق" ۱۹۱۲ء میں اخبار "الہلال" ۱۹۱۵ء میں بنگال سے جلاوطن تحریک عدم تعاون میں حصہ، گرفتاری۔ ۱۹۲۳ء میں نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس کے صدر، ۱۹۴۰ء میں کانگریس کے صدر، کئی سال قید و بند، ملک کی آزادی کے بعد حکومت ہند کے وزیر تعلیم، اپنے وقت کے عدیم المثال ادیب، بے بدل علامہ، عظیم مصلح، سرفروش مجاہد، سحر البیان خطیب، امام الہند، علم و ادب (عربی، فارسی، اردو) کے شہنشاہ، مفسرِ اعظم (بیس بڑے مسلمان ص ۳۰۱ عبدالرشید ارشد۔ مکتبہ رشیدیہ لاہور)

[۲] حضرت مولانا محمد علی جوہر نور اللہ مرقدہٗ۔ حضرت مولانا شوکت علی مرحوم کے چھوٹے بھائی تھے آتش بیان خطیب اور تحریک خلافت کے جاں فروش سپاہی تھے۔ کامریڈ کے ایڈیٹر کے لیے دنیوی ترقی کے بہتر سے بہتر مواقع تھے۔ ہندوستان کا ذکر نہیں، انگلستانی صحافت میں عزت، ثروت، اقتدار و جاہت کے اصنام کبیرہ نے قدم قدم پر اسے لبھایا لیکن اس کشتۂ عشق نے ماسویٰ کی طرف نظر اٹھانا بھی گناہ سمجھا اور سارے رشتے چھوڑ کر ایک کا ہو رہا (بقول مولانا عبدالماجد دریا آبادی منقول از بیس بڑے مسلمان ص ۶۹۔ عبدالرشید ارشد)

[۳] مصنفِ کتاب "مردِ مومن" کی ایک تاریخی غلطی۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی زندگی پر پہلی کتاب انوارِ ولایت لکھی گئی اس کے ایک ہفتہ بعد عبدالحمید خان صاحب فیروز سنز نے مردِ مومن کے نام سے حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے سوانح حیات لکھے انہوں نے اپنی کتاب کے ص ۱۹ پر حضرت مولانا کی پہلی اور دوسری شادی کا ذکر یکے بعد دیگرے کیا ہے حالانکہ مولانا کی پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد مولانا سندھی نے جمعیۃ الانصار کی تحریک دیوبند میں شروع کی۔ بعد ازاں نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کا انتظام فرمایا اور پھر مولانا احمد علی مرحوم کا نواب شاہ میں رہنا واقعات سے ثابت ہے۔ "مردِ مومن" کے مؤلف کی بے اعتنائی کی تصدیق بابو منظور سعید صاحب کی بیاض کی روشنی میں بھی کی گئی اور اسی طرح انوارِ ولایت میں بھی بابو منظور سعید صاحب کی تحریر کی ہی نقل ہے جو ہر لحاظ سے درجۂ ثقاہت تک پہنچی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی اپنی زبان سے لکھوائی ہے۔

گئے تھے اور مولانا سندھیؒ دار العلوم دیوبند میں جمعیۃ الانصار کی تشکیل میں مصروفِ عمل تھے لیکن حضرت سندھیؒ کو اپنے شاگردِ ارجمند کے نکاحِ ثانی کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی تھی۔ بالآخر تین سال کے عرصے کے بعد حضرت مولانا ابو محمد احمد علیہ الرحمۃ نے حضرت سندھیؒ کو تحریر فرمایا "آپ اگر پسند[۵۴] فرمائیں تو میں مولوی احمد علی صاحب سے اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں"۔ یہ پیش کش حضرت سندھیؒ نے بہ ہزار بہجت و مسرت قبول فرمائی۔ کیونکہ اس میں علمی اور روحانی مناسبت کا پہلو بہت نمایاں تھا۔ لہٰذا محرم الحرام ۱۳۳۰ھ کو دار العلوم دیوبند کی مسجد میں حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت لاہوریؒ کا خطبۂ نکاح پڑھا اور یہ تاریخی سعادت ایزد متعال کا خصوصی عطیہ تھا۔

آپ کی تمام اولاد (اناث و ذکور) آپ کی دوسری اہلیہ محترمہ (صفیہ بی بی) کے بطن مبارک سے ہے۔

علیگڑھ کا قیام

نظارۃ المعارف[۵۵] القرآنیہ دہلی کی جماعت میں ایک مولوی انیس احمد بی۔اے بھی تھے۔ وہ باقی اسباق کے علاوہ حضرت لاہوریؒ سے صرف و نحو بھی پڑھا کرتے تھے مولوی انیس احمد صاحب کے والد علی گڑھ کالج میں ایک ممتاز عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت سندھیؒ سے مولوی انیس احمد صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ وہ مولانا احمد علیؒ صاحب کو ان کے ہمراہ علی گڑھ بھیج دیں۔ لہٰذا حضرت سندھی نے آپ کو مع اہل و عیال علی گڑھ بھیج دیا۔ آپ ایک ماہ علی گڑھ رہ کر دہلی واپس آ گئے۔ دہلی میں مولانا مدرسہ کی بجائے ایک علیحدہ مکان میں رہتے تھے۔

۵۴۔ "مردِ مومن" ص۱۹۔ عبد الحمید خاں صاحب۔ فیروز سنز۔
۵۵۔ کاپی بابو منظور سعید صاحب۔

تحدیثِ نعمت[1]

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی جماعت میں حضرت لاہوری بھی شامل تھے۔ باقی گریجویٹ اور علماء کرام سے علاوہ آپ میں دو خصوصی امتیازات پائے جاتے تھے۔ ابتداء میں حضرت سندھیؒ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا تھا کہ وہ ان کو درسِ قرآن کے تفسیری نکات و رموز نقل کرنے کی اجازت دیں، لہٰذا حضرت لاہوریؒ درسِ قرآن کے موقعہ پر نہایت بیدار مغزی اور سرعت سے روزانہ تیس تیس اور بعض اوقات چالیس چالیس صفحات احاطہ تحریر میں لاتے جن کی تصحیح بعد میں حضرت سندھیؒ کے حضور میں بیٹھ کر کی جاتی تھی۔ اس وقت حضرت سندھیؒ فرمایا کرتے تھے کہ آپ میری تقریر کا اٹھانوے فیصد حصہ نقل کرنے میں کامیاب ہیں۔ یہ کاپیاں تعداد میں سولہ تھیں۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ جب ہندوستان سے ہجرت کر کے (جس کا ذکر آئندہ اوراق میں کیا جائے گا)، افغانستان جانے لگے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ مذکورہ مسوّدات تفسیر کو اپنے ہمراہ لے جائیں۔ اب حضرت مولانا لاہوریؒ نے نہایت فرزندانہ حُسنِ طلب اور منکسرانہ تواضع سے عرض کیا۔ کہ حضور! "یہ تحریرات آپ کے دل و دماغ کا حاصل ہیں۔ آپ جب چاہیں گے بفضلِ خدا تعالےٰ اس سے بہتر عبارات تیار کر لیں گے۔ مگر مجھ بے بضاعت کے پاس تو ان کے سوا کوئی بھی علمی اور تفسیری سرمایہ نہیں ہے۔" یہ سن کر حضرت سندھیؒ نے ازراہِ تلطّف ان کاپیوں کو حضرت لاہوریؒ کے پاس ہی رہنے دیا۔

یہ قرآن حکیم کے تیرہ پاروں کے تفسیری و توضیحی نکات کا مجموعہ تھا۔ ان دنوں مولانا لاہوریؒ کا معمول تھا کہ آپ نمازِ عصر کے بعد حضرت باقی باللہ والے قبرستان میں تشریف لے جاتے، جبکہ باقی طلبہ شہر میں گھومنے چلے جاتے تھے۔ آپ کسی غیر آباد مسجد کے ممبر پر بیٹھ جاتے اور حضرت سندھیؒ سے حاصل کردہ اسباق کو اس طرح ازبر

---

[1] "انوارِ ولایت" مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ص ۵۴، ۵۵

کرتے تھے۔ گویا حاضرین آپ کے ارشادات کی سماعت کر رہے ہیں۔ زمانہ تعلیم میں یہ سلسلہ متواتر جاری رہا۔

"امام الاتقیاء کو فطرت کے پُر ذوق رُجحانات ایک نئی راہ پر لے جا رہے تھے۔ خداوند عالم کو منظور تھا کہ جس شخص کو لاہور جیسے تہذیبِ نو کے مرکز میں بیٹھ کر دینِ مصطفےٰ کی اشاعت کا کام کرنا تھا۔ وہ اپنی زندگی کے لمحات کسی تنہا گوشے میں جا کر ذکر و فکر سے آراستہ کرے تاکہ جب وہ روحانیت کا علمبردار بن کر مسندِ ارشاد پر جلوہ گری کرے تو اس کی چتون میں ہادیانہ انوار کی تابانی ہو۔ اس کی زبان کے الفاظ دلوں میں راہ پائیں۔ اس کی صحبت کے فیوض و برکات کا دائرہ عرب و عجم تک وسیع ہو۔ الغرض! اس مبارک زندگی میں دماغی کاوش، محنت پژوہی، ذکر و فکر کی ہمیشگی، تقویٰ و ورع کی تمام صورتوں کی پاسداری اور ضبطِ نفس کے مجاہدانہ اصول و آئین کی حفاظت رات دن کا معمول بن چکا تھا۔ بارک اللہ! ایک روح تھی جو قرآن مجید کی الہامی اقدار سے مالا مال ہو رہی تھی۔ ایک دل تھا جو کلام الٰہی کے قدسی انوار سے کسبِ ضیا کر رہا تھا۔ ایک دماغ تھا جو محققانہ تدبّر و تفکّر کے ابواب میں محو تھا۔ یقیناً مصلحانہ زندگی کی تعمیر فطرت کے اصولوں کے مطابق ہو رہی تھی۔" إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا" (تحقیق ہم مستقبل قریب میں آپ پر اشاعتِ قرآن اور تزکیۂ قلوب کا اہم فریضہ نازل کرنے والے ہیں۔") سورۃ مزمل شروع ۵:۲۷

اب نظارۃ المعارف القرآنیہ کی جماعت کے امتحان کا وقت آیا۔ لہٰذا حضرت سندھی مرحوم نے اپنی مدد کے لیے قاضی ضیاء الدین[۲] ایم۔ اے کو بلایا۔ امتحان کا نتیجہ نکلا تو حضرت

---

[۱] "انوارِ ولایت" ص ۵۵، ۵۶ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور۔ واقعاتِ زندگی مولانا احمد علی مرحوم۔

[۲] ۔ قاضی ضیاء الدین ایم اے نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کے طلبہ کو ہر روز انگریزی پڑھاتے تھے۔ لہٰذا ان کو معاونت کے لیے امتحان کے موقعہ پر بھی حضرت سندھی نے طلب فرما لیا۔ ("انوارِ ولایت" ص ۵۸۔ پنجاب پریس لاہور۔ کاپی بابو منظور سعید صاحب)

شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ رُوحہ، تمام سبقوں میں اوّل نمبر پر آئے۔

آگرہ کا تبلیغی دورہ[1]

فیصلہ کیا گیا، کہ نظارۃ المعارف القرآنیہ کے طلباء باہر دیہاتوں میں تبلیغی مشن پر جایا کریں۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے علاوہ مولانا علی اسد اللہ مرحوم اور حکیم مولانا فضل الرحمان صاحب کو مولانا سندھی ساتھ لے کر آگرہ تشریف لے گئے اور وہاں ان حضرات کے علاقوں کا تعیّن فرما کر خود دہلی واپس آ گئے۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم نے اپنے متعیّنہ علاقہ کے ۲۵ دیہاتوں کا دورہ کیا اس سفر میں آپ کو صرف ایک بستی میں ایک مسجد نظر آئی۔ دراصل اِن دیہاتوں کے باشندے اسلامی حکومت کے وقت مسلمان تو ہو گئے لیکن اسلام کے نظریّات، عقائد اور نبوی اعمال سے بالکل نابلد رہے۔ ان کے نام محمد سنگھ اور

---

[1] "مردِ مومن" کے مصنّف کی چند غلطیاں:۔ مؤلف عبد الحمید خاں فیروز سنز نے آگرہ کے تبلیغی دورے کو علیگڑھ کے قیام پر مقدّم کر دیا ہے۔ حالانکہ آثار و قرائن سے علیگڑھ کے قیام کی تقدیم ثابت ہے۔ بابو منظور سعید صاحب کی تحریر جو حضرت لاہوریؒ کی اپنی زبانِ مبارک کی لکھوائی ہوئی ہے اس میں بھی آگرہ کے تبلیغی دورہ کو مؤخّر کیا گیا ہے۔ ۲۔ مؤلف مذکور بالا اپنی تالیف کے ص ۲۱ پر رقمطراز ہیں" نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں حضرتؒ کے ایامِ قیام میں مولانا سندھیؒ کو ان کے چند احباب نے مشورہ دیا کہ علماء کی جماعت کو تبلیغی دورے پر بھی بھیجا جائے تاکہ وہ دیہات میں پیدل سفر کرنے اور آریہ کی شدھی اور سنگھٹن تحریکات کی مدد کرنے اور دوسری صعوبتیں اٹھانے کی عادی ہو جائیں وہ آریہ کی شدھی تحریک اور سنگھٹن تحریکات کی مدد کرتے" یہ غلطی ہے اور بالکل واضح ہے اگر ہم اس غلطی کو کاتب، یا پریس کی طرف منسوب کریں تب بھی مؤلف کا فرض ہے کہ اس کا مناسب طریق سے ازالہ کریں۔
۳۔ سابقہ عنوان میں جہاں قاضی زادہ کا جواب نقل کرتے ہیں وہاں عبارت ہے "تو قاضی زادہ نے فیصلہ کن جواب دیتے ہوئے کہا کہ" وہ خطوط پڑھنے کے سوا کچھ نہیں جانتا"۔ بابو منظور سعید صاحب کی مصدّقہ بیاض اور حضرت کے درج حیات انوارِ ولایت میں یہ الفاظ ہیں"۔ آخر اس نے جواب دیا۔ کہ سوائے حفظ کے میں کچھ نہیں جانتا"۔ (تبصرہ راقم الحروف)

محمد زام تھے۔ وہ اسلامی تہواروں سے ناآشنا اور ہندووانہ رسومات میں بڑی شد و مد سے شریک ہوتے تھے۔ جب مولاناؒ نے دریافت کیا کہ آپ کے نکاح اور جنازہ وغیرہ کون پڑھاتا ہے تو جواب ملا کہ "اچھنیرہ" ریلوے اسٹیشن سے ایک قاضی صاحب اس کام کے لیے بلائے جاتے ہیں۔

مولاناؒ ایک دن قاضی صاحب سے ملنے کی غرض سے ان کے گاؤں میں تشریف لے گئے۔ قاضی صاحب ضعیف و ناتواں شخص تھے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو مولاناؒ کی ملاقات کے لیے بھیجا۔ آپ نے قاضی زادہ سے عربی، فارسی، اردو کی تعلیم کے متعلق پوچھا۔ لیکن اس نے بڑی صاف دلی سے ہر سوال کا جواب نفی میں دیتے ہوئے کہا کہ "میں سوائے حفظ کے کچھ بھی نہیں جانتا۔"

مولانا نظارۃ المعارف القرآنیہ میں بطور صدر مدرس

مدرسہ مذکورہ میں ابھی تیرہ پارے ہی ختم ہوئے تھے، جبکہ مدرسہ کو حالات کی ناسازگاری سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ واقعہ ۱۹۱۴ء کا ہے۔ جبکہ تمام دنیا کے بسنے والے پہلی جنگِ عظیم کے شعلوں کی لپیٹ میں آ رہے تھے۔ اس جنگ میں ترک بھی شامل تھے اور برطانیہ ترکی کے خلاف برسرِپیکار تھا۔ مولانا سندھیؒ[1] پران واقعات نے دن کا

---

[1] مولانا سندھی کی زندگی پر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو یقین آجاتا ہے کہ یہ مردِ حق عصرِ حاضر کے تمام تقاضوں سے بے نیاز ہے۔ اس کا کردار توکل علی اللہ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس کو طاغوتی خطرات خوفزدہ کرنے سے عاجز ہیں۔ حضرت سندھی اس ماحول میں سانس لینا پسند کرتے ہیں جس میں جری سے جری جوانمرد کا زہرہ بھی گداز ہو جائے ۔۔۔ ؎

خطر پسند طبیعت کو ساز گار نہیں۔ وہ گلستان کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد (علامہ اقبال علیہ الرحمۃ)

جب ہم ان کو گرجتے ہوئے طوفانوں کی طرف نہایت برق رفتاری سے بڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو بے ساختہ یہ شعر یاد آتا ہے ؎ اے ذوقِ اذیت مجھے منجدھار میں لے چل ساحل پہ کچھ اندازۂ طوفان نہیں ہوتا

چین اور رات کی نیند حرام کردی تھی۔ آپؒ حضرت مولانا محمود حسن علیہ الرحمۃ کے مشورہ سے ہجرت کرکے کابل جاتے ہوئے، مدرسہ مذکور کے تمام انتظامات کی ذمہ داری حضرت لاہوریؒ کے کندھوں پر ڈال گئے۔ آپؒ نے تقریباً دو سال تک درس و تدریس کا کام نہایت دلجمعی سے نبھایا۔

بیگم صاحبہ والئی بھوپال کا وظیفہ

محترمہ بیگم صاحبہ[1] والئی بھوپال نے مولانا سندھیؒ کا دو سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ ان کی ہجرت کے بعد بیگم موصوفہ نے مولانا مفتی انوار الحق اور حضرت مولانا عبد اللہ ٹونکی کو دہلی بھیجا تاکہ وہ حضرت سندھیؒ کے قائم مقام کی علمی حیثیت اور عملی قوت کا پورا پورا جائزہ لیں۔ یہ دونوں حضرات عین درس کے موقعہ پر تشریف لائے۔ درس سنتے رہے۔ لہٰذا ان کو حضرت لاہوریؒ کی علمی استعداد اور انتظامی قابلیت کا ہر طرح سے اعتراف کرنا پڑا۔ اور اب وہ دو سو روپے ماہانہ وظیفہ حضرت لاہوریؒ کے نام منتقل ہو گیا۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) مولانا سندھیؒ اب انگریزوں کے خلاف ترکوں کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں مجاہدِ کبیر حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو حکماً فرمایا "آپ کابل میں ہجرت کرکے چلے جائیں"۔ چنانچہ آپ بھیس بدل کر صوبہ سندھ سے ہوتے ہوئے کوئٹہ پہنچے۔ مولانا نے تمام سفر ریل کے ذریعے طے کیا۔ سی۔ آئی۔ ڈی سایہ کی طرح آپ کے تعاقب میں تھی۔ لیکن اہل اللہ کی عقل دنیا داروں سے تیز ہوتی ہے۔ القصہ مولانا بفضل خدا کوئٹہ سے کابل پہنچ ہی گئے ؎

عشق کامل ہو، تو ناکامی نہ ہو، اے دل تجھے
ڈھونڈلے ساحل تجھے، آواز دے منزل تجھے

"انوارِ ولایت" ص ۹۵-۹۶ مطبوعہ پنجاب پریس بحالات زندگی مولانا احمد علی مرحوم)

[1] کاپی بابو منظور سعید صاحب۔

رُوحانی خلافت کا خلعت

ایک طرف مولانا احمد علی مرحوم کے سامنے امامِ انقلاب حضرت سندھی اور شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے شبانہ روز سرفروشانہ کارنامے تھے، جن میں وہ برابر کے شریک تھے۔ تو دوسری طرف حضرت امروٹی رح اور حضرت دین پوری جیسے نادرۂ روزگار حضرات کی عارفانہ حیات کے انوار تھے جو کہ آپ کے قلبِ سلیم و منیب کو تزکیہ و تصفیہ کے فیوض سے مالا مال کرتے رہتے تھے کیونکہ آپ ہر قسم کے علمی اور سیاسی مشاغل کے باوجود روحانیت کے مذکورہ بالا ہر دو چشموں پر اپنی سالکانہ پیاس بجھانے کے لیے وقتاً فوقتاً حاضری دیتے رہتے تھے۔ آپ کئی دفعہ درسِ قرآنی میں فرمایا کرتے تھے "میں حضرت امروٹی رح کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا تو میرے کاسۂ گدائی میں کچھ ڈال دیتے اور جب مجھ کو اپنے آقا دین پوری کی ملکوتی صحبت میں جانے کا سنہری موقعہ میسر آتا تو وہ بھی میری سائلانہ احتیاج و اشتہار کا خیال کر کے اپنی مربیانہ داد و دہش سے محروم نہیں رکھتے تھے۔ آپ مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر نہایت عقیدت بھرے الفاظ میں جھوم جھوم کر اپنے روحانی شیوخ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ع

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

القصہ! آپ کو اپنے ہر دو حضرانِ طریقت کی بارگاہِ ولایت سے یکے بعد دیگرے خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ حضرت دین پوری قدس سرہٗ کی خلافت اس اعتبار سے بہت اونچا مقام رکھتی ہے کہ حضرت دین پوری رح نے حضرت لاہوری کے سوا کسی کو بھی اپنا خلیفہ مجاز نہیں بنایا۔

---

[1] صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ رازِ فاش
لاکھ حکیم سربجیب ایک کلیم سربکف

(علامہ اقبال رح۔ بالِ جبریل ص۔ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس ایبٹ روڈ۔ لاہور)

۵۲۔ مردِ مومن ص ۲۴۔ عبدالحمید خاں فیروز سنز۔ راوی مولانا عبدالہادی صاحبزادہ حضرت دین پوری رح۔

سیاسی زندگی کی ایک جھلک

جمعیتہ الانصار دیوبند، نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی اور ریشمی خطوط کی تجویز در اصل اس عظیم انقلابی پروگرام کی تین اہم کڑیاں تھیں جسے حضرت شیخ الہندؒ نے اتحادِ عالمِ اسلامی اور آزادیٔ ہند کے لیے تجویز فرمایا تھا۔[1]

اگست ۱۹۱۴ء کو اس تجویز کا انکشاف ہوا جو گورنمنٹ کے کاغذات میں "ریشمی خطوط والی سازش" کہلاتی ہے۔[2] اس کو رولٹ ایکٹ کے الفاظ میں اس جگہ درج کرنا ضروری ہے تاکہ ہندوستان کی آزادی کے حقیقی علمبرداروں کی سرفروشیوں اور جاں سپاریاں تاریخِ عالم کا مطالعہ کرنے والوں پر واضح ہو سکیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ دشمن جو اپنی سطوت و طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر کہتا تھا کہ میں سمندروں کا خدا ہوں، میری حدودِ مملکت میں کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ مجھ پر اگر آسمان ٹوٹ پڑے تو میں سنگینوں پر اٹھالوں گا۔ اس مغرور اور جابر طاقت نے اس تحریک سے کیا اثر لیا۔ اس

---

[1] "مردِ مومن" ص۲۶۔ مطبوعہ لاہور۔ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز لاہور۔

[2] رولٹ کمیٹی کی رپورٹ کے پیرا ۱۲۴ میں درج ہے۔ اگست ۱۹۱۴ء میں ریشمی خطوط کے واقعات کا انکشاف ہوا اور حکومت کو اس سازش کا پتہ چلا۔ یہ ایک منصوبہ تھا جو اس خیال سے ہندوستان میں تجویز کیا گیا تھا کہ ایک طرف شمال مغربی سرحدات پر گڑبڑ پیدا کی جائے اور دوسری طرف ہندوستانی مسلمانوں کی شورش سے اسے تقویت دے کر برطانوی راج کو ختم کر دیا جائے۔

اس منصوبہ کو مضبوط کرنے اور عمل میں لانے کے لیے مولوی عبیداللہ نامی ایک شخص نے اپنے ساتھیوں عبداللہ، فتح محمد اور محمد علی کے ساتھ اگست ۱۹۱۵ء میں شمال مغربی سرحد کو پار کیا عبیداللہ پہلے سکھ تھا، بعد میں مسلمان ہوا اور دیوبند ضلع سہارنپور کے مذہبی مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے مولوی بنا۔ وہاں اس نے اپنے باغیانہ اور برطانیہ کے خلاف خیالات کا زہر چند مدرسین اور طلبہ میں پھیلا دیا۔ جن لوگوں پر اس نے اثر ڈالا، ان میں سب سے بڑی شخصیت مولانا محمود حسن صاحب کی تھی

کی نظر میں اس تحریک کی کیا حیثیت تھی ؟ اس کی بنیادیں کتنی مضبوط تھیں ؟ اور اس تحریک نے ملک کی کیا خدمت سرانجام دی ؟ اور اس کے کارکنوں نے کس طرح جان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو مدتوں تک درسگاہ دیوبند کے صدر مدرس رہے۔ عبیداللہ چاہتا تھا کہ دیوبند کے مشہور و معروف فارغ التحصیل مولویوں کے ذریعے ہندوستان میں برطانیہ کے خلاف ایک عالمگیر اسلامی (پان اسلامک) تحریک چلائے۔ مگر مہتمم صاحب اور ارباب شوریٰ نے اس کو اور اس کے چند وابستگان کو نکال کر اس تجویز کو درمیان میں ہی ختم کر دیا۔ مولانا محمود حسن ہر حال میں دیوبند میں رہے اور عبیداللہ سے ان کی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ مولانا کے مکان پر خفیہ مجالس قائم ہوئیں اور کہا جاتا ہے کہ سرحد کے کچھ آدمی بھی ان میں شریک ہوا کرتے۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو مولانا محمود حسن نے بھی ایک شخص محمد میاں اور دوسرے دوستوں کے ساتھ عبیداللہ کی مثال کی پیروی کی اور شمال کی طرف جانے کے لیے نہیں بلکہ عرب کے صوبہ حجاز میں مقیم ہونے کیلئے ہندوستان چھوڑ دیا۔

روانہ ہونے سے پہلے عبیداللہ نے دہلی میں ایک دوسرا مدرسہ قائم کیا اور دو ایسی کتابیں معرضِ اشاعت میں لایا جن میں ہندوستانی مسلمانوں کو جنگی اور مذہبی جوش کی ترغیب دی گئی اور ان کو جہاد کے فرضِ ادائی کے ادا کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا۔ اس شخص کا اور اس کے دوستوں کا جن میں مولانا محمود حسن صاحب بھی شامل ہیں عام مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا حملہ ہندوستان پر ہو اور ہندی مسلمانوں کی بغاوت سے اس کو تقویت پہنچے۔ اب ہم ذیل میں ان کوششوں کا ذکر کریں گے جو ان لوگوں نے اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لیے کیں۔

عبیداللہ اور اس کے دوست پہلے ہندوستانی مجنونانِ مذہبی کے پاس گئے اور اس کے بعد کابل پہنچے۔ وہاں وہ ترکی، جرمنی کے ممبروں سے ملے اور ان سے تبادلہ خیالات کیا اور تھوڑے عرصے کے بعد ان کا دیوبندی دوست مولوی محمد میاں انصاری بھی اُن سے آن ملا۔ یہ آدمی مولانا محمود حسن کے ساتھ عرب گیا تھا اور ۱۹۱۶ء میں وہ اعلانِ جہاد ساتھ لے کر آیا تھا جو حجاز کے ترکی فوجی حاکم غالب پاشا نے محمود حسن کو دیا تھا۔ اثنائے راہ میں محمد میاں اس تحریر (غالب نامہ) کی نقلیں ہندوستان اور سرحدی قوموں میں تقسیم کرتا ہوا آیا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

ہتھیلی پر رکھ کر کام کیا۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

(بقیہ) عبید اللہ اور اس کے سازشی ساتھیوں نے ایک تجویز تیار کی تھی کہ جب سلطنت کو ہٹایا جائے تو ہندوستان میں ایک عارضی حکومت قائم کی جائے۔

ایک شخص مہندر پرتاپ اس کا پریذیڈنٹ ہونے والا تھا۔ یہ شخص ایک اچھے خاندان کا ہندو اور خود رائے وہمی سیرت کا آدمی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں اسے سوئٹزرلینڈ اور فرانس میں سفر کرنے کا پروانہ راہداری دیا گیا۔ وہ سیدھا جینوا گیا۔ وہاں ہردیال سے ملا اور ہردیال نے اس کا جرمن کونسل سے تعارف کرایا اس کے بعد وہ جرمن چلا گیا۔

ایک شخص عبید اللہ کو اچھی طرح جانتا ہے اس کی نسبت لکھتا ہے "وہ شخص تجویزیں تیار کرنے میں بہت عجیب وغریب اور غیر معمولی آدمی تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بڑی سلطنت کا حکمران ہے۔ وہ وہاں سے کسی خاص مشن کے لیے بھیج دیا گیا۔ کیونکہ اس نے جرمنوں پر اپنی اہمیت کا اثر مبالغہ آمیز طریقے سے ڈالا۔

خود عبید اللہ ہندوستان کا وزیر ہونے والا تھا اور کرشنا ورما کا دوست اور امریکن غدر پارٹی کا ممبر برکت اللہ جس نے برلن کے راستے کابل کا سفر کیا تھا، وزیر اعظم ہونے والا تھا۔ یہ شخص ریاست بھوپال کے ایک ملازم کا بیٹا تھا اور انگلستان۔ امریکہ اور جاپان ہو آیا تھا۔ یہ شخص ٹوکیو ہندوستانی کا پروفیسر مقرر ہوا تھا اور اس نے برطانیہ کے خلاف ایک اخبار (Islamic Fraternity) کے نام سے جاری کیا تھا۔ اس اخبار کو بعد میں جاپانی حکام نے بند کر دیا اس کے بعد وہ اپنے عہدے سے موقوف کر دیا گیا اور پھر وہ امریکہ جا کر اپنے غداری دوستوں سے مل گیا۔

وہ جرمن جو اپنے مقاصد کے لیے افغانستان میں آئے تھے، جب ناکام رہے تو ۱۹۱۶ء میں واپس چلے گئے مگر ہندوستانی وہیں رہے اور (Prcvisional Government)

عارضی حکومت والوں نے روسی ترکستان کے حاکم اور وزارء روس کو اس مضمون کے خط لکھے کہ روس کو چاہیے کہ برطانیہ کلاں کے اتحاد کو خیرباد کہہ کر ہندوستان سے سلطنت برطانیہ کے ہٹا دینے کی کوشش میں امداد دے۔ ان خطوط پر مہندر پرتاپ کے دستخط تھے۔ آخر وہ برطانیہ کے ہاتھ آ گئے۔ شہنشاہ روس کے نام جو خط تھا۔

(جاری۔ اگلا صفحہ)

وہ سونے کے پتّر پر لکھا گیا تھا جس کی عکسی تصویر ہم کو دکھائی گئی۔ حکومتِ عارضی نے ترکی گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی تجویز بھی کی اور اس مقصد کے حصول کیلئے عبیداللہ نے اپنے پرانے دوست محمود حسن کو خط لکھا۔ یہ خط اور ایک اور خط مورخہ ۸ رمضان مطابق ۹ جولائی ۱۹۱۶ء کے ساتھ جو محمد میاں انصاری نے لکھا تھا، بند کر کے اس نے حیدرآباد سندھ کے شیخ عبدالرحیم کے نام ایک نوٹ لکھ کر بھیج دیا۔ یہ شخص اس وقت مفقود الخبر تھا۔ شیخ عبدالرحیم نے اس نوٹ میں التجا کی تھی کہ وہ کسی معتبر حاجی کے ہاتھ وہ خطوط مکہ میں محمود حسن کو پہنچا دے۔ وہ خط زرد ریشمی کپڑے پر بہت صاف اور خوشخط لکھے ہوئے ہیں۔

محمد میاں کے خط میں یہ باتیں لکھی ہوئی تھیں

"جرمن اور ترک وفود کا آنا۔ جرمنوں کا واپس جانا۔ ترکوں کا بغیر کسی کام کے رہ جانا۔ غالب نامہ کی اشاعت، حکومت کی تجویز، خدائی فوج کی مجوّزہ ساخت۔ اس فوج کے لیے یہ تجویز تھی کہ اس کیلئے ہندوستان سے رنگروٹ بھرتی کئے جائیں اور مسلمان حکمرانوں کے درمیان اتحاد پیدا کیا جائے۔ محمود حسن ان تمام معاملات کو حکومتِ ترکیہ عثمانیہ تک پہنچانے پر مقرر کیا گیا تھا۔ عبیداللہ کے خط میں خدائی فوج کا ایک نقشہ تھا۔ اس فوج کا ہیڈ کوارٹر مدینہ اور اس کا جنرل انچیف محمود حسن ہونے والا تھا۔ دوسرے ہیڈ کوارٹرز مقامی جرنیلوں کے ماتحت قسطنطنیہ، تہران اور کابل میں قائم ہونے والے تھے۔ کابل میں خود عبیداللہ جرنیل مقرر ہونے والا تھا۔ اس نقشہ میں تین سرپرستوں، ۱۲ فیلڈ مارشلوں اور بہت اعلیٰ فوجی افسروں کے نام تھے۔ لاہور کے بھاگے ہوئے طالب علموں میں سے ایک میجر جرنیل اور کرنل اور چھ لفٹیننٹ کرنل ہونے والے تھے۔ جو اشخاص ان اعلیٰ عہدوں کے لیے منتخب کیے گئے ان میں اکثر ایسے تھے جن سے انکے تقرر کے متعلق مشورہ نہیں لیا گیا تھا۔ لیکن ریشمی خطوط سے جو اطلاعات ملیں ان میں بعض تدارک ضروری تھے، وہ کئے گئے۔ دسمبر ۱۹۱۶ء میں مولانا محمود حسن اور ان کے چار رفقاء برطانیہ کے ہاتھ آ گئے۔ وہ اس وقت جنگی قیدی ہیں اور برطانیہ کی سلطنت کے ایک حصے میں نظر بند ہیں۔

غالب نامہ کی تشریح

غالب پاشا جس نے غالب نامہ پر دستخط کئے تھے، وہ آجکل جنگی قیدی ہے اور وہ اس امر کا اقبال کرتا ہے کہ اس نے اس کاغذ پر دستخط کئے تھے، جو محمود حسن پارٹی نے اس کے روبرو پیش کیا تھا اس کے ضروری حصہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ (جاری ہے۔ اگلا صفحہ)

محولہ بالا اقتباسات کا مقصد یہ ہے کہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم کی حیاتِ ولایت آثار کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت تاریخی شواہد سے واضح ہو جائے کہ آپ مجاہدین کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ میں مولانا سندھیؒ کی سرفروشانہ کوششوں کا تذکرہ پڑھ کر انسان ان کو مافوق الفطرت شخصیت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک درویش صفت انسان میں عالمگیر انقلاب کے ولولے موجود ہوں۔ برطانیہ جیسے فرعون وقت، ظالم اور جابر حکومت کا تختہ الٹنے کے منصوبے رات دن تیار کئے جائیں۔ تمام اسلامی سلطنتوں اور غیر مسلم طاقتوں کو ہندوستان کی آزادی کے لیے مدد کرنے کی دعوت دی جائے۔ اگر یہ مساعی جمیلہ کلیم اللہی تائیدات کی حامل نہیں ہیں تو اور

(بقیہ حاشیہ) "ایشیا، یورپ اور افریقہ کے مسلمان ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ ہو کر خدا کی راہ میں جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ خدائے قادر و قیوم کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین دشمنانِ اسلام پر غالب آگئے ہیں۔ اس لیے اے مسلمانو! اس ظالم عیسائی حکومت پر حملہ کر دو۔ جس کی قید میں تم پڑے ہو۔ بہت جلد عزم صمیم سے اپنی تمام کوششوں کو دشمن کو مار ڈالنے کے لیے وقف کر دو اور ان سے نفرت اور دشمنی ظاہر کر دو۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مولوی محمود حسن آفندی جو پہلے ہندوستان کے مدرسہ دیوبند میں تھے، ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے مشورہ لیا۔ ہم نے اس میں ان کی تائید کی اور انہیں ضروری ہدایات دے دی ہیں۔ اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان پر اعتماد کرو اور آدمیوں، روپیوں اور ہر چیز سے جو وہ طلب کریں، ان کی امداد کرو۔

رولٹ ایکٹ کمیٹی کے ارکان کو اگرچہ واقعات کا صحیح علم نہ ہو سکا لیکن گزشتہ تحریر سے حضرت شیخ الہند مرحوم کی غازیانہ عزیمت اور آپ کی تجویز کی عظمت کا کافی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت شیخ کی تجویز بلاشبہ کامیاب تھی۔ مگر افسوس عربوں کی بغاوت اور جرمنی کی اچانک شکست نے اس کو ناکام کر دیا۔

لہ۔ ذاتی ڈائری از ۵۳ تا ۶۰، رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ، منقول از بیس بڑے مسلمان ص ۲۸۰ مصنفہ عبدالرشید ارشد

کیا ہیں؟
شیخ التفسیر مولانا لاہوریؒ اسی سازش کے سلسلے میں گرفتار ہوئے۔

مولانا احمد علیؒ کی گرفتاری

سابقہ اوراق میں جن ریشمی خطوط کا ذکر آیا ہے وہ خطوط مولانا کو دہلی پہنچائے گئے[1]۔ آپ نے حضرت سندھیؒ کی ہدایت کے مطابق مکتوب الیہم کو پہنچانے کا خفیہ انتظام فرمایا۔ اب ان خطوط کی تقسیم کے چھ ماہ بعد اس نوعیت کے اور خطوط حضرت سندھیؒ کی طرف سے تقسیم کی غرض سے آئے۔ سوءِ اتفاق سے وہ خطوط پکڑے گئے اور ساتھ ہی خطوط کا راز بھی افشاء ہو گیا اور کچھ اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نئے فرستادہ خطوط میں مولانا سندھیؒ کے خاص متعلقین کا ذکر تھا۔ خطوط کے پکڑے جانے کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا نے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت پر مولانا موصوف کے تمام احباب کو گرفتار کر لیا۔

ایک دن حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں درس قرآن مجید میں مصروف تھے۔ جبکہ آپ کو ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس اور دو آنریری مجسٹریٹوں نے وارنٹ گرفتاری دکھا کر حراست میں لے لیا۔ ؎

این سعادت ہمرہِ شہباز و شاہیں کردہ اند

اب انہوں نے درس گاہ کے کمرے کو مقفل کر دیا۔ آپ کا مکان کٹڑہ بڑیاں میں تھا۔ یہ فتح پوری مسجد سے قاضی حوض جانے والی سڑک پر واقع تھا۔ مکان پر جا کر آپ کے اہل و عیال کو خانہ تلاشی سے پہلے کمرے کی چھت پر جانے کا حکم دیا گیا۔ مولاناؒ کی قلمی تحریرات (تفسیری نکات کا مجموعہ) اور باقی کتب کو ان لوگوں نے ٹرنک میں بھر لیا اس موقعہ پر سی۔ آئی۔ ڈی کے ایک ملازم کے اشارے سے چھت کی کانس میں ٹین کی

---

[1] ۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب ! مصدقہ حالات حضرت لاہوریؒ۔

ایک چمکتی ہوئی نلکی پکڑی گئی۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس میں مولانا کی علمی سندات تھیں۔ ان کو بھی ٹرنک میں رکھ لیا گیا۔

اب گھر کی تلاشی کے بعد آپ کو دوبارہ مدرسہ نظارۃ المعارف میں لائے ... درسگاہ کی تلاشی لی گئی اور کتابوں کا ٹرنک بھر کر سیل مہر لگادی۔

بطور جملہ معترضہ ہم مذکورہ سندات کی نقل درج ذیل کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت لاہوری نے اپنے حضرات سے یہ سندات دوبارہ حاصل کر لی تھیں۔

نقولِ سندات

الحمد للہ الذی ارفع اعلام العلم واعلی آثارہ واعزہ فی کل قرن حتی شرق وغرب واضاء ماحولہ ونور انوارہ وجعل آدم وبنیہ خلیفۃ بہ فی بسیط الارض حاکما علی الطول والعرض دار الزمان ادوارہ۔ والصلوٰۃ والسلام علی النبی الامی العربی الہاشمی الذی کشف عنہ استارہ وابان اسرارہ وافصح عن کل حق وحقیقۃ بما یبہر افکار العالم ویعد واطوارہ۔

امّا بعد فان علم الحدیث انفاس النبوۃ ونفثات الرسالہ وھو ذخر الدنیا والدین وھو وحی اللہ خفیا ان لم یکن جلیا وھو اشرف ما توسل بہ العبد الی حضرۃ النبی الامین وھو اوثق ما وجد علی البسطۃ واسندہ واشرف ما یجتنیہ الطالب ولعنیہ فی الدنیا وفی الآخرہ افودہ۔ قصی الحافظ فیہ اعمارھم ولبسوا آثارھم ولقد قدر اللہ لہ خدمۃ فی کل حین یضربون اکباد الابل ولو الی صین۔

فمنھم اخونا فی اللہ الولی المولی العلامۃ **احمد علی** ادام اللہ برکاتہ ھو المحدث المفسر ممن ھدی اللہ بہ

لہ۔ مردِ مومن ص۲۹۔ مطبوعہ لاہور۔ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز۔

جماعات من الناس وخلفه على الاخلاص والبنية قبر الحديث والتفسير والفقه اولا على العلامة الشهير مولانا عبيد الله ادام الله فيضه ثم حضر درس مسند الوقت ومحدث ذالك الزمن شيخنا ومولانا محمود حسن الديو بندی رحمه الله فاجازه الاول وكتب له بها غير ان غير الزمان دارت وفقدت اشياءه وبقى زمانا مهاجرا مهجورا فاستجاد منى ماليست له باهل ولا من ذلك فى وعروه سهل لكنى اردت التبرك به لكبر دينه فاجزت بكل ما يجوز لى اجازته من الكتب الستة وغيرها ماهو فى الاثبات مذكور وفى الاجازات مسطور بالاسناد المذكور فى كتاب اليانع الجنى فى اسانيد الشيخ عبد الغنى كما اجازنى به شيوخى اجل هو الشيخ محمود حسن رحمه الله شيخ الهند ورحلة الآفاق ۔ والله تعالى اسال ان يوفقه لما يحب ويرضى وان يجعل اخرته خيرا من الاولى ۔ امين۔

وانا العبد الاحقر محمد انور الكشميرى عفا الله عنه

۲۲ صفر ۱۳۴۶ھ ببلدة لاہور

اسی طرح حضرت[1] مولانا سندھیؒ نے جو سند آپ کو عنایت فرمائی وہ نہ صرف علمی سند ہے ۔ بلکہ حضرت سندھیؒ کے اس گہرے قلبی تعلق کی آئینہ دار ہے ۔ جو مولانا سندھیؒ کو آپ سے تھا ۔ ذیل کی سند بمعہ اردو ترجمہ درج کی جاتی ہے ۔

بسم الله الرحمن الرحيم	
الحمد لله رب العلمين والعاقبة	تمام تعریفوں کا مستحق وہی اللہ تعالیٰ ہے جو
للمتقين وصلى الله على سيدنا	تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی
محمد وآله وصحبه وسلم	رحمتیں اور سلام ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ
اما بعد فيقول العبد عبيد الله	وسلم پر نازل فرمائے ۔ اما بعد سعید و صالح
	مولوی احمد علی لاہوری جو میرے بھائی

[1] ۔ مردِ مومن ص ۳۲-۲۶ ۔ عبد الحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور ۔

بن الاسلام ان الصالح السعید
المولوی احمد علی اللاھوری
ھو ابن اخی جبیب اللہ بن الاسلام
کفلتہ لنذر نذر بہ ابواہ فکان
عندی منذ کان ابن ثمانیہ
سنین بمنزلۃ اعز اولادی
فاخذ عنی علوم الآلیۃ والعالیۃ
وتولی بمدامی منی وسمع حتی اجزتہ
لہ روایۃ القرآن العظیم والحدیث
وغیرھما من العلوم سنۃ ۱۳۲۶ھ
اذ کنت بدار الرشاد واستجزت
لہ عن شیخی شیخ حسین بن محسن
الانصاری فاشتغل بالتعلیم
والتدریس ثم مکدراخذہ
القرآن العظیم عنی وحجۃ اللہ
البالغۃ وما یناسب ذلک اذ
کنت بدھلی واشتغل بتعلیم
الکتاب والسنۃ ونشرھما فی
شبان المسلمین وشیوخھم
فافاد بارک اللہ فیہ واجاد فما
کانت لہ حاجۃ الی تجدید
الاجازت لکن امدما سالنی بعد
ما لقینی بمکۃ سنہ ۱۳۴۶ھ

حبیب اللہ بن اسلام کے بیٹے ہیں۔
جو میری تربیت میں اس نذر کی وجہ
سے رہے جو ان کے والدین نے
مانی تھی۔ یہ میرے پاس اس
وقت سے قیام پذیر رہے جب کہ
آپ کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی۔
یہ میرے نزدیک میری عزیز ترین اولاد
جیسے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے علوم آلیہ
(صرف ونحو وغیرہ ہیا) اور علوم عالیہ (حدیث
تفسیر وفقہ) حاصل کیے اور یہ میری
زیر تربیت رہے۔ درس کی تکمیل پر ان کو
میں نے قرآن عظیم اور حدیث وغیرہ علوم کی
روایت کی اجازت دی۔ ۱۳۲۶ھ میں جبکہ
میں دارالارشاد میں تھا اور ان کے لیے میں نے
اپنے شیخ حسین بن محسن ابن انصاری سے بھی اجازت
لے لی۔ جس کے بعد مولانا تعلیم اور تدریس
میں مشغول ہوگئے۔ مگر پھر دوسری بار
ترجمہ قرآن عظیم اور حجۃ اللہ البالغہ
اور اس کے مناسبات مجھ سے
حاصل کر لئے، جبکہ میں دہلی چلا
آیا۔ جس کے بعد مولانا احمد علی صاحب
پوری محنت کے ساتھ مسلم
نوجوانوں اور بوڑھوں میں اشاعت

ان اکتب له الاجازة واشافهه بها
فاقول انی اجزت للمولوی احمد علی
بن حبیب الله بن الاسلام ان
یدوی عنی جمیع ما اجازنی
به مشائخی العظام علیهم من
الله تحیة والسلام من العلوم
الشرعیة والادبیة والعقلیة
عموماً والکتاب العزیز ودواوین
السنة المسند الموطا والصحیحین
وسنن ابی داؤد والترمذی
والنسائی وفتح الباری للحافظ
ومصنفات حکیم الامة الشیخ
الاجل ولی الله الدهلوی مثل
فتح الرحمٰن والفوز الکبیر والمصفی
وحجة الله البالغة وغیرها ومصنفات
اثباته مثل الشیخ الاجل عبدالعزیز
الدهلوی والشیخ الشهید
محمد اسمعیل الدهلوی والشیخ
الاجل محمد قاسم النانوتوی
خصوصاً لئلا یتجاوز فی التاویل
عند الحاجة عن مسلك هولاء
الاحبار ولیعلموا انی اروی الشیخ
الاجل الذی انتهت الیه ریاسة

قرآن مجید اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم میں سرگرم عمل رہے جس کو اللہ تعالیٰ
نے بڑی برکت اور اثر سے مشرف فرمایا۔ مگر
کچھ عرصہ کے بعد کسی وجہ سے (اضاعۃ سندات)
مکہ مکرمہ کی ملاقات ۱۳۴۶ھ پر انہوں نے
مجھ سے دوبارہ اجازت طلب کی۔ چنانچہ میں اب
بھی مولوی احمد علی صاحب بن حبیب اللہ بن
اسلام کو اجازت دیتا ہوں کہ موصوف کو میری
طرف سے اجازت ہے کہ تمام علوم شرعیہ
ادبیہ، عقلیہ، خصوصاً قرآن عزیز، مؤطا
صحیحین سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی
حافظ کی فتح الباری حکیم الامۃ شیخ اعظم
ولی اللہ الدہلوی مثلاً فتح الرحمٰن، الفوز الکبیر
المصفّٰی، حجۃ اللہ البالغہ، وغیرہا اور آپ
کے تلامذہ اور پیروانِ یادگار شیخ اجل
عبدالعزیز دہلوی، شیخ محمد اسمعیل دہلوی
شیخ اعظم نانوتوی کی تصانیف کی اجازت
دیتا ہوں تاکہ آپ بوقت ضرورت ان
بزرگوں کے مسلک سے باہر قدم نہ رکھیں میری
اپنی اجازت شیخ اعظم ہند کے مرجع العلماء شیخ
محمود حسن دیوبندی سے ہے۔ حضرت موصوف کو
شیخ محمد قاسم نانوتوی سے، ان کو حضرت شیخ عبدالغنی
دہلوی سے ان کو شیخ محمد اسحاق دہلوی سے

الدين بالهند الشيخ محمود حسن
الديوبندي عن الشيخ محمد قاسم
النانوتوي عن الشيخ محمد اسحٰق
الدهلوي ح وشيخنا شيخ الهند
يروي عن الشيخ عبد الغني
بلاواسطة ايضاً وشيخنا يروي
عن حافظ الحديث الشيخ احمد علي
السهارنفوري عن الشيخ محمّد
اسحٰق وشيخنا يروي عن الشيخ
عبد الرحمٰن الپاني بتي عن الشيخ
محمّد اسحٰق ح واجازني
الشيخ حسين بن محسن
الانصاري اليماني عن الشيخ
محمّد بن ناصر الحازمي
عن الشيخ محمّد اسحٰق و
اخذت عن جماعة من الشيوخ
اسانيدهم تنتهي الى الشيخ
محمد اسحاق الدهلوي عن
الشيخ عبد العزيز الدهلوي
عن ولي الله الدهلوي والتفصيل
موكول الى الارشاد ويانع الجني
وغيرهما من الاثبات فاني اجزت
المولوي احمد علي اجازة عامة

(تحویل) اور اسی طرح حضرت شیخ الہند کو
بلا واسطہ شیخ عبد الغنی سے بھی اجازت حاصل
ہے اور ہمارے شیخ حافظ الحدیث شیخ
احمد علی سہارنپوری سے بھی روایت
کرتے ہیں، جو کہ حضرت شیخ محمد اسحاق
سے روایت فرماتے ہیں (تحویل) اور اسی
طرح شیخ عبد الرحمٰن پانی پتی سے بھی
روایت کرتے ہیں جو کہ شیخ محمد اسحاق
سے روایت فرماتے ہیں (تحویل) اسی
طرح مجھ سے شیخ حسین بن محسن
انصاری نے اجازت فرمائی جن
کو شیخ محمد بن ناصر حازمی سے اور ان
کو شیخ محمد اسحاق سے حاصل ہے
علی ہذا القیاس میں چند دوسرے اصحاب
سے بھی روایت کرتا ہوں، جن کی سند
شیخ محمد اسحٰق دہلوی تک پہنچتی ہے
حضرت شیخ محمد اسحٰق، حضرت شیخ
عبد العزیز دہلوی سے روایت کرتے
ہیں، جس کی تفصیل کتاب الارشاد
اور یانع الجنی وغیرہما میں موجود
ہے۔ پس میں مولوی احمد علی صاحب
کو ایسی عام اجازت دیتا ہوں جو میری
تمام روایات کو شامل ہے اور میں ان کو

شاملة لجميع ما ادويه وجملة
وكيلا ان يجيز عني من راه اهلا
لذلك ممن ادرك حياتي واوصيه
ونفسي بتقوى الله والله ير في
كتاب الله والاعتصام بسنة سيد
المرسلين صلى الله عليه وآله وسلم
وسنة الشيخين من خلفائه الراشدين
والاجتناب عن الافراط والتفريط
وارجو منه ان يشرکني ومشائخي
الكرام في صالح دعواته وآخر دعوانا
ان الحمد لله رب العلمين
المجيز
عبيد الله بن الاسلام نزيل مكة
كتبه في اخر ايام تشريق ـ بمكة سنة ۱۳۴۶ھ

اپنا وکیل مقرر کرتا ہوں کہ وہ جس کو
اہل سمجھیں اس کو اجازت دیں جن لوگوں
نے میرا زمانہ پایا ہو میں اپنے آپ کو
اور ان کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ
کو اپنا شعار بنائیں اور کتاب اللہ میں
تدبیر، سُنّت نبویؐ سے اعتصام، خلفائے
راشدین کے طریق کو مشعلِ راہ بنائیں
اور افراط و تفریط سے مجتنب
رہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ مجھے
بھی اور میرے معزز اساتذہ کو اپنی
دعاؤں میں یاد فرماویں۔

عبید اللہ بن اسلام
آخر ایّام تشریق
مکہ معظمہ ۱۳۴۶ھ

بعد ازاں آپ کو دہلی کوتوالی میں لے گئے۔ وہاں آپ کی جامہ تلاشی ہوئی۔ لہٰذا اس باطنی انوار کے یوسف پر وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ[1] کی آسمانی حُجّت قائم ہوئی اور حکومت برطانیہ پر فَكَذَبَتْ کا لفظ صادق آیا۔ حضرت مولانا کا کوٹ اتار لیا گیا اور اس کو مختلف جگہوں سے ادھیڑ کر دیکھا گیا۔ تاکہ اس کی تہوں میں اگر سازشی خطوط ہوں تو نکالے جا سکیں۔ یہ کوٹ راہوں ضلع جالندھر میں تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد آپ کو واپس دیا گیا۔ آپ کو پہلے کچھ دنوں شہر دہلی میں نظر بند رکھا گیا۔

---

[1] ۔ سورۃ یوسف ۱۲ ۔ آیت ۲۷ ۔

بعد میں باہر ایک اور جیل میں بھیجا گیا۔

بہت دن چاہییں یوسفؑ کو تا پہنچے زلیخا تک
نکل کر چاہِ کنعاں سے ابھی رہنا ہے زنداں میں (ذوق)

دہلی سے شملہ کو روانگی

چند دن کے بعد دوبارہ آپ کو دہلی لایا گیا اور پھر وہاں سے شملہ لے گئے۔ شملہ پہنچ کر آپ کو ہتھکڑی لگا کر ایک افسر کے سامنے پیش کیا۔ اس کے حکم سے آپ کو شملہ حوالات میں بھیجا گیا۔

صیانت و تائید ایزدی کا ظہور

شملہ حوالات کا نگرانِ اعلیٰ (انسپکٹر آف پولیس) نہایت شریف النفس اور قطرتاً نیک نو انسان تھا۔ اس نے حضرت لاہوریؒ کی بزرگانہ وضع قطع سے متاثر ہو کر اپنے ماتحت عملہ کو حکم دیا اَکْرِمِیْ مَثْوٰہُ [1] (اس کو عزت و آبرو سے رکھیے) لہٰذا آپ کو ہر طرح کی خصوصی مراعات حاصل تھیں۔ آپ ہتھکڑی کے بغیر وضو کرنے کے لیے جا سکتے تھے۔ انسپکٹر موصوف آپ کو اپنے پاس سے کھانے کی اچھی اچھی چیزیں پیش کرتا تھا۔ قیدیوں کے کمبلوں کی بجائے انسپکٹر صاحب نے آپ کو اپنے گھر سے کمبل بھجوا دیئے اور پھر نہایت عقیدت مندی سے آپ کو ایک دن اپنے گھر لے گیا۔ نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور آپ کی پُر تکلف ضیافت کی۔ یہ انسپکٹر تفتیشی افسر نہیں تھا کہ حضرت مولانا کے دل کو بہلا کر کچھ راز کی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہو بلکہ یہ کاروائی خداوندِ عالم کی رحمتِ واسعہ کا ظہور تھا اور اس میں [2] وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ کی شان پائی جاتی تھی۔

---

[1] سورہ یوسف ۱۲ - آیت ۲۱ [2] سورہ طٰہٰ ۲۰ - آیت ۳۹

شملہ سے لاہور[1]

کچھ دنوں تک شملہ جیل میں رکھ کر آپ کو ہتھکڑی لگا کر لاہور لے آئے۔ آپ کو ریلوے اسٹیشن سے امرت دھارا روڈ تک پیدل میاں عبدالعزیز پولیس آفیسر کے مکان پر لائے۔ اب حکم دیا گیا کہ آپ کو نولکھا کی حوالات میں رکھا جائے۔

لاہور سے جالندھر

لاہور سے اب ہتھکڑی لگا کر آپ کو جالندھر لے گئے۔ وہاں ریلوے اسٹیشن کی جیل میں آپ کو بند کر دیا گیا۔ پچیس دن کے بعد آپ کو جالندھر شہر کی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ نمازِ عصر کے وقت جب آپ اپنی کوٹھڑی سے باہر آئے۔ تو آپ کی نظر آپ کے والدِ روحانی حضرت مولانا غلام محمد دین پوری نور اللہ مرقدہ پر پڑی۔ اُس وقت آپ پر منکشف ہوا کہ حضرت دین پوریؒ بھی اس مقدمے میں گرفتار ہیں۔ فرزندِ روحانی نے اپنے مربی و محسن کو دور سے بہ ہزار حسرت دیکھا۔ کیونکہ اس ماحول میں قدم بوسی کی توقع کب ہو سکتی تھی؟ ۔

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر
(ذوق)

حضرت دین پوریؒ کے بعد آپ نے مولانا عبدالحق لاہوری رفاہِ عام سٹیم پریس کے مالک کو دیکھا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی اس سلسلے میں ماخوذ ہیں۔

راہوں ضلع جالندھر میں اسیری کے ایام

اب آپ کو پہلے کی طرح ہتھکڑی لگا کر راہوں ضلع جالندھر کی جیل میں لے گئے۔

---

[1] ۔ بیاض بابو منظور سعید: یہ واقعات مولانا مرحوم نے بابو منظور سعید کو خود نقل کروائے اور اس بیاض کی نقل مردِ مومن اور انوارِ ولایت کے صفحات پر ثبت ہے (راقم الحروف اخگر)

وہاں تقریباً چوبیس گھنٹے کے بعد ڈپٹی کمشنر آیا۔ آپ کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے حکم سنایا کہ گورنمنٹ آپ کو راہوں کے قصبے میں نظر بند کرتی ہے۔ آپ اس کے حدود سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہ کہہ کر آپ کو حوالات سے باہر نکال دیا۔ راہوں کے پولیس اسٹیشن کے پاس شاہی زمانے کی ایک مسجد تھی، آپ سارا دن وہاں رہتے۔

خلوت کی خاموشی نے آپ کے دل و دماغ میں ایک روحانی جلا پیدا کر دیا۔ آپ کا دل عبادت الٰہی کے جذبے سے ہمیشہ سرشار و بیدار رہتا تھا۔

سلہ جلوتِ او روشن از نورِ صفات ۔ خلوت او مستنیر از نور ذات ص۱۶۷
عشق در خلوت کلیم اللّٰہی است ۔ چوں بجلوت مے خرامد شاہی است
خلوت و جلوت کمالِ سوز و ساز ۔ ہر دو حالات و مقاماتِ نیاز ص۵۴

آپ تمام دن پورے سالکانہ انہماک سے اس مسجد میں اشغال و اورادِ مسنونہ میں مشغول رہتے۔ آپ کو قرآن حکیم میں تدبّر و تفکّر اور فرائض کے علاوہ نفلی عبادات میں استغراق کا ایک سنہری موقعہ مل گیا۔ ایک دنیا پرست انسان کے لیے ایسا ماحول ہزار گونہ یاس انگیز ہوتا ہے۔ مگر ایک عارف باللہ کے لیے یہ تنہائیاں راہِ معرفت میں غارِ حرا کی عزلت نشینی کے فیوض و برکات کی جلوہ گاہ بن جاتی ہیں۔ ع

طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے (اقبال)

رات[۵۲] کے وقت آپ تھانے میں چلے جاتے۔ آپ کو پندرہ روپے ماہوار راشن ملتا۔ سب انسپکٹر پولیس سکھ تھا۔ مولانا کے کھانے کا انتظام مسلمان سپاہیوں کے ساتھ تھا۔ مگر جب آپ نے دیکھا کہ سپاہی دیہاتی چوکیداروں سے اُوپلے اور باقی قسم کا ایندھن حکماً منگواتے ہیں، تو آپ نے ان کے ساتھ کھانے کا

سلہ۔ جاوید نامہ ص۱۶۷، ۵۴ علامہ اقبال مرحوم۔ لاہور
ص۵۲۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب، مردِ مومن ص۴۹۔ مطبوعہ فیروز سنز۔ عبدالحمید خاں۔

سلسلہ منقطع کر دیا۔ آپ نے پولیس انسپکٹر کو اطلاع دے دی۔ لیکن اس نے کوئی متبادل انتظام نہ کیا۔ ؎

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (اقبالؒ)

جب آپ کے کھانے کا کوئی انتظام نہ رہا تو آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے فاقہ کشی کے لیے تیار ہو گئے۔ اب کارسازِ عالم کے ذمہ انتظام تھا۔ وَمَن[1] یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجاً یرزقہٗ من حیث لا یحتسب وَمن یتوکل علی اللہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ اِنَّ اللہَ بالغ امرہ۔ قد جَعَلَ اللہ لِکُلِّ شیٍٔ قدراً

اس نے اپنی رحمتِ عظیمہ سے ایک اجنبی ضعیفہ کے دل میں احساس پیدا کر دیا وہ ہر روز نمازِ عصر کے بعد مکئی کے بھنے ہوئے دانے اور کچھ گڑ مسجد سے باہر کھڑی ہو کر دے جاتی۔ آپ ان دانوں پر ہی شام و سحر گذارہ کرتے۔ ؎

[2] خودی کے نگہباں کو ہے زہرِ ناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے، اس کے لیے ارجمند
رہے۔ جس سے دنیا میں گردن بلند

راہوں میں آپ نے نومبر اور دسمبر کے دن گذارے۔ اس وقت آپ کے بدن پر ململ کا ایک کرتہ اور اوپر ایک عربی عبا تھی۔ سردی شدّت کی تھی۔ ایک شخص نے متعدد دفعہ سوال کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کے لیے بستر لے آؤں مگر آپ نے ہر بار انکار فرمایا۔ کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے "اگر میں اُس کے سوال پر "ہاں" کہہ دیتا، تو یہ بھی ایک طرح کا سوال ہوتا اور اس سے تعلق باللہ میں فتور واقع ہوتا"

---

[1] ۔ سورہ طلاق ۶۵ آیت ۲ پارہ ۲۸
[2] ۔ علامہ اقبالؒ۔

ا؎ توحید تو یہ ہے ، کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

آخر کار ارحم الرحمین کو اپنے غیوّر و صبور بندے پر رحم آیا اور اس نے اپنے ایک مخلص۲؎ بندے کے دل میں مولانا کی ضرورت کا احساس پیدا فرمایا۔ آدھی رات کے وقت ایک معمّر اور متّقی بزرگ جس کو اس سے پہلے آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک نیا لحاف اور توشک لے کر حاضر ہوا اور کہا "حضرت! یہ بستر صرف آپ کے لیے بنوایا گیا ہے، ازراہِ کرم قبول فرمائیے۔" یہ کہہ کر وہ بزرگ چلتے بنے۔ مولاناؒ نے یہ بستر عطیۂ الٰہی سمجھ کر قبول فرمالیا۔ ذالک فضل اللّٰہ علینا۔ اللّٰہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔"

اسی طرح ایک۳؎ دن کوئی بزرگ مسجد میں تشریف لائے۔ انھوں نے اپنا نام سلطان الاذکار بتایا اور حضرت مولانا کو ایک وظیفہ تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ "اسے سات دن تک مسلسل بعد از نمازِ عشاء باقاعدگی سے پڑھئے۔ انشاءاللہ آپ رہا ہو جائیں گے۔ چنانچہ ساتویں دن آپ نے وظیفہ ختم کیا، تو رات آپ کو رہائی کی خبر مل گئی اور دوسرے دن آپ کو راہوں سے لاہور لایا گیا۔

یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے احسانِ عظیم کا کرشمہ ہے۔ ورنہ یہ مقدمہ اپنی نوعیّت کے اعتبار سے بڑا سنگین تھا۔ حکومتِ برطانیہ کے خلاف ایک کھلی سازش تھی۔ جس کا انجام تختۂ دار یا کالے پانی کی سزا ہو سکتی تھی۔ مگر خداوند قدوس کو اپنے جاں نثاروں کی حفاظت و بقا منظور تھی، جس میں کوئی آڑے نہیں آسکتا۔

۴؎ مَا یفتحِ اللّٰہُ للناس من رحمۃٍ فلا ممسک لہا ۔ وما یمسک فلا مرسل لہٗ من بعدہٖ وھو العزیز الحکیم۔

ا؎ ۔ مولانا محمد علی جوہرؔ "بیس بڑے مسلمان" ص ۸۳۰ ۔ عبدالرشید ارشد ۔ مکتبہ رشیدیہ ۔ لاہور
۲؎ بیاض بابو منظور سعید ۔ "مردِ مومن" ص ۱۲ ۔ عبدالحمید خاں ۔ مطبوعہ فیروز سنز ۔ لاہور
۳؎ ۔ مردِ مومن ص ۱۲ ۔ عبدالحمید خاں ۔ مطبوعہ فیروز سنز لاہور ۴؎ سورۃ ۳۵ آیت ۲

مشیت ایزدی نے ہر عہد کے خلیلوں اور کلیموں کو اپنی رحمت کے سایہ میں پناہ دی ہے۔ لہذا تمام حضرات جو اس مقدمے میں گرفتار تھے، رہا کر دیئے گئے۔ [۱]

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا (مولانا ظفر علی مرحوم)

راہوں سے لاہور

لاہور میں آپ کو ایک انگریز افسر کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ کو حکم سنایا گیا کہ آپ سندھ اور دہلی میں واپس نہیں جا سکتے۔ آپ کو اب لاہور میں رہنا ہوگا۔ مزید برآں آپ کو دو ضامن پیش کرنے کی ہدایت کی گئی۔ جو کہ صوبہ پنجاب سے تعلق رکھتے ہوں۔ لہٰذا آپ حافظ ضیاء الدین[۲] صاحب ایم۔ اے فاضل دیوبند کے پاس پہنچے۔ وہ بڑے شوق سے ضمانت کے لئے آمادہ ہو گئے اور قاضی صاحب نے دوسرے[۳] ضامن کا خود ہی انتظام کر لیا۔

حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ خود فرمایا کرتے تھے ؏

"عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد"

مولانا رحمہ کو پابند کیا گیا۔ وہ لاہور میں رہیں۔ لیکن کون کہہ سکتا تھا کہ دریائے راوی کی پاکیزہ گہرائیوں سے لے کر شاہی مسجد کے بلند میناروں تک کی تمام فضاؤں نے بہ ہزار مسرت و عقیدت نہیں کہا ہوگا ؟ ؏

آمد آں یارے کہ ما مے خواستیم !

---

[۱] ۔ سورہ ۶۱ آیت ۸۔ [۲] قاضی ضیاء الدین صاحب حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی اہلیہ محترمہ کے چچا زاد بھائی تھے اور ان دنوں گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ میں بطور ہیڈ ماسٹر کام کرتے تھے۔ مدرسہ نظارۃ المعارف میں بھی انگریزی پڑھاتے رہے۔ انوار ولایت ص۱۰۱۔ عبدالمجید فیروز سنز۔
[۳] ۔ دوسرے ضامن ملک لال خاں صاحب مینجر انجمن اسلامیہ گوجرانوالہ۔ "مرد مومن ص۲۴۳"

رُوحِ لاہور استقبال کرتی ہے

میری باتوں کو سن کر اک ندا اٹھی فضاؤں سے
صدلئے حبذّا و مرحبا گونجی ہواؤں سے
صدا آئی کہ جان و دل سے استقبال کرتی ہوں
میں ان کی راہ میں اپنے چمن پامال کرتی ہوں
میرے دامن میں لاکھوں گرچہ ناہنجار بستے ہیں
بہت قزّاق بستے ہیں، بہت میخوار بستے ہیں
فحاشی کے مراکز ہیں، عنیماؤں کی بستی ہے
مری قسمت! کہ برسوں سے یہاں لعنت برستی ہے
شیاطین کا تسلط ہے، یہاں کی درسگاہوں پر
متاعِ دیں بھی قرباں ہے فرنگی پیشواؤں پر
کتاب اللہ پر طعنہ زنی کی یاں اجازت ہے
تماشا کھیل ان کے دین میں عین عبادت ہے
مگر فضلِ خداوندی سے اب صورت بدلتی ہے
شبِ تاریک جاتی ہے مری قسمت چمکتی ہے
بحمد اللہ مری بستی میں فخرِ اولیاء آئے
مثیلِ بایزیدؒ آئے امام الاتقیا آئے
مجھے تہلیل کے نغمات کا سننا مبارک ہو
کتاب اللہ کی آیات کا سننا مبارک ہو

ہزاروں اس جگہ حسنِ عبادت آ کے سیکھیں گے
ہزاروں اس جگہ درسِ صداقت آ کے سیکھیں گے
یہ مرکز زیرِ گردوں عظمتِ قرآں کا ضامن
بفضلِ حق تعالےٰ دولتِ ایماں کا ضامن
مکرر شکر ہے وہ حامیٔ دینِ مبین آئے
میرے ظلمت کدے میں مرشدِ روشن جبین آئے
یہ مہمانِ معظم صاحبِ اسرار ہے گویا
مرا دل جوشِ استقبال سے سرشار ہے گویا
مری آواز سن لو دل کے کانوں سے جہاں والو
مرا پیغام پہنچا دو، فلک والو، زماں والو

درِ فیضِ محمدؐ وا ہے، آئے جس کا جی چاہے
خدائے دو جہاں سے لو لگائے جس کا جی چاہے

میرِ کارواں

نگہ بلند۔ سخن دل نواز، جاں پرسوز
یہی ہے، رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

(اقبالؒ)

سبحان اللہ! ہم تو پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ لاہور کی سرزمین میں یقیناً کسی مقرّب الٰہی، مستجاب الدعوات ولیٔ زماں نے بارگاہِ احدیت میں نہایت الحاح وزاری سے یہ دعا مانگی ہو گی۔ جس کو شرفِ قبولیّت عطا کیا گیا۔ ؎

نصیبِ خطّہ ہو۔ یارب وہ بندۂ درویش
کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ
علامہ اقبال مرحوم

لاہور میں مستقل قیام اور دینی مشاغل

حضرت مولانا احمد علی شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور میں ورودِ مسعود کے متعلق انوارِ ولایت کے مصنف (سوانح حیات مولانا احمد علی مرحوم) یوں رقمطراز ہیں۔

"حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ برطانوی حکومت کے نزدیک باغی تھے، مجرم تھے۔ مگر آپ کا ہر قدم صراطِ مستقیم پر پڑتا تھا۔ لہٰذا مشیّت ایزدی کا اقتضاء تھا کہ لاہور جیسے تہذیبِ حاضرہ کے مرکز میں آپ کو دینِ اسلام کی خدمت کا موقعہ دیا جائے۔ اور جب صوبہ پنجاب کا اُمّ القریٰ (لاہور) سرچشمۂ ہدایت بن جائے تو اِس زمزم قرآنی سے سرزمین پاک وہند بیرونی ممالک، جزائر حتّٰی کہ عرب وعجم بھی تشنگی بجھائیں۔ علماءِ خیر کے گروہ در گروہ آئیں اور علوم ومعارفِ قدسیہ سے اپنے دل ودماغ کو منوّر کریں۔ سالکانِ طریقت حاضر ہوں۔ تو لائن سبحان خاں شیرانوالہ کی جامع مسجد کے حجروں اور چٹائیوں پر بیٹھ کر اپنے شام وسحر عباداتِ خداوندی میں گذاریں۔ بلکہ مغربی تہذیب کے دلدادگان چند دنوں میں اسلامی تمدّن کے گرویدہ بن جائیں اور فرشتگانِ قضاوقدر قلوب وارواح کے دروازہ پر دستک دے کر پکاریں۔"[1]

---

[1] انوارِ ولایت مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ص۱۰۱۔ سوانح حیات حضرت لاہوری

در فیض محمدؐ وا ہے، آئے جس کا جی چاہے
خدا تئے دو جہاں سے لو لگائے جس کا جی چاہے

مولاناؒ نے لاہور میں تشریف لاتے ہی اپنے اہل و عیال کو لاہور بلا لیا، کیونکہ وہ اس سے پیشتر نواب شاہ ضلع سندھ میں رہتے تھے۔ حضرت سندھیؒ سے کئے ہوئے وعدوں کے مطابق آپ نے لاہور میں قدم رکھتے ہی دو آدمیوں (مولوی عبدالعزیز دکاندار سریانوالہ بازار لاہور اور میاں عبدالرحمٰن صاحب امام مسجد بازار سریانوالہ لاہور) کو قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیا۔

سب سے پہلے آپ نے مستری اللہ دتہ کے کٹڑے کے متصل ایک چھوٹی سی مسجد میں درس قرآن مجید کے سلسلے کا آغاز فرمایا۔ جب مسجد میں سامعین کی کثرت نظر آئی اور وہاں ان کے بیٹھنے کی گنجائش نہ رہی تو آپ ملحقہ دکانوں کی چھت پر درس دینے لگے۔ اس کے بعد مولانا عبدالحق صاحب کی بیٹھک میں درس کا کام ہوتا رہا۔

بعد ازاں ربّ العزۃ نے اپنے فضلِ عمیم سے دروازہ شیرانوالہ مسجد لائن سبحان خاں میں حضرت مولاناؒ کے درسِ قرآن کا انتظام کروا دیا۔ ابتداءً میں آپ کو کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آہستہ آہستہ قرآن مجید کی قدسی تاثیر اور الہامی آواز کی برکت سے دین کی خدمت کا کام آسان ہو گیا۔ اب یہ ویران جگہ مسلمانانِ ہند و پاک

لہ۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب۔ مردِ مومن مطبوعہ فیروز سنز لاہور ص ۴۴، ۴۵ عبدالمجید خاں۔

ٹلہ۔ راقم الحروف نے حضرت مولاناؒ کی زبانِ مبارک سے سنا "ایک دن میں درس قرآن سے فارغ ہوا تو چند مخالفین محلہ سے آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ وہابی ہیں۔ ہم آپکو درس کی اجازت نہیں دیں گے۔ ان کو نہایت احسن طریقہ سے سمجھایا گیا۔ مگر وہ نہ مانے۔ آخر میں نے کہا کہ میں قرآن کریم کو سینے سے لگا لیتا ہوں۔ تم دھکے دے کر مجھ کو مسجد سے باہر نکال دو۔ لیکن دیکھنا دروازے تک پہنچنے سے پہلے کیا ہوتا ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ، کسی کو جرأت نہ ہوئی اور اس کے بعد آج تک کوئی مخالف نہیں آیا۔

بلکہ بیرونِ ہند تمام خوش اختر افراد کے لیے نصف صدی تک ملجا و ماویٰ بنی رہی۔ بالفاظ دیگر حضرت مولاناؒ کی زندگی میں یہ مسجد محبّت، عقیدت، اخوّت، مساوات، صداقت اور درویشی و شاہی کے آداب سیکھنے کا ایک بے بدل مرکز بن گئی۔ مولانا نور اللہ مرقدہٗ تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے "میں نے لاہور میں رہ کر بڑا شکار کیا ہے۔ آپ کی مسجد میں اہل سنت والجماعت (دیوبندی، بریلوی) اہل حدیث، شیعہ اور مغربی تہذیب کے متوالے آتے رہے اور روحانی اور علمی بہاروں سے متمتع ہو کر جاتے رہے۔

ہجوم کیوں ہے۔ زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق
(اقبال مرحوم)

مسجد میں درسِ عمومی، درسِ خصوصی کے دوران اور جمعہ کے دن خلقِ خدا کی گرویدگی کا منظر دیکھنے کے قابل ہوتا تھا۔ بارک اللہ مسجد لائن سبحان خاں عہد نبویؐ کے ظہورات کا عکس لئے ہوئے معلوم ہوتی تھی۔ مولاناؒ کو فطرت کی عطاؤں نے صاحبِ یقین بنا رکھا تھا اور اس یقین کی برکت سے سعید روحیں کشاں کشاں آپ کے دروازے پر چلی آتی تھیں۔

یقین پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری
اقبالؒ۔ بال جبریل[1]

جہاں تک ذریعہ معاش کا تعلق ہے۔ آپ نے ابتدا میں طبع ہونے والی کاپیوں کی تصحیح کا کام شروع کیا۔ چونکہ آپ کے خسر حضرت مولانا ابو محمد احمدؒ لاہور میں اکثر ناشرانِ کتب سے اس سلسلے میں بڑے اچھے تعلقات رکھتے تھے، لہٰذا آپ نے بھی اسی کام کو ذریعۂ معیشت بنایا۔ بعد ازاں قرآنِ حکیم کی اشاعت اور باقی دینی مشاغل کی مصروفیت کی بنا پر تصحیح کا کام چھوڑ دیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے فتوحاتِ غیبیہ سے رزق پہنچانا شروع کر دیا۔

---

[1] - مردِ مومن ص ۴۶، مطبوعہ لاہور۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور

خیر! مولاناؒ روزانہ مختلف[1] جگہ درسِ قرآن مجید دیتے تھے۔ مگر اِنْ اَجْرِیَ[2] اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ۔ پر بڑی پختگی سے عمل پیرا رہے۔ ہم نے اپنے کانوں سے بارہا یہ مصرعہ آپ کو پڑھتے ہوئے سنا۔ ؎

خُدا خود میرِ ساماں است اربابِ توکّل را

رہائش گاہ

حضرت مولاناؒ کا اپنا بیان[3] ملاحظہ فرمائیے!

" مولوی امام الدین صاحب پرائمری سکول کے مدرّس تھے۔ اکبری منڈی کے قریب ان کے تین مکان تھے۔ ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ ایک مکان آپ کو دے دوں میں نے بہت اچھا کہا اور وہ چلے گئے۔ کچھ عرصے بعد پھر آئے اور کہنے لگے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ مکان آپ کو دے دوں۔ میں نے بہت اچھا کہا اور معاملہ ختم ہو گیا۔ کچھ مدّت کے بعد پھر آئے کہ آج تو مجھ کو ڈانٹا گیا ہے کہ تمہیں اپنی زندگی پر بھروسہ ہے، جو حکم کی تعمیل نہیں کرتے ہو"؟ اب چلیئے اور مکان چل کر پسند کر لیجئے۔ چنانچہ ان کے اصرار پر میں نے جا کر ایک مکان پسند کر لیا۔ مولوی صاحب نے اس کی رجسٹری میرے نام کروا دی اور میں نے اس مکان میں رہائش اختیار کر لی۔ میں عام طور پر وقت دیکھ کر نماز کے لیے آیا کرتا تھا۔ جب گھر سے نکلتا تو راستے میں

---

[1] ۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب۔

[2] سورہ ۱۲ - آیت ۵۱۔

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش۔ جس نے نہ دیکھی سلطاں کی درگاہ   اقبالؔ مرحوم

[3] ۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب۔

کبھی کوئی مل جاتا اور کبھی کوئی۔ اس طرح میری کبھی ایک اور کبھی دو رکعتیں چھوٹ جاتیں۔ میں نے مولوی صاحب کو بلا کر کہا کہ آپ نے اشاعتِ دین کے لیے مکان دیا ہے، مگر میرے دینی پروگرام میں خلل پیدا ہو رہا ہے۔ آپ یا تو مجھے مکان بیچ کر لائن سبحان خاں میں دوسرا مکان خریدنے کی اجازت دیں یا اپنا مکان واپس لے لیں۔ مولوی صاحب نے بڑی خوشی سے مکان فروخت کرنے کی اجازت دے دی، لہٰذا میں نے وہ مکان فروخت کر کے اپنے موجودہ مکان کا ایک حصہ بنا لیا۔"

حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کا ارادہ اور پہلا حج

۱۹۱۷ء[1] تک جب آپ لاہور میں مستقل قیام پذیر ہو گئے تو اسی سال کے اخیر کے شروع میں آپ نے حجاز مقدس کو ہجرت کر کے چلے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ یہ دن حج کی تیاری کے تھے۔ پاسپورٹ میں آپ نے اپنے تمام اہل و عیال کا نام بھی درج کر دیا۔ آپ کے مخلص دوست خواجہ محمد رشید صاحب بھی آپ کے ہمسفر بننے والے تھے۔ آپ نے خواجہ صاحب کو تاکید فرما دی کہ وہ ان کے ہجرت کے ارادے کو کسی پر افشا نہ کریں۔

تائیدِ غیبی

بدھ کے دن[2] آپ نے حج کی درخواست دی۔ آپ کے بیان کے مطابق اس دن آپ کے گھر میں صرف دس روپے تھے۔ لیکن ایک ہفتے کے اندر اندر پروردگارِ عالم نے آپ کے پاس انیس صد روپیہ پہنچا دیا۔ بعض آدمی آتے۔ دروازہ پر دستک دیتے دو سو اور کوئی چار سو روپیہ دے کر چلے جاتے۔

---

[1] ۔ انوارِ ولایت ص ۱۱۱ مطبوعہ پنجاب پریس۔ لاہور۔ مصنفہ ماسٹر لال دین۔
[2] ۔ مردِ مومن۔ ص ۴۱۔ عبدالحمید خاں، بیاض بابو منظور سعید صاحب۔

استخارہ

مولاناؒ نے سنّتِ نبویؐ کی متابعت میں ہجرت سے پہلے استخارہ کیا۔ گویا اللہ تعالیٰ سے التجا کی

"اے اللہ! اگر میرا ہجرت کر کے ملکِ حجاز میں جانا دین و دنیا کے لحاظ سے میرے حق میں مفید ہے تو مجھ عبدِ ضعیف کی مدد فرما اور اگر یہ مفید نہیں ہے، تو اپنے ارشاد سے مجھے منع فرما دے۔"

اِدھر آپ کو پاسپورٹ ملا۔ اُدھر آپ نے تیاری شروع کر دی مناسب اور ضروری سامان بوری میں بھر لیا۔ غیر ضروری سامان کچھ فروخت کر دیا اور کچھ غربا میں تقسیم کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے مخفی فیصلے کو کون سمجھ سکتا ہے؟ اُسی دن آپ کی اہلیہ محترمہ بیمار پڑ گئیں۔ ان کی بیماری کی شدّت کی وجہ سے تمام خویش و اقارب جمع ہو گئے۔ حضرت مولاناؒ کے خسر مولانا ابو محمد احمدؒ بھی تشریف لائے۔ اپنی صاحبزادی کی حالت دیکھ کر فرمانے لگے کہ اِن کا اِس حالت میں سفرِ حج پر جانا ٹھیک نہیں۔ لہٰذا مولانا احمد علیؒ اپنے بال بچوں کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں چھوڑ کر خود حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اور ہجرت کا ارادہ ترک کر دیا جس کی تکمیل کارسازِ عالم نے اپنے فضل و کرم سے ایک عجیب اور احسن طریقہ سے فرما دی۔ آپ کے فرزندِ اکبر حافظ حبیب اللہ فاضل دیوبند ۱۹۴۷ء کے شروع میں ہجرت کر کے حجازِ پاک میں جا بسے اور تقریباً چھبیس سال تک وہیں رہے اور ایک دفعہ بھی واپس لاہور نہ آئے۔ حتّٰی کہ اپنی آخری تمنّا کے مطابق وہیں مدفون ہوئے۔ ان کے حالات نہایت اختصار کے ساتھ کسی مناسب موقعہ پر شامل مقالہ کئے جائیں گے۔

حضرتؒ شاکرانہ انداز میں فرمایا کرتے تھے "کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چودہ مرتبہ زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف فرمایا۔"

تحریکِ خلافت اور ہجرت کابل

مولانا حبیب حج بیت اللہ سے کراچی واپس آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ تحریکِ خلافت کا پورے زور سے آغاز ہو چکا ہے۔ تمام شہروں میں خلافت کمیٹیاں بن چکی ہیں خلافت اسلامیہ (ترکیہ عثمانیہ) کے حق میں انگریزوں کے خلاف ہندی مسلمانوں میں ایک بے پناہ جوش تھا۔

اس اثناء میں امیر امان اللہ خاں نے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔ ادھر قسطنطنیہ پر فرانسیسی اور انگریزی افواج کا قبضہ ہو چکا تھا اور خلیفۃ المسلمین کو انگریزوں نے قید کر لیا تھا۔ ان واقعات نے ہندوستان کے مسلمانوں کو حکومتِ برطانیہ کے خلاف بہت غضب ناک کر دیا تھا۔ اب امیر امان اللہ خاں نے مسلمانانِ ہند کو دعوت دی کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان میں آجائیں۔ لہٰذا مسلمان نہایت بیتابی کے عالم میں ہجرت کر کے قافلوں کی صورت میں کابل جانے لگے۔

مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ نے دیکھا کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں سے مہاجرین جوق در جوق کابل کی طرف جانا شروع ہو گئے۔ تو آپ بھی ہجرت کے لیے تیار ہو گئے۔ مولانا ہندوستان سے ہجرت (ملک حجاز کی طرف) کرنے کا فیصلہ تو پہلے ہی کر چکے تھے۔ اب تمام مسلمانانِ ہند کو کابل کی طرف ہجرت کرنا آپ کی دیرینہ تمنّا کے بر آنے کا باعث ہوا۔ علاوہ ازیں آپ کے دو بھائی (حافظ محمد علی صاحب اور مولوی عزیز احمد صاحب حضرت سندھی کی معیّت میں) پیشتر ازیں کابل میں رہائش پذیر تھے۔ ہجرت کے لیے مولانا کے اعزّہ کی ملاقات کی کشش بھی ترغیب و تشویق کا سبب بنی۔ پنجاب سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں نے لاہور میں آپ کو امیرِ قافلہ منتخب کر لیا۔ پنجاب کے چند بڑے شہروں سے پانچ ہزار[1] روپیہ فراہم

---

[1] ۔ مردِ مومن کے مصنّف عبدالمجید خاں نے مولانا کے حالات میں ص ۵۴ (بقیہ اگلا صفحہ)

کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین کی طرف سے امیر امان اللہ خاں کے حضور میں یہ رقم بطور پیش کی جائے، لہٰذا یہ رقم بھی مولانا کو دی گئی۔ آپ نے پشاور جا کر اس رقم کا سونا خریدا اور عام اجلاس میں امیر امان اللہ خاں صاحب کے حضور میں پیش کر دیا۔

مہاجرینِ پنجاب کا پشاور میں ورود[1]

مہاجرین کے ریلوے اسٹیشن پشاور پہنچنے سے پہلے ہی اہالیانِ پشاور نے اطلاع پا کر ان کے استقبال، رہائش اور خورد و نوش کا مکمل انتظام کیا ہوا تھا۔ حضرت مولاناؒ کی گاڑی جب اسٹیشن پر پہنچی تو حسبِ انتظام آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ٹانگوں میں بٹھلا کر مجوزہ قیام گاہ پر لے گئے اور ساتھ ہی رضا کاروں نے مہاجرین کا سامان بھی وہاں پہنچا دیا۔ رضا کارانہ خدمت کی یہ مثال ہر لحاظ سے قابلِ تحسین تھی۔ اس وقت بیچارے مہاجر اپنے مخلص انصار کو دل سے دعائیں دے رہے تھے۔

کابل میں داخلہ[2]

دو تین روز پشاور میں قیام کیا۔ اس کے بعد اہلِ پشاور نے مہاجرین کو بیل گاڑیوں میں سوار کر کے کابل کی طرف روانہ ہونے میں پوری پوری اعانت کی۔ اہلِ قافلہ سفر کی

(بقیہ پچھلا صفحہ) پر اس واقعہ کو پیش کرتے ہوئے پانچ ہزار کی بجائے دس ہزار کا ذکر کیا ہے اور دوسری غلطی یہ کی ہے کہ حضرت مولاناؒ نے اس رقم کا سونا پشاور میں جا کر خریدا تھا۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ مولانا نے فراہم شدہ رقم کا سونا لاہور ہی میں خرید کر لیا تھا حالانکہ بابو منظور سعید صاحب کی بیاض جو حضرت مولاناؒ نے خود مرتب کروائی تھی۔ اس میں رقم کی تعداد پانچ ہزار اور سونے کی خرید پشاور میں ثابت ہے (راقم الحروف انگر)

[1] کاپی بابو منظور سعید صاحب۔ مردِ مومن ص ۴۲ مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔ عبد الحمید خاں۔

[2] یہ واقعات آپ کے سوانح نگار بابو منظور سعید اور عبد الحمید خاں مصنف مردِ مومن نے بھی لکھے ہیں لیکن علاوہ ازیں میں نے اپنی ساس (حضرت مولانا احمد علیؒ کی بڑی صاحبزادی) سے ان واقعات کی تصدیق بھی کروائی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے والدین کے ہمراہ موجود تھیں (راقم الحروف انگر)

صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے "لبساول" پہنچے۔ بعدازاں "بھٹی کوٹ" کی منزل آئی۔ اسی طرح مختلف درمیانی منازل اور مقامات پر شب بسری کرتے ہوئے تیسرے دن جلال آباد اور وہاں سے چوتھے روز کابل میں جا کر دم لیا۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مولانا سندھیؒ کی وجہ سے مولانا احمد علیؒ کے دو سگے بھائی (حافظ محمد علی اور مولوی عزیز احمد صاحب) پہلے ہی سے کابل میں موجود تھے۔ یہ مولانا سندھیؒ کے ساتھ امیر امان اللہ خاں صاحب کی کوٹھی "عین الامادہ" میں قیام پذیر تھے۔ مولاناؒ کے کابل تشریف لے جانے سے پہلے آپ کے بھائیوں کو آپ کی آمد کا علم ہو چکا تھا۔ لہٰذا انہوں نے آپ کی رہائش کے لیے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ مکان میں بڑی گنجائش تھی۔ آپ نے مکان کی بالائی منزل میں خود رہنا شروع کر دیا اور نچلی منزل میں شیخ میراں بخش اور میاں عبداللہ صاحب کو مع اپنے اہل و عیال رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ لوگ جو آپ سے پہلے کابل پہنچے تھے۔ انہوں نے آپ کو بتایا کہ افغانستان کے حکام مہاجرین کے معاملے میں بڑی بے اعتنائی سے کام لے رہے ہیں اور تمام لوگوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مہاجرین جو نان و نفقہ اپنے ہمراہ لائے تھے وہ ختم ہو چکا ہے اور اب ان کے پاس واپس جانے کا کرایہ بھی نہیں ہے۔ یہ لوگ اب مولانا لاہوریؒ سے واپس جانے کی اجازت مانگنے لگے۔ مگر آپ ان کو سمجھا بجھا کر باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔

حکومت افغانستان کا فیصلہ

حکومتِ افغانستان نے مہاجرین کو ملک کے مختلف صوبوں میں آباد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے پر فوری طور پر عمل درآمد ہوا اور کاشتکاری کے لیے قطعاتِ اراضی مہاجرین کے سپرد کر دئے گئے۔ لیکن یہ بیچارے ایسی محنتِ شاقہ کے کب عادی تھے اور ادھر سردی کی شدّت نے ان کے عزائم کو بالکل شل کر دیا۔ کپڑوں کی نایابی کی وجہ سے لوگ ٹھٹھر ٹھٹھر کر مر گئے۔ مصیبت نے اس قدر خوفناک صورت اختیار کر لی کہ مُردے چھ چھ دن تک بے گور و کفن پڑے رہتے۔

ڈاک اور باقی رسل و رسائل کا انتظام بالکل غیر یقینی تھا جس سے مشکلات میں اور بھی اضافہ ہوتا گیا اور آخر کار لوگ ماتمی قافلے کی صورت میں واپسی پر مجبور ہو گئے۔ اِن دنوں حکومتِ افغانستان اور حکومتِ برطانیہ کے درمیان معاہدہ ہو گیا۔ جس کی شرطِ اول یہ تھی کہ مہاجرین کو واپس ہندوستان بھیجا جائے۔ مہاجرین نے اس مژدہ جانفزا یہ ہزار مسرت سے اپنے وطن مالوف واپس جانا منظور کر لیا۔

مولانا احمد علیؒ اگرچہ اس موقعہ پر کابل میں ہی رہ سکتے تھے لیکن مولانا سندھیؒ نے افغانستان کی حکومت کے رویّہ کا جائزہ لے کر مولاناؒ کو واپس چلے جانے کا مشورہ دیا۔

لہ حکومتِ افغانستان نے اگرچہ مہاجرین کے درمیان اراضی کی تقسیم برائے کاشت کا فیصلہ حسن نیّت سے کیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ خود کفیل ہو کر زندگی بسر کریں اور حکومتِ افغانیہ پر بوجھ نہ بنیں۔ لیکن ماحول کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے مہاجرین کو یہ فیصلہ راس نہ آیا۔ وہ لوگ جو کاشتکاری کے پیشے سے ناآشنا تھے وہ بیچارے چلّا اٹھے اور وہ مہاجرین جو کھیتی باڑی کے عادی تھے ان کو بھی افغانستان کی برفانی آب و ہوا نے محنت کرنے سے عاجز کر دیا۔ علاوہ ازیں حکام بھی مہاجرین کے کام کو چنداں دیانت اور ہمدردی سے نبھانے کیلئے تیار نہ تھے (انوارِ ولایت ص ۱۴۲)

بلکہ صاف لفظوں میں فرما دیا کہ حکومتِ افغانیہ چاہتی ہے کہ افغانستان میں کوئی مہاجر بھی نہ رہے۔ کیونکہ یہ عمل بھی حکومتوں کے باہمی فیصلے کی خلاف ورزی سمجھا جائے گا۔ لہٰذا مولاناؒ یہ اشارہ پاتے ہی ہندوستان واپس آنے پر آمادہ ہو گئے۔ اب مولانا سندھیؒ نے حافظ محمد علی صاحب کو یاغستان بھیج دیا اور مولوی عزیز احمد کو ساتھ لے کر خود روس چلے گئے۔

ایک اعتراض کا جواب

اس موقعہ پر ایک معترض کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مولانا احمد علیؒ صاحب باایں ہمہ عقل و بصیرت ہجرتِ کابل پر کیوں آمادہ ہو گئے۔ ان کی دوررس نگاہوں نے اس آزمائش و ابتلاء کے نتائج کو پیش از وقت کیوں نہ بھانپا۔ ہم اس جگہ نہایت اختصار سے ایسے اعتراضات کا نہایت مسکت جواب دیتے ہیں۔

حضرت مولاناؒ کا ہجرت کرنا اور آپ کے ہمراہ پنجاب کے کچھ لوگوں کا جانا کسی لحاظ

لہ۔ بعض اوقات قومی انقلاب کا منظر اچانک ہماری نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے اور یہ منظر ہم کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ انقلاب کا ظہور گو ہماری آنکھوں کے سامنے اچانک ہوا ہے مگر اس کی تیاری مدت دراز سے عمل میں آرہی ہے اور مختلف عوامل اپنا فعل و اثر کر رہے تھے۔ جو ہم کو دکھائی نہیں دیتے تھے۔ لیکن عواملِ بعیدہ کی کارگزاری جب ختم ہو جاتی ہے تو اس وقت عواملِ قریبہ کی تاثیر کا وقت آتا ہے اور یہ عوامل اس کام کو جو عوامل بعیدہ ادھورا چھوڑ گئے ہیں انجام تک پہنچاتے ہیں اور اس استعداد کو جو عوامل بعیدہ ذہنِ جماعت میں پیدا کر گئے ہیں انکو فعلیت کا جامہ پہناتے ہیں یعنی وہ معتقدات و خیالات جو مدت سے ذہنِ جماعت میں مؤثرات بعیدہ کے زیر اثر استحکام و رسوخ حاصل کر رہے تھے اب مؤثرات قریبہ کے زیر اثر ذہنی جامہ اتار کر میدانِ عمل میں اپنے تئیں بے نقاب کر دیتے ہیں اور انقلابِ عالم سوز کی چنگاریاں جو مدتوں سے دبی چلی آرہی تھیں اب ان میں ان مؤثرات قریبہ کی بدولت یکدم اشتعال پیدا ہو جاتا ہے اور آخر کار جماعت آہنی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدانِ کارزار میں یکبارگی کود پڑتی ہے شورشیں برپا ہوتی ہیں قیامت کے فتنے نمودار ہوتے ہیں اور آدمیوں کا ایک جم غفیر اپنے قائد کے گرد جمع ہو کر حکومتوں کو پلیٹ دیتا ہے۔" (روح الاجتماع ص۹۱۔ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی)

سے بھی مولاناؒ کے فکر و تدبّر کا نتیجہ نہ تھا۔ مولاناؒ تو حج بیت اللہ شریف سے جب کراچی واپس آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ تحریک خلافت اور ہجرت کابل کا آغاز ہو چکا ہے حکومتِ افغانستان اور برٹش انڈیا کے درمیان تنازعات پیدا ہو چکے ہیں اور ادھر قسطنطنیہ پر انگریزوں اور فرانسیسیوں نے قبضہ کر لیا ہے اور مسلمانانِ ہند حکومت برطانیہ کے خلاف مذہبی لحاظ سے مشتعل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہجرت کے عوامل بعیدہ اور مؤثرات قریبہ کا عملی طور پر ظہور ہو چکا تھا۔

۲۔ ہندوستان کی تمام پبلک اور خصوصاً مسلمانانِ ہند کی زندگی میں مخدوش حالات پیدا ہو چکے تھے۔ حکومتوں کے انقلابی عزائم کے سامنے رعایا بے بس ہوتی ہے۔ لہٰذا جب حکومتِ برطانیہ اور حکومتِ افغانیہ میں آویزش پیدا ہو گئی اور باقی بین المماکتی سیاسی فضا میں بھی تکدّر پیدا ہو گیا تو ہندوستان سے ہجرت کر کے مسلمانانِ ہند کا ایک مسلمان ملک (افغانستان) میں جانا کچھ خلاف مصلحت نہ تھا بلکہ اپنی حفاظت و بقا کی تلاش میں نکلنے اور اپنے دین کے تحفّظ کے مترادف تھا۔ یہی وہ مواقع ہیں۔ جب اسلام مسلمانوں کو ترکِ وطن کرنے اور خدائے قدیر کی وسیع سرزمین کی پہنائیوں میں برکات حاصل کرنے اور پناہ لینے کی اجازت بلکہ حکم[1] صادر فرماتا ہے۔

---

[1] یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ۔ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ تا اللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ سورہ عنکبوت آیت ۵۶ تا ۶۰۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں، جب کافروں نے مکہ میں بہت زور باندھا تو مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا چنانچہ اسّی ۸۳ آدمی گھر حبشہ چلے گئے۔ اس کو فرمایا کہ کوئی دن کی زندگی ہے، جہاں بن پڑے وہاں کاٹ دو، پھر ہمارے پاس اکٹھے آؤ گے اس میں مہاجرین کی تسلی کر دی تاکہ وطن چھوڑنا اور حضرتؐ سے جدا ہونا دل پر بھاری نہ گذرے گویا جتلا دیا کہ وطن، خویش و اقارب، رفقاء اور چھوٹے بڑے آج نہیں کل چھوٹیں گے۔ فرض کرو اس وقت مکہ سے ہجرت نہ کی تو ایک روز دنیا سے ہجرت کرنا ضروری ہے، مگر وہ بے اختیار ہوگا۔ بندگی اسی کا نام ہے کہ اپنی خوشی اور اختیار سے ان چیزوں کو چھوڑ دے جو پروردگار حقیقی کی بندگی میں مزاحم اور مخل انداز ہوتی ہیں (باقی اگلا صفحہ)

۳۔ مولانا سندھیؒ جو سیاسیات عالم کے نبّاض تھے، ان کی رائے بھی یہی تھی کہ ان حالات میں مسلمانانِ ہندوستان کو ہجرت کرنا اولیٰ ہے۔

۴۔ مولاناؒ کے دو بھائیوں اور مولانا سندھیؒ کا ہجرت کی تحریک سے پیشتر افغانستان کے دارالامارۃ میں نہایت عزت و احترام سے رہائش پذیر ہونا غیر شعوری طور پر ایک دعوت تھی جس پر لبیک کہنا، ایک طبعی تقاضا کی ہم نوائی تھی۔

۵۔ مولانا کا اپنے علاقے کے باشندوں کے ہمراہ ہجرت کرنا، سفر سے پہلے انتخاب امیر پر عمل کرنا اسلامی شعائر کا احساس اور اس کا عملی نمونہ تھا۔

۶۔ ابتداء ہجرت سے لے کر واپسی کے لمحات تک اپنے فرائض کی ادائیگی۔ رفقاء سفر کی دیکھ بھال اور امداد کا مسئلہ یقیناً آپ کے حق میں دنیوی اور اخروی حسنات و ثمرات کا موجب تھا۔

۷۔ دارالحرب سے دارالسلام کی ہجرت کا جذبہ برسوں سے مولانا کو بے قرار کر رہا تھا۔ یہی وہ حالات تھے، جن میں ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہو سکتی تھی۔ لہٰذا آپ نے نبویؐ سنت کی روشنی میں مناسب اقدام فرمایا، جو ہر لحاظ سے قابلِ ستائش تھا۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) اکثر جانوروں کے گھر میں اگلے دن کا قوت نہیں ہوتا۔ نیا دن اور نئی روزی وہ خدا جو جانوروں کو روزی دیتا ہے کیا وہ اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائیگا (موضح القرآن مترجم قرآن مجید حاشیہ مولوی شبیر احمد عثمانی ص ۵۲۲ مطبوعہ انجمن اشاعت قرآن صدر کراچی)

عقدۂ قومیتِ مسلم کشود ۔ از وطن آقائے ما ہجرت نمود
تا زبخششہائے آں سلطان دین ۔ مسجد ما شد ہمہ روئے زمین
ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است ۔ ایں ز اسباب ثبات مسلم است
معنئ او از تنک آبی رم است ۔ ترک شبنم بحرِ تسخیر یم است
ہر کہ از قید جہات آزاد شد ۔ چوں فلک در شش جہت آباد شد
بوئے گل از ترک گل جولانگر است ۔ در فراخائے چمن خود گستر است

"اسرار و رموز" پاکستان ٹائمز پریس لاہور ص ۱۳۱ ۔ علامہ اقبال مرحوم "در معنی ایں کہ چوں ملت محمدیہ موسس بر توحید و رسالت است ۔ پس نہایت مکانی ندارد۔"

۸۔ کابل سے واپسی کا پروگرام متعلقہ حکومتوں کے معاہدے کے مطابق عمل میں لایا گیا۔ جس میں رعایا کے کسی آدمی کو مداخلت کی کب اجازت تھی۔ ہجرت کی دعوت بھی حکومت افغانیہ کی طرف سے دی گئی اور واپسی کا حکم بھی انہی کی طرف سے صادر ہوا، جس پر عمل کرنا ہر لابدی تھا۔

۹۔ قیاس چاہتا ہے کہ مشیتِ ایزدی کے سربستہ مقتضیات کو یہی منظور تھا، کہ وہ شخصیت جس کو مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر برسوں مصطفوی حیات کی ترجمانی کرنا تھا ہجرت کے ثمرات سے بھی مالا مال ہو جائے اور جامعیت کا تاجدار بن کر خلقِ خدا کی رہنمائی کے فرائض ادا کرے۔ لہٰذا ہم آپ کی ہجرت اور واپسی کو آپ کی زندگی کا ایک سبق آموز اور عہد آفریں واقعہ سمجھنے پر مجبور ہیں۔

واپسی پر مولاناؒ کا پشاور میں داخلہ

پشاور سے دو تین میل کے فاصلے پر گورنمنٹ برطانیہ نے ایک فوجی افسر مقرر کیا ہوا تھا۔ یہ افسر ہر واپس آنے والے کی سرسری دیکھ بھال کر کے پشاور پہنچنے کی اجازت دیتا تھا۔ جب مولاناؒ ہندوستان کی حدود میں داخل ہوئے تو حکم ملا کہ مرد نیچے اُتر آئیں اور عورتیں تانگوں پر بیٹھی رہیں۔ تمام کے نام باری باری پوچھے گئے۔ جب مولاناؒ کی باری آئی تو آپ سے مزید یہ بھی سوال ہوا کیا آپ مولانا سندھیؒ کے رشتہ دار ہیں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا اور آپ کو پشاور بھیج دیا۔ آپ وہاں باقی مہاجرین کے ہمراہ ایک سرائے میں ٹھہرے۔ اگلے دن صبح ایک انگریز کے سامنے حضرت مولاناؒ کو پیش کیا گیا۔ اس نے بغور آپ کو دیکھا اور پوچھا "آپ مولانا سندھیؒ کے عزیز ہیں؟" آپ نے جواب میں فرمایا "ہاں میں مولانا سندھیؒ کا عزیز ہوں"۔ اب آپ سرائے میں دو تین دن رہے اور پھر باقی مہاجرین کے ساتھ آپ کو بھی لاہور کا ٹکٹ دیا گیا۔ آپ تقریباً ۱۹۲۰ء کی ابتداء میں لاہور مع اہل و عیال تشریف لے آئے۔ آتے ہی درسِ قرآنِ مجید شروع کر دیا اور انجمن خدام الدین کی بنیاد ڈالی۔

حکومتِ برطانیہ کی حکمتِ عملی پر ایک نظر

پیشتر اس کے کہ ہم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ کا تعارف کرائیں۔ ہم کو حکومتِ برطانیہ کی شاطرانہ حکمتِ عملی پر روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مہاجرین، افغانستان میں جاکر آباد ہونے کا عزم کر چکے تھے۔ ان کو اپنے عمل میں سُنّتِ نبویؐ کا پرتو نظر آتا تھا۔ وہ دارالحرب سے نکل کر افغانستان کی اسلامی سلطنت میں پناہ و تحفّظ کی تلاش میں گئے تھے۔ ان بیچاروں نے اپنے وطنِ عزیز کو ترک کیا۔ اپنی منقولہ وغیر منقولہ جائداد کو خدا کے نام پر چھوڑا۔ لیکن افغانستان پہنچ کر ان کو معلوم ہوا کہ اس حکومت کے حُکّام ان کے معاملے میں بے اعتنائی سے کام لے رہے تھے۔ لہٰذا ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ وہ مختلف طرح کی بیماریوں کا شکار ہوئے۔ وہ برفانی علاقے کی شدّت کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کسبِ معاش کے لیے ان کو کھیتی باڑی کا کام سپرد کیا گیا جس سے وہ مایوسی کی حد تک دل برداشتہ ہو گئے۔ ہندوستان میں برطانیہ کی حکومت تھی۔ ان کی رعایا کا اپنے وطن کو چھوڑنا۔ حکومت کے ظلم و جور اور اسلام دشمنی کا بہت بڑا ثبوت تھا۔ ان باتوں سے عالمی سیاست میں ان کی ناک کٹتی تھی۔ ادھر حکومتِ افغانیہ مہاجرین کو واپس بھیج کر شرائط صلح میں اپنی من مانی کارروائی پر عمل کرانا چاہتی تھی۔ جب حکومتِ افغانیہ اور حکومتِ ہند کی صلح ہو گئی۔ تو مہاجرین کی واپسی ضروری شرط قرار پائی۔ اب حکومتِ انگلشیہ کو موقعہ ہاتھ آیا۔ کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ظاہری حُسنِ سلوک سے مرعوب اور زیرِ احسان کریں۔

انہوں نے مہاجرین کو واپسی پر پشاور کی سراؤں میں مفت جگہ دی۔ ان کے لیے خورد و نوش کا خاطر خواہ انتظام کیا۔ ان کی واپسی کے سارے اخراجات اپنے ذمہ لیے۔ ان میں ریلوے ٹکٹ مفت تقسیم کئے اور باقی ہر قسم کی مراعات کو ملحوظِ خاطر رکھا۔ حکومت کی یہ پالیسی مسلمانانِ ہند کے دلوں سے جذبۂ حرّیت کو کچلنے اور غلامی میں احساسِ عافیت پیدا کرنے میں بڑی حد تک

کامیاب[1] رہی۔ نامساعد حالات اور انقلاباتِ دہر نے اِن کو سراسیمہ کر دیا اور حکومت کی اس ساحرانہ تھپکی نے ان کو برسوں تک شبستانِ غلامی میں سلائے رکھا۔ علامہ اقبال مرحوم جن کو اللہ نے اقوامِ عالم کا نبّاض پیدا کیا ہے وہ مسولینی[2] کی زبان سے اِس شاطرانہ سیاست کو بے نقاب کرتے ہیں۔

میرے[3] سودائے ملوکیّت کو ٹھکراتے ہو تم
تم نے کیا توڑے نہیں، کمزور قوموں کے زجاج
تم نے لوٹے بے نوا صحرا نشینوں کے خیّام
تم نے لوٹی کشتِ دہقاں تم نے لوٹے تخت و تاج
پردۂ تہذیب میں غارت گری۔ آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے میں روا رکھتا ہوں آج

دونوں حکومتوں نے اپنے مفاد کے پیشِ نظر اپنے متنازعہ فیہ مسائل حل کر لئے اور بیچارے ہندی مسلمان ان کی شطرنج کے مظلوم مہرے بنے رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اگر تحریکِ ہجرت کامیاب ہو جاتی تو اس کے نتائج انگریزوں کے حق میں بڑے مہلک ثابت ہوتے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ امیر امان اللہ خاں کی یہ ایک سیاسی چال تھی۔ انہوں نے ہجرت کا حربہ شاید اس لیے استعمال کیا تھا کہ انگریز اس کے نتائج سے خوفزدہ ہو کر ان کی شرائط مان لیں۔

---

[1] شیاطینِ ملوکیّت کی آنکھوں میں ہے۔ وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری
("ضربِ کلیم" ص ۱۶۲۔ مطبوعہ پاکستان ٹائمز پریس۔ لاہور۔ علامہ اقبال مرحوم)

[2] ۔ مردِ مومن ص ۵۸ ۔ مطبوعہ فیروز سنز۔ عبدالحمید خاں۔ لاہور۔

[3] ۔ ضربِ کلیم ص ۱۵۱ ۔ مسولینی اپنے مشرقی اور مغربی حریفوں سے۔ علامہ اقبال مرحوم

انجمن خدام الدین کا قیام

ایک صبح درس عمومی کے بعد حکیم فیروز الدین مرحوم نے حاضرین مجلس سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ حضرت مولاناؒ ہمیشہ ارشاد فرماتے رہتے ہیں کہ اشاعت دین کا کام باقاعدہ کسی ضابطہ کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ لہٰذا آپ تمام حضرات اتفاق رائے سے ایک انجمن کو تشکیل دیں، تاکہ اس کے اغراض و مقاصد کے پیش نظر قواعد و ضوابط تجویز کر کے منظم طریق سے کام شروع کیا جائے۔ تمام سامعین نے اس مبارک رائے کی تائید فرمائی۔

مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی زبان سے اس انجمن کا نام خدام الدین رکھا گیا۔ اس پر بھی سب احباب نے صاد کیا۔ اس کے تقریباً چھ دن بعد مولاناؒ نے ان تمام حضرات کو بلایا جنھوں نے انجمن کا کام کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ علاوہ ازیں چند اکابر کو اس اجلاس میں مدعو کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مولانا ابو محمد احمد چکوالی[1] مرحوم، مولانا نجم الدین[2] مرحوم، جو حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے استاد مکرم تھے اور مولانا فضل حق[3] علیہ الرحمہ جو کہ مولانا نذیر حسین دھلوی کے شاگرد تھے۔ ان سب حضرات نے اس اجلاس کو اپنی شمولیت میمنت لزوم سے سعادت بخشی۔ اس موقعہ پر مولاناؒ لاہوری نے فرمایا کہ انجمن کے عہدہ داراں کا انتخاب نہایت ضروری ہے اور پھر آپ نے امیر اور صدر کے اختیارات کے مابہ الامتیاز کی وضاحت فرمائی۔ سب نے آپ کی صائب رائے کی تائید کی۔ امیر انجمن کا مسئلہ چھڑا، تو سب کی نظر انتخاب آپ پر پڑی۔ آپ نے انکار فرمایا لیکن حاضرین بہ اصرار اس تجویز کو پیش کرتے رہے اور اکابر نے مجبوراً آپ کو اس امارت کے لیے

---

[1] حضرت مولانا ابو محمد احمد چکوالی جو مولانا احمد علی مرحوم کے خسر تھے ان کا تعارف سابقہ اوراق میں کرایا گیا ہے۔

[2] حضرت مولانا نجم الدین صاحب کا تعارف یہی کافی ہے کہ آپ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کے استاد مکرم تھے اور اورنٹیل کالج کے پروفیسر تھے۔ دینی ذوق آپ کی زندگی کا لائحہ عمل تھا۔

[3] مولانا فضل حق صاحب مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہیں و فارغ التحصیل عالم دین ہیں

آمادہ کیا۔ لہٰذا آپ نے امتثالِ امر کے لحاظ سے اس عہدہ کو قبول فرمایا۔ حضرت مولانا فضل حق ناظم، خواجہ محمد رشید صاحب (دوائیں) آسٹریلیا والے خزانچی مقرر ہوئے۔ انجمن کا نصب العین اشاعتِ قرآن حکیم اور احیائے سُنّت نبوی قرار پایا۔ اور اجلاس بہ ہزار یمن وسعادت برخاست ہوا۔

حُسنِ انتخاب پر ایک نظر

خالق النفس و آفاق کی مشیّت اگر انسانی گروہوں پر راضی ہو۔ تو اُن کو حُسنِ انتخاب کی توفیق عطا فرماتی ہے۔ حُسنِ انتخاب اقوام کی تمام فکری اور عملی کاوشوں کو بار آور کرنے کا ضامن ہے۔ قوموں کے ارتقا و بقا کی تاریخ میں یہی عمل بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ لاہور کی بستی میں چند مخلص نفوس کے اجتماع میں ایک ایسی جامع الصفات شخصیّت کا ایک دینی انجمن کی امارت کے سلسلے میں انتخاب ہوا جس کی زندگی کے تمام تر لمحات دین مصطفوی کی خدمت کیلئے وقف تھے۔ جس کو ایک آنکھ نے نہیں، بلکہ نصف صدی کے طویل عرصے میں لاکھوں آنکھوں نے سفر میں، حضر میں، بیماری میں، تندرستی میں، مسجد میں، جیل میں، جوانی میں اور عالمِ کہولت کی نقاہتوں میں غرضیکہ ہر وقت خدمتِ اسلام میں منہمک دیکھا۔ وہ داعیٔ اجل کو لبّیک کہنے والے دن بھی اصلاحِ قوم کا تحریری پروگرام (خطبۂ جمعہ) اپنے ضعیف ہاتھوں میں لے کر گھر سے مسجد میں تشریف لایا اور اسی دن نمازِ عشاء کے بعد جنتِ فردوس کی راہ لی۔ اطاب اللہ ثراہٗ وجعل الفردوس مثواہٗ۔[1]

خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع[2]
تخیّلِ مَلکوتی و جذبہ ہائے بلند

---

[1] - انوارِ ولایت ص ۱۲۹-۱۳۰۔ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور۔ سوانح حیات مولانا احمد علیؒ
[2] - ضربِ کلیم۔ ص ۱۶۰۔ علامہ اقبالؒ۔

اللہ ! اللہ ؎

اینؔ چنیں دل خود نگر۔ اللہ مست ۔ جزؔ بہ درویشی نمے آید بدست

قرآنِ حکیم کے دو درس[۲]

حضرت مولانا نے درسِ عمومی تو نمازِ فجر کے بعد شروع کر ہی رکھا تھا اور یہ ۱۹۱۷ء سے شروع تھا۔ یہ درس تاحیات آپ ہی دیتے رہے۔ مستورات کے لیے پردے کا باقاعدہ انتظام ہوتا تھا۔ درس کا پہلا دور آٹھ سال میں مکمّل ہوا۔ دوسرا ۱۵ سال میں اور تیسرا دور ۱۹۴۹ء سے حضرت کی وفات تک جاری رہا۔

دوسرا درس آپ نے نمازِ مغرب کے بعد شروع کر دیا۔ اس میں کالج کے طلبہ، دفاتر کے ملازمین اور باقی گریجوایٹ نوجوان شامل ہوتے تھے۔ آپ نے پچیس سال تک اس درس کو بخیر و خوبی نبھایا۔ بعد ازاں دوسرے درس کا کام آپ کے صاحبزادے حافظ حبیب اللہ مرحوم ملکِ حجاز کی ہجرت تک بطریقِ احسن انجام دیتے رہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاءِ من عبادہٖ۔

تفسیرِ قرآن

۱۹۲۵ء میں حضرت[۳] کے بعض معتقدین نے عرض کیا کہ درسِ قرآنِ کریم کو تحریر کی شکل میں لاکر طبع کرایا جائے تو یہ ابدی فائدہ کا حامل ہوگا۔ چنانچہ یہ طے ہوا کہ لاہور میں کثرتِ اشغال اس کام میں مانع ہوگی۔ اس لیے حضرت لاہور سے کسی پُرسکون جگہ پر تشریف لے جائیں۔ جس کے لیے کیملپور کی بستی واہ کا انتخاب ہوا۔ لہٰذا اسی سال

۱۔ مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" ص۴۵۔ علامہ اقبالؒ

۲۔ "مردِ مومن" ص۶۱۔ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز۔ لاہور

۳۔ " " ص۶۳ " " "

ایک ماہ کے لیے حضرت واہ تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ترجمۃ القرآن کا کام شروع کر دیا۔ اس طرح ۱۹۲۷ء میں یہ مترجم اور محشّٰی قرآنِ حکیم شائع ہو گیا۔

مدرسہ قاسم العلوم کا اجراء[1]

انجمن خدام الدین کے ایک اجلاس منعقدہ ۱۹۲۴ء میں مولانا نے تجویز پیش کی کہ ایک عربی مدرسے کا اجراء کیا جائے۔ حاضرین نے متفقہ طور پر آپ کی تائید کی۔ مدرسے کا نام بھی آپ کے ارشاد پر قاسم العلوم رکھا گیا۔ پہلے طلبہ اور علماء کرام کی رہائش کے لیے ایک مکان کرایہ پر لیا جاتا تھا۔ اب اندرون شیرانوالہ دروازہ ایک قطعۂ اراضی خرید کر مدرسہ کی تعمیر کی گئی جو کہ ۱۵ کمروں پر مشتمل ہے۔ ہال ان کے علاوہ ہے۔ مدرسہ قاسم العلوم میں دورۂ تفسیر میں شامل ہونے والے علماء کی رہائش کا انتظام کیا جاتا ہے۔ آپ کے اعلان کے مطابق صرف فارغ التحصیل علماء اس درس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ انجمن ان کے تمام مصارف کی کفالت کی ذمّہ دار ہوتی ہے۔ قرآن پاک تین ماہ میں ختم کیا جاتا ہے۔ ہر سال رمضان المبارک میں داخلہ ہوتا ہے۔

لہٰذا دار العلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، دار العلوم ڈابھیل، مدرسہ شاہی مرادآباد اور مدرسہ عربیہ دہلی کے سند یافتہ علماء کرام شریک درس ہوتے رہے۔ قیام پاکستان سے پہلے علماء کی تعداد دو سو اور اڑھائی سو کے درمیان ہوتی۔ بعد ازاں جن طلبہ کو پاسپورٹ مل جاتا وہ شریک ہوتے۔ مشرقی پاکستان، خیر المدارس ملتان، جامعہ اشرفیہ لاہور، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علماء بھی شامل ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ ملایا، انڈونیشیا، ایران، افغانستان، روسی ترکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے علماء بھی شرکت کرتے رہے۔

سندات جو فارغ التحصیل علماء کو دورۂ تفسیر کے اختتام پر دی جاتی ہیں،

---

[1] ۔ کاپی بابو منظور سعید صاحب، انوارِ ولایت ص ۱۳، مطبوعہ پنجاب پریس۔ لاہور۔

ان پر حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ[1]، حضرت انور شاہ کاشمیری مرحوم[2] اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ[3] کے دستخط ثبت ہوتے ہیں۔

---

[1] حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ روحہٗ۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ولادت ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۸۷۹ء دوشنبہ اور سہ شنبہ کی درمیانی شب بوقت ۱۱ بجے بمقام بانگر مئو ضلع اناؤ میں ہوئی۔ آپ نسبتاً حسینی سید تھے۔ آپ کے والد ماجد صاحبِ کشف و کرامت عالم ربانی تھے اور والدۂ محترمہ پابندِ شریعت، صابرہ، ذاکرہ شاغلہ گویا کہ رابعۂ وقت تھیں۔ آپ بلا کے ذہین تھے۔ ۱۳۱۶ھ میں والد محترم کی معیت میں دیارِ رسول اللہ میں چلے گئے۔ وہاں رہ کر تمام علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے آپ کو سلاسلِ اربعہ میں بیعت فرمایا۔ سترہ سال مسجد نبویؐ میں رہے۔ درسِ حدیث دیتے رہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ مالٹا کی اسارت میں رہے۔ قید و بند میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ۳۱ سال تک دارالعلوم میں درسِ حدیث دیا۔ آپ جنگ آزادی کے مجاہد کبیر تھے! یہ پیکر حریت مرقع علم و عرفان ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء منہاجِ نبوت پر چلتا چلتا عالم بقا کی منزل دجنت فردوس، پر نہایت کامیابی سے جا پہنچا۔ (''بیس بڑے مسلمان'' مکتبہ رشیدیہ۔ عبدالرشید ارشد)

[2] حضرت مولانا سید انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ۔ ۲۷ شوال المکرم بروز شنبہ بوقت صبح بمقام دودھوان علاقہ لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ والدہ سے قرآن پاک اور فارسی کی چند کتب چھ سال کی عمر میں ختم کریں۔ ایک صاحب فراست نے آپ کو دیکھ کر فرمایا ''یہ بچہ اپنے وقت کا رازی اور اپنے زمانے کا غزالی بنے گا۔'' آپ نے خود فرمایا کہ میں بارہ سال کی عمر میں فتویٰ دینے لگا تھا۔ آپ کے اساتذہ شیخ الہندؒ، مولانا خلیل احمدؒ اور مولانا محمد اسحاق رحمہم اللہ اجمعین ہیں۔ حضرت شاہ جیؒ مرحوم اور حضرت تھانویؒ نے فرمایا ''حقانیت اسلام کی دلیلوں میں ایک دلیل حضرت مولانا انور شاہ صاحب کا امت مسلمہ میں وجود ہے۔'' تمام عالم اسلام کے علماء، فضلاء، حکماء، محدثین، مفسرین، فقہاء اور محققین آپکی مدحت سرائی میں رطب اللسان ہیں۔ دبیس بڑے مسلمان۔ ص ۲۷۰)

[3] رئیس المفسرین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم۔ شیخ الاسلام علامہ عثمانی عشرہ محرم ۱۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز کی دعوت پر گئے۔ وہاں عربی میں تقریریں کیں۔ تفسیری نکات میں آپ کا مثیل شاید و باید۔ آپ کا مرتب کردہ حاشیہ قرآن حکیم قرونِ اولیٰ سے لیکر اب تک تمام ثقہ تفاسیر کا جامع مجموعہ دبیس بڑے مسلمان ص ۵۴۳۔ عبدالرشید ارشد)

تاریخی سعادت

اس موقعہ پر ایک تاریخی سعادت کا ذکر بھی ضروری ہے۔ مدرسہ قاسم العلوم کی عمارت کی تعمیر و تکمیل کے بعد حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ رئیس المفسرین کو مدرسہ کے افتتاح کے لیے دعوت دی۔ مولانا ممدوح تشریف لائے۔ مدرسہ کی تمام منزلوں میں قرآن مجید کے نسخے رکھے گئے۔ تمام حضرات نے مل کر قرآن پاک کی تلاوت کی۔ حضرت عثمانیؒ بھی بڑی دیر تک تلاوت فرماتے رہے۔ اس طرح سے اس اسلامی جامعہ کا آغاز ہوا۔

نقل سند[1]

جو علماء کرام کو قرآن مجید میں کامیاب ہونے پر دی جاتی ہے اور یہ اعلیٰ حضرت سیّد انور شاہ رحمۃ اللہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھی

یا علیم

یا خبیر

سند تفسیر القرآن العزیز من مدرسۃ قاسم العلوم المتعلقۃ بجمعیۃ خدام الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان۔ ثم جعلہ خلیفۃ فی الارض۔ حاکماً علی الطول والعرض۔ والذی وضع المیزان وانزل الفرقان۔ لیحییٰ من حیّ عن بیّنۃ ویھلک من ھلک عن بینۃ۔ ولیفرق بین الاولیاء والرحمۃ واولیاءُ الخذلان۔ الّذین عدلوا عن سنۃ اللہ وتنکبوّا عن الفرض۔ والصلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ وخیرۃ خلیقۃ۔ عبدہٗ ورسولہ الھادی لطریقتہ۔ نبیّ الانبیاء

---

[1] ۔ از دفتر۔ انجمن خدام الدین ۔شیرانوالہ لاہور۔

خطیبهم وخاتمهم وعاقبهم وحاشرهم۔ الّذی بیدہ لواء الحمد ومقامہ المحمود کان اوّل النبیّین و بعث فی اٰخرھم متممّا لمکارم الاخلاق ومحاسن الافعال۔ و مختتمًا لمظاھر الجمال والکمال۔ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ کلّما ذکرہ الذّاکرون صلوٰۃ دائمۃ الی الیوم الموعود۔ امّا بعد۔ فانّ من اٰیات اللّٰہ البیّنات فی بسیط الارض کتابہ المنیر۔ ووحیہ البشیر النّذیر وھو قراٰنہ المجید۔ وفرقانہ الحمید۔ الّذی لا تنقضی عجائبہ ولا تنفد غرائبہ۔ ألا وھو واسطۃ بینہ وبین مخلوقہ۔ ورابطۃ الیٰ حضرتہ وحظیرۃ قدسہ۔ وھو انفاسہ الرّحمانیہ من غیبہ وانسہ وکان خیر النّاس بنصّ خیر النّاس من علّمہ وتعلّمہ وخدمہ۔ وکان من منن اللّٰہ ان وفق اخانا فی دین اللّٰہ المولوی . . . . لاخذ ترجمۃ وتفسیرہ۔ فی جمعیّۃ خدّام الدّین الّتی نشأت فی بلدۃ لاھور لخدمتہ و ظھرت برکاتہ ربحمّا ت ثمراتہ۔ وقع العزم الاٰن علیٰ اعطا السند والاسناد لمن وفق بتحصیل تفسیر القراٰن من خیار العباد۔ ووجدناہ اھلًا لذالک وخلیقًا لہ۔ نشرًا للمعارف وبسطًا للعوارف۔ ونوصیہ بتقوی اللّٰہ فی السّر والعلانیۃ وان ینصح لہ وللدّین ولعامّۃ المسلمین وللامۃ والملّۃ السّنیّۃ وان یدعو لنا فی اوقاتہ الصالحۃ۔ واللّٰہ الموفق وبہ نستعین۔

امضاءات العلما	مدرسہ قاسم العلوم	امضاءات العلماء
محمّد انور شاہ عفا اللّٰہ عنہ	متعلقہ	ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
شیخ الحدیث جامع اسلامیہ ڈابھیل	انجمن خدام الدین	شیخ الحدیث جامعۃ الاسلامیۃ دار العلوم دیوبند
شبیر احمد عثمانی عفا اللّٰہ عنہ	دروازہ شیرانوالہ لاہور	احقر الانام احمد علی عفی عنہ
شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل		امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدرسہ قاسم العلوم کے دیگر شعبہ جات

درس عمومی اور درسِ خصوصی کا ذکر تو سابقہ صفحات میں آچکا ہے۔ اب ہم باقی شعبہ ہائے مدرسہ کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

حفظ وناظرہ بچوں کے لیے حفظ وناظرہ قرآن مجید پڑھانے کا انتظام بطریق احسن موجود ہے۔ ۱۳۵۴ھ سے یہ سلسلہ نہایت اہتمام سے جاری ہے۔ حفّاظ اور قرّا کا تقرّر کیا جاتا ہے۔ بچے مدرسہ اور مسجد میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور آج تک سینکڑوں اس شعبہ میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

فنّی تعلیم وتربیّت ابتدا میں فنی تعلیم وتربیّت کا انتظام کیا گیا تھا۔ مگر چند وجوہات کی بنا پر اس کو بند کرنا پڑا۔

مدرسۃ البنات ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۹۴۵ء میں انجمن نے طالبات کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا۔ یہ ۱۶ کمروں پر مشتمل ہے۔ مدرسہ میں دینی تعلیم کا ہشت سالہ نصاب رائج ہے۔ جس میں اسلامی عقائد وارکان کلام اللہ مع ترجمہ، درسِ حدیث، سیرۃ النبی اور سیرۃ خلفائے راشدین شامل ہیں۔ مزید برآں تعلیم خانہ داری اور کشیدہ کاری بھی نصاب میں شامل ہیں۔ مدرسۃ البنات کے دو شعبہ جات ہیں۔

ا۔ ایک شعبہ ان طالبات کے لیے ہے جو کسی اور مدرسہ میں تعلیم نہیں پاتیں۔

ب۔ دوسرا شعبہ جزو وقتی طالبات کے لیے ہے، جو سرکاری مدارس میں زیرِ تعلیم ہیں اور دوپہر کے بعد مغرب تک اس مدرسہ میں دینی تعلیم حاصل کرتی ہیں طالبات سے فیس نہیں لی جاتی۔

مدرسۃ البنات میں قریباً پانچ سو طالبات زیرِ تعلیم ہیں اور تیرہ استانیاں کام

---

[1] - از دفتر انجمن خدام الدین۔ شیرانوالہ۔ لاہور۔

کر رہی ہیں۔ جن میں چند ایک حضرت مولاناؒ کی شاگرد ہیں۔ یہ استانیاں دس روپے ماہانہ سے بیس روپے ماہانہ پر رضاکارانہ کام کرتی ہیں۔ صرف خیاطی کی انچارج معلمہ کا مشاہرہ چالیس روپے ہے۔ مدرسہ البنات پر کل تہتر ہزار روپیہ خرچ آیا تھا اور اس سلسلے میں کبھی کوئی چندہ نہیں مانگا گیا۔ مدرسہ کا خرچ انجمن کی غیر منقولہ جائداد کے کرایہ سے پورا ہو جاتا ہے۔ الحمدللہ۔

میزانیہ اور جائداد[1]

مدرسہ کا نہ کوئی سفیر ہے اور نہ اس کے لیے چندہ کی اپیل کی جاتی ہے۔ حضرتؒ کے حلقۂ ارادت کے مخیّر حضرات از خود اعانت کرتے ہیں۔ حضرتؒ خود انجمن سے تنخواہ یا سفر خرچ وغیرہ وصول نہیں کرتے تھے۔ مدرسہ پر کل پچاس ہزار روپیہ خرچ ہوا تھا۔

ریاست بہاول پور کے ایک متمول آدمی میجر اللہ دتہ صاحب نے اپنی نوتعمیر کوٹھی زینا منزل، انجمن خدام الدین کے نام وقف کر دی تھی، جس کی قیمت ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ ہے۔ اس کی صرف نچلی منزل کا کرایہ ۲۰۰ دو سو روپے ماہوار ہے۔ اس سے مدرسہ البنات کا خرچ پورا ہو جاتا ہے۔ کل غیر منقولہ جائداد دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ سے زائد ہے۔

کتب خانہ[2]

مدرسہ قاسم العلوم کے ایک وسیع و عریض کمرے کو کتب خانہ کی حیثیت دے رکھی ہے۔ یہ کتب خانہ تمام متداولہ علوم و فنون درسیہ کی کتابوں سے بھرا پڑا ہے۔ یہ حضرت کی تبحر علمی کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ نہایت حفاظتی انتظامات سے شیشہ دار الماریوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چونکہ کتب متنوعہ شعبہ ہائے علم سے متعلق ہیں، لہٰذا الماریاں بھی اسی لحاظ سے تقسیم کی گئی ہیں اور ہر شعبہ کا جلی قلم سے نام لکھا گیا ہے۔ ہم کتب کی تعداد شعبہ وار

---

[1] "مرد مومن" ص ۶۵۔ مؤلفہ عبدالحمید خان۔ فیروز سنز۔ لاہور۔

[2] ۔ از مدرسہ قاسم العلوم (لائبریری۔ دفتر لائبریری)

درج کرتے ہیں۔ کتابیں چرمی جلدوں میں محفوظ ہیں۔ راقم الحروف نے خود کتب خانہ میں حاضر ہو کر درجِ ذیل فہرست تیار کی ہے۔

نمبر شمار	شعبہ	تعداد کتب	نمبر شمار	شعبہ	تعداد کتب
۱	تصوف	۱۶۳	۸	فن تاریخ	۱۸۵
۲	حدیث	۲۰۵	۹	اصولِ حدیث	۷
۳	تفاسیر، فن تفسیر	۳۷۱	۱۰	فنِ طبؔ وریاضی	۲۰
۴	کتب فرق باطلہ و تردید ایشاں	۲۹۸	۱۱	فنِ اصُولِ فقہ	۲۹
۵	فن ادب ولغت	۵۳	۱۲	منطق، معقول، فلسفہ	۵۷
۶	سوانح حیات	۵۴	۱۳	دیگر کتب	
۷	فقہ	۱۱۶			

شعبہ اشاعت

حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ اپنے مترجم اور محشیٰ قرآن کے پہلے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں "انجمن خدام الدین بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے ۱۳۴۰ھ میں یہ قائم ہوئی۔ اس کا مقصد اشاعتِ کتاب وسنّت ہے"۔ رسائل کے متعلق حسب ذیل عبارت ہے "رسالوں اور کتابوں کے ذریعے تبلیغ کرنے کا شعبہ الگ ہے۔ ایسے رسالہ جات بفضلہ تعالیٰ ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۶۹ھ تک ۳۲ کی تعداد میں شائع ہو چکے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد اس وقت آٹھ لاکھ دس ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ یہ رسالہ جات مفت تقسیم ہوتے ہیں۔ پاکستان اور بیرونِ پاکستان ان کی افادیت کی وسعت ہے۔ علاوہ ازیں پانچ چھوٹی سورتوں کی تفسیر ۲۵۰۰۰ (پچیس ہزار) کی تعداد تک شائع ہو چکی ہے۔ عمومی درورس کے اہم مضامین

کو بھی یکجا کر کے شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جن میں ہر سورۃ کا عنوان، ہر رکوع کا خلاصہ، اس کا ماخذ، آیات کا ربط، واقعاتِ جزئیہ سے قواعد کلیہ کا استنباط وغیرہ وغیرہ۔

رسائل کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ۔ ۲۔ اسلام میں نکاحِ بیوگاں۔
۳ ضرورۃ القرآن۔ ۴۔ خلق محمدیؐ۔
۵۔ خلاصۂ اسلام۔ ۶۔ توحیدِ مقبول۔
۷۔ پیغام رسولؐ۔ ۸۔ فلسفۂ عید قرباں۔
۹۔ اسلام ہندخطہ میں۔ ۱۰۔ فلسفۂ روزہ۔
۱۱۔ اسلام کا فوجی نظام۔ ۱۲۔ خدا کی نیک بندیاں۔
۱۳ پیرومرید کے فرائض۔ ۱۴۔ فلسفۂ زکوٰۃ۔
۱۵۔ علماء اسلام اور علامہ مشرقی۔ ۱۶۔ خدا کی مرضی۔
۱۷۔ شہادۃ النخاریر علی حرمۃ المزامیر۔ ۱۸۔ احکامِ شب برات۔
۱۹۔ اصلی حنفیت۔ ۲۰۔ وظیفے
۲۱۔ مالِ میراث میں حکم شریعت۔ ۲۲۔ فوٹو کا شرعی فیصلہ۔
۲۳۔ تحفۂ میلاد النبیؐ۔ ۲۴۔ معراج النبی۔
۲۵۔ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ ۲۶۔ فلسفۂ نماز۔
۲۷۔ بہشتی اور دوزخی کی پہچان ۲۸۔ مسلمان عورت کے فرائض۔
۲۹۔ گلدستۂ صد احادیث ۳۰۔ اسلام اور ہتھیار۔
۳۱۔ مقصدِ قرآن ۳۲۔ نجاتِ دارین کا پروگرام
۳۳۔ مرزائیت سے نفرت کے اسباب۔ ۳۴۔ استحکام پاکستان۔

ان رسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔

۱۔ خلاصہ مشکوٰۃ شریف از مولانا احمد علیؒ۔

۲۔ خطبات جمعہ (۸۔جلدیں)۔

۳۔ مجلس ذکر کے مواعظ (۸۔جلدیں)

۴۔ مجموعہ تفاسیر (سورہ معوذتین، کوثر، قریش، عصر، علق)

۵۔ ترجمہ قرآن مجید مصدقہ (دیوبندی۔ بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ حضرات)

۶۔ قرآن مجید مع حاشیہ۔

انگریزی رسائل حسب ذیل[1] شائع ہو چکے ہیں۔

1. Islam and Ahmadism.
2. Wisdom of the Quran.
3. Wisdom of the Quran.(II)
4. Quranic conceptions of National Solidarity & International Peace.
5. Quran and Science.
6. Preaching of Islam.
7. Reforms of Muslim Society.
8. Spirit of Islamic Culture.
9. The Quranic origin of the Islamic Polity.
10. The Secrete of inviolable of the five prayers.
11. Islam's solution of the Basis Economic Problems.

مذکورہ بالا ہر نوع کی اشاعت کے متعلق ہم انشاءاللہ کسی مناسب موقعہ پر سیر حاصل تبصرہ کریں گے تاکہ ان کے افادات عام نظروں کے سامنے آسکیں۔

عربی پڑھنے والے طلبہ

دورہ تفسیر میں شامل ہونے والے علماء کرام کے علاوہ مدرسہ قاسم العلوم میں عربی پڑھنے والے طلبہ کو بھی داخل کیا جاتا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں مولاناؒ جب دوسرے حج پر

---

[1] ریکارڈ از دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور

تشریف لے گئے تو صوفی محمد یوسف ایم۔اے۔پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کو اپنا قائم مقام بنا گئے۔مولاناؒ کی عدم موجودگی میں طلبہ نے چند بے ضابطگیاں کیں اور صوفی صاحب کی انتہائی کوشش کے باوجود طلبہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔حضرت مولاناؒ جب بخیر وخوبی حج سے واپس آئے تو آپ نے جو فیصلہ کیا۔یہ لوگ اس پر بھی مطمئن نہ ہوئے لہٰذا طلبہ کی اس بے راہروی سے اراکینِ انجمن سخت دل برداشتہ ہوئے اور آخر کار اس شعبہ کو بند کرنا پڑا۔

"انجمن کے اراکین نے ایک نئی تجویز پر عمل کرنے کا حسبِ ذیل فیصلہ کیا:

"مقامی حضرات کے پرائمری پاس بچوں کو داخل کیا جائے اور ان کو چھ سال کے اندر قرآن حکیم کا مکمّل ترجمہ، مشکوٰۃ شریف۔کنز الدقائق اور منطق میں قطبی وغیرہ تک تعلیم دی جائے۔اس دینی تعلیم کے علاوہ لکڑی، لوہا، کتابت اور تجارت کے فنون سیکھنے کا بھی انتظام کیا جائے۔"

اب اس تجویز پر عمل شروع ہوگیا۔دو تین سال کے بعد جب بچے دو تین روپے یومیہ کمانے کے قابل ہو جاتے تو والدین بچوں کو مدرسے سے ہٹا کر کاروبار پر لگا لیتے اور باوجود سمجھانے بجھانے کے اپنی روش پر قائم رہتے۔والدین کے اس دنیاوی رویّہ کو دیکھ کر انجمن کے اربابِ حل وعقد کو نہایت مجبوری کے عالم میں یہ شعبہ بھی بند کرنا پڑا۔

مولاناؒ کا تیسرا حج

۱۹۲۸ء کو مولانا بفضلِ ربِّ کریم تیسرے حج کو تیار ہوگئے۔آپ کے رفیقِ سفر مستری رحیم بخش مرحوم تھے مستری مرحوم آپ کے یارِ غار تھے۔لہٰذا یہ مبارک سفر بھی بڑی طمانیتِ خاطر سے گزرا۔

حضرت سندھیؒ سے ملاقات

حضرت سندھیؒ اپنی ہجرت اور جلاوطنی کے دوران یورپ کے مختلف ممالک

(روس، ٹرکی وغیرہ) کی سیاحت کے بعد مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے[1]۔ اس موقعہ پر ہندوستان کی چند مقتدر شخصیتیں حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ میں حاضر تھیں۔ ان میں خواجہ عبدالحئی صاحب دہلوی اور مولانا ظفر علی مرحوم بھی شامل تھے۔ یہ حضرات ضروری عبادات کے بعد آپس میں بیٹھ کر تبادلہ خیالات فرماتے اور حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ بھی ان کے حریت نواز مباحث اور پاکیزہ خیالات سے مستفیض ہوتے۔ چونکہ آپ ایام حج سے پہلے ہی مدینہ منورہ کی زیارت سے فارغ ہو چکے تھے۔ لہٰذا آپ کو حج کے بعد مکہ معظمہ رہنے کا صرف چند دن ہی موقع ملا۔ اس قلیل مدت میں حضرتؒ اپنے دیرینہ مربی و محسن کی صحبت سے پوری طرح سیری حاصل نہ کر سکے۔ ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

میدانِ عمل

یعنی

مذہبی اور سیاسی تحریکات

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز

آج ہمارے سامنے حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ کی اس مثالی زندگی کا بے نظیر مرقع ہے۔ جس کی وسعتوں میں عالمانہ تبحر، فقیہانہ تفکر، مفسرانہ تدبر، خطیبانہ حسن تکلم

---

[1] پیشتر ازیں بابو منظور سعید صاحب کی بیاض کا تعارف کرایا جا چکا ہے حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ کی پیدائش سے لے کر آپ کے تیسرے حج تک کے تمام واقعاتِ زندگی حضرتؒ نے خود اپنی فرصت میں بابو منظور سعید صاحب کو نقل کروائے۔ لہٰذا سابقہ حالات کی ثقاہت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اس کے بعد تا وفات تمام واقعات کے مختلف ماخذ ہیں بہر صورت ہر واقعہ کو مقالہ میں شامل کرتے ہوئے پوری حزم و احتیاط سے کام لیا جائیگا (راقم الحروف اکبر)

قلندرانہ فقرِ غیور، مرسلانہ متانت، عارفانہ رنگ عبدیت اور مجاہدانہ ولولے موجود ہیں۔ ایسی جامع صفات ہستیاں صدیوں کے بعد منصۂ شہود پر جلوہ گری کرتی ہیں یقیناً آپ کی حیاتِ مبارکہ کا خمیر جلال و جمال، علم و عرفان اور خسروی و درویشی کا ایک حسین امتزاج رکھتا ہے۔ ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا ایں جاست

ہم مولاناؒ کی ملکی۔ ملّی اور مذہبی خدمات کے سلسلے میں گفتگو کرنے سے پہلے ایک شجرہ حریت پیش کرتے ہیں تاکہ اس پر سرسری نظر ڈالنے والا حضرت لاہوریؒ کی زندگی کے زندہ و تابندہ نقوش کو ظاہر و باہر دیکھ سکے اور پھر آپ کی حیاتِ ولایت آثار کا الحاق تاریخی شواہد سے اس جماعت سے ثابت ہو سکے، جس کے ہر فرد کی روح جذبۂ حریت، بیباک صداقت، سرفروشی و جانسپاری، اولوالعزمی، للّٰہیت اور فدائیت سے بے تاب رہتی تھی۔ یا یوں کہئے اُمّتِ مسلمہ کا وہ منتخبہ روزگار قدسی گروہ جس کے متعلق زبانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے احیائے دین کے سلسلے میں ارشاد فرمایا تھا "عُلماءُ اُمّتی کا لانبیاء بنی اسرائیل"

ہر ایک صداقت کا پتلا اور امامتِ دوراں کا سزاوار۔ ع
ایں خانہ ہمہ آفتاب است

ہندوستان کی تاریک فضاؤں میں مجدّدیت کا آفتاب اپنے عہد میں نصف النہار پر چمکا اور عالمِ اسلام میں بسنے والوں کے قلوب و ارواح کو حسبِ توفیقِ ایزدی منوّر کر گیا۔

نسبنامۂ علم و حریت

مجدد ملت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

شاہ عبدالعزیز رح — شاہ عبدالقادر رح — شاہ رفیع الدین رح — شاہ عبدالغنی

شیخ الآفاق شاہ محمد اسحاق رح
نواسہ

شاہ محمد یعقوب رح
نواسہ

سید احمد بریلوی رح
شاگرد

شاہ اسماعیل شہید رح
مرید

شاہ عبدالغنی رح محدث دہلوی

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم — امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم

قطب ربانی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن مرحوم

جنگ آزادی
تحریک ریشمی رومال کے دو اہم مراکز

شیخ المشائخ سلطان العارفین
خلیفہ غلام محمد دینپوری مرحوم

قطب الاقطاب ابوالحسن شاہ
سید تاج محمود المعروف
حضرت امروٹی رح

امام انقلاب حضرت
مولانا عبیداللہ سندھی

قطب الاقطاب امام الاولیاء
حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی قدس سرہ

لہ مرتبہ — از مناظر حسین نظر ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین - لاہور

دین و سیاست

وہ لوگ جو اپنی کوتاہ بینی، غلط فہمی اور سفاہت سے علماء حق کو میدانِ سیاست میں سست گام اور ناکام سمجھنے کے توہمات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ واقعات کی روشنی میں یقین کرلیں کہ تمام ادوارِ حیات میں علماء خیر نے مذہب و سیاست کو ایک ہی چشمے کے دو دھارے اور ایک ہی تنے کی دو شاخیں سمجھا ہے۔

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جامع شریعت لے کر دنیا میں جلوہ افروز ہوئے جس میں خاکروبی سے لے کر خلافتِ راشدہ تک کے تمام شعبے اسلام ہی اسلام ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی کے حجرے کا تصور اسلام کی تمام حقیقتوں کی عکاسی پیش کر رہا ہے۔ اس رشکِ عرش حجرے کے فرش پر جہاں عبودیت و نیازمندی کے اظہار کے لیے مصلّیٰ بچھا رہتا تھا وہاں اس کی مبارک دیواروں پر ہر طرف شمشیر و سناں، تیر و تفنگ اور زرہیں لٹکی ہوئی نظر آتی تھیں۔ مدینۃ الرسول وہ مقدس مرکز تھا۔ جہاں سے دنیا بھر کے فقہاء، محدّثین، مفسّرین، متکلّمین، مردانِ پاکباز، اتقیائے اُمت، مجاہدین اسلام اور اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی جیسے سیاست دان پیغامِ ھدیٰ لے کر جاتے تھے اور تا قائم قیامت کائناتِ ارضی کے باشندوں کی فلاح و اصلاح کا نظام ہی حجرہ نشین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاپوش کے تسمے سے بندھا ہوا ہے۔ ؎

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور عقدہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں[1]

ہم اس مقام پر غیر مسلم دانشوروں کے ایک دو اقوال پیش کرتے ہیں، جن سے سید وُلدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اوصاف منظرِ عام پر آتے ہیں

---

[1] حضرت مولانا ظفر علی مرحوم ایڈیٹر اخبار "زمیندار"

"Secondly, there is Muhammad's wisdom as a statesman. The conceptual structure found in the Quran was merely framework. The framework had to support a building of Concrete policies and Concrete institutions in the course of this book much has been said about.
Muhammad's farsighted political strategy and his social reforms. His wisdom in these matters is shown by the rapid expansion of his small state to a worldempire and by the adaptation of his social institutions to many different environments and their continuance for thirteen centries."

اسی کتاب کے اسی صفحہ کے آخری پیرا کی چند سطور ملاحظہ ہوں۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔

The more one reflects on the history of Muhammad and of early Islam, the more one is amazed at the vastness of his achievements. Circumstances Presented him with an opportunity such as few men have had, but the man was fully matched with the hour. Had it not been for his gifts as seer, statesman, and administrator and behind these, his trust in God and firm belief that God has sent him, a notable chapter in the history of mankind would have remained unwritten. It is my hope that this study of his life may contribute to a fresh appraisal and appreciation of one of the greatest of the sons of Adem."
Muhammad is a moral exampler:334.

لے

"Muhammad at media"P 335 by W.Montgomery Watt.Oxford at the clarendom press 1956.

Muhammad set a shining example to his people. His character was pure and stainless. His house, his dress, his food they were charactrized by a rare simplicity. So unpretentious was he that he would receive from his companions no special mark of reverence, nor would he accept any service from his slave which he could himself. He was accessible to all and at all times. He visited the sick and was full of sympathy for all. Unlimited was his benevolence and generosity, as also was his anxious carefor the welfare of the community."

اقبال نے "دین وسیاست" کے عنوان سے اپنی معرکۃ الآرا نظم میں فرمایا ؛

۲ہ ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری

آخری شعر میں اسلام کی جامعیت کو نہایت معنی خیز مگر مختصر الفاظ میں بیان فرمایا۔

۳ہ یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے، آئینہ دارِ نذیری

اسلام نے قرآن پاک اور تلوار کو ایک دوسرے کا محافظ قرار دیا ہے۔

۴ہ ایں دو قوت حافظِ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند

---

1. Muammad and Teachings of Quran.P.119. by john Davenport(Above mentioned lines have been written by Gustac Weil.)

۲ہ - بالِ جبریل صفحہ ۱۶۱۔ علامہ اقبال مرحوم

۳ہ " " " " " "

۴ہ جاوید نامہ فارسی - " " " صفحہ ۱۸۲ نظم قصرِ اشرف النساء۔

جمعیۃ علماء ہند کا قیام

۱۹۱۹ء پہلا سال ہے جس میں پر امن جدوجہد کا آغاز ہوا۔ انقلاب و حریت کے مشورے جو خفیہ ہوا کرتے تھے اب ان کے اجلاس منعقد ہونے لگے۔ وطنی مطالبات کے لیے انڈین نیشنل کانگریس تھی، جس میں جملہ علماء ہند نے شرکت کی۔ خلافت اسلامیہ سے متعلق اس سال خلافت کمیٹی قائم کی گئی۔ تحفظ اور سیاسیات میں مذہبی حیثیت سے مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے جمعیۃ علماء ہند قائم کی گئی جس کا پہلا اجلاس ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء زیر صدارت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلہ امرتسر میں ہوا۔

ہندوستان کی سیاست محض چاپلوسی، اظہار وفاداری تک محدود ہو چکی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں علماء حق کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کیا گیا اور جس بے دردی کے ساتھ علماء ہند کو پھانسی اور جلاوطنی کی وحشیانہ سزائیں دی گئی تھیں اس کا قدرتاً یہی اقتضاء تھا کہ اکثر علماء مجبوراً گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ چونکہ مسلمانوں کی سیاست نے ۱۹۱۹ء میں پھر پلٹا کھایا۔ خوشامد و تملق کی پالیسی تبدیل ہوئی علماء ملت نے دوبارہ سیاسی میدان میں قدم رکھا اور جمعیۃ علماء ہند کا قیام کیا گیا۔

حضرت لاہوری مولانا احمد علی نور اللہ روحہٗ جمعیۃ علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی کے از ابتداء تا تقسیم ملک ممبر رہے۔ اور سابق صوبہ پنجاب کی جمعیۃ علماء ہند کے ہمیشہ ہی صدر رہے۔ المختصر آپ ہمیشہ وقت کے آئمہ حریت کی آغوش میں پرورش پاتے رہے۔

سلہ۔ کتاب علماء حق" عبارت نقل از انوار ولایت ص ۱۳۷، ۱۳۸، سوانح حیات مولانا احمد علی مرحوم۔

سلہ۔ کتاب "روشن مستقبل" ص ۴۸۵۔ عبارت نقل از انوار ولایت ص ۱۳۹، ۱۴۰

خاکسار تحریک[1]

حق و صداقت کی تائید مسلمانوں کا فرض ہے۔ ان کی زندگی قَوّامِینَ بِالْقِسْطِ[2] شُہَدَآءَ لِلّٰہِ کی عملی تصویر ہونا چاہیے۔ صداقت کی جھلکیں خواہ مخالف لوگوں کے کردار میں نظر آئیں۔ عدل و انصاف کا اقتضاء یہ ہے کہ ان کی تائید کی جائے اور تعصّب بے جا اور فرقہ پرستی کے جذبات کو منصفانہ روشِ حیات میں حائل نہ ہونے دیں۔[3]

مندرجہ ذیل واقعہ مولانا لاہوری کی حق نوازی اور قائم بالقسط رہنے کی ایک زندہ مثال ہے اور آپ کے کردار کی عظمت کا بہت بڑا شاہکار ہے۔

خاکسار تحریک کے بانی علاّمہ عنایت اللہ مشرقی دماغی قوّتوں کے اعتبار سے ایک غیر معمولی ذہانت کے حامل تھے۔ ان کی طالب علمی کا عہد بڑی ناموری اور جاذبیّت رکھتا ہے۔ انہوں نے چند اصلاحی کتب (تذکرہ۔ اشارات وغیرہ) لکھیں۔ علماء حق نے علاّمہ کے نظریات و توجیہات کو اسلامی روایات کی روشنی میں پرکھا۔ اخبارات، رسائل اور عام جلسوں میں علاّمہ موصوف کی قابلِ اعتراض عبارتوں پر تنقیدیں ہوئیں۔ حضرت مولاناؒ نے بھی اس قیادت کی کوتاہیوں سے عوام کو آگاہ کیا اور ایک چھوٹا سا رسالہ اس سلسلے میں چھپوایا۔

---

[1] حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی، حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے منجھلے صاحبزادہ ہیں فاضل دیوبند، جمعیۃ العلماء اسلام (پنجاب) کے صدر اور مولانا کے جانشین ہیں جو کہ اس واقعہ کے راوی ہیں۔

[2] یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ج۔ پارہ ۴ سورہ ۴ آیت ۱۳۵

[3] وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ط پارہ ۶۔ سورہ مائدہ ۵۔ آیت ۲

خاکسار تحریک نے پنجاب کے تمام شہروں میں زور پکڑا تو گورنمنٹ نے اس کی سرکوبی
کے لیے قدم اٹھایا۔ ان کے جلسوں اور جلوسوں پر پابندیاں عائد کی گئیں خاکساروں نے
حکومت کی خلاف ورزی میں جب لاہور میں جلوس نکالا تو حکومت نے ان کو روکا۔
(نوگزے) کی قبر کے پاس خاکسار رضاکاروں اور پولیس کے درمیان تصادم ہوا۔ لاہور
سٹی کا انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس اس حادثے میں زخمی ہوا۔ خاکساروں پر گولی چلائی گئی
اور کئی ایک خاکسار شہید ہوئے۔

حکومت کے رویہ میں تشدد پیدا ہوا۔ عام گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ خاکساروں
نے گرفتاری سے بچنے کے لیے شہر کی مساجد میں پناہ لی۔ حضرت لاہوریؒ کی مسجد
لائن سبحان خاں میں بھی خاکسار جا گھسے۔

وزیر اعظم پنجاب سر سکندر حیات خاں نے شہر کے علماء کو بلایا۔ یہ وفد حضرت
مولاناؒ کی قیادت میں وزیر اعظم کو ملا۔ سر سکندر حیات خاں نے مولاناؒ کو حاکمانہ انداز
میں کہا کہ آپ نے ہماری سرکار کے باغیوں کو اپنی مسجد میں پناہ دے رکھی ہے۔
حضرت نے نہایت بے باکی سے فرمایا "خاکسار آپ کی سرکار کے باغی ہوں گے
میری سرکارِ مدینہ کے باغی تو نہیں ہیں"۔ آپ ناراضگی کی صورت میں وہاں سے اُٹھ
کھڑے ہوئے۔ وزیر اعظم کی چائے کی دعوت میں شرکت نہ فرمائی۔ آخر کار واپسی پر
وزیر اعظم کی طرف سے سواری کے لیے کار کی پیش کش کی گئی تو آپ نے اسلامی غیرت
سے فرمایا "آپ کی کار میں پاؤں رکھنا میرے جوتے کی توہین ہے"۔ حکومت نے اگلے
دن آپ کو نظر بند کر کے یوپی اسی پی کی طرف بھیج دیا۔ لیکن علی الصبح لاہور سے شائع
ہونے والی تمام اخبارات میں مولاناؒ کا فتویٰ جلی حروف میں پڑھا گیا:
"مسلمان مصیبت کے وقت مساجد کو بطور قلعے کے استعمال کر سکتے ہیں"۔

لہ۔ خاکسار تحریک کے راوی حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور ہیں۔ انہوں نے تمام
حالات اپنے والد محترم کی زبانی سنے اور اکثر واقعات میں خود شریک رہے۔

علامہ مشرقی کی عبارات سے اختلاف کے باوجود مولانا کی یہ غیر متعصّبانہ روش اسلام دوستی اور صداقت نوازی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ بھی یقیناً قابلِ ذکر ہے کہ مولانا غلام غوث ہزاروی نے ان دنوں سرحد میں ایک جلسے کا انتظام کروایا۔ علّامہ مشرقی کی مخالفانہ روش کی تردید کا مسئلہ درپیش تھا۔ علماء کی مجلس مشاورت نے فیصلہ کیا کہ حضرت مولانا احمد علیؒ کے بغیر اس جرأت مندانہ کام کو سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا آپ نے اسٹیج پر آکر دائیں ہاتھ میں قرآن مجید اور بائیں ہاتھ میں "تذکرہ" پکڑ کر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "آپ ان دونوں میں سے کس کی پیروی کریں گے۔" حاضرین نے بیک زبان پکار کر کہا کہ ہم قرآن پاک کی پیروی کریں گے۔ اب آپ نے تذکرہ کی چند عبارات پڑھ کر ان کی تردید کی۔ حاضرین پر اس ایمان افروز تقریر کا یہ اثر ہوا کہ اکثر لوگ خاکسار تحریک سے نکل گئے۔ حضرت مولاناؒ کے صاحبزادہ حضرت قاری عبیداللہ انور صاحب کا بیان ہے کہ "علامہ مشرقی کئی دفعہ مجھے اچھرہ کی مسجد میں ملے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا میں آپ کے والد محترمؒ کا مخالف نہیں ہوں۔

ناموسِ مصطفٰے کا تحفّظ

ہم حضرت حسانؓ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ کی ایک رباعی[1] اس واقعہ کی تمہیدی سطور پیش کرتے ہیں۔ یہ اشعار عہدِ رسالت کے محبوب ترین شاعر کی روح کی گہرائیوں سے نکلے۔ انہوں نے آفتابِ نبوّت کو فدائیت کی نگاہوں سے ساری زندگی دیکھا تو یہ اشعار لکھے۔ اب قیامت تک یہ رباعی نورِ ایمان بن کر مسلمانانِ عالم کے سینے میں چمکتی رہے گی۔

---

[1] قصائد حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ حضرت حسان بن ثابتؓ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر تھے۔ حضور اکرمؐ ان کے اشعار سن کر خوش ہوتے اور دعائیں دیتے تھے۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ - لَمْ تَرَقَطُّ عینی
وَاَجملُ منكَ - لَمْ تَلِدِ النساءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِّن كُلِ عَیْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقتَ كَمَا تَشَاءُ

اب ہماری صدی کے حکیم الاُمّت کا الہامی کلام سُنیے!

وہ[1] دانائے سُبل، ختم الرُّسل۔ مولائے کل جس نے
غُبارِ راہ کو بخشا۔ فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں۔ وہی یٰسین وہی طٰہٰ

لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شقی الازل ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ ڈالے اور نوّے کروڑ شمشیرانِ برہنہ اُس کے پرخچے اُڑانے کے لیے فضائے عالم میں نہ لہرائیں اور کوئی زبان آپ کی شانِ رسالت کے خلاف کھلے، تو اُس کو حلق سے کاٹ کر باہر نہ پھینکا جائے۔

[2] ۱۹۳۱ء کے شروع میں میکلیگن انجینئرنگ کالج لاہور کے انگریز پرنسپل نے رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخانہ اظہارِ خیال کیا۔ مسلمان طلبار نے اس نازیبا حرکت پر فوری طور پر سخت احتجاج کیا۔ مگر ان کے احتجاج کا خاطر خواہ جواب نہ ملا۔ انہوں نے ہڑتال کر دی۔ لیکن ہندو، سکھ اور عیسائی باشندگانِ ہندوستان نے پرنسپل کی حمایت کی۔

اس واقعہ کی خبر جب حضرت لاہوریؒ نے سنی، تو آپ فوراً میدان میں نکل پڑے اور طلبہ کی اعلانیہ پشت پناہی کی۔ علامہؒ اقبال بھی اس مبارک تحریک میں پوری

---

[1] بالِ جبریل ص۱۴۱ ۔ علامہ اقبالؒ
[2] "مردِ مومن" ص۹۹ ۔ عبدالحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور۔

شدّومد سے شامل ہو گئے۔

آپ کی قائدانہ صلاحیتوں اور بے پناہ قوتِ عمل نے اس واقعہ کو جسے حکومت درخورِ اعتنا نہیں سمجھتی تھی، ایک تحریک کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ آپ نے جون جولائی اور اگست میں متعدد بار تقاریر فرمائیں جس سے مسلمانانِ پنجاب میں جوش و خروش پھیل گیا۔ حکومت نے مولاناؒ کو گرفتار کر لیا لیکن عوام کا بے پناہ سیل تھم نہ سکا۔ بالآخر حکومت کو جھکنا پڑا اور ۲۶ ستمبر ۱۹۳۱ء میں ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ طلباء کو باعزّت واپس بلا لیا گیا اور حضرت مولاناؒ اور دیگر اسیرانِ قیدِ فرنگ سے رہا کر دیئے گئے۔

انجمنِ حمایتِ اسلام کی سرپرستی[1]

مغربی تہذیب و تمدّن نے ہندوستان کے باشندوں پر اثر ڈالا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سر سیّد نے مسلمانوں کو غلامی سے نجات دلانے کا ذریعہ فقط کالجوں کی تعلیم کو قرار دیا۔ اور انہوں نے علیگڑھ یونیورسٹی کی تاسیس و اجراء کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ وہ اپنی تقاریر و تحریرات میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے دوش بدوش کھڑا ہونے کی ترغیب دلاتے رہتے تھے۔ لہٰذا بڑی حد تک عصرِ جدید کا یہ تقاضا مسلمانوں کی اکثریت کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ انجمنِ حمایتِ اسلام کا مقصد بھی مسلم نوجوانوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم بھی حکومت کے تمام اداروں میں ہندوؤں کی بالادستی کو شدّت سے محسوس کر رہے تھے۔ آپ فرنگی تہذیب کے کلیتہً مخالف تھے۔ لیکن حالات کے پیشِ نظر فرمایا کرتے تھے:[2] "ہم چاہتے ہیں۔ جہاں ہندو، سکھ، عیسائی۔ ڈاکٹر، وکیل اور مجسٹریٹ موجود ہیں۔ وہاں

---

[1] ۔ انوارِ ولایت ص۱۵۶۔ مصنفہ ماسٹر لال دین۔ پنجاب پریس۔ لاہور۔
[2] ۔ انوارِ ولایت ۔ پنجاب پریس لاہور۔ سوانح حیات مولانا مرحوم

ہمارے مسلمان نوجوان بھی تمام اداروں میں کلیدی اسامیوں، پر صاحبِ اختیار ہوں۔ آپ عرصے سے انجمن حمایتِ اسلام کے رکن تھے۔ مگر ۲۲-۲-۲۲ کو بحیثیت عالم دین انجمن کی جنرل کونسل کے رکن مقرر ہوئے اور ۱۱-۵-۱۷ کو مذکورہ انجمن کے وائس پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔ آپ اپنے مفوضہ فرائض کو احسن طریق سے سرانجام دیتے تھے۔ دینی مشاغل کی کثرت کی بنا پر آپ نے چند دفعہ استعفا بھی پیش کیا لیکن آپ کے رفقاءِ کار آپ کے وجودِ مسعود اور حکیمانہ مشوروں سے محروم ہونا نہیں چاہتے تھے۔ الحمدللہ! مسلمان بڑی حد تک بیدار ہوئے۔ علامہ اقبالؒ بھی انجمن کے اجلاس میں اپنا کلام پیش کرتے تھے۔ آپ نے عصرِ نو کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فرمایا تھا۔

[1] نہ تھا اگر تو شریکِ محفل قصور تیرا تھا یا کہ میرا
میرا طریقہ نہیں، کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

مولاناؒ کی وفات پر سیکرٹری انجمن حمایت اسلام یوں اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔
[2] مولاناؒ مرحوم و مغفور ضعیف العمری اور ناتوانی کے باوجود انجمن کے اجلاسوں میں شرکت فرما کر اپنے قیمتی مشوروں سے انجمن کو مستفید فرماتے تھے۔ بالخصوص ان مشاورتوں میں جو ردِّ عیسائیت کے سلسلے میں منعقد ہوئیں۔ مرحوم نہایت ہی انہماک کے ساتھ دیگر علماء کرام کے ساتھ صلاح مشوروں میں حصہ لیتے۔ آپ انجمن کے سالانہ جلسوں میں بھی شریک ہوتے اور اپنے مواعظِ حسنہ سے سامعین کو فیضیاب کرتے تھے۔

جمعیۃ علماءِ اسلام (پاکستان) کا قیام

تقسیم ملک کے بعد جمعیۃ علماء ہند نے فیصلہ کیا کہ جمعیۃ کے جو ارکان پاکستان

---

[1] - علامہ اقبالؒ - بالِ جبریل۔ نظم بعنوان "زمانہ" ص ۱۷۵۔
[2] - "مردِ مومن" ص ۹۹۔ مطبوعہ فیروز سنز۔ لاہور از عبدالحمید خاں

میں رہتے ہیں۔ وہ اپنی الگ جماعت بنائیں۔ ان کا اب جمعیۃ علماء ہند سے کوئی تعلق نہیں۔
اس وقت حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمتِ
عالیہ میں ایک مکتوب بھیجا کہ جن حضرات کے دامن سے وابستہ ہو کر ہمیں قیامت کے
دن نجات کا بھروسہ تھا۔ انہوں نے ہی ہمیں الگ کر دیا۔ یہ عریضہ "مکتوباتِ شیخ الاسلام"
میں چھپ چکا ہے اور حضرت مدنی مرحوم کا مندرجہ ذیل اس کا جوابؑ بھی شائع ہو چکا
ہے۔ آپ نے یہ مکتوبِ گرامی شیشے کے فریم میں نہایت حفاظت سے اپنے حجرے
کی سامنے والی الماری میں رکھا ہوا تھا اور ایک دفعہ ازراہِ شفقت مجھ احقر الانام کو
دکھایا تھا۔ اس وقت حضرت مولاناؒ فرطِ عقیدت سے جھوم رہے تھے اور مکتوب کے
لفظ "متاثر" کی تشریح فرما رہے تھے۔

ؑ۔ سیّدنا المحترم زید مجدکم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ مندرجہ مضامین سے
سخت متاثر ہوا۔ محترما! کیا آپ سے علاقہ کسی انجمن کے وجود و عدم اور اس کی ممبری پر
موقوف ہے جس پر آپ متاثر ہوتے ہیں۔ کلّا واللہ ہم اور آپ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ
العزیز کے دربار کے دریوزہ گر اور اس بنا پر خواجہ تاش ہیں۔ یہ روحانی تعلق کسی طرح ٹوٹ
نہیں سکتا۔ اگر مادی اسباب حائل بھی ہو جائیں تو یہ کیا ہے۔ ہماری ارواح ایک ہی دربار
در بار کی حاضر باش ہیں۔ گھر کے لوگوں، صاحبزادوں اور دیگر احباب پرسانِ حال سے سلام
مسنون عرض کر دیں۔ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

از دارالعلوم دیوبند۔ ۳۔ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ

مولانا احمد علی مرحوم فرماتے تھے جب میں نے عریضہ لکھا تو اس وقت مجھ پر رقت طاری تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے
دل کی کیفیت نے جب الفاظ کا جامہ پہنا تو حضرت مدنیؒ اپنی بصیرت سے میری قلبی کیفیت
سے مطلع ہو گئے۔ ("انوارِ ولایت" ص ۱۴۲، مطبوعہ پنجاب پریس لاہور۔ ماسٹر لال دین)

پاکستانی علمائے حق کی تنظیم کے لیے ۸، ۹۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو سندھ، سرحد، بلوچستان، کراچی، پنجاب، بہاولپور وغیرہ اطرافِ ملک سے ۱۷۷ جلیل القدر علماء کی مجلسِ مشاورت منعقد ہوئی۔ جس میں اتفاقِ رائے سے حضرت مولانا لاہوریؒ مرکزی جمعیۃ العلماء اسلام مغربی پاکستان کے صدر منتخب ہوئے اور آخر تک اس عہدے پر فائز رہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ حضرت کی رہنمائی میں صرف ایک سال کے قلیل عرصے میں مغربی پاکستان میں تقریباً تین سو شاخیں جمعیت کی قائم ہوگئیں اور علماء اسلام نے جون ۱۹۵۷ء سے اپنا ترجمانِ اسلام رسالہ شائع کرنا شروع کیا جو آج تک جاری ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام نے حضرت کی سرپرستی میں جو منشور مرتب کیا تھا، اُس کا خلاصہ درجِ ذیل ہے۔

پاکستان میں عادلانہ اسلامی نظام کا قیام (الف) پاکستان میں اسلامی عادلانہ نظام کو قائم کرنا، جس سے باشندگانِ ملک ایک طرف انسانیت کش سرمایہ داری اور دوسری طرف الحاد آفرین اشتراکیت کے مضر اثرات سے محفوظ رہ کر فطری معاشرتی نظام کی برکتوں سے مستفید ہوسکیں۔

(ب) صوبائی اور قومی اسمبلیوں کو خالص اسلامی اسمبلیاں بنانے کی جدّوجہد کرنا۔

دستورِ پاکستان موجودہ منظور شدہ ملکی دستور کو صحیح معنوں میں اسلامی دستور بنانا اور اس سے مخالفِ اسلام اصول و دفعات کو خارج کرکے قوانینِ اسلام کے مطابق کرانا۔ مثلاً اس دستور میں غیر مسلم و مرتد کو تمام کلیدی اسامیوں حتّٰی کہ وزارتِ عظمیٰ تک کے لئے فائز ہونے کا حق دیا گیا ہے۔ محکمہ عدلیہ میں سب جج سے لے کر چیف جج تک کے اہم اور ذمہ دار عہدوں پر ہر غیر مسلم اور مرتد کو فائز ہونے کا حق تسلیم کر لیا گیا ہے اور ہر پاکستانی کو کافر و مرتد بننے اور بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔

---

[1] "مردِ مومن" ص ۱۰۵-۱۱۰۔ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز لاہور۔

صدرِ جمہوریہ

صدرِ جمہوریہ کے مرزائی نہ ہونے کی تصریح نہیں کی گئی۔ اس طرح تمام غلط اور غیر اسلامی دفعات کو بدل کر دستور کو قرآن و سنت کے مطابق بنانا۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی

ا۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کو مکمل طور پر آزاد رکھنا۔

ب۔ مسلم ممالک کے ساتھ اسلامی دوستانہ تعلقات کو مستحکم بنانا۔

ج۔ غیر مسلم ممالک کے ساتھ سیاسی و اقتصادی اور دیگر تعلقات کو اس حد تک قائم کرنا جس سے پاکستان کی آزاد خارجہ پالیسی قطعاً متاثر نہ ہو۔

د۔ دنیا کے دو متحارب بلاکوں کی جنگ سے پاکستان کو علیحدہ رکھنا۔ اور ملکی دفاع، استحکام اور سالمیت کے لیے زیادہ سے زیادہ ملک کو تیار کرنا۔

امورِ داخلہ

ا۔ عدالت! ملک میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کرنا۔

ب۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ رکھنا۔

ج۔ انصاف بلا معاوضہ کو عمل میں لانا اور کورٹ فیس کو ختم کرنا۔

د۔ کم سے کم وقت میں مقدمات کا فیصلہ کرنا۔

ذ۔ انصاف کی راہ کی تمام رکاوٹوں (مثلاً رشوت ستانی، سفارش وغیرہ) کو دور کرنا۔

ر۔ تحفظِ ختمِ نبوت اور حفاظتِ سنت، نیز فتنہ مرزائیہ کیلئے قانون بنانا۔

ز۔ تحفظِ ناموسِ صحابہؓ کے لیے قانون وضع کرنا اور شیعہ سنی مسئلہ حل کرنے کے لیے مؤثر اقدامات۔

ص۔ بزرگانِ دین اور مسلمہ مذہبی جماعتوں اور فرقوں کے اکابر کی توہین کے انسداد کی کوشش کرنا۔

تعلیم اور زبان

ا۔ ایسا نصابِ تعلیم مرتب کرنا جو کہ ہماری دینی اور دنیوی ضروریات کا کفیل ہو اور قوم میں غلامانہ ذہنیت کی بجائے خودداری کا جوہر پیدا کرے۔

ب۔ تعلیم مفت اور عام کرنا۔

ج۔ طلباء کی صلاحیتوں کے مطابق بلاتخصیص ان کے لیے ترقی کے مواقع مہیا کرنا۔

د۔ طلباء کی اخلاقی تربیت اور ان میں صحیح اسلامی روح پیدا کرنے کا خاص اہتمام کرنا۔

ہ۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم ہر علاقہ کے عوام کی پسندیدہ زبانوں میں اور باقی تعلیم ملک کی مشترکہ زبان (اردو) میں دینا۔

و۔ دورِ غلامی کی یادگار، انگریزی زبان کی سرکاری حیثیت کو عدالتوں اور اسمبلیوں وغیرہ سے ختم کرنا اور اس کی جگہ پاکستان کی قومی زبان کو نافذ کرنا۔

ز۔ علوم مشرقی کی ترویج۔

صحت

ا۔ ملک کے مختلف حصوں میں وسیع پیمانہ پر شفاخانے قائم کرنا اور ان میں دواؤں کی فراہمی کا انتظام کرنا۔

ب۔ دیسی یونانی طریق علاج کی حوصلہ افزائی کرنا۔

ج۔ علاج و دواسازی میں ملک کو اپنی ضروریات میں خود کفیل بنانا۔

قیامِ امن

قیامِ امن، حفظِ جان و مال اور حفاظت ننگ و ناموس کے لیے ایسی تدابیر عمل میں لانا جس سے ملک کا ہر باشندہ باطمینانِ زندگی بسر کر سکے اور آئے دن کے حوادث و واقعات کا خاتمہ ہو سکے۔

معاشیات

ا۔ ایسی تدابیر کو عمل میں لانا۔ جن سے ہر پاکستانی ضروریاتِ حیات کو کم از کم قیمت پر خرید سکے اور ہر شخص کے لیے کسبِ رزق کے مواقع فراہم کرنا۔

ب۔ ملک میں جہاں کہیں کسان اور مزارع پر خلافِ انسانیت مظالم ہو رہے ہوں۔ ان کا مکمل سدِّ باب کرنا اور مالک و مزارع، مزدور اور کارخانہ دار کے نزاعات کو شرعی روشنی میں ختم کرنا۔ نیز برطانوی عہد کی جاگیرداری کا خاتمہ کرنا۔

ج۔ تمام بے جا سرکاری مصارف کو ختم کرنا اور آمدنی کا زیادہ سے زیادہ حصہ ملک کے غربا پر صرف کرنا۔

د۔ ملک کے وسائل معاش (زراعت، صنعت و حرفت، تجارت) کو ترقی دینا۔

ہ۔ پس ماندہ علاقوں کی آبادی کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنا۔

و۔ شرعی احکام کے مطابق ان لوگوں کی ضروریاتِ زندگی کو سرکاری خزانہ سے مفت مہیّا کرنا، جو اکتسابِ رزق پر قادر نہ ہوں۔

ز۔ محنت پیشہ طبقہ کے حقوق کا تحفّظ کرنا۔

ح۔ ملازموں کی تنخواہوں میں ایسا صحیح تناسب قائم کرنا، جس سے تیسرے درجہ کے ملازمین کی تنخواہ ان کی ضروریاتِ زندگی کی کفیل ہو سکے۔

معاشرت

و۔ ملک میں بے حیائی، عریانی، فحاشی، رقص و سرود اور فحش لٹریچر، شراب نوشی اور زنا کاری وغیرہ مخرّبِ اخلاق امور کو خلافِ قانون قرار دینا اور ملک کے نوجوانوں میں مردانہ صفات، بہادرانہ جذبات اور اعلیٰ اسلامی اخلاق پیدا کرنے کے لیے تمام تدابیر کو عمل میں لانا۔

ب۔ مسکرات کے تمام اقسام کے استعمال کو جرم قرار دینا۔

ج۔ قماربازی اور سود کی تمام صورتوں کو جرم قرار دینا۔

د۔ پاکستان کی مسلم رعایا کو مسلح کرنا۔ کشمیر اور نہری پانی کے مسائل حل کرنے کے لیے قوم کی مختلف سیاسی اور غیر سیاسی پارٹیوں کے مشورے سے پروگرام طے کرنا۔

مواصلات

سلسلہ مواصلات مثلاً ریلوے، بسوں، ڈاک، ٹیلیفون، تار میں تمام موجودہ مشکلات اور تکالیف کو حل کرنا۔ دیہاتی اور قصباتی باشندگانِ ملک کے لیے نقل و حرکت کی ہر طرح سہولت بہم پہنچانا۔

ملک میں یک جہتی و علاقائی حقوق

صوبائی اور نسلی تعصب کو ختم کرنا۔ علاقائی حقوق کا تحفظ اور مہاجرین کی بحالی اور متروکہ جائیداد کے معاوضہ کا اہتمام اور ان کی جملہ تکالیف کا ازالہ۔

شہری آزادی

پاکستان میں ہر شہری کو تقریر و تحریر اور اجتماعات و دیگر حقوق شہریت کی شرعی حدود کے اندر ضمانت دینا۔

اقلیّت | پاکستان میں شرعی روشنی کے ماتحت غیر مسلم اقلیّت کی جان ومال، عزت و آبرو کی حفاظت اور ان کی مذہبی رسوم کی آزادی اور معابد کا تحفّظ۔ تاوقتیکہ ان کی سرگرمیوں سے مملکت اور مسلم حقوق کو خطرہ لاحق نہ ہو۔

انسدادِ ارتداد | فتنۂ ارتداد کا مکمّل انسداد۔

یہ چودہ نکاتی انتخابی منشور باتفاقِ آرا ئے ارکان مجلس عاملہ مرکزی جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان منظور ہوا۔

نوٹ :۔ بنظرِ اختصار منشور کی تفصیل سے گریز کیا گیا ہے۔

جہادِ کشمیر میں مولانا کی شرکت

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد بعض وجوہات کی بنا پر کشمیر میں جنگ چھڑ گئی۔ تمام مکاتیبِ فکر کے رہنماؤں نے اس جنگ کو جہاد کا نام دیا اور حضرت مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہٗ نے نہایت مجاہدانہ مستعدی سے اس میں حصہ لیا۔

حضرت اس جہاد[1] میں حصہ لینے کی خاطر ہزاروں روپے کی وہ رقم جو شیرانوالہ مرکز میں جمع ہوتی خود لے کر کشمیر روانہ ہوتے اور اس وقت کی ذمہ دار شخصیت کے سپرد کر دیتے اور اس کا واپسی پر باقاعدہ اعلان کر دیتے۔ شب و روز اہمیتِ جہاد کا ذکر ہوتا۔

آپ بار بار فرماتے "میرے دل کی تمنا یہی ہے کہ ڈوگروں کے مقابلے میں فرنٹ پہ پہنچ کر صفِ اول میں شریک ہو جاؤں۔ سینے میں گولی لگے اور شہادت نصیب ہو جائے"[2]

کئی دفعہ روپے، کپڑے اور باقی ضروریات کی فراہمی ہوئی اور حضرت خود

---

[1]۔ مردِ مومن ص۱۱۱۔ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز۔ لاہور۔

[2]۔ انوارِ ولایت ص۱۵۳۔ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور۔ راوی مولانا عبیداللہ انور صاحب

راولپنڈی تشریف لے گئے۔ دس ہزار روپے کی رقم خطیر صدر سردار محمد ابراہیم صاحب کے سپرد کی گئی۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ آپ کے جانشین حضرت قاری مولانا عبیداللہ انور صاحب بھی تھے۔

کشمیر میں جب جنگ زوروں پر تھی۔ مسلمان قبائل ہندو ڈوگروں سے برسرِپیکار تھے اور قریب تھا کہ مسلمان مجاہدین سرینگر اور جموں پر قابض ہو جائیں۔ اس وقت پنڈت نہرو نے مونٹ بیٹن اور باقی مدبّرین برطانیہ کی وساطت سے یو۔این۔او سے پاکستان پر زور ڈلوایا۔ پنڈت جی نے یقین دلایا کہ حالات کے پرسکون ہونے کے بعد کشمیر میں استصواب رائے کرایا جائے گا۔ لہٰذا ہمارے محبوب وزیرِاعظم لیاقت علی شہید ان کی پرفریب سیاست کے جھانسے میں آ گئے۔

آزاد کشمیر[۱] میں میر واعظ محمد یوسف اور کرنل سیّد علی احمد شاہ کی کوششوں سے افتاء کا کام جاری ہوا تاکہ ہر تحصیل میں مفتی اور ضلع میں مفتی اور اوپر صوبائی مفتی ہو۔ اس طرح سے موجودہ نظام کو اسلامی نظام کے قریب تر لایا جا سکے۔ حضرتؒ کو علماء اور مفتیوں کی فلاح و بہبود کے لیے مظفرآباد دعوت دی گئی۔ حضرتؒ پہنچے تو وہاں آپ حکومت آزاد کشمیر کے مہمان تھے۔ لیکن اپنے دیرینہ عقیدت مند غازی خدابخش صاحب کے ہیڈ کوارٹر پر بھی تشریف لائے جو وہاں اس وقت آنریری کیپٹن بطورِ آفیسر کام کر رہے تھے۔

آزاد کشمیر میں مفتیوں کے تقرر کے طریق کو حکومتِ کشمیر نے آپ کی صوابدید پر چھوڑا۔ آپ نے امیدواروں کا تحریری امتحان لیا اور ان کا انتخاب فرمایا۔ ان کو گزیٹڈ آفیسر کی حیثیت دی۔ اس میں آپ کے ساتھ کرنل علی احمد شاہ صاحب بھی شریک تھے۔

صدر آزاد کشمیر جناب علی احمد شاہ صاحب کی مولاناؒ کو دعوت

---

[۱]۔ مردِ مومن ص ۱۱۲۔ عبدالمجید خاں۔ فیروز سنز۔ لاہور

محترم مولانا محمد صابر صاحب[1] جو حضرت شیخ التفسیرؒ کے ساتھ سفر و حضر میں حاضر رہتے تھے، فرماتے ہیں کہ "آزاد کشمیر کے صدر جناب علی احمد شاہ صاحب نے حضرت مولاناؒ کو کشمیر آنے کی دعوت دی۔ حضرت نے مجھ احقر الانام کو ساتھ لیا اور کشمیر پہنچ گئے۔ صدر موصوف نہایت اعزاز و اکرام سے پیش آئے اور حضرتؒ کی خدمتِ اقدس میں یوں عرض پرداز ہوئے کہ آپ قرآن پاک کا ایسا ترجمہ کریں جو چند مشہور اسلامی جماعتوں (فرقوں) کے نزدیک مصدقہ ہو۔ تاکہ ان کے اختلافی مسائل کی شدّت کو دور کیا جا سکے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کارنامے کی تکمیل کا وعدہ فرمایا اور قادرِ مطلق کی عطا کردہ توفیق سے پوری محنت پژوہی اور عزم سے اس ہمت شکن کام کو بطریقِ احسن پورا کر دکھایا۔ اب یہ مترجم قرآن مجید (دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات کا مصدّقہ) انجمن خدام الدین سے مل سکتا ہے۔

صدرِ محترم کی دینی خواہش اور مولاناؒ کا گراں قدر شاہکار

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں صدر آزاد کشمیر کی طرف سے حسب ذیل عہد آفریں اور تاریخ ساز استدعا کی گئی "میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی ریاست میں علماء کرام کو مجسٹریٹوں کے اختیارات سونپ دوں" حضرت نے صدرِ محترم کی تجویز کو بڑا سراہا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ہر فارغ التحصیل عالم دین میں یہ استعداد نہیں ہوتی کہ مقدمات کی جزئیات پر ناقدانہ غور و خوض کر سکے۔ اور پھر فقہی نقطۂ نگاہ سے صحیح فیصلہ پہ پہنچ سکے۔ اگر تمام علماء کو ججی کے فرائض تفویض کئے جائیں تو یہ موجودہ ٹرینڈ ججوں کے مقابلے میں ممکن ہے ناکام ثابت ہوں کیونکہ مدارس عربیہ میں درس و تدریس کے علاوہ ان بیچاروں کو کلیات سے

---

[1] حضرت مولانا محمد صابر صاحب حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں برسوں رہے۔ حضرت ان کی خدمت مخلصانہ پر دل و جان سے خوش تھے۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے بلکہ اپنا چوتھا بیٹا شمار کرتے۔ ان کی تعلیم، شادی اور باقی مصارف حضرت کے ذمہ ہوتے تھے۔

مسائل مہمہ کے استخراج اور استنباط کی مشق نہیں کرائی جاتی۔ لیکن اگر آپ چند مخصوص علماء کرام کو میرے پاس بھیجنے کا انتظام فرمائیں تو میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے منشاء کی تکمیل کے لیے پوری پوری کوشش کروں گا۔ لہٰذا صدر موصوف نے علماء کی ایک منتخبہ جماعت حضرت رحؒ کے پاس لاہور بھیج دی۔ آپ نے ان کی تربیت میں بڑے انہماک اور یکسوئی سے سعی فرمائی اور ان علماء کرام کو مطلوبہ علمی معیار تک پہنچایا اور فارغ ہونے پر سندات بھی دیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

مرزائیت اور حضرت لاہوریؒ

انگریز[1] محکوم ہندوستانیوں کو ظاہراً مراعات دے رہے تھے لیکن حقیقت میں ان کے رگ و پے سے جذبۂ حمیّت اور احساسِ حرّیت نکال رہے تھے۔ ہندوؤں کو تعلیم اور اعلیٰ ملازمتوں کی تھپکیوں سے سلا کر مسلمانوں کی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کئے جا رہے تھے۔ ان فریب کاریوں میں مسلمانانِ ہند کی جمعیت میں بگاڑ پیدا کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کے ذریعے نئی نبوّت کا دروازہ کھول دیا گیا۔ ختم نبوّت کا عقیدہ اسلامیانِ عالم کی مرکزیّت کا ضامن ہے اور چودہ سو برس سے تمام کلمہ گو افراد اس پر متفق ہیں۔ مرزا غلام احمد کی زبان سے اجرائے نبوت کا اعلان کروا کر ملّت مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔ مرزا غلام احمد نے جہاں اپنے نبی، مجدّد، مسیح موعود، کرشن اور اوتار ہونے کا دعویٰ کیا، وہاں غیر احمدیوں کو سوٴروں اور کتّوں کی اولاد بھی کہا۔"

مرزا صاحب نے غیر احمدیوں پر زبانِ تبرّا کھولنے کے علاوہ حکومت انگلشیہ سے وفاداری[2]

---

[1] ۔ انوارِ ولایت صفحہ ۱۶۲۔ سوانح حیات مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ پنجاب پریس لاہور

[2] ۔ پس میں دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں ان خدمات میں یکتا ہوں (جاری۔ اگلا صفحہ)

اُن کو اپنی جماعت کے حق میں[1] آیۂ رحمت اور اپنے آپ کو ان کے حق میں پناہ کی بشارت دینا شروع کر دیں۔ خاندانی قدیم[2] وفاداری کے حوالے دئیے گئے اور اس مصنوعی نبوت نے غیر مسلم حکام سے نظرِ عنایت و حفاظت کی خوب دریوزہ گری کی جہاد[3]

(بقیہ پچھلا صفحہ) اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لیے ایک تعویذ ہوں اور بطور پناہ (قلعہ) کے ہوں۔ جو آفتوں سے بچا سکتا ہوں اور خدا نے مجھ کو بشارت دی کہ خدا ایسا نہیں ہے کہ ان کو دکھ پہنچا دے اور تو اُن میں ہو۔ پس اس گورنمنٹ کی خیر خواہی اور مدد میں کوئی دوسرا شخص میری نظیر اور مثیل نہیں اور عنقریب یہ گورنمنٹ جان لے گی۔ اگر مردم شناسی کا اس میں مادہ ہوا"

(نور الحق۔ حصہ اول۔ صفحات ۳۳، ۳۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

[1] "میری اور میری جماعت کی پناہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے اس سلطنت (برطانیہ) کو بنایا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیرِ سایہ ہمیں حاصل ہے۔ نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے اور نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ میں"۔ (تریاق القلوب ص۲۸۔ مرزا غلام احمد)

[2] ۔ یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربے سے ایک وفادار جاں نثار ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کا خیر خواہ خدمت گذار ہے۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت حزم و احتیاط سے اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے اور وہ بھی اس خاندان کے ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت و مہربانی کی نظر سے دیکھیں (تبلیغ رسالت ص۱۹ جلد ۷ مرزا صاحب)

[3] ۔ اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔ دین کیلئے حرام ہے، اب جنگ اور قتال۔
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے ۔ اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا کرتا ہے اب جہاد ۔ منکر نبی کا ہے، جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ ص۳۹۔ مرزا صاحب)

کو حرام قرار دیا اور مخالفوں کو بدکار، حرامی، شریر اور بدذات کے القاب دئیے۔[1]

الغرض! مسلمانوں نے اس فرقہ باطلہ کے عقائد فاسدہ کی روک تھام کے لیے روزِ اوّل ہی سے جدوجہد شروع کر دی، منظم تحریکیں چلائیں۔ متعدد دفعہ ہزاروں رضاکار اور علماءِ کرام جیل خانوں میں گئے۔ لیکن کچھ امر تکوینی ہے کہ اس ناسور سے اسلام کے پاکیزہ وجود کو نجات نہ ملی۔ مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظِ ختم نبوّت کے زعماء نے مرزائیت کی لعنت کے خلاف سب مسلمانوں کو بیدار کیا اور برسوں تک قرآنِ حکیم[2] اور احادیث نبویّہ[3] کے ذریعے اس سرکاری نبوّت کی ملمع سازی لوگوں پر واضح کرتے رہے۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم باقی علماء جمہور کے ساتھ اس سلسلے میں صفِ اوّل میں کام کرتے رہے بلکہ دینِ مصطفویؐ کی حفاظت کے لیے جس قدر تحریکات چلائی گئیں، ان کا سرچشمہ حضرت لاہوریؒ کا مبارک حجرہ ہی ہوتا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں تحفظ ختم نبوّت کی پاکستان گیر تحریک کے وقت آپ گرفتار ہوئے۔ کسی صاحبِ دل نے لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر آپ کو ہتھکڑی لگے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھا۔

"یہ پیرانہ سالی میں اپنے ہاتھوں میں عصا سنبھالے ہوئے مولانا احمد علی تو نہیں ہیں، بلکہ عصرِ حاضر کے امام احمد بن حنبلؒ ہیں"۔

---

[1] - میں سچ کہتا ہوں، کہ محسن (گورنمنٹ برطانیہ) حکومت کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ (مرزا غلام احمد۔ شہادۃ القرآن ص ۸۴)

[2] - مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ سورہ ۳۳ آیت ۴۰

[3] - احادیث نبوی۔ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ۔ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (ترمذی شریف ابواب الفتن)، انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم (ابن ماجہ، باب لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون ص ۲۶۹ مطبوعہ منشی نولکشور) لو کان بعدی نبیٌّ لکان عمر ابن الخطّاب (ترمذی شریف۔ ابواب المناقب ص ۵۶۳)

مرزا صاحب کی مخالفت میں آپ کا انداز خطابت نہایت مہذبانہ اور متین ہوتا تھا۔ مرزا صاحب کے متضاد اقوال، پمفلٹ شائع کروایا اور اس میں آپ نے مرزا صاحب کی کتب[1] کے حوالے پیش کر کے اتمام حجت پر اکتفا فرمایا۔

جماعت اسلامی اور حضرت مولانا رح

جماعتِ اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کثیر التصانیف اہلِ قلم ہیں اور ان کا تمام لٹریچر اسلامی تعلیمات کی تعبیرات اور توضیحات کے متعلق ہے۔ ان کی بعض تحریرات کے سلسلے میں بعض علماء کو مجتہدانہ اختلاف ہے۔ اسی طرح حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کو بھی ان کے نظریات سے اختلاف تھا۔ خصوصیت سے ان کی کتاب "تجدید[2] و احیائے دین" کی بعض عبارتوں اور "خطبات" میں "عالمگیر

---

[1] ۔ از "مرزا کے متضاد اقوال" مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل ۔ غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں
اخبار بدر ص ۲۳ جلد ۲ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء
"میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں ہی ہوں" (کتاب البریہ ص ۷۹ مرزا غلام احمد)
"ان تمام کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے۔ مگر رنڈیوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی۔ وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام۔ مرزا غلام احمد)

[2] ۔ "میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا (مجددِ کامل۔ الامام المہدی) اپنے زمانہ میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہو گا۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہو گی۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو وہ خوب سمجھتا ہو گا۔
(تجدید و احیائے دین ص ۲۲ مصنفہ مولانا مودودی صاحب)

(جاری۔ اگلا صفحہ)

اجتماع" کے عنوان کے بعض حصوں پر مولانا لاہوریؒ کے اعتراضات تھے۔ آپ نے اس حقیقت کا اظہار تحریری طور پر کیا۔ آپ کا مقصد مودودی صاحب کی تنقیص نہ تھی۔ بلکہ آپ کے دل و دماغ میں اصلاحی پروگرام تھا۔

پرویزیت

نصِ قرآنی سے ثابت ہے کہ ابلیس رجیم "لاغوینہم اجمعین"[۱] کے دعویٰ پر ڈٹا ہوا ہے اور انسانی گروہ میں وہ افراد بھی موجود ہیں، جو راسخون فی العلم سے ملقّب ہیں اور وہ کج فہم بھی پائے جاتے ہیں جو مفسدہ[۲] پردازی

(بقیہ حاشیہ) جزوی مجددین کی فہرست ۔ عمر بن عبدالعزیز، آئمہ اربعہ، امام غزالی، ابن تیمیہ، شیخ احمد سرہندی (تجدید و احیائے دین ص۴۔ فہرست مضامین۔ مصنفہ مولانا مودودی صاحب)

"اب تجدید کا کام نئی اجتہادی قوت کا طالب ہے محض وہ اجتہادی بصیرت جو شاہ ولی اللہ صاحب یا ان سے پہلے کے "مجتہدین و مجددین" کے کارناموں میں پائی جاتی ہے۔ اس وقت کے کام سے عہدہ برآ ہونے کیلئے کافی نہیں۔" (تجدید و احیائے دین ص۸۵)

"اس وقت کے حالات میں شاہ راہِ عمل تعمیر کرنے کیلئے ایسی قوت اجتہادیہ درکار ہے جو مجتہدینِ سلف میں سے کسی ایک کے علوم اور منہاج کی پابند نہ ہو۔ اگرچہ استفادہ ہر ایک سے کرے اور پرہیز کسی سے بھی نہ کرے۔" (تجدید و احیائے دین ص۸۵)

"قرآن کے لیے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ۔ ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہو۔ (تنقیحات ص۲۱۲ ۔ بحوالہ ارشد القادری سیکرٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ۔ کتاب (جماعت اسلامی) ص۲۲

۱؎ ۔ سورہ ص ۳۸ ۔ آیت ۸۲۔

۲؎ ۔ هُوَ الَّذِيٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ

(جاری اگلا صفحہ)

کے ارادے سے احکام دین کا استنباط محکمات کی بجائے متشابہات سے کرتے ہیں۔
اسلام جیسے پاکیزہ اور خاتم الادیان مذہب میں بھی بہت سے فرقِ باطلہ نے جنم لیا ہے۔ کل حزب بما لدیھم فرحون۔ کی حقیقت کے پیش نظر ہر فرقہ اپنے آپ کو ناجی اور مقرب الٰہی سمجھتا ہے۔ ہمارے اس عہد میں انکارِ حدیث کے حامیوں کا ایک نیا فرقہ وجود میں آیا ہے، جس کے بانی عبداللہ چکڑالوی تھے۔

حضرت لاہوریؒ کو ہم نے بارہا یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا کہ مولوی عبداللہؔ چکڑالوی میرے درسِ قرآن مجید میں آتا تھا۔ میں اس کو اپنے قریب جگہ دیتا تھا تاکہ وہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی لاعلمی کا عذر پیش نہ کرسکے۔ میں نے مولوی عبداللہ صاحب کو احادیثِ نبویؐ کی روشنی میں قرآن حکیم کے مفاہیم و مطالب سمجھانے کی مکمل کوشش کی مگر وہ راہِ راست پر نہ آئے۔ ان کے عقائد باطلہ کا دارومدار اس چیز پر ہے کہ قرآن پاک چونکہ دینِ اسلام کے تمام کلیّات و جزئیات کو اجمالاً اور تفصیلاً بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا دینی امور کی افہام و تفہیم کے لیے احادیث کی ضرورت نہیں۔

اس کے ایک چیلے نے جس کا نام غلام احمد پرویز عہدِ نبویؐ سے عتابِ الٰہی کا نشانہ بنا ہوا ہے، مذکورہ فتنے کو اس قدر ہوا دے رکھی ہے کہ مسلمانانِ پاک و ہند کی جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے جو پرویز کا ہمنوا ہے۔ دو اسلام کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اس نے احادیثِ مقدسہ، سلسلہ روایت اصولِ درایت اور ثقہ رواۃ پر نہایت بے باکی سے حملے کئے ہیں۔ امام بخاریؒ جیسے امامِ فن پر پھبتیاں کسنے سے بھی باز نہیں رہا۔ (العیاذ باللہ)

(بقیہ۔ پچھلا صفحہ) وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ سورہ ۳ آیت ۷

ے۔ انوارِ ولایت ص۱۶۵۔ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور، مصنفہ۔ ماسٹر لال دین۔

حضرت مولانا لاہوریؒ باقی علماء حق کی طرح اس فتنے کے انسداد میں تازلیست کوشاں رہے۔ آپ کی وفات سے ۲۵ دن پہلے ۲۹ر جنوری ۱۹۶۲ء کو دیال سنگھ کالج لاہور میں ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں اکابرِ ملّت کو تقاریر کے لیے مدعو کیا گیا۔ انہوں نے دلائل و براہین سے منکرینِ حدیث کی معاندانہ اور خلافِ اسلام روش کی مذمّت کی۔ اس جلسے کی صدارت[1] کے فرائض حضرت مولاناؒ سرانجام دے رہے تھے۔ آپ جلسے کے اختتام پر اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا "یہاں[2] بہت سی تقریریں ہوئی ہیں۔ لیکن کسی مقرّر نے وہ بات نہیں کہی، جو میں کہتا ہوں کہ منکرِ حدیث منکرِ قرآن ہے۔ منکرِ قرآن خارج از اسلام"۔ یہ وہ پہلی ضرب تھی جو پرویزیت کے قلعۂ تزویر پر لگی۔ اس کے بعد تمام علمی اور دینی حلقوں نے اس فیصلے پر صاد کرتے ہوئے پرویزیت کی مخالفت کی۔

---

[1] ۔ کرسیٔ صدارت پر مولانا احمد علیؒ رونق افروز تھے۔ کریمی رنگ کا روئی کا لمبا کوٹ زیب تن تھا۔ سر پر سفید ململی خلالائن کی پٹی پگڑی کی طرح بندھی ہوئی تھی۔ لمبی سفید داڑھی سینے کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ ہاتھ میں عصا اور آنکھوں میں خاص قسم کی چمک تھی۔ اسٹیج کے دائیں بائیں علماء کرام تشریف فرما تھے۔ طلباء اور مختلف خیال اور مختلف عادتوں کے اس کثیر انبوہ میں سے اڑھائی تین گھنٹے کسی کو سگریٹ سلگانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کوئی مجلس میں سے اٹھ کر باہر نہیں گیا۔ سب پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ علماء کے ارشادات سنتے رہے۔ نمازِ عصر کے لیے جلسہ ملتوی کر دیا گیا۔ کالج کے لان میں دری بچھا کر نماز کا انتظام کیا گیا۔ اذان دی گئی۔ کالج کے دوسرے کمروں میں بھی نمازیوں کا بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ طلباء نوجوان جوق در جوق بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس قوم نے اپنے شعائر کو ترک کر دیا۔" (۲۹ر جنوری ۱۹۶۲ء۔ روزنامہ "کوہستان" احسان بی اے)

[2] ۔ محترم المقام پروفیسر علاؤالدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کا اپنا بیان ہے۔ کیونکہ وہ اس جلسے کی کاروائی کے شاہدِ عینی ہیں۔

ہوا ہے۔ گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ (اقبال مرحوم)

ہفت روزہ خدام الدین

حضرت لاہوری نوراللہ مرقدہٗ نے شعبۂ نشر و اشاعت کے اجراء کے بعد لاکھوں دینی رسالہ جات شائع کرا کر ہندو پاک کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں مفت تقسیم کرا دئیے تھے۔ صرف چند ایک قلیل قیمت پر فروخت ہوتے تھے۔ آپ کے پیشِ نظر ہمیشہ اشاعتِ دین کا پہلو رہتا تھا۔ نفع اندوزی کا خیال آپ کے دماغ میں کبھی بھی پیدا نہ ہوا۔

ہفت روزہ "خدام الدین" کے نام سے آپ کی سرپرستی میں ایک رسالہ جاری ہوا۔ تو آپ بے حد مسرور ہو کر فرمایا کرتے تھے "پروردگارِ عالم نے انجمن خدام الدین سے یہ رسالہ جاری کرا کر دین کا وہ مہتم بالشان کام لیا ہے، جو پیشتر ازیں نہیں لیا تھا" آپ کی یہ دیرینہ خواہش تھی جو خدائے ذوالمنن نے پوری فرمائی۔ لہٰذا آپ کے تمام اوقات اس رسالہ کی تیاری میں صرف ہوتے رہتے تھے۔

آمدہ مضامین کی تصحیح کا کام بڑا کٹھن تھا۔ لیکن آپ درسِ عمومی کے بعد نہایت دل جمعی سے بیٹھ جاتے۔ قلم برداشتہ حک و اصلاح فرماتے جاتے۔ پہلے صفحے پر احادیثِ نبویؐ کے عنوان سے چند ایک احادیثِ مقدسہ کا انتخاب اور ان کی تشریح بھی آپ کے ذمہ ہوتی تھی۔ خطبۂ جمعہ کی تحریری تیاری کی جاتی اور ہر جمعہ آپ کے ارشاداتِ حسنہ نہایت آب و تاب سے خطبۂ جمعہ کے عنوان سے زیبِ قرطاس ہوتے۔ ہر جمعرات کو نمازِ مغرب کے بعد مجلسِ ذکرِ جہر کا انعقاد ہوتا۔ عقیدت مندوں کا ایک ہجوم ہوتا۔ ذکر کے اختتام پر ایک مختصر سی تقریر فرماتے جس میں روحانی امراض کی تشخیص، علاج اور پرہیز بتایا جاتا۔ تزکیہ و تصفیہ کا یہ عارفانہ نظام طالبانِ حق کے لیے بڑی جاذبیت رکھتا تھا (مجلسِ ذکر کے فضائل و فوائد انشاءاللہ آئندہ کسی موقعہ پر

بیان کئے جائیں گے) یہ تقریر دلپذیر بھی خدام الدین کے صفحات کی زینت بنتی ۔علاوہ ازیں اصلاحی، معاشرتی، تاریخی، ملکی، ملّی، مجلسی اور سماجی اقدار پر مشتمل مضامین ہفت روزہ خدّام الدین میں چھپتے تھے۔ بچوں کا صفحہ، مستورات کی اصلاحِ احوال کے موضوعات اور ہنگامی منظوم کلام کو بھی بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔

اگرچہ یہ مؤقر جریدہ اپنی صوری حیثیت سے پاکستان کے باقی رسائل و جرائد سے چنداں امتیازی شان کا حامل نہیں تھا۔ لیکن اپنی معنوی افادیت و عظمت کے لحاظ سے ملک بھر کا کوئی رسالہ بھی اس کا لگّا نہیں کھا سکتا تھا۔

اس کو امرِ تکوینی سے تعبیر کیجئے یا دورِ حاضرہ کی شقاوت کہئے مسلمانوں میں اختلافی مسائل پر آئے دن سر پھٹول ہوتی رہتی ہے۔ علماء سُو جب تک اہل محلہ[1] میں جوتی پیزار نہیں کروالیتے، اپنی پارٹی کو ناکام سمجھتے ہیں۔ ع

دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد

لیکن حضرتؒ کے رسالہ میں کسی اختلافی مسئلہ کی اشاعت کی ہرگز اجازت نہیں تھی۔ شیعہ، سُنّی، اہل حدیث حضرات اور جدید طبقہ کے دل دادگان بڑے شوق سے اس اصلاحی مجلّہ کے خریدار بنتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی اشاعت چار سو سے پندرہ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ پاکستان کے بڑے بڑے شہروں، قصبوں، دیہاتوں، سکولوں اور کالجوں کے علاوہ بیرون ملک مثلاً لندن، مغربی جرمنی، امریکہ، الجزائر، کویت، مکہ معظّمہ، مدینہ منوّرہ میں بھی اس آوازِ حق پرست پر لبیک کہنے والے موجود تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ یہ شجرِ طیبہ اپنی وسعتوں اور رفعتوں میں مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ[2] کا مصداق بنا ہوا تھا۔ ہم تو یہ کہتے ہوئے بھی باک محسوس

---

[1] ۔ "مردِ مومن" ص۶۹، عبدالحمید خاں، فیروز سنز۔ لاہور

[2] ۔ سورہ ابراہیم ۱۴، آیت ۲۴۔

نہیں کرتے کہ خالق اکبر نے مولاناؒ کی حیاتِ مرضیّہ کے انوار کو چار دانگِ عالم میں چمکنے کا ایک سنہری موقعہ ارزاں فرمایا ہوا تھا۔ یہ سلامت روی اور اس دورِ فتن میں دینِ حنیف کی یہ لازوال خدمت خداوندِ عالم کی غائبانہ تائید سے منوط تھی۔ ورنہ اس رسالے میں نہ فوٹو گرافی کا جاذبِ نظر طلسم تھا۔ نہ ملک کے بڑے بڑے ادبار و شعراء کا کلام ہوتا تھا۔ ہاں! اس کی قبولیّتِ عامہ کی دلیل درجِ ذیل شعر بن سکتا ہے۔ ؎

نہ بادہ ہے، نہ صراحی، نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگین ہے، بزمِ جانانہ

ہم انشاء اللہ مولاناؒ کی تبلیغی سرگرمیوں کے ضمن میں زیرِ بحث رسالہ کی اصلاحی اور روحانی افادیت کو واقعات کی روشنی میں پیش کریں گے۔

الحمد للہ۔ حضرت مولاناؒ کا یہ لگایا ہوا شجرِ طیبّہ اس وقت سے سرسبز و شاداب ہے اور اس کے پاکیزہ ثمرات سے اب بھی خوش نصیب انسان علمی اور روحانی برکات حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت مولاناؒ کی رحلت اور چند پیشگوئیاں

حضرت مولاناؒ نمازِ تہجد کے لیے تقریباً تین بجے ہر شب کو بیدار ہوتے اور پھر دن بھر کے دینی مشاغل کے انہماک کے بعد نمازِ عشاء پڑھ کر قریباً دس بجے گھر تشریف لے جاتے۔ ساری زندگی درس و تدریس، تدبّر فی القرآن عباداتِ مسنونہ، تبلیغ و اشاعت، تزکیہ و اصلاح اور خالقِ دو جہاں کی رضا جوئی اور خلقِ خدا کی خدمت میں گذری۔ آپ کے جسمِ نحیف میں پیرانہ سالی کے ایّام میں تھکن کا بڑا اثر ہوتا تھا، جو کہ آہستہ آہستہ فالج کی صورت اختیار کر گیا عین گرمیوں میں گاہے آپ کو گرم جراب کی ضرورت محسوس ہوتی۔ فالج کا اثر کبھی آدھے سر مبارک پر، کبھی کان اور رخسار پر اور کندھے اور پاؤں پر ہوتا لیکن ان تمام

جسمانی عوارض کے باوجود دینی معمولات میں ہرگز کوئی فرق نہ آتا۔ چہرہ ولایت آثار پر کبھی زردی چھا جاتی۔ بعض اوقات درس عمومی کے لیے صبح تانگے پر مسجد میں تشریف لاتے۔ سہارا دینے کے لیے خدّام ہمراہ ہوتے۔ آخری ایّام میں عصا کا استعمال عام ہو گیا تھا۔ زندگی کی پچھتّر بہاریں ختم ہو رہی تھیں۔ درس قرآن میں گاہے گاہے فرماتے "اے میرے اللہ! میں تجھ سے راضی ہوں۔ جب تیری مرضی ہو، مجھ کو اپنے پاس بلا لے۔ اللہ! مجھے کسی کا محتاج نہ کرنا" پھر فرمایا کرتے "میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھ کو اولاد کا محتاج نہ کرنا، بلکہ میری اولاد میری محتاج رہے۔ یا اللہ! مجھ کو موت اس حالت میں آئے کہ میری کوئی نماز نہ چھوٹے۔"

۱۹۵۸ء[1] میں ہمارے گاؤں نتھو والا چک ۱۸۰ کی جامع مسجد کے خطیب مفتی ابوالشفا کندیاں شریف سے واپس آئے تو فرمایا۔ وہاں ایک مجذوب عالم جذب و محویت میں کچھ باتیں کر رہا تھا، جو کہ ہر لحاظ سے صحیح تھیں۔ اسی استغراق کی حالت میں پکار اٹھا لوگو! تمہارا خیال ہے کہ لاہور میں صرف ایک حضرت علی ہجویریؒ ہیں۔ آؤ۔ اگر زندہ علی ہجویری دیکھنا ہو، تو شیرانوالہ دروازہ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب کو دیکھو لیکن ان کا وقت بہت تھوڑا ہے بہت تھوڑا ہے۔"

ایک دن نماز عشاء کے بعد ہم کچھ خدّام آپ کی معیّت میں آپ کے دروازے تک گئے۔ وہاں جا کر لوگوں سے مصافحہ کیا اور میرے بچے امین الدین کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر فرمایا "بیٹا! ہم نہیں ہوں گے، مگر تجھ کو یاد رہے گا، کہ میں یہاں آیا کرتا تھا۔" اس وقت میں بچہ کی سعادت پر مسرور ہو رہا تھا، مگر مجھ کوتاہ بیں کو کیا خبر تھی کہ ہمارے مربّی تقریباً چھ ماہ کے بعد فردوس بریں میں جا بسیں گے۔

---

[1] "انوارِ ولایت" ص۲۰۴ مطبوعہ پنجاب پریس۔ لاہور۔ "مردِ مومن" ص۲۱۵ پر اس واقعہ کو نتھو والہ کی بجائے بھابیکے گاؤں کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جو سراسر غلط ہے کیونکہ اس واقعہ کا خود میں راوی ہوں۔ (راقم الحروف لال دین اختر)

میری اہلیہ[1] کا بیان ہے کہ حضرت باباجی مرحوم اپنی وفات سے چند دن پہلے اپنے پوتوں کا نام لے کر فرمانے لگے کہ اجمل ہم کو یاد رکھے گا، مگر اکمل ہم کو بھول جائے گا۔ اس وقت صاحبزادوں کی عمر تقریباً چھ سال اور چار سال تھی ۔؎

ہر کہ از سرّ نبی گیرد نصیب[2]

ہم بہ جبریلِ امیں گردد قریب

مولانا محمد صابر صاحب[3] کا بیان ہے کہ حضرت قطب الاقطاب حاجی دین محمد صاحب کے کارخانے میں خطبۂ جمعہ کی تحریر و ترتیب کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ حاجی صاحب کو وفات سے دو تین دن پہلے فرمایا "اب میں اس جمعہ کے بعد یہاں نہیں آیا کروں گا۔"

مولانا محمد صابر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے وفات والے جمعہ کی چھٹی مانگی کیونکہ میں اپنے سسرال کے گاؤں جانا چاہتا تھا۔ آپ صحیح سلامت تھے لیکن آپ نے اپنی عادتِ شریفہ مستمرہ کے خلاف مجھے جانے کی اجازت نہ دی۔ مولانا محمد صابر آبدیدہ ہوکر فرمانے لگے، کہ مجھ کو کیا خبر تھی کہ اس انکار میں بھی میرے آقا، میرے مربّی کی شفقتیں پنہاں تھیں۔

کئی سالوں سے کھدّر کا کفن سلوار کھا تھا۔ اس پر لکھا ہوا ہوتا تھا "احمد علی کا کفن" میانی شریف میں جا کر صاحبزادہ حمید اللہ مرحوم اور حاجی دین محمد صاحب کو اپنی قبر کی جگہ بتادی تھی۔"

---

[1] ۔ میری موجودہ اہلیہ کی زندگی کا شعوری وقت اکثر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ کی صحبت میں گذرا کیونکہ وہ آپ کی حقیقی نواسی ہیں۔

[2] ۔ مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق ص۴۲ ۔ علامہ اقبالؒ ۔

[3] ۔ "انوارِ ولایت" ص۲۰۵ ۔ حالاتِ وفات حضرت مولانا احمد علی مرحوم ۔ راوی حضرت مولانا محمد صابر صاحب ۔

سراپائے حضرت شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ

قد مبارک متوسّط، کشادہ پیشانی پر سجدیں انوار کی جھلکیں (من اثر السجود) فرقِ اقدس موزوں، نازک بھویں، خوبصورت آنکھوں میں عارفانہ چمک۔ مناسب بینی، مردانہ پروجاہت رخسار، سپید گندمی رنگت، لب مبارک نہایت موزوں، دندان مبارک لبوں میں پوشیدہ آبدار موتیوں کے مشابہ، ریش مبارک دراز اور مقنّشی، چہرۂ انور کی کیفیت نَضْرَۃَ نَعِیمِ کی آئینہ دار، گردن نہایت متوسط، شانے کشادہ، چھاتی مبارک پر بالوں کی لکیر، بازو اور کلائیاں پیرانہ سالی میں قدرے کمزور، ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور انگلیاں نہایت نرم و نازک، پاؤں مبارک قد و قامت کے عین مطابق، آواز میں حسن متانت، اکثر چہرۂ مبارک پر متفکرانہ و مدبّرانہ سنجیدگی اور گاہے ملکوتی مشفقانہ تبسّم، پورے چودہ برس میں نے آپ کو آواز دے کر کسی کو بلاتے نہیں دیکھا۔ نشست و برخاست پر وقار۔ بقولِ علامہ اقبالؒ

ع ہیبتِ مردِ خدا از لا الٰہ

گرمیوں اور سردیوں میں کھدّر کی ٹخنوں سے اوپر شلوار، کھدر کا کرتہ، کھدر کی ٹوپی اور اس پر کھدر کی چار پیچ والی دستارِ فضیلت، سردیوں میں نسواری رنگ اور کبھی سیاہ رنگ کا جبہ، منعلیں جرابیں، سرخ چمڑے کے پاپوش مبارک، آخری سالوں میں عصا مبارک رفتار میں منکسرانہ وقار، معصوم بچے اباجی کہہ کر راستے میں سلام کرتے، آپ مسکرا کر جواب دیتے، بعض کے سروں پر دستِ شفقت پھیرتے، ہمیشہ سلام کرنے میں تقدیم کرتے۔ درِ ولایت پر پہنچ کر تمام متوسّلین کو مصافحہ کا موقع مرحمت فرماتے۔ ہر سائل کے لیے دعا کرنے کے لیے ہاتھ اٹھا لیتے، خلقِ خدا کی دلجوئی کا جذبہ جنون کی حد تک موجود تھا۔ اسوۂ حسنہ کی متابعت کا رنگ ہر عمل پر غالب تھا۔

یومِ[۱] وفات حسرتِ آیات

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب[۲] فرماتے تھے کہ ۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ محترم ابا جان مرحوم گھر سے جمعہ کا تحریری خطبہ لے کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ میں نے حجرے میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے غسل کے لیے پانی گرم کر دوں مگر آپ نے فرمایا۔ میں آج تندرست ہوں، خود ہی گرم کر لوں گا، لہٰذا آپ نے غسل کا خود ہی انتظام فرمایا۔ گیارہ بجے کے بعد طبیعت خراب ہو گئی۔ اب حافظ حمیداللہ صاحب لباس تبدیل کرانے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ کی طبیعت ناساز تھی، پیٹ میں درد تھا اور متلی کی بڑی شدت تھی۔ لہٰذا حافظ حمیداللہ مرحوم نے خطبۂ جمعہ پڑھا۔ ڈاکٹر کیپٹن چودھری صاحب کو بلایا گیا۔ انہوں نے شام تک اپنی پوری کوشش سے علاج جاری رکھا۔ ڈاکٹر محمد یوسف صاحب بھی تشریف لائے۔ لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ مغرب تک کی تمام نمازیں اسی حالت میں پڑھیں۔

نمازِ عشاء کے وقت آپ پر سکرات طاری ہو گئے۔ جب ہوش آتا تو فرماتے "مولوی انور میں نے نماز نہیں پڑھی"۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں تیمم کے لیے مٹی کا ڈھیلا پیش کرتا۔ تیمم فرماتے۔ نماز کی نیت باندھ لیتے، پھر غش طاری ہو جاتا اور چارپائی پر گر جاتے۔ پھر ہوش آتا تو فرماتے۔ مولوی انور! میں نے نماز نہیں پڑھی! میں پھر تیمم کرواتا، تو نماز کی نیت باندھ لیتے۔ کبھی آگے ہاتھ بڑھاتے۔ جیسے کسی سے مصافحہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی محویت کے عالم میں جانِ عزیز جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت مولانا مرحوم کے صاحبزادگان نے رات کے بارہ بجے آپ کو

---

[۱]۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ العالی حضرت مولانا لاہوریؒ کے موجودہ جانشین راوی ہیں۔
[۲]۔ حضرتؒ کے جانشین قاری عبیداللہ صاحب انور راوی ہیں۔

آخری غسل دیا۔ کفن پہنایا اور مکان (خضری محلہ اندرون شیرانوالہ گیٹ) کی نچلی منزل کے صحن میں حضرتؒ کے وجودِ اقدس کو زیارت کے لیے رکھ دیا۔

حضرت کی وصیت کے مطابق ۱۸ رمضان المبارک کی صبح کو قرآن پاک کا درسِ عمومی باقاعدہ جامع مسجد میں مولانا عبیداللہ صاحب نے دیا۔ حالانکہ گھر میں قطبِ دوراں والد کا جنازہ پڑا تھا۔

صبح تک حضرت کی وفاتِ حسرت آیات کی خبر تمام شہر اور بیرونِ لاہور بذریعہ اخبارات پہنچ گئی۔ زائرین حضرات ہوائی جہازوں، ریل گاڑیوں اور موٹروں کے ذریعے شیرانوالہ پہنچ گئے۔ لوگ باری باری اپنے محبوب روحانی باپ کی زیارت کرکے گذرتے جاتے تھے۔ آپ کے چہرۂ انور پر نضرۃ نعیم کی جھلکیں تھیں۔ ہجوم کی کثرت کی وجہ سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ابرار احمد صاحب نے آپ کے صاحبزادوں کی اجازت سے آپ کی چارپائی کو باہر گلی میں رکھوا دیا اور اوپر شامیانے کا انتظام کیا گیا۔

نمازِ ظہر کے[1] بعد آپ کا جنازہ اٹھا۔ ہجوم کی کثرت کے باعث لمبے لمبے بانس منگوائے گئے اور آپ کی چارپائی سے باندھے گئے اور اسی طرح بانسوں کا اضافہ ہوتا رہا۔ آپ کا چہرۂ مبارک کھلا ہوا تھا، تاکہ کوئی نگاہ محروم زیارت نہ رہے جنازہ سرکلر روڈ سے براستہ دہلی گیٹ، اکبری منڈی، شاہ عالمی گیٹ اور انارکلی سے ہوتا ہوا یونیورسٹی گراؤنڈ کی طرف جا رہا تھا۔ ہم اس موقعہ پر شیخ ابرار احمد ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی حسنِ کارکردگی کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ان کے حکم سے پولیس کی جیپ جنازے کے آگے آگے چلا دی گئی، تاکہ جنازہ کو آگے بڑھنے میں دقت نہ ہو۔ مکانوں کی چھتوں پر دو رویہ مرد و زن اپنے اُمّ القریٰ کے ہادی کے آخری دیدار کے لیے جمع ہو گئے۔ اور آپ کی چارپائی پر پھول برسا رہے تھے۔ بازار سوگواروں کے سروں

---

[1] راقم الحروف (ماسٹر لال دین اخگر) جنازہ کی تقریب میں خود شریک رہا۔

سے سیلِ رواں بنے ہوئے تھے۔ اللہ۔ اللہ انسانی نفوس کے اس تلاطم کی غم گساری میں موکلینِ ارض و سما کی شرکت بھی معلوم ہوتی تھی۔ شیرانوالہ گیٹ سے لے کر میانی صاحب کے قبرستان تک فضاؤں میں لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا کا مقدس سماں نظر آتا تھا۔ چند دفعہ ہوا نے سرد آہیں بھریں اور اسی طرح بادل نے بھی عقیدت کے آنسو بہائے۔ گویا جنازے کے اہتمام میں قدرت کے مامور خدام ممد و معاون ثابت ہوئے۔ (کیونکہ بادل کا سایہ جنازہ کو تمازت سے بچا رہا تھا اور گاہے گاہے بوندا باندی ہوئی۔ لیکن آپ کا جنازہ بھیگنے سے محفوظ ہی رہا) یونیورسٹی گراؤنڈ کی پہنائیاں اس وقت تنگ نظر آنے لگیں۔ جب اسلامیانِ پاکستان نے اپنے روحانی باپ کے وجودِ مسعود کو وہاں لاکر رکھا۔ لاکھوں انسانوں کا جمِ غفیر تھا۔ صفیں سیدھی ہوئیں لاؤڈ سپیکر پر آواز (خطیبِ پاکستان حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی مرحوم) بلند ہوئی۔ کہ مغربی پاکستان کے تمام علماء کرام حاضر ہو چکے ہیں اور ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب نمازِ جنازہ کی امامت کرائیں۔ نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ عشاقؒ نے اپنے محبوب مرشد روشن ضمیر کے جسدِ اطہر کو سرِ شام میانی صاحب کے قبرستان تک پہنچا دیا۔ افطاری کے وقت مولانا عبد اللہ درخواستی صاحب مولانا عبید اللہ انور صاحب، حافظ حمید اللہ صاحب اور دیگر معتقدین نے مسلمانانِ ہند و پاک کی یہ مشترکہ دینی متاعِ گراں مایہ لحدِ خاک میں رکھ دی۔ گویا آفتابِ دنیا کے ساتھ مہرِ ولایت بھی جنت کی خلوتوں میں روپوش ہو گیا۔ یقیناً فرشتگانِ قضا و قدر نے بآوازِ بلند حضرت لاہوریؒ کی روحِ پاک کو یہ دعوتِ خداوندی دی ہوگی۔ يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَٱدْخُلِى فِى عِبَٰدِى وَٱدْخُلِى جَنَّتِى[1] فضائیں سسکیں تھیں، آہیں تھیں اور دلوں میں آقائے روحانی کی دائمی فرقت پر زہرہ گداز حزن و اندوہ کا ایک تلاطم موجزن تھا۔

---

[1] سورہ فجر ۸۹ آیت ۲۷۔

حضرت والا کی وفات کے ضمن میں آپ کے فرزند اکبر مہاجر مدنی و مکّی حافظ حبیب اللہ نور اللہ مرقدہٗ کا خواب درج مقالہ کیا جاتا ہے۔ حافظ مرحوم کا مکتوب گرامی ہفت روزہ خدام الدّین میں چھپا اور انوارِ ولایت کے صفحات (۱۸۰-۱۸۳) پر بھی بعد میں شائع ہوا۔

مکتوب گرامی حضرت حافظ حبیب اللہ مہاجر مکی و مدنی نور اللہ مرقدہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ

بمطابق ۲۶ فروری ۱۹۶۲ء یوم الاثنین — از حبیب اللہ المدینۃ المنوّرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہِ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہِ الذین اصطفٰی۔ اما بعد

بہ پیش گاہ علیا حضرۃ مخدومۃ المکرمہ والدہ ماجدہ صاحبہ مدّظلّہا

و برادرِ عزیز مولوی عبید اللہ انور سلمہٗ و برادرِ عزیز مولوی حمید اللہ سلمہٗ

سلامِ مسنون۔ دفتر خدام الدّین لاہور سے فرستادہ برقیہ موصول ہوا۔ اپنی ناقص استعداد کے مطابق صرف آدھا پڑھ سکا ہوں۔ آدھا نہیں سمجھ سکا۔ بہت تلاش کیا کہ کوئی انگریزی خواں مل جائے تو پورا برقیہ سمجھ سکوں۔ لیکن تا دمِ تحریر نہیں ملا۔ جو سمجھ سکا ہوں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب کی حرکتِ قلب بند ہونے سے وفات ہوگئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اللّٰھُمَّ اجرنی فی مصیبتی! العین تدمع والقلب یحزن۔ وَمَا نقول اِلّا ما یرضی بہٖ ربّنا۔ صدق اللّٰہ العلی العظیم۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم اِلّا فی کتاب من قبل۔

لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ما شاء اللّٰہ کان

انّما اشکو بثّی وحزنی الی اللّٰہ

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو اپنے مقبول بندوں میں بنائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کی یہ علامت ذکر فرمائی ہے۔ ولما رای المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما۔[1] اللہ تعالیٰ[2] کا وعدہ ہے کہ اعزہ واقارب کی وفات کی مصیبت کا صدمہ تم کو دنیا میں ضرور پہنچے گا۔ جو اس پر صبر کریگا اللہ تعالیٰ کی خصوصی اور عمومی رحمتیں ان پر نازل ہوں گی۔ اگر صبر کرے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے اجر پائے گا۔ اگر بندہ عاجز صبر نہ کرے تو تقدیر الٰہی کے آگے انسان کر بھی کیا سکتا ہے؟ اگر صبر کرے تو انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب بہت سی بڑی مصیبت پیش آئی لیکن شریعت کی طرف سے بشارتِ عظمیٰ ہے ان عظم الجزاء مع عظیم البلاء۔ جتنی بڑی مصیبت ہو گی اجر بھی اتنا بڑا ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ فی الدنیا والاخرۃ۔ آمین۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لاہور مسجد لائن سبحان خاں میں گیا ہوں۔ نماز عصر کا وقت ہے۔ لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ دن خوب سفید ہے۔ سورج اپنی پوری تابانی پر ہے کہ یکایک سورج کو گرہن لگا اور سیکنڈوں میں تمام عالم سیاہ وتاریک ہو گیا۔ اندھیرا گھپ اندھیرا۔ سورج غروب ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ دن کا نور کم ہوتا ہے۔ لیکن یہ تو یکایک عالم تاریک ہو گیا۔ مجھے خواب میں بھی سخت گھبراہٹ ہوئی۔ نہایت قلق و اضطراب میں اٹھا۔ خواب کی تعبیر اسی وقت میں نے یہ سمجھی کہ اشارہ ہے۔ اعلحضرت ابا جان کے وصال کی طرف۔ اِنَّ اللہ مَا اخذ ولَہُ مَا اعطٰی وَکُلِّ شَیءٍ عندہٗ اجلٌ مسمّی۔

---

[1] ۔ سورہ احزاب ۳۳ آیت ۲۲

[2] ۔ وَلَنَبلُوَنَّکُم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ط وبشّرِ الصابرین الذین اِذَا اَصَابَتھُم مصیبۃٌ۔ قالوا انا للہ وَانا الیہِ راجعون۔ اولٰئک علیھم صلوٰتٌ من ربھم ورحمۃ۔ واولٰئک ھم المھتدون۔ پارہ ۲۔ سورہ ۲ آیت ۱۵۵۔

آخر میں پھر یہ عرض کرتا ہوں۔ اِنَّمَا اَشْکُوا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ! رَبَّنَا اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ۔ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ۔ ہمشیرہ صاحبہ کو سلام مسنون کے بعد خط بھی سنا دیتا۔ اس مصیبت میں ہم سب برابر کے شریک ہیں۔ سب کو سلام مسنون۔ والسلام مع الاکرام

محترم حافظ عبدالغنی صاحب کا خواب[1]

جمعہ کے دن نماز عشاء کے ساتھ تراویح پڑھی گئیں۔ بعدازاں میں تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہا۔ خلاف معمول قدرے دیر سے سویا۔ سحری سے پیشتر بفضل ایزد متعال بیدار ہوا۔ تو مندرجہ ذیل خواب اپنی نمایاں اور روشن کیفیات کے ساتھ میرے قلب و روح کو فرحت و انبساط بخش رہا تھا۔

"میں نے مولانا والا جاہ کی وفات کی رات لاکھوں انسانوں کا ایک مجمع دیکھا میں نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ اس مجمع کے بیچ میں جو بزرگ صورت انسان کھڑے ہیں، ان کی تعریف کیا ہے؟ ابھی اس شخص نے جواب نہیں دیا تھا، تو وُہ بزرگ خود میرے پاس آکر فرمانے لگے کہ آپ مجھ کو جانتے نہیں ہیں؟ میں نے عرض کیا "حضور! میں آپ کو نہیں جانتا ہوں"۔ تب انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کا پیغمبر ابراہیمؑ ہوں"! میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نہایت ادب سے مصافحہ کیا اور پھر معانقہ بھی کیا۔ بعدازاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ آئیے۔ آپ کو ایک اور پیغمبر کی زیارت بھی کرواتے ہیں۔ آگے گئے تو ایک سفید ریش، سفید پوش فرشتہ شمائل بزرگ نظر آئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ میں نے فرط عقیدت

---

[1] جناب حافظ عبدالغنی صاحب نوجوان آدمی ہیں۔ رزق حلال کے لیے بڑھئی کا کام کرتے ہیں۔ ان کی طبیعت میں خاموشی اور شرافت کا جوہر فطری طور پر موجود ہے۔ قصبہ شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ میں عرصے سے رہائش پذیر ہیں۔ راقم الحروف نے ان کی زبانی سن کر یہ خواب نقل کیا۔
(لال دین اختر)

سے ان کے ساتھ بھی مصافحہ کیا اور پھر معانقہ کیا۔ اس کے بعد خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ آج ہمارے ایک دوست کی مجلس ہے۔ لہٰذا ہم آج ہزاروں کی تعداد میں آئے ہوئے ہیں۔"

خواب بیان کرنے کے بعد حافظ صاحب فرمانے لگے کہ میں نمازِ فجر کے بعد جب لاری کے اڈہ پر گیا، تو اخبار میں حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی وفات کے متعلق پڑھا تو اس وقت مجھ کو یقین ہو گیا کہ میرے خواب کی تعبیر کیا ہے۔ احقر راقم الحروف نے یہ خواب سن کر حافظ صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ حضرت مولاناؒ کے مریدوں میں سے ہیں، تو حافظ صاحب نے فرمایا۔ نہیں! لیکن میرے دل میں یہ عقیدت ضرور ہے کہ وہ اتنے عظیم المرتبت بزرگ ہیں کہ اولیاء کرام ان کی صحبت میں پرورش پاتے تھے۔ سنا ہے کہ امام بخاریؒ کی وفات پر کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ جلدی جلدی کسی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ کہ حضورؐ! آپ کدھر تشریف لے جا رہے ہیں، تو فرمایا کہ "امامِ زماں فوت ہو گئے ہیں، اُن کے جنازے کے لیے جا رہا ہوں۔"

اخبارات کے چند اقتباسات

دو عظیم قومی اکابر کا سفرِ آخرت

احسان بی اے نے "دو عظیم قومی اکابر کا سفرِ آخرت" کے عنوان سے روزنامہ "کوہستان ۲۳ مارچ ۱۹۶۲ء حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اور حمید نظامی علیہ الرحمہ کے جنازوں کے متعلق فرمایا" ہزاروں افراد نے اشکبار آنکھوں اور دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ دو جلیل القدر ہستیں سپرد خاک کیں"۔

حضرت شیخ التفسیرؒ کے جنازے کی مکمل تفصیل کے بعد رقمطراز ہیں" اب چارپائی ہمارے قریب آئی، .... اور قریب .... آگے کھڑے ہوئے لوگوں کو بٹھا دیا گیا اور میں نے دیکھا۔ سرخ گلاب کے پھولوں کی چادر میں سے نکلا ہوا سر جس کے دودھ جیسے سفید لمبے بال کنگھی کر کے پیچھے کی طرف سنوار دیئے گئے تھے ۔ مولانا احمد علیؒ کا جسدِ خاکی ارادت گزاروں کے کندھوں پر ہلکے ہلکورے لیتا ہوا میری نگاہوں سے قریب تر ہوتا گیا اور پھر مجھ کو پیشانی نظر آئی ۔ کشادہ خوبصورت پیشانی جس پر ستّر سال کے سجدوں کے نشان مرتسم تھے۔ میرے دل نے بڑی ہی بلند آواز میں پکارا۔ کون کہتا ہے کہ دنیا چھوڑنے کے بعد آدمی سب کچھ یہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ سکندر بادشاہ جب دنیا سے چلا تو ؏

ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا

لیکن فقیر احمد علی اپنی زندگی بھر کی تمام کمائی اپنے ساتھ لے کر جا رہے تھے۔ یہ دنیا ان سے اس کمائی کا ایک حصّہ تک چھیننے میں ناکام رہی تھی ۔

میانی صاحب کے قبرستان میں داخل ہو کر حضرتؒ کی قبر مبارک کے بالکل قریب جا کر احسان صاحب بیان کرتے ہیں" مجھے ایک دفعہ پھر مولانا کے دیدار

نصیب ہوئے۔ اس دفعہ میں بہت قریب تھا۔ چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ پرانی میلی دری اور کھدر کا معمولی روئی دار گدا" نعش کے نیچے بچھا ہوا تھا۔ مولانا کی فقیرانہ زندگی کے سادہ ساتھی قبر تک ساتھ آئے تھے۔ جنازہ ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لایا گیا اور میں سوچتا رہ گیا یہ فقیر جو نہ افسر تھا، نہ کسی ملک کا والی جس کے گھر والے اسے کسی شان و شوکت کے ساتھ وداع نہ کر سکے تھے۔ لاکھوں دلوں میں اتنی محبت اور عقیدت کس طرح پیدا کر سکا تھا؟ کیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی اتنی ہی معجزاثر ہے کہ اس پر ناز کرنے والا بغیر کسی ظاہری طنطنے کے لاکھوں بلکہ کروڑوں دلوں کو چپکے ہی چپکے مسخّر کر لیتا ہے"؟

مولانا نصر اللہ خاں عزیز

عنوان "میں مولانا احمد علی مرحوم کو کیوں بڑا آدمی سمجھتا ہوں"

میں نے مولانا احمد علی کو سب سے پہلے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی کے یہاں دیکھا۔ اس وقت وہ کوئی تیس اکتیس برس کے نوجوان آدمی تھے۔ مجھ سے کوئی گیارہ برس بڑے۔ ان کا حلیہ جہاں تک مجھے یاد ہے، یہ تھا سر پر سفید پگڑی بدن پر سفید کرتہ، شرعی پاجامہ اور دیسی جوتا۔ اب یہ یاد نہیں کہ کندھوں پر چادر بھی تھی یا نہیں اور بالکل یہی لباس ان کی زندگی بھر کا لباس رہا۔ گرمی یا سردی کے اعتبار سے صرف سوتی یا اونی کپڑے کا فرق واقع ہوتا۔ ورنہ وضع قطع میں کوئی تغیّر واقع نہ ہوتا اور اپنی وضعداری ہی ان کی سیرت کا سب سے بڑا جوہر تھا، ان کی عظمتِ کردار کا موجب، ان کے اکابر کی بھی یہی وضع تھی اور اسی وضع کو انہوں نے اپنی زندگی کا عنوان بنا لیا تھا اور یہ پابندیٔ وضع تھی۔ لباس اور ظاہری وضع قطع میں ہی نہیں، بلکہ عقائد، اعمال، مشاغل، طرزِ فکر، اسلوبِ تقریر، اندازِ تحریر اور دوستی و دشمنی کے تعلقات میں بھی میں ان لوگوں میں سے تھا، جن پر حضرت مولانا بے حد مہربان تھے

"ایک مجاہد، ایک عالم اور ایک مفسّر" کے عنوان سے مولانا منظور حسن صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ۱۹ اپریل ۱۹۶۲ء روزنامہ کوہستان میں ایک مفصل مضمون لکھا ہے۔

ایک اور اخباری اقتباس

مولانا احمد علی مرحوم کی وفات پر شہر کے کونے کونے میں رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ اس سلسلے میں شعبۂ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے اساتذہ کرام اور طلباء کا ایک تعزیتی اجلاس زیرِ صدارت علامہ علاؤ الدین صدیقی صدر شعبہ منعقد ہوا۔ جس میں مولانا مرحوم کی وفات پر گہرے افسوس اور رنج والم کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں کہا گیا کہ مولانا مرحوم کی وفات سے علم وروحانیت کی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اس سانحہ سے پاکستان ایک عظیم روحانی شخصیّت اور کتاب وسنّت کے ایک جاں فروش خادم سے محروم ہو گیا ہے۔ اجلاس میں مرحوم کے لیے دعائے مغفرت بھی کی گئی۔"

حکیم شمس الحق خاں

پاکستان یونانی طبیہ کالج لاہور کے پرنسپل حکیم شمس الحق خاں نے مولانا مرحوم کی رحلت پر بیان دیتے ہوئے فرمایا "آپ کی موت ایک جہاں کی موت ہے۔ آپ بلاشبہ ایک چشمۂ فیض تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی دینِ متین کی خدمت واشاعت میں صرف کی۔ مخالفین اسلام کے سامنے آپ آہنی دیوار تھے۔ مرحوم صحیح معنوں میں بطلِ حریّت اور ایک باعمل مجاہد تھے۔"

مولانا داؤد غزنوی صدر جمعیّت اہل حدیث مغربی پاکستان

مولانا احمد علیؒ کی وفات میرے لیے انتہائی صدمہ کا باعث ہے۔ مرحوم ملک

کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ ان کے سانحۂ ارتحال سے ملّت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مولانا نے توحید و سنّت کی اشاعت اور بدعات کو مٹانے کے لیے جو تکالیف برداشت کی ہیں، آج کے نوجوان علماء ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے جب تک انگریز رہا، مرحوم نے انگریزی استعمار کے خلاف جہاد جاری رکھا اور اس کی راہ میں تمام مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ میں نے انہیں ہر مرحلے پر مخلص و ہمدرد رفیق پایا۔ آج ملّت اسلامیہ ایک عالم باعمل، مجاہد فی سبیل اللہ عابد و زاہد اور علوم قرآن کے معلّم و مبلّغ سے محروم ہو گئی ہے۔ دعا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔"

۲۵ فروری ۱۹۶۲ء روزنامہ "کوہستان" کے ایڈیٹوریل کے اختتام پر

ایک عالم باعمل کی موت

انجمن خدّام الدّین کے امیر شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کا انتقال ملّت اسلامیہ کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ مرحوم ایک جیّد عالم، انتھک مجاہد اور عظیم المرتبت مبلّغ تھے۔ آپ کی زندگی فقر و درویشی، تبلیغ و اشاعتِ دین اور ملّت اسلامیہ کی خدمت کے مختلف دائروں میں گذری۔ یہ شرف انہی کو حاصل ہے کہ پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے ساڑھے چار ہزار مستند علماء نے آپ سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی۔ تیرہ مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کی اور سات مرتبہ جنگِ آزادی کے سلسلہ میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ان کی ذات سے بلاشبہ اشاعت و تبلیغِ دین کا ایک طویل دور عبارت ہے اور ان کی موت سے ملک کے دینی اور تبلیغی حلقوں میں ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے، جو کبھی پُر نہیں ہو سکے گا۔

روزنامہ "نوائے وقت" ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء نے حضرت کی علالت، جنازے کی سوگوار کیفیّت اور باقی حالات نقل فرمائے۔"

روزنامہ "زمیندار" ۶ اپریل ۱۹۶۲ء عنوان "علماء کرام اگر شیخ المشائخ

مولانا احمد علی مرحوم کی کتابِ زندگی پڑھیں، تو قوم کی بگڑی بن سکتی ہے۔"

رسالہ "اقدام" ۴ مارچ ۱۹۶۲ء اور روزنامہ "آفاق" ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء نے حضرت لاہوریؒ کے دینی کارنامے اور پاکیزہ زندگی پر تبصرہ اور آپ کو ولی زمان علامہ اور جنگِ آزادی کا مجاہد کہا۔

۱۵۔ اپریل ۱۹۶۲ء (شوکت بیٹ ریوڈٹس) قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علیؒ کے نقشِ قدم پر چل کر علماء قوم کی بگڑی بنا سکتے ہیں۔ وہ نیک نیّت، فیاض، صابر، متحمّل، بردبار، راستباز، خلق سے محبّت کرنے والے صلح جُو اور رضائے الٰہی پر توکّل رکھنے والے تھے۔ مخالفوں سے صلح جوئی اور دوستوں سے مہربانی کا سبق دیتے رہے۔ مسجد کو انہوں نے دینی، ثقافتی اور معاشرتی مرکز بنایا۔

ملک عبدالحمید وارثی صاحب۔ آپ ان مشائخ میں سے تھے جن کے متعلق رسولِ خدا نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے میری سُنّت کو زندہ کیا۔ اس نے مجھے زندہ کیا۔ آپ بیک وقت عالم بھی تھے، فقیہہ بھی تھے، مفسّر بھی تھے۔ محدّث بھی تھے۔ امام بھی تھے، مجاہد بھی تھے، درویش بھی تھے، صوفی بھی تھے اور ایک سیاسی راہنما بھی۔ انہوں نے جس استقامت سے دین کی خدمت کی اُس کی نظیر صحابہ کرامؓ کے بعد خال خال ملتی ہے۔

"بیسویں صدی کی ایک مثالی شخصیت" کے موضوع پر شیخ عبدالغفار اثر (روزنامہ "زمیندار" لاہور ۶۔ اپریل ۱۹۶۲ء) اور اسی اخبار کے دوسرے صفحے پر آغا شورش کاشمیری نے "مردِ درویش کا جنازہ" حضرتؒ کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش کیا۔

ایک تعزیتی جلسے کی کارروائی

کے چند اشارات

لاہور کے تمام مکاتیبِ فکر سے تعلّق رکھنے والے علماء کرام نے ۱۱ مارچ ۱۹۶۲ء بیرون موچی دروازہ باغ میں دس بجے صبح زیرِ صدارت حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا۔ چونکہ راقم الحروف اس جلسے میں حاضر تھا۔ لہٰذا چند اکابر کا عقیدتمندانہ خراجِ تحسین جو انہوں نے حضرت لاہوریؒ کی روح پر فتوح کو پیش کیا عرض کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب خطیب جامع مسجد راولپنڈی

ہم اس مقام پر حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں، مگر افسوس ہے کہ ہم اپنے بڑوں کے مناقب تو بیان کرتے ہیں مگر عبرت حاصل نہیں کرتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود حینِ حیات میں بھی عبرت تھا اور ان کی رخصت بھی ہمارے لیے دعوتِ عمل ہے۔ یہ خدائے قدوس کی طرف سے نقیب بن کر آئے تھے۔ اللہ! اللہ! لاہور کے سارے قیام میں قرآن حکیم کا نسخہ پیشِ نظر رہا۔ سترہ روزے رکھے۔ علماء کرام کی جماعت کو درس دیتے رہے۔ اس جمعرات کو بھی درس دیا، جب دنیائے فانی کو الوداع کہا۔ ہماری عقیدت ان کی بارگاہ میں بالکل ناچیز ہے۔ حضرت کے فراق میں یقیناً درس قرآن کی جگہ بھی روتی ہے۔ اللہ والے کسی قبرستان میں دفن ہوتے ہیں تو مردے بھی خوش ہوتے ہیں۔ سیدنا شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال میں ایک جگہ بیٹھ

کر قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کیا۔ جب انتقال ہوا تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "شاہ عبدالقادر مرحوم جس قبرستان میں دفن کیا گیا ہے۔ اس کے اردگرد بارہ بارہ میل کے مُردوں سے اللہ تعالےٰ نے عذاب اٹھا لیا ہے۔" لہٰذا ہمارے شیخ التفسیر کا وجود مسعود میانی صاحب میں انشاءاللہ تعالیٰ آرام کرنے والوں کے لیے رحمت کا باعث ہے۔ مولانا عبدالحنان نے دعا کے بعد فرمایا کہ اگر آج ہم میں شاہ جی مرحوم، حضرت مدنی مرحوم یا امام الاولیاء حضرت امروٹی مرحوم ہوتے تو وہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات بیان فرماتے۔"

حضرت قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی نے حضرت لاہوریؒ کے فیوض و برکات کلیمانہ حسنِ تکلّم سے بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت کے فرزند جلیل حافظ جلیب اللہ مسجد نبویؐ کے بابِ صدیقؓ میں بیٹھ کر اسلامی ممالک کے علماء و فضلا کو درسِ قرآن مجید دیتے ہیں، مجھے تو ان کو وہاں دیکھ کر اس مصرعہ کا مفہوم سمجھ میں آیا ؎

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے!

۱۹۵۳ء میں میں نے حضرتؒ کو جیل کی کوٹھڑی میں دیکھا۔ ساری ساری رات عبادات میں کھڑے ہیں۔ پھر قاضی صاحب نے آہیں بھرتے ہوئے کہا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ڈاڑھی مبارک کو مٹی لگی ہوئی تھی۔ حضرتؒ کو قرآن کا عشق تھا۔ مگر تم کبھی کسی غلام کے پیچھے اور کبھی کسی غلام کے پیچھے (مرزا غلام احمد اور غلام احمد پرویز) پھر فرمایا اور خطیبانہ عظمت سے فرمایا کہ لوگ مرتے ہیں، تو لوگ روتے ہیں۔ عمرؓ تو مرے گا، تو تجھ کو اسلام روئے گا۔"

ماسٹر تاج الدین انصاری حضرت اتمامِ حجّت کے طور پر سامعین سے اپنے وعظ کا اقرار کرواتے تھے۔ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ لاہور پر کئی دفعہ عذاب الٰہی آیا مگر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ پھیلا دیئے تو عذاب ٹل گیا۔

مولانا عبدالحکیم صاحب راولپنڈی

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک صاحب تقویٰ صاحبِ علم و فضل کو ظاہری اور باطنی کمالات سے مزیّن کر کے ایک مثالی زندگی عطا فرمائی۔ ایک موقعہ پر حضرتؒ نے حکومت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم علماء میں سے کسی پر ہاتھ اٹھاؤ۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟

حضرت عبدالقادر رائے پوری مرحوم نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ آپ کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے پاس حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ موجود ہیں۔

حضرت مدنی مرحوم نے اپنے لواحقین کو کئی بار فرمایا۔ اگر تم کو میرے پاس آنے کا موقعہ نہ ہو، تو شیرانوالہ کا رخ کرو۔

شیخ حسام الدین مرحوم

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو چن چن کر بلا رہا ہے۔ ڈر لگتا ہے کہ اب ہم عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائیں۔ کیونکہ، "تم بھی آجاؤ۔ تم بھی آجاؤ" کا پروگرام شروع ہو چکا ہے۔

مولانا عبدالستار نیازی صاحب

انگریزوں کی قہرمانی طاقت کو نفوسِ قدسیہ چیلنج دیتے رہے۔ ان میں حضرتؒ فردِ مخترم تھے۔ حضرتؒ نے ہر تحریک میں اپنی قوم کی قلندرانہ ترجمانی کی۔ وہ ایک فرد نہ تھے۔ ان کی ذات کام کرنے والوں کے لیے پناہ تھی۔ ان کے اشاروں میں سہارا ہوتا تھا۔ آپ کا طریقہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ کی زندگی میں تسلسل تھا۔ وہ آج سے پچاس سال پہلے جس منہاج صداقت پر تھے، آخر دم تک اسی پر قائم رہے میری رہائی کے بعد میرے غریب خانہ پر اطلاع دے کر تشریف لائے۔ آپ کی نشست کا نیچے انتظام کیا ہوا تھا۔ جب واپس جانے لگے تو فرمایا۔ مولانا اوپر کے کمرے میں مجھ کو اپنی چارپائی تک بھی لے چلو۔ تاکہ مجھے قدم قدم کا ثواب ملے۔ میں ایک مجاہد کو ملنے کے لیے آیا ہوں۔ مولانا نیازی صاحب یہ کہہ کر حاضرین

کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے، حضرات! آپ بھی اپنے آپ کو اس تلوار کی دھار پر لائیے اور دل سے کہئے۔ اِنّ صلاتی ونسکی ومحیایٔ ومماتی للہِ رب العٰلمین۔

علامہ انور صابری صاحب دیوبندی | مولانا کی وفات صدیوں کے دین و عمل کی تاریخ کی موت ہے۔ حضرت اقدسؒ اس دور کے شاہ ولی اللہ، مجاہدین میں سیّد احمد شہید اور تصوف میں امام ربانی مجدّد الف ثانی تھے۔"

تُربتِ اقدس سے فردوسی خوشبو

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقدِ انور (قصبہ خارتنگ[1] علاقہ سمرقند) سے خوشبو کا آنا متواتر ہے۔ بارہ سو سال سے وہاں کی معطّر فضائیں زائرین کے ایمان کو تازہ کر رہی ہیں۔

لاہور کے باشندوں نے بیک زبان ہو کر پکارنا شروع کر دیا کہ حضرت مولانا سیّد الابرار والاخیار کی تربت پاک سے فردوسی خوشبوئیں آنے لگی ہیں۔ نہایت معتمد افراد نے وہاں جاکر پتہ لگایا۔ حضرتؒ کی مرقد کی مٹی کا معائنہ اور تجزیہ کیا گیا۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ اس شمیم جانفزا کو کس چیز کی طرف منسوب کیا جائے۔ لہٰذا یہ بات زبان زدِ خاص و عام ہو گئی کہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کی لحد پاک روضۃ من الریاض الجنۃ بن گئی ہے۔ جس طرح آپ کی زندگی آیۃ من آیات اللہ تھی۔ خدائے قدوس کی عنایات ازلیہ و ابدیہ سے کچھ بعید نہیں ہے۔ حضرت شیخ الحدیث امامِ زماں امام بخاریؒ کی رفیع المنصبی میں عالمِ ربّانی حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ روحہ کو مشارکتِ معنوی کا سنہری موقع مرحمت فرما دے۔

---

[1] مردِ مومن ص۲۲۱۔ مطبوعہ فیروز سنز۔ شیخ عبد الحمید خاں۔ فیروز سنز۔ لاہور۔

ارشادِ ربانی اس سلسلے میں ملاحظہ ہو: فَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ ہ وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ ۔ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ [1]

رسول اِنس جان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنیے: القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران [2] (مشکوٰۃ شریف)

دراصل حضرت مولانا بندۂ مولا صفات بزرگ تھے اور قبر سے فردوسی خوشبو کا ظاہر ہونا خدائے رحیم کی شانِ کریمی کا ظہور تھا۔ اللہ پاک مولاناؒ کی روحِ پاک کو وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی [3] کا مژدہ سنائے اور اس نعمت ہوئی میں آپ کو سہیم و شریک بنائے۔

حضرت مولاناؒ کے ایک خلیفہ مجاز کا مراقبہ

حضرت مولاناؒ کی وفات [4] کے تیسرے دن بعد آپ کے ایک خلیفہ مجاز آپ کی قبر مبارک کے پاس مراقبہ کی حالت میں بیٹھے۔ سبحان اللہ۔ اللہ والوں کی صحبت میں طالبانِ حق کو کتنے مقامات رفیع عطا کئے جاتے ہیں۔ یہی وہ عطائے رحمانی ہے، جس کو فضل ایزد تعالےٰ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ؎

قوتِ جبریل از مطبخ نبود

بود از درگاہِ خلاقِ ودود

صاحب مراقبہ کا ارشاد ہے" میں حضرت آقائی و سیدی کے ارشاد کردہ طریقہ کے مطابق آپ کی قبرِ اقدس کے پاس مراقبہ کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت والا مقامؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ کے چہرہ انور پر مسرت و

---

[1] ۔ سورہ واقعہ ۵۶ آیہ ۸۸ [2] حدیث شریف (مشکوٰۃ شریف)

[3] ۔ سورہ الضحیٰ ۹۳ ۔ پارہ ۳۰ ۔ آیت ۴۔

[4] ۔ انوارِ ولایت ص۲۰۷ ۔ سوانح حیات حضرت مولانا احمد علیؒ مطبوعہ پنجاب پریس ۔ لاہور

بہجت کے انوار تھے۔ میں نے سلام کے بعد عرض کیا کہ آپ کی پروردگارِ عالم سے کیسے ملاقات ہوئی؟

حضرت مولانا مرحوم: مولانا! میں نے پروردگارِ عالم کو بہت شفیق و رحیم پایا۔ خدائے تعالےٰ نے مجھ پر سوال کیا کہ تم ہمارے لیے اسقدر مجاہدہ و ریاضت کیوں کرتے تھے؟

مولانا مرحوم: اے اللہ! مجھ کو آپ سے خوف آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ: اگر ہم نے تم کو بخشنا نہ ہوتا۔ تو تم پر ظاہری و باطنی اس قدر زیادہ ذمہ داریاں نہ ڈالتے۔

صاحبِ مراقبہ: میرے آقا! اور کوئی قابلِ ذکر ارشاد؟

حضرت مولانا: اللہ تعالےٰ کی یہ مخصوص عنایت ہوئی۔ مجھ کو کہا گیا۔ کہ ہم نے تمہاری مہمانی کے طور پر میانی صاحب کے تمام گناہگار (صاحبِ ایمان) اہلِ قبور سے اپنا عذاب اٹھا لیا ہے۔

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ أَعْظَمَ أَجْرًا ط وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ط إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٥

وگفتہ اند کہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ از ایشاں بارہا نور دیدہ باشد و بسیار خواص و عوام از مقابر صلحاء و شہداء نور مرتفع ببینند و ایں نور نفسِ زکیۃ ایشانست کہ چوں کارِ نفس عالی مے بود۔ نور او در بدن سرایت می کند و طبع مزاجِ بدن مے گردد و باز اگر نفس از بدن مفارق ہم می شود۔ تاہم آں جسد منبعِ انوار و منفذِ آں می باشد چنانچہ در حالتِ حیات و بقا نفس بود۔

لـه ۔ مزمّل ۷۳ ۔ پارہ ۲۹ ۔ آیت ۲۰

ـه ۔ "امداد السلوک مؤلفہ مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ ۸۶ ۔ از نقل مرد مومن ۲۲۲

حضرت[1] مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کی دستار بندی

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا عبد الہادی صاحب سجادہ نشین دین پور شریف (خلفِ اکبر حضرت حجۃ اللہ فی الارض شیخ المشائخ حضرت خلیفہ غلام محمد مرحوم دین پوری) نے سلطان الاولیا، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرّہٗ کی وصیّت اور سلسلہ قادریہ راشدیہ کی روایت کے مطابق شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ کے فرزندِ ارجمند مولانا عبید اللہ انور صاحب کو ۱۹ مارچ ۱۹۶۲ء بعد از نمازِ فجر باقاعدہ پگڑی بندھوائی اور حضرت اقدس علیہ الرحمہ کے متوسّلین کو جملہ معاملات اور معاملاتِ سلوک میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے آپ سے رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ سلسلہ قادریہ راشدیہ میں دستار بندی کا طریق شیخ المشائخ غوثِ زماں حضرت مولانا محمد راشد نور اللہ مرقدہٗ کے وقت سے چلا آتا ہے۔

حضرت[2] مولاناؒ کا مبارک کنبہ

حضرت لاہوریؒ جہاں خلقِ خدا کے لیے ہادی و معلم تھے۔ وہاں اپنی اولاد کے لیے مبارک باپ تھے۔ آپ نے دورِ حاضرہ کی مسموم[3] فضا میں اپنے بچوں کی پرورش کتاب و سُنّت کے طریق پر کی اور ان کو حزب الاخلاق روش پر قدم تک رکھنے کی اجازت نہ دی اور یہ چیز آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ اگر حضرت مولاناؒ کے والدین

---

[1] ۔ "مردِ مومن" ص۲۲۳ ۔ شیخ عبد الحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور

[2] ۔ " " " " ص۲۲۵
انوارِ ولایت ص۲۱۱ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور

[3] ۔ "عصرِ ما ۔ مارا ز ما بیگانہ کرد ۔ از جمالِ مصطفیٰ بیگانہ کرد" مثنوی پس چہ باید کرد ص۲۹ ۔ علامہ اقبالؒ

ماجدین نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کو محرّر کر رکھا تھا۔ تو آپ کی اہلیہ صفیہ بی بی کے والدین (حضرت مولانا ابو محمد احمد مرحوم جو مولانا کے خسر تھے، ان کا ذکر خیر سابقہ اوراق میں آچکا ہے) نے بھی حضرت زکریّا علیہ السلام کے نقش قدم پر چل کر اپنی بیٹی کو مریم زمانی بنانے کا تہیّہ کیا ہوا تھا۔ لہٰذا جب قدرت کے فیصلے کے مطابق حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے اپنی ازدواجی زندگی شروع کی تو پروردگار عالم کی فیاضیوں نے اس گھر کو اپنی رحمتوں کا نشیمن بنالیا۔

ننھے حسن کی پیدائش اور وفات

حضرت سندھی رح نے مولانا احمد علی مرحوم کی بچپن سے تعلیم و تربیّت کا ذمّہ لے رکھا تھا جس کو بتوفیق ایزدی آپ نے بطریق احسن سرانجام دیا اور ساتھ ہی آپ کو دامادی کا شرف بھی عطا فرمایا۔ شادی کے دوسرے سال آپ کے گھر اللہ تعالٰے نے بچہ دیا اس کا نام حسن رکھا گیا۔ اور اس بچے کی وجہ سے حضرت لاہوری رح کی کنیت ابوالحسن [۱] ہے۔ بچہ اپنی ولادت کے ساتویں دن راہیِ ملکِ بقا ہوا اور زمرۂ غلمان میں داخل ہوا اور اگلے دن اس کی مغموم اور مہجور والدہ ماجدہ اپنے لختِ جگر کی تلاش میں وادیٔ فردوس میں جا پہنچیں۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پھول تو کھل کر بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے، جو بن کھلے مرجھا گئے

محترمہ عائشہ بی بی کی ولادت [۲]

حضرت لاہوری رح کی دوسری اہلیہ سے آپ کے گھر پروردگار عالم نے پہلے لڑکی

---

[۱] انوارِ ولایت ص ۲۱۱ مطبوعہ پنجاب پریس مصنفہ ماسٹر لال دین ایم اے بی ٹی۔
[۲] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

عنایت فرمائی۔ اس کا نام عائشہ بی بی رکھا گیا۔ اس خوش اختر ننھی بچی نے اپنی مریم صفت والدہ محترمہ کا دودھ پیا اور اپنے جنید دوران باپ کی شفقت بھری نگاہوں میں رہ کر پرورش پائی۔ وہ اب تک زندہ ہیں چونکہ وہ مجھ احقر الانام کی نسبتی والدہ (ساس) ہیں۔ لہٰذا جب میں ان کی مادرانہ خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو مجھ کو اس بتولِ ولایت کی سیرت میں اس کے باپ (سیّد الاولیا حضرت لاہوریؒ) کے فردوسی کردار کے نقوش نظر آتے ہیں۔ گویا کہ یہ حیا و پاکدامنی کا مرقع اور نسوانیت کے شرف و مجدّ کی جیتی جاگتی تصویر ظاہری خدوخال اور معنوی اعتبارات سے اپنے ملک سیرت باپ سے بڑی حد تک مشابہ ہیں۔ حضرت مولاؒنا نے اپنی اس بیٹی کی رسمِ مناکحت کی ادائیگی میں بھی احیائے سنت نبوی کا ایک نمایاں ثبوت پیش کیا۔ مولانا نور اللہ جو اس وقت ایک درویش صفت طالب علم تھے۔ آپ نے ان سے حسب ونسب، ذریعۂ معاش اور رہائشی مکان تک کا سوال کئے بغیر اپنی بیٹی کا عقد ان سے رضامندی لے کر کر دیا۔ یہ سُنّت نبویؐ کا زرّیں نقشہ ہے، جو آپ کے عمل میں نظر آتا ہے۔

حافظ حبیب اللہؒ مہاجر مکّی ومدنی

مخدومہ عائشہ بی بی کے بعد حضرتؒ کے گھر میں وہ بچہ پیدا ہوا۔ جس کو کسی حد تک عصرِ حاضر میں وَلِنَجْعَلَهٗ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا کا مصداق مانا جائے، تو مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ اس ماں کی گود میں پرورش پاتا رہا۔ جس ذاکرہ و شاغلہ کو رب العزۃ نے فرائض کی ادائیگی میں حُسنِ عبودیت اور نوافل میں مقامِ احسان کی نعمتوں سے نوازا ہوا تھا۔ وہ شب بیدار ہونے کے علاوہ روزانہ قرآنِ حکیم کی ایک منزل تلاوت فرماتیں اس گھر کا ماحول قرآنی نغمات اور تہلیل و تسبیح کی صداؤں سے معمور رہتا تھا۔ کنبے کے سرپرست کا شیوہ رزقِ حلال اور صدقِ مقال تھا۔ بچہ اپنی پاک دامن

سہ۔ مردِ مومن ص ۲۲۵۔ شیخ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

عابدہ وزاہدہ والدہ کے سینے سے چمٹ کر معصومانہ غذا حاصل کرتا تھا۔ اب بڑا ہو کر اس کا اسلافِ کرام کا مثیل بننا یقینی تھا اور اس کا وجودِ مسعود دینِ حق کے لیے حجت وبرہان بننے والا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے وقت میں الٰہامی سعادتوں کا نقیب اسلامی اقدار کا محافظ بن کر زندگی بسر کرنے والا تھا۔ صابرانہ توکل وغنا کی جھلکیں اس کی جبینِ نیاز کو تابندہ ودرخشندہ رکھنے کی ضمانت دیتی تھیں۔ [1]

جواں مردے کہ خود را فاش بیند ۔ جہانِ کہنہ را باز آفریند
ہزاراں انجمن اندر طوافش ۔ کہ او با خویشتن خلوت گزیند

صاحبزادہ حبیب اللہؒ کو سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کروایا گیا۔ پھر ابتدائی کتب ختم کرا کر دارالعلوم دیوبند بھیجا۔ اس وقت اُس مرجعِ اخیار مدرسہ میں سیّد انور شاہ کاشمیریؒ جیسے یکتائے روزگار علامہ۔ حضرت مدنی جیسے مجاہدِ کبیر اور شارحِ حدیث مردِ حق آگاہ اور حضرت شبیر احمد عثمانی ایسے دانائے رموزِ قرآنیہ موجود تھے۔ حافظ حبیب اللہ نے مذکورہ بادیانِ دینِ متین کی صحبت میں دل کھول کر کسبِ ضیا کیا۔ آخر جامعیت کا خلعتِ فاخرہ در بر کئے لاہور واپس آئے۔ اپنے والد بزرگوار کی سنّت کے مطابق خدمتِ قرآن کا کام نہایت تندھی سے شروع کر دیا۔ ۱۹۴۷ء کو حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ تقریباً ۲۰ سال مدینہ منوّرہ اور مکّہ معظمہ کی قدسی فضاؤں میں رہے۔ حضرت مولانا لاہوریؒ نے بھی بلایا اور حافظ حبیب اللہ مرحوم کی والدہ محسنہ وصدیقہ نے بھی واپسی کے لیے لکھا۔ لیکن ان سب کو قیامت کی ملاقات پر راضی کر لیا اور خدا تعالیٰ کی مشیّت [2] کے مطابق مدینۃ الرسول کو نہ چھوڑا۔

---

[1] ۔ علامہ اقبال مرحوم۔ ارمغان حجاز ص۱۱۱۔ مطبوعہ پاکستان ٹائمز پریس۔ لاہور

[2] ۔ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد راقم الحروف نے حافظ حبیب اللہ نور اللہ مرقدہٗ کو ایک طویل عریضہ لکھا تھا، جس میں پرزور استدعا کی گئی تھی کہ آپ پاکستان واپس آجائیں تاکہ لاہور کا مرکز اپنی سابقہ دینی روایات کو زندہ وتابندہ رکھ

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا

(بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ) سکے۔ جس کے جواب میں آپ نے مجھ احقرالانام کو مندرجہ ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا۔ قارئین کو پڑھ کر بہمہ وجوہ یقین ہو جائے گا کہ ان پاکیزہ ہستیوں کا قیام و سفر مشیت الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

محترم المقام جناب ماسٹر لال دین صاحب اختگر زید مجدکم

سلام مسنون۔ مزاج اقدس۔ حبیب اللہ از المدینۃ المنورہ

مکرمت نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ اس یادآوری و کرم فرمائی کا بسیار بسیار شکریہ!

محترم! جو تحریک آپ نے فرمائی ہے۔ اس سے قبل دو مرتبہ یہی تحریک حضرت مرحوم و مغفور قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً نے اپنی حیات طیبہ میں فرمائی تھی۔ پہلی مرتبہ اپنی وفات سے غالباً دس برس پیشتر اور دوسری مرتبہ اپنی وفات سے ٹھیک دو برس پیشتر۔ جو جواب ان کی خدمت عالیہ میں میں نے تحریر کیا تھا وہی جواب آپ کی خدمت مبارک میں عرض کرتا ہوں۔ رحمت الٰہی سے یقیناً توقع ہے کہ جس طرح وہ میرے جواب سے مطمئن ہو گئے تھے۔ جناب والا بھی اسی طرح مطمئن ہو جائیں گے۔

شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ ہر مہتم کام کرنے سے پہلے استخارہ کر لینا چاہیے۔ استخارہ میں اللہ علیم خبیر کی طرف سے جو بندہ کو رہنمائی ہو، اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ میں نے ہر دو مرتبہ استخارہ کیا۔ ہر مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے صریح طور پر سفر پاکستان کی ممانعت ظاہر ہوتی رہی۔ دوسری مرتبہ چونکہ حضرت قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کا اصرار بہت شدید تھا اور بار بار یہی فرماتے رہے کہ تمہارے تمام مصارف سفر کی کفالت میرے ذمہ ہے۔ اور بذریعہ ہوائی جہاز آجاؤ۔ تو میں نے نہایت ہی ادب سے عرض کیا کہ مجھ کو تو د جاری۔ (اگلا صفحہ)

تین ماہ مکہ معظمہ میں ایامِ حج میں رہتے۔ حرم پاک میں درسِ قرآن پاک دیتے سینکڑوں حجاج

(حاشیہ۔ پچھلا صفحہ) سفرِ پاکستان کی استخارہ میں نفی معلوم ہوتی ہے۔ حضور پر نور مجھ کو استخارہ فرماکر ارشاد فرمائیں۔ ان کا جواب بھی یہی تھا کہ میرا استخارہ بھی ٹھیک تمہارے استخارہ کے مطابق ہے۔ وہیں رہنے میں خیر ہے۔

آپ کا خط موصول ہونے کے بعد میں نے پھر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ تو جو بات دو مرتبہ پہلے منکشف ہوئی تھی، اب بھی وہی منکشف ہوئی ہے۔ اللہ عالم الغیب کے اسرارِ مکتومہ کو کوئی اپنی عقلِ ناقص سے نہیں دریافت کر سکتا۔ اسرارِ الٰہی انسان کی فہم و ادراک کی حد سے ماوراء ہیں۔ ع

کہ کس نہ کشود و نکشاید بحکمت این معمہ را

لاکن شریعت کا حکم ہے۔ استخارہ کرنا چاہیے۔ بندہ کی سعادت تعمیلِ حکم میں ہے اور شقاوتِ کلی عصیان و نافرمانی میں ہے۔

آپ کی فرستادہ کتاب "محسنہ کائنات" وصول ہو گئی تھی۔ جزاکم اللہ خیر والاحسان۔

اپنی والدہ ماجدہ صاحبہ کو میرا سلام مسنون عرض کر دیں اور عزیزہ جمیلہ بی بی کو بھی سلام مسنون اور عزیزی امین الدین سلمہٗ و عزیزی عبداللہ یوسف سلمہٗ کو پیار۔ والسلام مع الاکرام

۱۱۔ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ، ۱۰ اپریل ۱۹۶۲ء۔ یوم الاحد۔

لہ۔ مندرجہ ذیل خط حافظ حبیب صاحب نے ۴ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ، ۲۴ مارچ ۱۹۵۸ء، مدینہ منورہ سے اپنے والدِ محترم مولانا احمد علی مرحوم کو لکھا۔ خط قدرے طویل ہے۔ ہم اس کے مخصوص حصص نقل کرتے ہیں، جن سے آپ کی سیرت و کردار پر روشنی پڑتی ہے۔

"اس بندۂ ناچیز و ضعیف کو عمر میں ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ پہلا رمضان المبارک مدینہ منورہ میں نصیب ہوا۔ دونوں ہی حرمین الشریفین کی برکات ایسی دل کش، روح افزا، جاذبِ قلب و روح ہیں، جن کو الفاظ ادا کرنے سے عاجز ہیں۔ عرفی۔ لذتِ بادہ ندانی بخدا تا نچشی

پورا حرم الشریف النبوی نمازیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ جب امام صاحب اپنی نماز تراویح ختم کرتے ہیں تو لوگ اپنی اپنی جماعتیں کرانے لگتے ہیں۔ خدا معلوم قرآن کے

(جاری)

کرام آپ کے درس سے مستفیض ہوتے۔ ۱۹۵۲ء میں راقم الحروف نے آپ کو بیت الحرام میں درس دیتے سنا۔ آپ کا حجرہ بیت اللہ کی باہر کی چار دیواری کے اندر تھا۔ آپ کے ساتھ عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔ باقی نو ماہ مسجد نبوی میں قرآن حکیم کا درس دیتے۔ گویا کہ اس عرصے میں آپ کو اسلامی ممالک کے اس عظیم الشان مقدس مرکز میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کا خوب موقعہ ملا۔ بالفاظِ دیگر یہ حضرتِ لاہوری کے

حافظ آسمان سے فرشتے اترتے ہیں، یا عالمِ غیب کی کوئی مخلوق ہوتی ہے۔ ان عابدین سے رات بھر حرم الشریف معمور رہتا ہے۔ ہر جنس اور ہر عمر کے حافظ۔ ترکی، شامی، مصری، مدنی، بخاری افغانی، ہندی۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ۔ عجیب رونق ہوتی ہے۔

الحمدللہ! میرا نمازِ فجر والا درس رمضان المبارک میں بھی جاری ہے۔ بعد نمازِ مغرب رمضان کی وجہ سے موقوف ہے۔ انشاء اللہ بعد رمضان جاری ہو جائے گا۔ جب میں درس دیتا ہوں اور مشتاق سامعین کے منور چہرے چاروں طرف دیکھتا ہوں اور رحمتِ الٰہی جو حلقاتِ ذکر پر نازل ہوتی ہے۔ جس کے نزول کا ذکر احادیثِ صحیحہ میں بکثرت ہے۔ جب روحانی طور پر سب محظوظ ہوتے ہیں تو میرے دل سے آپ حضرات والدین ماجدین دامت برکاتکم کے لیے اتنی بے شمار بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں، جنہوں نے اس نیک راہ کی رہنمائی فرمائی۔

مسجد النبوی الشریف جہاں پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت امام الانبیاء سید المرسلین نے درس دیا ہے اور آپؐ کے بعد سے خیر القرون سے آج تک ہر عہد میں صلحاء امت میں علماء ربانیین کو یہ شرف حاصل ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے محض آپ حضرات والدین ماجدین کی نیت صالحہ کی برکت سے مجھ عاجز و ضعیف کو لاکر بٹھا دیا ہے۔ قرآن پاک اور احادیث میرے سامنے کھلی ہوتی ہیں۔ لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت وہ عطا فرمائی ہے جو اپنے وطن میں بھی نہیں تھی۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔

باقیات الصالحات کا فیض عام تھا، جس سے ساری اسلامی دنیا متمتع ہوتی رہی۔
اٹھائیس دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اتنی ہی دفعہ میدانِ عرفات، مزدلفہ
اور منیٰ میں مناسکِ حج کی ادائیگی میں لاکھوں منتخبہ روزگار نفوسِ قدسیہ (حجاج کرام)
کے ملکوتی اجتماع میں کھڑے ہو کر خدائے ذوالجلال کے حضور میں عجز و نیاز کے آنسو
بہائے۔ کعبۃ اللہ اور حرم نبوی میں لاکھوں دفعہ تسبیح و تہلیل کے پرسوز نغمات
بلند کئے۔ کتنے قرآن مجید ختم کئے۔ کتنے طواف کئے اور آخر کروڑوں سجدوں کے
نشاں جبین نیاز پر لے کر ۱۹۷۲ء احکم الحاکمین کے دربار میں جا پہنچے۔ ہم اس
سعادتِ دارین پر حافظ مرحوم کے والدین ماجدین کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔
حافظ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولاناؒ کے گھر صاحبزادہ حفیظ اللہ
اور پھر عبید اللہ پیدا ہوئے۔ لیکن یہ دونوں پھول ابتدائے بہار میں ہی مرجھا گئے۔ دو
بچیاں فاطمہ اور رقیہ بلوغت کے قریب پہنچ کر وفات پا گئیں۔ ایک بچی مریم بی بی سن
بلوغت تک پہنچی۔ اس کا عقد مولانا عبدالمجید مرحوم سوہدروی سے کیا۔ وہ بھی دو
بچیاں اور ایک بچہ عبدالوحید کو یتیم چھوڑ کر ملکِ عدم کو چلتی بنیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا
اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ وہ صدمات ہیں جو آپ کو مرورِ ایام میں پہنچے اور آپ نے نہایت
صبر جمیل سے برداشت کیے۔

جانشین حضرت شیخ التفسیر قاری عبید اللہ انور مدظلہ العالی

آپ اپنے چھوٹے بھائی حافظ حمید اللہ صاحب سے بڑے ہیں۔ کتب متداولہ
کی تحصیل کے لیے آپ کو دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا۔ ناظرہ قرآن مجید گھر پر اماں جان
مرحومہ سے پڑھا اور کم سنی میں ہی دیوبند بھیجے گئے۔ سندِ فراغت حاصل کر کے
لاہور اور پھر کراچی میں خدمتِ دین کرتے رہے۔ للہیت اس خاندان کا فطری
جوہر ہے۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ان کا آبائی ورثہ ہے۔ والد مرحوم کی تمام
ذمہ داریاں اب آپ کے کندھوں پر ہیں۔ آپ کی سیرت تمام اخلاقِ حمیدہ کی

آئینہ دار ہے۔ شباب کے باوجود بزرگانہ شیریں مقالی، سراپا نہ مروّت، بشریٰ پر ذہانت کے انوار، آنکھوں میں پاکیزگیٔ فطرت کی جھلکیں، حلم و حیا میں عثمانی صفت، اقربا و اعزّہ میں ہردلعزیز، اغیار میں ممدوح و موصوف اور اس پر طرّہ یہ کہ لاکھوں مہجوروں (حضرت لاہوری کے متوسّلین) کے روحانی مشفق حضرت شیخ التفسیر مرحوم کی جیتی جاگتی نشانی

اے گل بتو خورسندم، تو بوئے کسے داری!

آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کا مقتدا، ہادی بنائے تاکہ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کی روایت تا ابد قائم رہے۔

حافظ حمید اللہ مرحوم

حضرت مولاناؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ فارغ التحصیل عالم دین ہونے کے علاوہ حافظ قرآن مجید بھی تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے بڑی سختی سے پابند تھے۔ حضرتؒ ان پر بڑے شفیق تھے۔ متعدد دفعہ حج بیت اللہ سے سرفراز ہوئے خدمت دین میں سارا وقت صرف کرتے تھے۔ اپنے والد مکرّم کی وفات کے چند سال بعد چند دن بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ مقام عبرت ہے کہ حافظ مرحوم کی فوتیدگی کے تقریباً چھ ماہ بعد آپ کی اہلیہ زاہدہ بی بی بھی اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ یہ بارونق اور آباد گھر دو بچیوں اور تین بچوں کے یتیم خانہ میں تبدیل ہو گیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وِاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ٥ واعتبروا یا اولوالالباب

حضرت شیخ التفسیرؒ کی اہلیہ محترمہ

ہم حسنِ خاتمہ کے طور پر رابعۂ وقت حضرت صفیہ بی بی اہلیہ محترمہ حضرت شیخ التفسیر کے مختصر حالاتِ زندگی قلمبند کرتے ہیں۔

آپ کے والد بزرگوار (حضرت مولانا ابو محمد احمد مرحوم) کا تعارف کہیں ابتدا مقالہ میں کرایا گیا ہے۔

بچپن حضرۃ مخدومۃ المکرمہ اماں جان نے بچپن میں قرآن پاک ایک ایسے حافظ و قاری سے پڑھا جنہوں نے دار العلوم صولیتہ مکہ معظمہ (زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً) سے فنِ تجوید و قرأت میں باقاعدہ سند حاصل کی تھی۔ یہ تاریخی سعادت تھی جو آپ کے حصہ میں آئی۔

علمی ذوق اماں جان مرحومہ و مغفورہ کو فارسی زبان میں خاص دسترس حاصل تھی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا اکثر کلام حفظ تھا۔ زیب النساء کا دیوانِ مخفی ہمیشہ زیرِ مطالعہ رہتا تھا۔ آپ نے فارسی زبان میں ایک کتاب بھی تالیف فرمائی جس کی طباعت نہ کرائی جاسکی۔ یہ کتاب علم الاخلاق سے متعلق تھی۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کی کتاب کیمیائے سعادت سے قلبی شغف تھا۔ موسم سرما میں پوری ضخیم کتاب (بزبانِ فارسی) تین چار دفعہ ختم کی جاتی تھی۔ مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کی پوری مسدس یاد تھی اور اکبر الہ آبادی کے اکثر اشعار ازبر تھے۔ آپ نے حضرت مولانا سید اشرف علی تھانوی مرحوم کی اکثر تصانیف اور خصوصاً "بہشتی زیور" بارہا بچیوں کو پڑھایا۔ فقہی مسائل اکثر نوکِ زبان ہوتے تھے۔ ڈپٹی ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی تصانیف کا مطالعہ بھی لازمی سمجھا جاتا تھا۔

عقیدت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن علیہ الرحمۃ اور حضرت مدنی مرحوم سے بڑی عقیدت تھی۔ حضرت تھانویؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ کی پاکدامن ازواج کے ساتھ باہمی میل جول اور ایک دوسرے کے گھروں میں کبھی کبھار تشریف لانا بھی ثابت ہے۔ دعا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو صالحاتِ امت کے زمرہ میں شامل فرمائے۔

عبادات آپ نے ساری زندگی نماز تہجد کو بالالتزام پڑھا۔ آپ کے فرزند اکبر حافظ حبیب اللہ مہاجر مکیؒ کی روایت ہے کہ مرحومہ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ہمیشہ گیارہ دفعہ سورۂ مزمّل اور گیارہ سو دفعہ "یا مُغنی" اور بعد نمازِ فجر قرآن مجید کی ایک منزل (چھ یا سات پارے) کی تلاوت اور روزانہ بارہ ہزار

مرتبہ یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع کا ورد کیا کرتی تھیں۔

تمام نمازوں کے بعد تسبیحات، ذکرِ قلبی اور باقی بہت سے معمولات ہوتے تھے۔ مرحومہ مخدومہ سورۂ والضحیٰ کی بہت بلند پایہ عاملہ تھیں اور اس مبارک عمل کی اجازت آپ کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے دی تھی۔ آپ کو نوافل کی کثرت کی وجہ سے قلبِ مطمئنہ حاصل تھا۔ آپ نے حضرت مولاناؒ کی معیّت میں متعدّد دفعہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ اقدس بھی کی اور ساتھ ہی اپنے فرزند جلیل حافظ مرحوم کی ملاقات سے اپنے دل کو ٹھنڈا کراتی تھیں۔ حضرت کے ہمراہ آپ سندھ اور دیوبند بھی تشریف لے جاتیں۔

اپنے دو صاحبزادوں (حبیب اللہؒ، حمید اللہؒ) اور ایک نواسہ عبدالوحید صاحب کو قرآن پاک حفظ کرانے کی سعادت بھی آپ کی حیاتِ مبارکہ کا حصہ بنی بیٹیوں، نواسیوں اور بہو بیٹیوں کو دینی تعلیم اور عملِ صالح کی تاکید کرتی رہتی تھیں۔ گھر کا کام، کھانا پکانا وغیرہ اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ آپ کی پاکیزہ اور مثالی زندگی باقی مستورات کے لیے قابلِ عمل اسوۂ کا کام دیتی تھی۔ عفّت، رحم دلی، ذوقِ عبادت، فرمانبرداری، مادرانہ شفقت، للہیّت اور خشیّت الٰہی آپ کی حیاتِ طاہرہ کے روشن ابواب تھے۔

ہم انشاء اللہ آپ کے باقی خصائلِ حسنہ اور صفاتِ ستودہ حقوقِ زوجین کے عنوان میں درج کریں گے۔

تاریخ ہائے رحلت[لے]

ملک کے چند نامور ادیبوں نے حضرتؒ کی تاریخ ہائے وفات لکھیں، ان میں سے چند ایک پیش کی جاتی ہیں۔

باغِ اربابِ کشف سے آخر۔ بلبلِ قدس اڑ گیا ہیہات

وفاتِ مفسرِ قرآن احمد علی [۱۶۰۹] ۔ امیرِ انجمن خدّام الدین بمرد [۲۲۸] [۱۳۸۱ھ]

وصف کی صورت ہے۔ تاریخِ وصال۔ رہبرِ راہِ خدا احمد علی [۱۳۸۱ھ]

عفر اللہ لہٗ ۔ (مفتی جمیل احمد تھانوی) [۱۳۸۱ھ]

لے۔ مردِ مومن [۱۳۸۱] ص ۲۳۵۔ شیخ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز۔ لمیٹڈ۔ لاہور

مرثیہ لرحلۃ مولانا احمد علیؒ

حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

کَانَ فی لاھور شیخٌ مَاجِدٌ — فَاضِلٌ فی العلمِ عالٍ فِی العمل

لاہور میں ایک شیخ تھے بزرگ — علوم دین میں فاضل۔ اعمال میں بلند پایہ

اَلمعیٌّ لَوْذَعِیٌّ بَارِعٌ — مُتّقٍ تقواہُ فی ذُرَی القُلَل

زیرک، ذہین۔ فائق — وہ متقی کہ ان کا تقوی بلندی میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھا

مُہتَدٍ ھادٍ عزیزٌ فَضلُہٗ — اٰخذُ الایدی لِاَصحابِ الزَّلَل

راہ شناس۔ راہنما۔ بڑے فضل والے — لغزش والوں کے خاص دست گیر

مِفْضَلٌ احمد علیٌّ المرتضی — قَدْ کَسَی الاحبَابَ بالتَّقْوَی الحُلَل

بڑے فاضل مولانا احمد علی قدرت کے منتخب — جنہوں نے تعلق والوں کو تقوٰی کے حلے پہنائے

شَابَ سِنّاً صورۃً لٰکنّہٗ — عِنْدَ اِبطالِ الخَنٰی کھلٌ بَطَل

عمر میں صورت میں تو بوڑھے تھے لیکن — برائیوں کو باطل کرنے کے وقت بہادر پہلوان تھے

ھَاتِکُ الاَستارِ عَنْ کیدِ العِدٰی — قَامِعُ البِدْعَاتِ قَلّاعُ الدَّجَل

مخالفین کی مکاریوں کے پردے چاک کرنیوالے — بدعتیوں کا قلع قمع کرنیوالے اور دجل و فریب کی جڑیں اکھاڑنے والے

کَانَ من خُدّام دینِ اللّٰہِ اِذ — مَالَ نَاسٌ نحوَ لاتٍ او ھُبَل

آپ ایسے وقت دین کے خادموں میں سے تھے۔ — لوگ لات و ھبل (شرک) کی طرف مائل تھے

مَنْ اَتیٰ فی دَرسِہٖ نَالَ الھُدیٰ — وانجلی الوسواسُ وانسدّ الخلل

جو آپکے درس میں شامل ہوتا، ہدایت پالیتا — شبہات دور ہوجاتے اور ہر خلل ختم ہوجاتا

عَمَّ شُبّاناً وّ شِیباً فَیضُہٗ — کُلّ اِشکالٍ لھُم منہُ اضمَحَل

آپ کا فیض بوڑھوں اور جوانوں کو عام تھا — ان کا ہر اشکال درس سے مٹ جاتا تھا

يَوْمُهٗ عِلْمٌ وَّ ذِكْرٌ دَائِمًا	لَيْلُهٗ فِي الشُّغْلِ بِاللّٰهِ اِشْتَغَلْ
آپ کا دن تو علم اور مسلسل ذکر تھا	اور رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولی میں صرف تھی
قَلْبُهُ التَّنُّوْرُ مِنْ نَّارِ الْجَوٰى	كَانَتِ الْاَلْفَاظُ مِنْهَا كَالشُّعَلْ
آپ کا دل عشق الٰہی کی آگ سے تندور تھا	اسی وجہ سے آپ کے الفاظ شعلوں کی طرح اڑ رہے تھے
جَازِهٖ يَا رَبِّ عَنَّا خَيْرًا مَّا	جُوْزِيَ الْاَبْرَارُ فِيْ اَعْلَى الْمَحَلْ
پروردگار انکو ہماری طرف سے بہترین جزائیں دیجئے	جو نیک لوگوں کو اعلیٰ مرتبوں میں دی جاتی ہیں
رَاحَ فِيْ رَوْحٍ وَّ رَيْحَانٍ لَّهٗ	وَاِلٰى رَبِّيْ تَعَالٰى الْمُرْتَحَلْ
آپ تو اللہ کی رحمت اور چمن میں پہنچ گئے	اور میرے پروردگار ہی کی طرف سب کا سفر ہے
قَالَتِ الْاَحْبَابُ فَيْضٌ فَائِتٌ	قُلْتُ بِالرَّوْحِ وَبِالرِّضْوَانِ حَلْ
دوستوں نے کہا کہ بڑا فیض فوت ہو رہا ہے	میں نے عرض کیا کہ وہ تو رحمت اور رضائے الٰہی میں نازل ہو گئے
اٰبَ جَاءٍ بَادَ زُهْدٌ كَامِلٌ	اٰهِ شَيْخٌ زَاهِدٌ حَبْرٌ رَحَلْ
آنے والے واپس ہو گئے، زہد کامل رخصت ہو گیا	آہ ایک بزرگ زاہد فاضل سفر کر گیا

وہ مرغزار کہ بیم خزاں نہیں جس میں
غمیں نہ ہو، کہ ترے آشیاں سے دور نہیں

(اقبالؒ)

مرد مومن صـ ۲۲۳، ۲۲۴ شیخ عبدالحمید خاں - فیروز سنز لمیٹڈ - لاہور

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں

لال دین اخگر ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی۔ ہائی سکول بھالیکے

اے شہیدِ درسِ قرآنِ مبین ڈھونڈتی ہیں تجھ کو آنکھیں ہر کہیں
آج ہے تیرا مکاں خُلدِ بریں ہائے تجھ سا مہرباں ملتا نہیں
تیری صورت یاد آتی ہے ہمیں
تیری فرقت خوں رلاتی ہے ہمیں

سب کی آنکھیں تیرے غم میں اشکبار سب کے دل تیری جدائی میں فگار
تو نہیں تو کس طرح آئے قرار جس کو دیکھیں پھر رہا ہے سوگوار
آہ و زاری میں اثر کوئی نہیں
اس شبِ غم کی سحر کوئی نہیں

تیری مرقد مطلعِ انوار ہے تیری تربت مرجعِ اخیار ہے
تیری منزل منزلِ احرار ہے تیری خلوت مخزنِ اسرار ہے
وارثِ پیغمبراں تھی تیری ذات
اللہ اللہ بندۂ مولیٰ صفات

اے امامِ اتقیائے ایں زماں اے امیرِ لشکرِ روحانیاں
قلبِ تو کشرعِ مبیں راز داں جانِ تو با قدسیاں است ہم زباں
ہم نشینِ انبیاء قدسی نہاد
منزلت در جنتِ فردوس باد

ذوقِ قرآں تیری الفت کا ثمر علم و عرفاں تیری صحبت کا ثمر
اے خوشا تیری زیارت کا ثمر مل گیا دنیا میں جنت کا ثمر

تیری صورت عارفوں میں لاجواب
تیری ہستی رہنمائے شیخ و شاب

اے کہ سب حسنِ مروّت تجھ سے تھی　　اے کہ سب یمن و سعادت تجھ سے تھی
سب کے ایماں میں حرارت تجھ سے تھی　　لاکھ انسانوں میں الفت تجھ سے تھی

ہم ایتیموں سے بھی ابتر حال ہیں
ہائے ہم پامال ہیں ، پامال ہیں

مردِ حق ، درویش رو ، روشن ضمیر　　حریت تھی تیری فطرت کا خمیر
سر تا پا شفقت ، محبت کا سفیر　　پدرِ مشفق ، نرم خو ، مثلِ حریر

بایزیدؒ عصرِ حاضر بالیقین
قطبِ دوراں ، ہادیٔ روشن جبیں

چہرہ تاباں اور الہامی زباں　　درسِ قرآں رحمتِ حق کا نشاں
سن رہے ہیں شوق سے کرّوبیاں　　روحِ قرآں اور ترا حسنِ بیاں

آج یزدانی نوا خاموش ہے
آج نورانی فضا مدہوش ہے

رو رہے ہیں گو تجھے دیوار و در　　الوداع اے سیّدِ والا گہر
مدنیؒ و شاہ جی تھے تیرے ہم سفر　　متفق ہیں اس پہ سارے ہمعصر

اس لیے رضواں سے دعوت آگئی
اپنے حق میں اک قیامت آگئی

حضرت مولاناؒ کے ملفوظات

ہم مولاناؒ کے ملفوظات میں سے چند ایک کا انتخاب درج کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ والوں کی جوتیوں میں وہ موتی ملتے ہیں، جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے ـ نہیں ہوتے۔

۲۔ اللہ والے کمیاب ضرور ہیں، لیکن نایاب نہیں۔

۳۔ لاہوریو! میں اتمام حجت کر رہا ہوں۔ میں اپنے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بری الذمہ کر رہا ہوں، تاکہ آپ لوگ قیامت کو یہ نہ کہیں کہ ہمیں کوئی ڈرانے والا اور سنانے والا نہیں آیا۔

۴۔ میں آپ کو بیدار کر رہا ہوں۔ پٹواری سے لے کر گورنر تک آپ کا کوئی خیر خواہ نہیں ہے۔ اگر آپ کا کوئی خیر خواہ ہے، تو وہ اللہ والا ہے، جو آپ سے کھانے کو نہ مانگے۔ دروازہ محمدیؐ کا غلام ہو۔ اس کے ایک ہاتھ میں قرآنِ حکیم ہو اور دوسرے ہاتھ میں مشعلِ خیر الانام ہو۔ وہ ان دونوں نوروں کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کرے۔

۵۔ قرآن حکیم اور تمام احادیث نبویؐ کی تشریح دو جملوں میں کی جا سکتی ہے کہ خدا کو بعبادت اور خلقِ خدا کو بخدمت راضی رکھو۔

۶۔ عالمِ دین ہو، حافظ قرآن ہو، حج بھی کر آیا ہو۔ زکوٰۃ کی پائی پائی ادا کرے۔ اور مر جائے اور ضعیف والدین ہاتھ اٹھا کر بد دعا کریں کہ یاالٰہی ہم تو اس پر راضی نہیں ہیں، تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ ایک دفعہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔

۷۔ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔ ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے، تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔

۸۔ میرا اپنا سلسلہ قادری ہے، مگر میں سلاسلِ اربعہ کے بزرگوں کا ادب کرتا ہوں۔

۹۔ لوگ کہتے ہیں۔ بینا سارے اور اندھا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں۔ اندھے سارے، بینا کوئی کوئی۔

۱۰۔ نعم الامیر علی باب الفقراء ۔ وبئس الفقیر علیٰ باب الامرا

۱۱۔ اگر کوئی ہوا میں اڑتا آئے اور لاکھوں مرید پیچھے لائے۔ مگر سنّت نبوی کا مخالف ہو تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا ناجائز۔ اس کی بیعت حرام اور اگر پہلے کر چکا ہے تو بیعت توڑنا فرض عین۔

مولانا مرحوم کے معمولات

حصہ اول کے اختتام پر حضرت لاہوریؒ کے معمولات درج کرنا ضروری ہیں تاکہ قارئین کرام کو اس ربّانی شخصیّت کی عملی زندگی سمجھنے میں آسانی ہو۔ یہ حالات آپ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی، آپ کی بڑی صاحبزادی عائشہ بی بی اور آپ کے نواسہ حافظ عبدالوحید صاحب اور آپ کی نواسی جمیلہ کوثر سے بالمشافہ بات چیت کر کے حاصل کئے گئے ہیں۔

ہم نے اپنی والدہ[1] مرحومہ سے متعدد دفعہ سنا تھا کہ جب ہم ابھی کم سن بچے تھے تو حضرت اباجان مرحوم بازار سے سودا سلف خود خرید کر لایا کرتے تھے۔ والدہ مرحومہ کے بیمار ہونے کی صورت میں اپنے ہاتھوں سے آٹا گوندھتے، سالن تیار کرتے۔ بیمار کے خاص کھانے کی تیاری بھی خود ہی کرتے۔ ساری زندگی گھر میں کوئی خادم یا خادمہ رکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ تندرستی کی حالت میں والدہ محترمہ اپنے ہاتھوں سے گھر کا تمام کام کاج کر لیتی تھیں اور ہماری بہنیں ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ جب ہم قدرے بڑے ہو گئے تو سودا سلف کی خرید کی ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی۔

---

[1] ۔ مولانا عبیداللہ انور صاحب (راوی)، گھر جا کر گھر کے دھندے میں مشغول رہتے۔ پھٹے کپڑوں کو سیتے جوتا ٹوٹ جاتا تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے، دودھ دودھتے۔ صحیح بخاری، مسند احمد بن حنبلؒ، مسند عائشہؓ ماخوذ از سیرۃ النبی حصہ دوم ص۲۱۲ مصنفہ مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم۔

ہمارے بچپن کے زمانے میں حضرت اباجی مرحوم مکان کے نچلے حصے سے تیسری منزل تک پانی خود لے جایا کرتے تھے اور قیام سندھ[۱] کے ایام میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ دونو وقت باہر کنوئیں سے پانی اٹھا کر لاتے تھے ۔ اور کنواں گھر سے ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر تھا ۔ ہفتے میں دو تین دفعہ نمازِ عصر کے بعد جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور جب آپ امروٹ شریف اور پیر جھنڈا میں حضرت سندھی کے پاس رہتے تھے تو حضرت سندھیؒ کے گھر کے لیے پانی بھرنا، جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا، حضرت سندھیؒ اور اپنے چھوٹے بھائیوں (محمد علی مرحوم، عزیز احمد مرحوم اور رشید احمد مرحوم) کے کپڑے دھونا آپ کا معمول تھا۔

حضرۃ عائشہ بی بی[۳] کا بیان ہے کہ اباجان باہر کا دروازہ بند کر لیتے اور جمعہ کے دن اپنے کپڑے اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے تھے ۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ دھوبی کپڑے صاف کرتے ہیں لیکن پاک نہیں کرتے ۔ اپنی حجامت بھی خود ہی بنایا کرتے تھے ۔

معمولاتِ عبادت تمام زندگی نمازِ تہجد[۴] (آٹھ رکعت) کی پابندی فرماتے رہے ۔ علاوہ ازیں باقی نوافل کا اہتمام بھی کیا جاتا ۔ نمازِ تہجد کے بعد حفظ کردہ سورتوں کی تلاوت قدرے بالجہر فرماتے ۔ پھر اذان کے بعد گھر پر سنتیں پڑھتے اور مسجد میں تشریف لے جاتے ۔ صفِ اوّل[۵] میں دائیں طرف جا کر بیٹھ جاتے آپ ہمیشہ اقامت سے پہلے مسجد میں پہنچ جاتے ۔ نماز با جماعت کے بڑی سختی سے

۱۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب ۔

۲۔ اماں جان مرحومہ زوجہ مولانا احمد علیؒ ۔ "انوارِ ولایت" سوانح حیات مولانا احمد علیؒ ط ۲۲۶

۳۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی صاحبزادی صاحبہ ۔ ۴۔ جمیلہ کوثر حضرت مرحوم کی نواسی ۔

۵۔ منشی سلطان احمد راوی ہے کہ ایک دفعہ جناب مولا بخش سومرو وزیر اعظم سندھ حضرت کی ملاقات کیلئے حاضر خدمت ہوئے ۔ نماز کا وقت تھا ۔ آپ نے رستے میں چلتے چلتے ان سے بات چیت کی اور پھر سیدھے مسجد میں تشریف لے گئے ۔ رانا شیر جنگ جیسے معزز مہمان آتے لیکن باجماعت نماز کی پابندی میں کبھی فرق نہ پڑتا ۔

پابند تھے۔ نمازِ فجر کے بعد اپنے خاص حجرے میں تشریف لے جاتے۔ تفسیر خازن یا اور ضروری تفاسیر اور احادیث کی کتب پر سرسری نظر ڈالتے۔ آخری عمر میں درس قرآن وغیرہ کے آگے پیچھے چارپائی پر قدرے استراحت فرماتے۔ اپنی گھڑی خدّام میں سے کسی کے حوالے کر دیتے تھے، تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دس یا پندرہ منٹ کے بعد آپ کو بیدار کر دے۔ اب دوبارہ وضو فرماتے اور سیدھے درس گاہ کی مسند پر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک رکوع کی تلاوت فرماتے۔ اس کا سلیس ترجمہ کیا جاتا۔ پھر عہدِ نبویؐ میں ان آیات کا کیا مطلب سمجھا گیا۔ اس کو بیان فرماتے ہیں۔ بعد ازاں الاعتبار والتاویل کے طور پر ان آیات کی تشریح و توضیح کی جاتی۔ درس کے اختتام پر سامعین کرام آپ سے مصافحہ کرتے اور حضرت نہایت متانت اور شفقت سے لوگوں کے چہروں پر نظر ڈالتے۔ اب حجرے میں تشریف لے جاتے۔ اہلِ حاجت مرد و زن حضرات کا تانتا بندھ جاتا۔ آپ تمام لوگوں کو باری باری ملاقات کا موقعہ مرحمت فرماتے۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازوں میں بھی ہمیشہ اکثر نمازیوں سے پہلے تشریف لے آتے۔ ان نمازوں کے بعد کچھ دیر کے لیے مسجد میں تشریف رکھتے اور پھر گھر یا حجرے میں تشریف لے جاتے۔ رستے میں سلام اور مصافحہ کا سلسلہ جاری رہتا۔ چھوٹے بچے ابّا جی کہہ کر آپ کو سلام کرتے اور آپ نہایت شفقت بھرے الفاظ میں ان کو جواب دیتے۔

نمازِ عشاء کے بعد گھر تشریف لاتے۔ چند خدّام آپ کے ہمراہ درِ دولت پر حاضر ہوتے۔ ان کو رخصت کرنے کے بعد دروازہ کے اندر قدم رکھتے۔ گھر کے بعض افراد آپ کے استقبال کے لیے دروازہ کے اندر موجود ہوتے۔ چھوٹے بچوں میں سے کوئی ہوتا، تو اس کو اپنا چھوٹا تھیلہ پکڑوا دیتے۔ اگر حافظ حمید اللہ مرحوم یا قاری جمیداللہ انور صاحب کے گھروں میں کوئی بیمار ہوتا تو پہلے اس کی عیادت فرماتے۔ پھر بالائی منزل پر تشریف لے جاتے۔ کھانے میں اپنے دونوں صاحبزادگان اور دونوں پوتوں (اجمل۔ اکمل) کو شریک کرتے۔ اگر کوئی تحفہ موجود ہوتا، تو

اس کو تین برابر حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرنے کا وقت آتا، تو سب کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ حضرت اقدس کی خدمت کا موقعہ ملے۔ جمعہ کے دن گھر کے تمام افراد (چھوٹے، بڑے) کو پیسے دیتے تھے۔ جمعہ کے دن روپوں کی ریزگاری بازار سے منگوائی جاتی اور اماں جان کے حوالے کی جاتی تاکہ کوئی سائل محروم نہ جائے۔ اسی طرح سفر کے معمولات بھی ہوتے۔ آپ سفر میں اپنے رفقاء سفر کی سہولت کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور خود ضبط نفس سے کام لیتے تھے۔ علاوہ ازیں چند معمولات اور بھی وقتاً فوقتاً مناسب مقامات پر شامل مقالہ کئے جائیں گے۔

الحمد للہ! کہ مولانا کی سیرت کا پہلا حصہ بخیر وخوبی ختم ہوا۔
وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

۱۔ مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ (مشکوٰۃ)
جو شخص میری امت کے فساد (ترک سنت اور انقلابات) کے زمانے میں میرے طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہیگا اسکو سو شہید کے برابر ثواب ملے گا

۲۔ مَنْ صَمَتَ نَجَا (ترمذی)
جو خاموش رہا، نجات حاصل کر گیا۔

۳۔ نَوْمُ الْعَالِمِ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الْجَاهِلِ (مشکوٰۃ)
عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ عَلَیْہِم السلام وَاَھْلَ السّٰمٰوٰتِ وَاَھْلَ السّٰمٰوٰتِ وَاَھْلَ الارضِ حَتّٰی النَّمْلَۃَ فِی جُحْرِھَا۔ وَالحِیتانُ فی البَحرِ یُصَلّوْن علیٰ مُعَلِّمِ النّاسِ الخَیرِ (متفق علیہ)

ترجمہ بے شک خدا تعالےٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں کے رہنے والے اور زمین میں (بجز انسان) تمام رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے پر رحمت بھیجتے ہیں۔

دوسرا حصّہ

مولانا کی دینی و علمی خدمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم وفضل کی فضیلت

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ط

قدسیانِ[1] ارض وسما کی محفل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کی خلافتِ ارضی کا اعلان اس امر کی بیّن شہادت ہے کہ یہ خاک کا پتلا (اللہ تعالےٰ کی تخلیقات کا احسن[2] شاہکار) ان دماغی اور روحانی قوتوں سے نوازا گیا ہے۔ جن کی برکت سے وہ تمام ادوارِ حیات میں اسرار ورموزِ فطرت کی نقاب کشائی کرتا رہے گا۔ قرآنِ عزیز شاہد ہے کہ قسّامِ ازل نے خاکی، نوری اور ناری مخلوق میں علم کو وجہِ فضیلت قرار دیا اور سیّدنا آدم علیہ السلام کو علم الاسماء[3] سے سرفراز فرمایا اور خلافتِ[4] الہیہ کا مزیّن تاج آپ کے سر پر رکھا۔

لے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (سورہ بقرہ ۲ آیت ۳۰)

لے۲ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (پارہ ۳۰ آیت ۴ سورۃ التین ۹۵)

لے۳ - (پارہ اول سورہ ۲ آیت ۳۱-۳۳) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا الخ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ۔

لے۴ - اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (سورہ بقرہ آیت ۳۰) تفسیر یعنی من گردانندہ ام در زمین خلیفہ راکہ خلافتِ من نماید و در اشیاءِ زمین تصرّف کند و چوں تصرف در اشیاءِ زمین بدوں تصرّف در اسباب آں اشیاء کہ مربوط بآسمان است متصور نیست۔ پس ہر چند آں خلیفہ از عناصرِ زمین پیدا شود و در محلِ کون و فساد ساکن و مستقر گردد اما در وے روحے آسمانی نیز خواہم دمید کہ بسبب آں روح بر مکان آسمان و بر کلاں کواکب نیز حکمرانی نماید۔ و آنہارا بکارِ خود مصروف سازد ۔ ؎

گدائے مصطبہ ام لیک وقتِ مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

(جاری)

ابتدائے آفرینش سے لے کر تا قیام قیامت علم کے فیوض و برکات سے کسی باشعور کو مجالِ انکار نہیں۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر رَبِّ زِدنِی عِلماً کا وِرد تا دمِ واپسیں جاری رہا۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی زبان سے سنیے۔

گرچہ عینِ ذات را بے پردہ دید
ربِّ زِدنِی از زبانِ او چکید

علم ایک نور ہے۔ جس کی روشنی میں دل و دماغ بڑی حد تک صحیح عمل کرتے ہیں۔ اگرچہ موجودہ تمام حیرت انگیز ایجادات و انکشافات علم انسانی کی رفعت پیمائیاں پر دال ہیں۔ لیکن مابعد الطبیعیات کے مسائل کی عقدہ کشائی علم ظاہر سے مشکل ہے۔ اس جگہ وہ علم جو پروردگارِ عالم نے انبیاء کرامؑ کو عطا فرمایا ہے دستگیری کر سکتا ہے لہٰذا ہم حضرت مولانا احمد علی شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ کی علمی خدمات کی تمہیدی سطور میں اسی علم کی تائید میں قرآن و حدیث کے چند ایک شواہد پیش کر کے اپنے مدعا کی طرف رجوع کریں گے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [۲]

دوسری جگہ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ [۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب خداوندِ عالم نے مطلع فرمایا کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جس کو اسرارِ تشریعی کے علاوہ جزئیاتِ تکوینیہ (علم لدنی) کا علم بھی دیا گیا ہے تو آپ اس بزرگ کی تلاش

(حاشیہ پچھلا صفحہ) وطریق دادنِ خلافت آں خلیفہ را آں بود۔ کہ روح او را نمونۂ صفات خود عطا فرمودند۔ از علم و حکمت عبارت از دریافتِ کلیات و قواعد است۔ و ارادہ و اختیار کہ بسبب آرا رکلیہ منبعث مے شود و قصدِ نظاماتِ کلیہ و اظہار آں نظامات در عالم و القاء آں نظامات تا قرون دور مے نماید (فتح العزیز فارسی ص۱۵۵ عمدۃ المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ در مطبع مجتبائی واقع دہلی ۱۳۱۱ھ) [۱] علامہ اقبال مرحوم۔ پیامِ مشرق ص۲۶

[۲] سورہ یوسف ۱۲ آیت ۲۲۔ [۳] سورہ نمل ۲۷ آیت ۱۵ شروع۔

میں جب نکلے تو آپ نے اپنے ہمراہی کے سامنے اپنے عزم بالجزم کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ لَآ اَبۡرَحُ حَتّٰیٓ اَبۡلُغَ مجمع البحرین اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا ۔ قرآن حکیم نے آصف بن برخیا (حضرت سلیمان علیہ السلام کا صحابی) کی ولایت کو بایں الفاظ پیش فرمایا ہے۔ قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ط

علم و فضل کے شرف و مجد کا مسئلہ زیر غور ہے۔ اللہ تعالےٰ توحید کے اثبات کی شہادت میں ملائکہ عظام کے ساتھ علماء خیر کو شامل فرماتے ہیں۔ شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ اُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡطِ ط (اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور علماء حق شاہد ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں)

حکمت دین کا سرمایہ تمام جہاں کی نعمتوں سے بہتر ہے۔ یُّؤۡتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ ط وَ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ط۔ ہم علوم انبیاء کا ذکر کر رہے ہیں۔ ان کے مفوضہ امورِ دینی میں تعلیم کتاب و حکمت کے ساتھ تزکیۂ نفوس کو سب سے زیادہ اہمیت ہے۔ تمام شرائع و ادیان نے اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ط کی حقیقت کو اپنے مخاطبین پر واضح کیا ہے اور قرآن عزیز نے تقویٰ اور خشیّت الٰہی کا حامل بھی علماء کرام کو ہی گردانا ہے۔ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ط (بندوں میں علماء کرام پر خشیّتِ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے) دوسری جگہ ارشادِ ربّانی ہے۔ بَلۡ ھُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ ط (بلکہ وہ آیاتِ بیّنات علماء کے سینوں میں محفوظ ہیں۔)

لہ ۔۔۔ کہ نمل ۲۷ ۔ آیت ۴۰
سہ سورہ ۳ آیت ۱۸ اخیر ۔۔۔ کہ سورہ بقرہ ۲ آیت ۲۶۹
شہ حجرات ۴۹ آیت ۱۳ ۔۔۔ لہ سورہ فاطر پارہ ۲۲ آیت ۲۸
کہ عنکبوت ۲۹ آیت ۴۹

بارک اللہ آیاتِ بیّنات جو سراپا انوارِ الٰہی ہیں۔ ان کا نشیمن علماء امت کے سینوں کو بنایا ہے۔

ارشاد نبویؐ ملاحظہ ہو: "جس نے قرآن حاصل کر لیا۔ اس نے گویا علوم نبوّت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا۔ یقول[1] الرّب تبارک تعالیٰ من شغلہ القرآن عن ذکری ومسالتی اعطیتہٗ افضل ما اُعطی السائلین۔ وفضل کلام اللہ علیٰ سائر الکلام کفضل اللہ علیٰ خلقہٖ۔ (ماخوذ از احیاء العلوم مصنفہ امام غزالی)

ہم اس تمہید کو سیّد ولدِ آدم کے فرمان پر ختم کرتے ہیں۔ العلماءُ ورثۃ الانبیاء

اب مذکورۃ الصدر حقائق کی روشنی میں حضرت مولانا لاہوریؒ کی علمی اور دینی خدمات کا جائزہ لیا جا سکے گا۔

علمی دنیا میں مولاناؒ کا تبحر و تفوق مسلّم تھا۔ ہم اس موقعہ پر آپ کی تصنیفات پر اپنی استعداد کے مطابق تبصرہ کریں گے۔ اگرچہ علماء ہمعصر نے آپکی تصانیف پر تقریظات تحریر فرمائی ہیں اور ہم کو ان کی علمی ثقاہت کا پورا پورا اعتراف ہے تاہم ہمارا موقف تحقیقی و تنقیدی ہی رہے گا۔ تاکہ پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند والا قصّہ نہ رہے۔ ہم اس ضمن میں آپ کی مفسرانہ حیثیت پر نظر ڈالتے ہیں۔ کیونکہ ہندوپاک اور بیرونِ ہند آپ کی یہی ممتاز حیثیت آپ کے علمی کمالات کے تعارف کا باعث ہوئی ہے۔

اب ایک مفسّر قرآن کی حیثیت کے تعیّن کے لیے اربابِ علم وفضل کی آرائر بھی ابتداءً غور کرنا ضروری ہے تاکہ حضرت لاہوریؒ کی تفسیری تخلیقات پر ان کا انطباق ہو سکے۔

ارشاد نبویؐ سے علمِ دین کے حدود متعیّن ہو جاتے ہیں اور اس کے

---

[1] ترمذی شریف باب قرأت النبیؐ ص ۳۵۱۔

شعبے واضح ہو جاتے ہیں۔ فرمایا: انما العلم[1] آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ۔

تشریح کے لیے ملاحظہ ہو۔[2] علم کے تین شعبے ہیں، جن پر وہ مشتمل ہے۔

ا۔ محکمات کی قسم سے کوئی آیت قرآنی۔

ب۔ سنت قائمہ۔

ج۔ فریضہ عادلہ۔

اس کے بغیر سب لغو باتیں ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث[3] میں علم کی اس مقدار کو ضبط کیا ہے۔ بالفاظ دیگر اس کو معین کیا ہے۔ جس کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ آدمی کا فرض ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور محاورہ کو جانتا ہو۔ کہ اس کی کونسی آیات محکمات ہیں اور کونسی متشابہ؟ وہ اس کے شرح غریب، اسباب نزول، توجیہ معضلات (قرآن کریم کی وہ جگہیں جن کا سمجھنا معمولی علم والے کے لیے دشوار ہو معضلات کہلاتی ہیں) اور ناسخ و منسوخ سے واقفیت تام رکھتا ہو جو متشابہ آیات ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ یا تو ان کی تاویل اور توجیہ میں توقف کیا جائے یا آیات محکمات کی روشنی میں ان کے ساتھ تطبیق دے کر ان کے معنی کیے جائیں۔ سنت سے مراد وہ احادیث قولی و فعلی ہیں جو آنحضرت ؐ سے عبادات و ارتفاقات کے بارے میں ثابت ہیں جن کو شرائع اور سنن کہا جاتا ہے۔

سنت قائمہ سے مراد یہ ہے کہ نہ تو وہ منسوخ ہو اور نہ ہی متروک العمل ہو۔ اس کی روایت میں شذوذ نہ ہو اور عامہ صحابہؓ اور تابعینؒ نے اس پر عمل کیا ہو۔

---

[1] ابن البر بروایت حضرت ابوھریرہؓ منقول از احیاء العلوم مصنفہ امام غزالیؒ ص۳۷ مطبوعہ مطبع نولکشور۔ لاہور

[2] حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم ص۶۴ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم۔

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ص۶۴-۶۵ 〃 〃 〃 〃 〃

سب سے اعلیٰ قسم وہ ہے جس پر فقہاءِ مدینہ و کوفہ کا اتفاق ہو۔

فریضۂ عادلہ: اس کا اطلاق ان مقررہ حصوں پر ہوتا ہے، جو اللہ تعالےٰ نے میّت کے وارثوں کے لیے مقرر فرمائے ہیں اور ان میں دیگر ابواب قضا بھی شامل ہیں کیونکہ دینِ حق کا نظام اسی فریضۂ عادلہ کی بدولت قائم رہ سکتا ہے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "جس نے اپنی رائے سے قرآن مجید کے متعلق کچھ کہا۔ وہ جہنّم کی بھڑکتی آگ میں اپنا ٹھکانا بنائے"[2] تفسیر قرآن میں اس شخص کے لیے خوض کرنا قطعاً حرام ہے۔ جو اس زبان کا ماہر نہ ہو جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ اسی طرح اگر وہ تفسیر آیات کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام ماثورہ کا علم نہ رکھتا ہو اور صحابہؓ اور تابعینؒ کے اقوال جن کا تعلق شرحِ غریب اسبابِ نزول اور ناسخ و منسوخ سے ہے، نہ جانتا ہو تو اس کو حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن پاک کے معانی اور مطالب کے متعلق لب کشائی کرے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم نے فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں بھی اس پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے۔ جہاں تک شرائط تفسیر قرآن کا تعلق تمام مفسرینؒ نے چند

---

[1] - حجۃ اللہ البالغہ ص۹۶ حصہ دوم حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم۔

[2] و۔ اصولِ تفسیر مصنفہ شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ قدس سرہٗ روحہ ۶۶۱ - ۷۲۸ھ۔

ب۔ ترجمان القرآن از ابوالکلام احمد آزاد مرحوم (جلد اوّل دیباچہ اصولِ ترجمہ و تفسیر ص۹)

ج۔ متی تکلم فی القرآن من غیر ان یکون متبحرا فی اصول و فی علم اللغت والنحو کان فی غایۃ البعد عن اللہ ولھذا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فسر القرآن برائہ فلیتبوء مقعدہ من النار (تفسیر کبیر جلد ۲ ص۲۲۲ امام فخر الدین رازی)

ترجمہ۔ (جب کوئی شخص بغیر پوری واقفیت حاصل کرنے۔ علم اصول۔ علم لغت اور علم نحو وغیرہ کے تفسیر القرآن میں کلام کرتا ہے تو وہ خدا سے نہایت دور ہو جاتا ہے۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی قرآن شریف کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ جہنم میں اپنا مکان بنا وے۔

مقرر کردہ حدود کو پیشِ نظر رکھا ہے۔

بحیثیت مُفسّرِ قرآن حکیم

ہندو پاک کی سرزمین میں سیّد العارفین حضرت شاہ ولی اللہ[1] محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ اور آپ کے ارشد اخلاف نے قرآن حکیم کے علوم و معارف کو نہایت صحیح اور مستند صورت میں پیش کیا۔ قرآن پاک کے فارسی اور اردو میں تراجم کئے اور موضح القرآن اور فتح العزیز جیسی تفاسیر لکھیں۔ دنیا بھر میں کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں ہے جس نے قرآنِ عزیز کو اردو زبان میں سمجھا ہو۔ اور پھر وہ حضرت شاہ رفیع الدین[2] مرحوم، شاہ عبد العزیز[3] مرحوم، شاہ عبد القادر[4] قدس سرہٗ اور حضرت شاہ عبد الغنیؒ، شاہ اسماعیل[5] شہید، شاہ محمد اسحاق[6] مرحوم اور شاہ محمد یعقوبؒ کی قرآنی خدمات سے واقف نہ ہو۔ اس ولی اللٰہی خاندان کی مخلصانہ دینی خدمات کو بقائے دوام

---

[1] حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ابن شاہ عبد الرحیم دہلوی امامِ وقت تھے۔ کثیر التصانیف، فتح الرحمٰن ان کا ترجمہ اور فتح الخیران کی فارسی میں تفسیر ہے۔ اپنے وقت کے مجدّدِ دین۔ عارف اکمل۔ حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفا، فیوض الحرمین جیسی کتب تحریر فرمائیں۔ ۱۱۷۴ھ میں وفات پائی۔ (تاریخ التفسیر ص ۲۲۔ قاضی عبد الصمد صارم۔ لاہور)

[2] ولادت دہلی ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۵۰ء وفات ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء مشہور محدث، حدیث، اصول، علم کلام میں بڑی مہارت۔ ۲۰ سال کی عمر میں مفتی کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اردو، فارسی اور عربی میں تصانیف کی تعداد بیس۔ رسالہ نگار۔ جنوری۔ فروری ۱۹۵۵ء ص ۱۵ مصنفہ نیاز فتح پوری)

[3] شاہ ولی اللہ مرحوم کے بیٹے تھے۔ امامِ وقت تھے۔ ان کی تفسیر کا نام فتح العزیز معتبر اور مستند تفسیر ہے۔ ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی (تاریخ التفسیر ص ۲۲ مصنفہ صارم لاہور)

[4] شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم کے بیٹے۔ اردو ترجمہ مع فوائد موضح القرآن نہایت مستند۔ ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی (تاریخ التفسیر ص ۲۲ صارم) ۵، ۶، ۷۔ یہ تمام حضرات خاندان ولی اللٰہی کے مایۂ ناز سپوت، مفسر، محدث، عارف باللہ اور مجاہدین فی سبیل تھے۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

حاصل ہے۔ ؎

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ ولی اللہی خاندان کے فلسفۂ قرآن کے دل وجان سے گرویدہ تھے۔ اور آپ نے ساری زندگی اسی مسلکؒ کی ترویج واشاعت میں صرف کر دی۔

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے ہندوستان میں دو مایۂ ناز شاگرد تھے۔ اور ان کے طرز تعلیم اور مسلک تفسیر کے حامل وامین اور اس میں ان کے صحیح جانشین مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور خواجہ عبدالحی فاروقیؒ تھے۔

اس درسؒ کا اصل مقصد و موضوع تو قرآن مجید کے علم وفہم میں بصیرت پیدا کرنا تھا۔ اور مولانا احمد علیؒ اس سلسلے میں اپنے محبوب استاذ مولانا سندھیؒ کے متبع اور پیرو تھے۔

حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے مولانا سندھیؒ سے سند فراغت حاصل کرتے

؎۔ مولانا سندھیؒ غیر معمولی طور پر ذہین وذکی تھے۔ نہایت درجہ حساس اور غیور طبیعت رکھتے تھے۔ شیخ الہندؒ کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ پرلے درجے کے انگریز دشمن۔ ان سب عناصرات نے مولانا سندھیؒ کو ایک شعلۂ جوالہ بنا دیا تھا اور ان کے ذہن کو جہاد وحریت احیائے خلافت وحکومتِ الٰہی، حصولِ آزادی اور انگریز دشمنی کی طرف ایسا موڑ دیا کہ ان کو سارا قرآن مجید جو شروع سے ان کی دلچسپی اور مطالعہ کا مرکز تھا، اسی کی تفسیر اور اسی کی دعوت وتبلیغ نظر آنے لگا۔ ان کی ذہانت اور نکتہ آفرینی نے اس کی آیات واشارات سے وہ کام لیا کہ ان کو اپنے ہر دعویٰ کی تائید قرآن مجید ہی میں نظر آنے لگی۔ اجتماعی وسیاسی زندگی کے اصول وکلیات تفسیری لطائف متصوفانہ نکات کے اخذ کا طریقہ الاعتبار والتاویل کا عجیب منظر تھا۔

پرانے چراغ ص۱۳۵۔ مصنفہ مولانا ابوالحسن ندوی۔ مکتبہ فردوس۔ لکھنؤ

؎۲ 〃 〃 〃 〃 ص۱۳۷

؎۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص۱۵۱

ہوئے وعدہ کیا تھا کہ وہ تادم واپسیں خدمتِ قرآن حکیم میں منہمک رہیں گے۔ لہٰذا آپ نے اس عہد کو بطریق احسن نبھایا۔ ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند!

مترجم و محشیٰ قرآن مجید

پروردگارِ عالم نے مولانا کو قرآن فہمی کے ملکہ سے نوازا تھا۔ آپ کا مترجم اور محشیٰ قرآن مجید ۱۹۳۷ء میں پہلی بار مطبوع ہو کر منظرِ عام پر آیا۔ ہندوستان کے تمام مکاتیبِ فکر نے اس کے ترجمہ کی صحت اور ربطِ آیات کے حسن و خوبی کی تصدیق کی۔ اس میں اگرچہ مولانا کی تبحرِ علمی، سلامت روی اور محتاط دینی روش کی تعریف و توصیف کا پہلو نکلتا ہے۔ لیکن ہم علماءِ ہمعصر کی صداقت کیشی کو بھی تسلیم کرتے ہیں، کہ انہوں نے اپنے فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر مولانا لاہوریؒ کے ترجمہ کی مرکزیت کو تہِ دل سے تسلیم کیا ہے۔ مولاناؒ کا یہ شاہکار علمی دنیا میں کس قدر مؤقر و معتمد علیہ ہے۔ ہم اس سلسلے میں جید علماءِ ربانی کی چند تقاریظ پیش کرتے ہیں جو آپ کے محشیٰ قرآن عزیز کے شروع میں مندرج ہیں۔

تقاریظ از علماءِ ربّانی

قرآنِ حکیم کے متعلق چند حقائق و نظائر پیش کرنے کے بعد حضرت علامہؒ مرحوم مولانا لاہوریؒ کے متعلق رقمطراز ہیں۔ اب چونکہ زمانے کا اور دور ہے اور تحریر و تقریر کا نیا طریقہ۔ مقاصد قرآن کریم کی خدمت مناسب وقت شروع ہوئی۔ جناب مستطاب مولانا احمد علی صاحب لاہوری دام ظلہٗ کی خدمت ظہور میں آئی جو عاجز نے متفرق مقامات پر دیکھی۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ماضی و مستقبل میں اس

---

[۱] تقریظ از امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری بر مترجم قرآن حضرت مولانا احمد علیؒ ص ۵

کی نظیر ناممکن ہے۔ مگر یہ کہنا بے جا نہیں کہ حق تعالیٰ نے ایک بہت بڑی خدمت جناب ممدوح سے لی اور اب عوام وخواص دونو طبقے اس تفسیر سے اپنی تشفی کر سکیں گے۔ میرے نزدیک خدمتِ قرآن کریم کا یہ ایک نیا دور ہوگا اور ربطِ آیات ومقاصد رکوعات کا ایک نیا باب۔ حق تعالیٰ جناب موصوف کے صحیفۂ اعمال میں اس ذخیرۂ حسنہ کو ودلیعت رکھے۔

تقریظ از حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ

ہرچند[1] کہ متقدمین اصحاب معارف ولیقین نے اپنی قوت تک قرآن مجید کی خدمات میں صرف کر دی۔ مگر موفق متاخرین نے آکر دکھلا دیا کہ لاکھوں دُرِّ گرانمایہ اس بحرِ ناپیدا کنار کے قعر میں پھیلے ہوئے اب تک موجود ہیں۔ جن پر کسی غوّاص کے ہاتھوں کا گزر تک نہیں ہوا۔ ہزار ہزار تبریک کے مستحق وہ نفوس ہیں۔ جو اپنی عمر گرانمایہ کو اس خدمت میں صرف کرنے میں دریغ نہیں فرماتے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب وفقہ اللہ لما یحبّہ ویرضاہ واصعدہٗ علیٰ قلل المرضات المرضیّۃ ورقاہ کو عنایاتِ ازلیہ کی نظرِ انتخاب نے ازل سے ہی چن کر اس عظیم الشان امر کے لیے مسبوق بالحسنیٰ قرار دے دیا تھا۔ جن کی جدوجہد اور جانفشانیاں بفضلہ تعالیٰ اس چمنستان میں بار آور ہو رہی ہیں۔ میں نے مولانا موصوف کی یہ تحریر دربارہ ربطِ آیاتِ قرآنیہ وایضاحِ معانیٔ فرقانیہ مختلف مقامات سے دیکھی ہے۔ بحمداللہ نہایت مفید، کارآمد دلچسپ اور صحیح مضامین کا خلاصہ ہے اور مسلکِ اہلسنت والجماعت کے عین مطابق ہے۔

تقریظ از مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی

---

[1] مترجم قرآن مجید مولانا حضرت لاہوری مدظلہ تقریظ از حضرت مدنی مرحوم۔

حضرت فاضل علامہ مولانا احمد علی صاحب نے جس صورت سے کتاب اللہ کی خدمت کی ہے۔ یہ انشاءاللہ تعالے مسلمانوں کے لیے بہت مفید ہوگی اور ان کے قلوب میں قرآن مجید کی تلاوت اور مضامین قرآنیہ پر غور کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا قوی ترین وسیلہ ثابت ہوگی۔ میری نظر میں کوئی بات مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں آئی۔[1]

تقریظ رئیس المؤرخین حضرت سید سلیمان ندوی مرحوم

سید سلیمان ندوی نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی تقریظ کے شروع میں قرآن کی تفاسیر کے تاریخی ادوار کا ذکر فرمایا ہے۔ چوتھی صدی میں سامانی سلاطین کے عہد میں تفسیر کی نشاندھی کی۔ قرونِ وسطیٰ میں ہندوستان کی سرزمین میں امام زاہدی[2] کی فارسی تفسیر کا حوالہ دیا۔ نویں صدی[3] میں ملّا حسین واعظ کاشفی کی تفسیر حسینی کی ہر دلعزیزی پیش کی۔ بعدازاں حضرت شاہ ولی اللہ[4] محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری سرگرمیوں اور مجدّدانہ کارناموں کو سراہا اور ساتھ ہی شاہ رفیع الدین[5] اور شاہ عبدالقادر[6] مرحوم

---

[1] ۔ مترجم قرآن مجید ص۶ (مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

[2] تفسیر زاہدی مصنفہ شیخ محمد زاہد بخاری ۸۲۲ھ میں وفات پائی۔

[3] ہرات میں رہنے والے۔ ۹۰۰ھ میں اخلاق محسنی تصنیف کی۔ بڑے ادیب تھے تفسیر میں متعدد کتب۔ جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر ایک تفسیر کا نام رکھا۔ تفسیر زہراوینی دو جلدیں ہیں جس میں ۲۲ فنون درج کیے۔ ایک کا نام تفسیر حسینی رکھا۔ فارسی میں ہے۔ اس کا اصلی نام مواہب علیہ ہے۔ ۹۰۶ھ میں وفات پائی (اکسیر فی اصول تفسیر ص۴۲ مصنفہ نواب صدیق حسن خاں)

[4] ۔ سابقہ اوراق میں تعارف موجود ہے۔

[5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[6] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

کی قرآنی خدمات کا ذکر فرما کر ان کی تفاسیر کے خصائص و محاسن بیان کر کے ارشاد فرماتے ہیں :" قرآن پاک کے علوم میں سب سے زیادہ دقیق اور نازک علم آیات و سور کے باہم ربط و تعلق کا ہے ۔ امام رازیؒ[1] اور امام بقاعیؒ[2] نے اس پر بہت کچھ محنت کی ہے اور دوسرے علماء نے بھی اس میں کافی غور و خوض کیا ہے ۔ ہمارے زمانے میں مولانا حمید الدینؒ[3] فراہی صاحب نظام القرآن اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ خاص کر قابلِ ذکر ہیں ۔ دونو مدّت تک اتحادِ مذاق کے باعث کراچی میں ملتے جلتے رہتے تھے ۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے درس نے متعدد باکمال پیدا کیے ۔ جن میں سب سے پہلی جگہ مولانا احمد علی امیر انجمن خدام الدین کو حاصل ہے ۔ موصوف نے اس درس میں جو کچھ پایا وقفِ عام کر دیا ۔ حضرت شاہ عبد القادر قدس سرہٗ کے حواشی پر جس نے دِقّت کی نظر ڈالی ہے ۔ اس کو معلوم ہے کہ انہوں نے بھی آیات کے ربط و تسلسل کا خاص لحاظ رکھا ہے ۔ لیکن افسوس ہے کہ ان پر حواشی بہت مختصر ہیں ۔ مولانا احمد علی صاحبؒ نے اس کمی کو پورا کیا ہے اور سارے قرآن پر التزام کے ساتھ ایسے حواشی لکھے ہیں ۔ جن میں ربط و تسلسل کے رموز و اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور مختصر لفظوں میں آیات کے وہ حقیقت پرور مطالب سامنے آ جاتے ہیں ۔ جن

---

[1] ۔ امام رازیؒ کا نام محمد بن عمر رازی ہے ۔ فخر الدین لقب ہے ۔ ان کی تفسیر کا نام مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر ہے ۔ سورۂ انبیاء کی تفسیر تک پہنچے تھے کہ اجل آ گئی یقیہ حصہ امام نجم الدین احمد بن محمد القمری متوفی ۷۷۷ھ نے مکمل کیا ۔ اس کا تکملہ قاضی شہاب الدین بن خلیل الخوئی الدمشقی متوفی ۹۳۶ھ نے لکھا اور شیخ محمد بن محمد نسفی متوفی ۶۸۶ھ نے اس کی تلخیص کی ۔ امام رازی علاقہ رے کے رہنے والے تھے ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے ۶۰۶ھ میں وفات پائی ۔ آپکی تفسیر بالخصوص علم و حکمت کا بحر بیکراں ہے (تاریخ التفسیر ص ۵۰ مصنفہ عبد الصمد صارم لاہور)

[2] امام بقاعیؒ ؛ پورا نام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی ہے ۔ ان کی تفسیر کا نام نظم الدرر فی تناسب الآلی و السور ہے ۔ ۸۶۱ھ میں شروع کی ۸۸۵ھ میں ختم کی علماء نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے اس موضوع پر اس جامعیت کے ساتھ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ۔ ۸۸۵ھ میں وفات پائی ۔ اس تفسیر کا ایک نسخہ مکہ مکرمہ اور ایک برلن کے کتبخانہ میں موجود ہے (اکسیر فی اصول تفسیر ص ۱ نواب صدیق حسن خانؒ)

[3] ماضی قریب کے مفسر قرآن مجید ۔ آپ نے اقسام القرآن کے متعلق بھی لکھا ہے اور اس کی تکمیل آپ کے شاگرد رشید مولانا اصلاحی نے کیا ہے ۔

سے تفسیر کی بڑی بڑی کتابیں خالی ہیں۔ ان حواشی کی خاص خصوصیات یہ ہیں کہ ان میں مسلمانوں کی موجودہ بیماریوں کے علاج کی طرف خاص طور سے اشارے کئے گئے ہیں اور ان کے قوائے عمل کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں مولانا احمد علی مرحوم کے مترجم قرآن پاک پر چند ایک جید علماء کی تقریظات موجود ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولاناؒ کے ہمعصر علماء ربّانی آپ کی دینی خدمات کو نہایت پسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے محامد و محاسن کو اپنی تقریظات میں بیان کرتے ہیں۔ ایک دو تقریظوں کو نہایت اختصار سے پیش کرنے کے بعد ہم مولاناؒ کے مترجم قرآن مجید کے باقی پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔

تقریظ حضرت مولانا عبدالعزیز فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ

قدیم سے بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ قرآن کریم کی ہر ایک آیت[لے] مستقل باب ہے اور ہر ایک صورت مستقل کتاب ہے۔ اس خیال سے بہت سے مفسّرین نے اس

لے۔ کلام اللہ بالکل مربوط ہے۔ گو اس کا نزول حسب حال ہوا ہے۔ تاہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق مناسب مقام پر آیات کو مرتب کیا جاتا تھا۔ اس لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ ان میں ربط نہ ہو یا ترتیب میں کوئی معنویت نہ ہو۔

ربط کی کئی شکلیں ہیں۔ عام اور خاص۔ حسی یا عقلی۔ بطور بدل یا تاکید۔ تنظیراً اَو تضاداً۔ تبیّن الاشیاء یا استطراداً وغیرہ۔

آئمہ نے لکھا ہے کہ اس سلسلے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ پہلے سورۃ کا مرکزی نقطہ متعیّن کریں۔ اس کے بعد اس سلسلے کے مقدمات کو سامنے رکھیں۔ پھر آپ محسوس کریں گے کہ قریب یا بعید ایک آیت کی دوسری آیت سے اور ایک سورت کی دوسری سورت سے ترتیب اور ربط ضرور نکل آئے گا۔ حضرت امام فخرالدین رازی آیات کے اس باہمی ربط اور ترتیب پر جان ہی چھڑکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں بڑی معنویت ہوتی ہے اس موضوع پر البرہان شیخ ابی حیان اور نظم الدرفی تناسب الآئی والسور شیخ البقاعی اور اسرار التنزیل للسیوطی بالخصوص قابل ذکر تصانیف ہیں۔ (الاتقان ص۱۰۸ مصنفہ امام سیوطیؒ)

طرف کم توجہ کی کہ سُوَر اور آیات کے روابط اور مضامین کے تراجم کو بھی واضح کریں اللہ تعالے جزائے خیر دے ۔ ہمارے برادرِ مکرّم مولانا احمد علی صاحب کو جنہوں نے اس ضرورت کو محسوس فرما کر وہی چیز پیش کی جس کی حاجت تھی اور اس میں کامیاب ہوئے ۔

"تقریظ" مولانا نجم الدّین مدّظلہٗ، پروفیسر اورئینٹل کالج لاہور

اتنی تفسیریں لکھنے کے باوجود قرآن کے چند ایسے پہلو معرضِ ظہور میں کما ینبغی جلوہ افروز نہیں ہوئے ۔ ان میں چار اہم یہ ہیں ۔ جن کی طرف علمار کرام کی توجّہ کی اشد ضرورت ہے ۔

اوّل ۔ ربطِ آیات[ے]　　　　دوم ۔ اقسام القرآن[ے]

سوم ۔ قصص القرآن　　　　چہارم ۔ امثال القرآن[ے]

ے ۔ ربطِ آیات کے متعلق سابقہ اوراق کے حاشیہ میں قدرے لکھا گیا ہے ۔

ے ۔ اقسام القرآن ۔ اس سے غرض خبر کا تثبّت اور تاکید ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم سات مقام پر کھائی ہے ۔ علمار نے لکھا ہے کہ قسمیں تین طرح پر آئی ہیں "اپنی ذات کی، اپنے فعل کی یا اپنی صنعوں کی ۔ بہرحال تینوں کا تعلّق ذاتِ حق سے ہے ۔ یہ قسمیں یا تو صراحتًہ آئی ہیں یا اسلوبِ بیان کی شکل میں

(الاتقان ص۱۳۳ مصنفہ امام سیوطیؒ)

اس موضوع پر سب سے جامع کتاب امام ابن القیم کی التبیان ہے جو علم و حکمت کا بحرِ ذخار ہے ۔ ماضی قریب میں مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے جس کا ترجمہ مولانا اصلاحی نے کیا ہے ۔

" قرآن کی قسموں کی فلاسفی " ۔ ۱ ۔ قرآن مجید نے اس غرض سے قسمیں کھائی ہیں تاکہ اپنے افعالِ بدیہہ کو نظری امور کے لیے پیش کرے ۔ یہ کہنا لغو ہے کہ خدا تعالیٰ نے غیر اللہ کی قسمیں کھائی ہیں ۔ خدا تعالےٰ اپنے افعال ہی کی قسمیں کھا رہا ہے اس کے افعال اس کے غیر نہیں ہیں ۔ دنیا کی ہدایت کے لیے اللہ تعالےٰ کی دو کتب ہیں ۔ ایک فعلی کتاب (کائنات) دوسری قولی کتاب (قرآن شریف) قسم میں اللہ تعالےٰ اپنی فعلی کتاب کو قولی کتاب پر شاہد ٹھہراتا ہے ۔ اس قول اور فعل میں مطابقت حق کے لیے معرفت اور یقین کامل کا موجب بنتی ہے ۔ ۲ ۔ قرآن مجید کی قسمیں نبوّت کے لیے ایک نشان ہیں ۔ ۳ ۔ ہر زبان میں تاکید کے لیے مختلف قسم کے الفاظ اور کلمات ہوتے ہیں ۔ مگر ایشیائی زبانوں میں قسم سے بڑھ

ان چاروں کی تکمیل مسلمانوں کا فرض ہے۔ ربطِ آیات کے متعلق تفاسیر میں اگرچہ سرسری طور پر موجود ہے۔ میرے دوست مولانا احمد علی صاحب نے اس سلسلے میں حتی الامکان کوشش کی ہے۔ آپ کی تحریر نہایت مفید اور کار آمد ہے۔ ربطِ آیات سے بہت مسائل پیچیدہ کا انحلال ہو جاتا ہے۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) کر کوئی تاکیدی لفظ نہیں۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے وہی الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو انسان کے لیے۔ لیکن استعمال میں فرق ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے لیے وہ لفظ استعمال ہوگا تو اس سے مراد فعل کی آخری غرض ہوگی۔ جب انسان کے لیے استعمال ہوگا تو غرض میں آلہ اور اسباب بھی شامل ہوتے ہیں۔ مثلاً دیکھنا کا فعل ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو اس دیکھنے میں آنکھ اور روشنی جو دیکھنے کے ذرائع ہیں شامل نہیں ہوں گے۔ اسی طرح جب قسم کھانے کا فعل اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو اس سے مراد صرف تاکید اور شہادت بزنگِ دلیل مراد ہوگی (قرآن۔ حدیث۔ فقہ مباحث پر تفصیلی بحث ص ۲۳۱ پروفیسر غلام رسول ایم۔ اے)

۳ھ۔ امثال القرآن دو قسم ہیں "ظاہر اور پوشیدہ"۔ ان سے غرض تذکیر و وعظ حث (برانگیختہ کرنا) علی العمل الصالح و زجر عن الاعمال السیئة۔ عبرت پذیری۔ احقاق حق۔ عقل سے خطاب۔ معقول کو محسوس کی شکل میں پیش کرنا۔ خفی کی جلی سے۔ غائب کی شاہد سے تشبیہ ہوتی ہے۔ (الاتقان ص ۱۳۱۔ امام سیوطیؒ)

اس موضوع پر متعدد بزرگوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ امام ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی وفات ۴۵۰ھ اور امام حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن القیم الجوزی متوفی ۷۵۴ھ کی کتابیں زیادہ مشہور ہیں (الاکسیر فی اصول التفسیر ص ۲۹ مصنفہ نواب صدیق خاں مرحوم)

امام شافعی فرماتے ہیں مجتہد کیلیے علوم قرآن سے واقفیت ضروری ہے۔ اس میں امثال ہیں جو طاعت کا جذبہ پیدا کرتی ہیں اور نواہی سے روکتی ہیں۔ امام ماوردی فرماتے ہیں۔ امثال قرآن کا عظیم تر علم ہے۔ (الاتقان ص ۱۳۱ مصنفہ امام سیوطیؒ)

حضرت مولاناؒ کے ترجمہ اور تفسیر کی خصوصیات

ا۔ حضرت نے بنیادی طور پر شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادر مرحوم کے تراجم کا رخ رکھا ہے۔

ب۔ حاشیہ پر ربط آیات کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ معمولی اردو خواں طلبا بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ج۔ ضمناً مختصر اور جامع الفاظ میں پوری سورت یا اس کے کچھ حصے خلاصے کے طور پر بیان کئے ہیں، تاکہ طالب علم کے ذہن میں سورت کا مضمون مستحضر رہے۔

د۔ تائیدی طور پر تفسیر موضح القرآن بھی نقل فرمادی ہے۔ ترجمہ میں شاہ رفیع الدین کی اقتداء اور تفسیر میں شاہ عبدالقادر کی اتباع اس امر کی روشن دلیل ہے کہ حضرت مولاناؒ نے تفسیر میں وہ اسلوب اختیار نہیں کیا جو کہ اسلاف اور اکابر کے خلاف ہو۔

ہم اس موقعہ پر ترجمہ اور تفسیر کا ایک صفحہ نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝٢ النَّجْمُ

آسمان کی قسم ہے اور رات کو آنے والے کی اور آپ کو کیا معلوم کہ رات کو آنیوالا کیا ہے۔ وہ چمکتا ہوا

الثَّاقِبُ ۝٣ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝٤ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ

ستارہ ہے۔ ایسی کوئی بھی جان نہیں کہ جس پر ایک محافظ مقرر نہ ہو۔ پس انسان کو دیکھنا چاہیے

مِمَّ خُلِقَ ۝٥ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ

کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں

الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾ يَوْمَ تُبْلَى

کے درمیان میں سے نکلتا ہے۔ بیشک وہ اس کو لوٹانے پر قادر ہے۔ جس دن بھید

السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ

ظاہر کئے جائیں گے تو اس کے لیے نہ کوئی طاقت ہوگی اور نہ کوئی مددگار۔ چکر مارنے

ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ

والے کی قسم ہے اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے بیشک قرآن قطعی

فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّ

بات ہے۔ اور وہ ہنسی کی بات نہیں ہے۔ بے شک وہ ایک تدبیر کررہے ہیں اور

اَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں پس کافروں کو تھوڑے دنوں کی مہلت دے دو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا عَنْهُمْ فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا (صحیحین و ترمذی)

ترجمہ

یقیناً اللہ تعالےٰ (قرب قیامت) علم کو اس طرح قبض نہیں کریگا کہ اس کو لوگوں سے بالکل کھینچ لے۔ بلکہ علم کو علماء کرام کی وفات کی وجہ سے قبض کرے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار اور پیشوا بنالیں گے۔ اور ان سے مسائل پوچھیں گے۔ وہ اپنی جہالت سے فتویٰ دیں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

مذکورہ بالا تقریظات ان علماء و فضلاء کرام کی حتمی آراء کی آئینہ دار ہیں۔ جن میں بعض کو تمام اسلامی ممالک میں تبحر علمی کے لحاظ سے ایک ممتاز اور مسلمہ حیثیت حاصل ہے۔ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت انور شاہ کاشمیریؒ اور حضرت مدنیؒ جیسی نادرۂ روزگار ہستیاں مولانا احمد علی مرحوم کو "علامہ" اور "فاضل" کے القاب سے یاد کرتی ہیں اور "ربط آیات" کے سلسلے میں آپ کو غیر مسلوک رستہ کا کامیاب راہی یقین کرتی ہیں اور آپ کے انداز بیان کو مضامین قرآنیہ پر غور و خوض کرنے اور سمجھنے کا ایک قوی ترین وسیلہ یقین کرتی ہیں اور آپ کے وقت کو رحمتِ الٰہیہ کا ایک نیا دور فرماتی ہیں۔ یہ لوگ سطحی اور رسمی نظریات کے حامل نہیں ہوتے۔ ان کی زبانِ قلم پر مسلّمات ہوتے ہیں۔ ان کی تفحّص و تلاش میں للہیت ہوتی ہے۔ ان کی فکر اجتہادی انوار کے جلو میں چلتی ہے۔ وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت ہر چیز کے حسن و قبح کو پرکھنے میں بڑی حد تک کامیاب رہتے ہیں۔

القصّہ! مولانا لاہوریؒ کے مترجم قرآن کے محاسن و خصائص اکابر ملّت کی نگاہوں میں جیسے کچھ ہیں۔ آپ کے سامنے بالترتیب پیش کئے گئے ہیں۔ ہمیں بلا تامّل اعتراف کرنا ہوگا کہ مولانا احمد علی مرحوم نے جس نہج سے قرآنِ حکیم کی خدمت کی ہے وہ معاصرین کے نزدیک قابلِ تحسین ہے۔ اب ہم مذکورہ بالا مترجم قرآن عزیز کے باقی پہلوؤں پر غور کرتے ہیں۔

اِس قرآنِ عزیز کی ابتدا میں قرآنِ حکیم کے مضامین کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے۔ جس کی افادیت حدّ بیان سے باہر ہے۔ فہرست کا مختصر خاکہ حسب ذیل ہے۔

کتاب العقائد | توحید کے ابواب سے فہرستِ مضامین کی ابتدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ ہر چیز کا نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔ علیٰ ھذا القیاس۔ بارہ ابواب کی ایک طویل فہرست ہے۔ ہر مضمون کے حوالے کے لیے۔ پارہ۔ سورۃ کا نام آیت کا نمبر اور اس آیت کے

لے۔ مترجم قرآن از مولانا احمد علی مرحوم ص ۱۳

ابتدائی الفاظ درج کئے گئے ہیں۔

اسی طرح ابواب الرسالہ کی تعداد سولہ درج کی ہے۔ پھر تقدیر الٰہی کا ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا۔ اس کے نازل ہونے کی غرض و غایت، معجزات و خوارق کا بیان۔ فرشتے اور ان کے کارنامے۔ الغرض سورۂ فاتحہ سے لے کر والناس تک کا ایک کامل و اکمل سلسلہ چلا جاتا ہے۔

ابواب القیامہ میں قرب قیامت کے حالات۔ قیامت کی ضرورت۔ بعث بعد الموت کے دلائل۔ نفخ صور۔ حساب و کتاب، میزان، نامۂ اعمال کا ذکر جزا و سزا۔ یہ سب قرآنِ پاک میں تدبّر و تفکّر کا ایک قابلِ افتخار نمونہ ہے۔

کتاب الطّہارت وضو کے مسائل۔ تیمم کے مسائل۔ غسل کے مسائل، حیض کے مسائل شاملِ فہرست کئے گئے ہیں۔ کتاب الصّلوٰۃ۔ کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصیام، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الرّضاع۔ کتاب الطّلاق کتاب الرق، کتاب البیوع، کتاب الجہاد اور تمام قصص القرآن کی اکثر جزئیات کا ایک بے بدل نقشہ مرتّب کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام مسائل نصوصِ قرآنیہ سے مستنبط کئے گئے ہیں۔

حقوق العباد والدین، رشتہ دار، ہمسایہ، میاں بیوی، غلام، یتیم، مسکین، سائل مہمان، مسافر اور دشمن کے حقوق کی آیاتِ قرآنی سے نشاندھی کی گئی ہے۔ قرآن حکیم کی دعائیں، امثال القرآن، باب الآداب، آدابِ قرآن حکیم، آداب مجلس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، آدابِ صحبتِ شیخ۔ آدابِ والدین، آدابِ معاشرتِ اہلِ اسلام اور باقی مسائل مہمہ کی آیات کو اکٹھا کیا گیا ہے۔

یہ فہرست مروّجہ اور اکثر شائع شدہ قرآنِ حکیم کے نسخہ جات میں شاید و باید! اس کی افادیت اظہر من الشمس ہے۔ ایک مضمون نگار، خطیب، مقرر، مفسر اور فقیہہ کے لیے یہ فہرست حفظِ قرآن مجید کے قائمقام ہے۔ وہ آیات جو ایک دوسرے کی وضاحت کرتی ہیں۔ وہ قصص جن کے اجمالی حصص کی تشریح کے لیے ان کے تفصیلی

پہلوؤں پر نظر ڈالنا ضروری ہوتا ہے۔ قصص کے بعض جزئیات کا موقعہ و محل کے لحاظ سے بلیغانہ اختصار اور بعض مقامات پر ان کا مفصّل و مشرّح اسلوبِ بیان بآسانی میسر آ سکتا ہے۔ ایک آیت کے مترادفات اور مؤیّدات کا سارے قرآنِ حکیم میں متنوع نقشہ ایک ہی نشست میں آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ گویا اس سلکِ مروارید کا ہر موتی اپنی فردوسی آب و تاب سے قاری کو قرآن مجید کے اسرارِ غوامض کا غوّاص بننے کا صرف بے پناہ جذبہ ہی عطا نہیں کرتا بلکہ ہر اشکال کی تحلیل و تفہیم میں دستگیری بھی فرماتا ہے۔ ستائیس صفحات کی یہ مختصر مگر جامع قرآنی مضامین کی فہرست اور جلّی عنوانات کا خاکہ ایک ہی نظر میں تمام اوامر و نواہی۔ امثال و قصص۔ مسائل مستنبطہ اور نصوصِ قطعیہ، محکمات و متشابہات بالفاظِ دیگر بدیہیات و مخفیات، مجملات و مفصلات کا مکمل مشاہدہ کرانے کے لیے ایک مصدّقہ دستاویز کا حکم رکھتا ہے۔

اللہ! اللہ! تنزیلِ قرآن کی آیات کو تیس پاروں اور اٹھائیس سورتوں سے تلاش کر کے مختلف عنوانات کے تحت جمع کر دیا ہے اور اسی طرح معجزات و خوارق کو بائیس پاروں اور انیس سورتوں کی ورق گردانی کے بعد پیش کیا گیا ہے۔ غرضیکہ تمام موضوعاتِ قرآنیہ کی ایک حسین و جمیل اور مستحکم و منظّم تصویر ملّتِ اسلامیہ کی نئی پود کے دلوں میں قرآن فہمی کا ذوق پیدا کرنے کے لیے ایک کامیاب کوشش ہے۔

اس فہرست پر طائرانہ نظر ڈالنے والا انسان فوری طور پر اس نتیجے تک بآسانی پہنچ جاتا ہے کہ دینِ اسلام کے تمام احکام کا ماخذِ اوّل قرآن حکیم اور فقط قرآنِ حکیم ہے۔ احادیثِ مقدّسہ کے تمام مجموعات اور آئمہ اربعہ کے اجتہادات کا تمام ماحصل اور صوفیائے پاکباز کے عارفانہ نظریات کا الہامی سرچشمہ قرآنِ عزیز ہی ہے۔ کیونکہ اس کے حقائق ابدی ہیں۔ جو حکمِ شریعت اس کی روشنی میں صحیح ہے وہ قابلِ عمل ہے اور جو اس سے مختلف و متبائن ہے۔ مردود و مطرود ہے۔ ارشادِ نبوی[1] نے تمام

[1]- اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ۔ مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن ص ۲۰۱ مطبوعہ آفتاب عالم پریس۔ لاہور

ادوارِ حیات میں اقوامِ عالم کے ارتقاوزوال کا موجب قرآنِ حکیم ہی کو قرار دیا ہے۔

شاعرِ اسلام علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی زبان سے سنیے!

خوار از مہجوریِ قرآں شدی ۔۔۔۔ شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی[1]

اے چوں شبنم بر زمیں افتندہٖ ۔۔۔۔ در بغل داری کتابِ زندہٖ

یہ چند سطور بطورِ جملہ معترضہ تحریر میں لائی گئی ہیں۔ مقصود بالذّات تو حضرت لاہوریؒ کے مترجم قرآن حکیم کی فہرستِ مضامین کا تعارف ہے۔

مولانا مرحوم نے چند چھوٹی چھوٹی سورتوں کی تفسیر بھی رسالوں کی صورت میں چھپوائی تھی۔ ہم ان پر مختصر سا تبصرہ کرتے ہیں۔

سورۂ قریش کی تفسیر

مولاناؒ کی سورۂ قریش کی تفسیر پر نظر ڈالنے سے پہلے ہم مولانا کے چند فقرات نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ سطور ابتدائے تفسیر میں بطورِ مقدمہ درج کی ہیں۔ جن کا تعلق آپ کی ہمہ جہت مفسرانہ حیثیت سے ثابت ہے اور حقیقت میں آپ کے مؤقف کی ترجمانی انہی سطور میں محدود ہے۔

قرآن حکیم کا حق[2]

۱۔ ہمارا ایمان ہے کہ سیّد المرسلین خاتم النبیّین علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے زمانے سے لے کر آنے والی نسل کے لیے رسول ہیں۔

۲۔ یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن حکیم کے بعد آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ اس لیے قیامت تک یہی کتاب دین و دنیا کی بھلائی کا راستہ دکھائے گی۔

---

[1] علامہ اقبال علیہ الرحمہ۔ فارسی کلام

[2] تشریح مضامین سورۂ قریش ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ انجمن خدام الدین لاہور

نتیجہ

مذکورۃ الصدر دونو عقیدوں کے بعد ہر مسلمان کا فرض ہے کہ سب سے پہلے قرآن حکیم کا وہ مطلب سمجھنے کی کوشش کرے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سمجھا گیا اس کے بعد اپنی حالت پر منطبق کر کے دیکھے کہ ہمارے لیے قرآن حکیم کے اس مضمون سے کونسا سبق حاصل ہوتا ہے۔ جب تک یہ دونو درجے طے نہ کئے جائیں اس وقت تک گویا کہ ہم نے قرآن حکیم کا حق ادا نہ کیا۔ قرآن حکیم کے مطالب ادا کرنے میں بندہ نے انہیں اصول کو مدِ نظر رکھا ہے کہ سب سے پہلے یہ کوشش کی ہے کہ وہ مطلب واضح ہو جائے جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں لیا گیا۔ بعد ازاں اپنی حالت پر انطباق کیا گیا ہے کہ ہمارے لیے اس میں کیا ہدایات ہیں۔ واللہ الموفق والمعین ایاہُ نعبد و بہٖ نستعین۔

پہلے مولانا رحمۃ اللہ سورۂ قریش کا بامحاورہ ترجمہ نہایت عمدہ اسلوب سے لکھتے ہیں اور پہلے صفحے پر ارشاد فرماتے ہیں "ربطِ آیات سورۂ قریش" قریش کو تذکیر بالآء اللہ[1] (خدا تعالیٰ کی

---

[1] ۔ جاننا چاہیے کہ معانی جو قرآن مجید سے مفہوم ہوتے ہیں وہ پانچ علوم سے باہر نہیں۔ اوّل علمِ احکام از قسم واجب، مستحب، مکروہ، حرام یہ احکام خواہ عبادت سے ہوں یا معاملات میں سے۔ تدبیر منزل سے متعلق ہوں یا سیاست مُدن سے اس علم کی تفصیل فقہا کے ذمہ ہے۔ دوم علم مناظرہ؛ چاروں گمراہ فرقوں کے ساتھ مثلاً یہود و نصاریٰ، مشرکین اور منافقین اس علم کی تفریع متکلمین کا کام ہے سوم علم تذکیر بالآء اللہ مثلاً زمین و آسمان کے پیدا کرنے اور بندوں کو ان کی ضروریات کا الہام کرنے اور نیز خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کا بیان۔ چہارم علم تذکیر بایام اللہ۔ ان واقعات کا بیان جن کو خدا نے ایجاد فرمایا اطاعت کرنے والوں کو انعام مجرموں کے لیے سزا و تعذیب۔ پنجم علم تذکیر موت۔ موت کے بعد کے واقعات کا بیان مثلاً حشر و نشر، حساب میزان، دوزخ، جنت ان علوم کی تفاصیل کو محفوظ رکھنا اور ان کے مطابق احادیث اور آثار ملحق کرنا واعظوں اور مذکّروں کا کام ہے (فوز الکبیرؒ فی اصول تفسیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) قولہٗ تعالیٰ۔ امنھم من خوف انھم کانوا یسافرون اٰمنین لا یتعرض لھم احد ولا یغیر علیھم احدٌ فی سفرھم ولا فی حضرھم۔ وکان غیرھم لا یامنون من الغارۃ فی السفر والحضر (تفسیر کبیر ص ۴۸۹ جلد ہشتم)

نعمتوں کو یاد دلانا) سے عبادتِ الٰہی کی طرف متوجہ کیا گیا۔ ہم بار بار گذارش کر چکے ہیں مولانا حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے شاگردِ ارجمند ہیں اور مولانا سندھی ولی اللٰہی فلسفہ الٰہیات پر جان و دل سے قربان ہیں۔ گویا مولانا احمد علی مرحوم کا قرآن فہمی کا ملکہ بالواسطہ اسوۃ المحققین شیخ المحدّثین حضرت شاہ ولی قدس سرہٗ کے تفقہ فی الدّین کا مرہونِ منّت اور پروردہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا لاہوریؒ اپنے مترجم قرآن مجید کے تقریباً ہر صفحے پر موضح القرآن کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

مولانا سورۃ قریش کی تشریح سے پہلے چند احادیث متعلقہ سورۃ قریش نقل فرماتے ہیں۔ اب مولاناؒ۔ قریش کا بیت اللہ شریف کا متولّی ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اور ان کا موسم گرما و سرما میں یمن و شام کی طرف تجارت کی غرض سے سفر کرنا بیان فرماتے ہیں۔ اس جگہ بھی آپ نے اپنے بیان کی تصدیق و توثیق کے لیے روح المعانی اور خازن جیسی تفاسیر کے شواہد حاشیہ پر مع عربی عبارات نقل فرمائے ہیں۔

اب مولاناؒ نے فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ کی تشریح بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالٰی[1] فرماتا ہے کہ اے گروہِ قریش! جب جاروب کشیٔ بیت الحرام کے باعث تم پر اس قدر خصوصی انعامات ہوتے ہیں تو تمہارا فرضِ اولیں ہے کہ تم ربِّ کعبہ کی عبادت کرو۔ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اس کے آخری رسول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے توحید پر سب سے پہلے لبیک کہو۔

الاعتبار والتاویل[2]

جس طرح قریش شعائر اللہ[3] میں سے بیت الحرام کے محافظ اور مجاور تھے۔

---

۱ ۔ تفسیر سورۃ قریش ص۶ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ۔ لاہور۔

۲ ۔ تفسیر سورۃ قریش ص۷ 〃 〃 〃 〃 〃

۳ ۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ سورہ مائدہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا

(جاری ۔ اگلا صفحہ)

اور اسی عہدۂ جلیلہ کے باعث ربّ البیت کی عبادت اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ان کا فرضِ منصبی قرار دی گئی۔ بعینہٖ علماء کرام اور صوفیائے عظام اللہ تعالیٰ کے دو شعائروں (کتاب اللہ اور رسول اللہ) کے محافظ ہیں۔

کتاب اللہ کی حفاظت تو ظاہر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی حفاظت سے مراد محافظتِ سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آنحضورؐ سراپا نور فداہ ابی و امّی کا ارشاد ہے:

"مَنْ اَحْیٰی سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحْیَانِیْ وَمَنْ اَحْیَانِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ"[1]

اس کے بعد مولانا رسولِ انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی جامعیّت پر تبصرہ فرما کر آپ کے صحابہ کرامؓ کی جامعیّت پر دلیل قائم کرتے ہیں اور پھر اسی کی روشنی میں علماء اُمّت کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ آج بھی[2] بفضلہٖ تعالیٰ علم و عمل نبویؐ کے جامع افرادِ سطحِ دنیا پر موجود ہیں۔ ان حضرات میں سے جن پر علمی رنگ غالب ہے وہ عالمِ ربّانی کہلاتے ہیں۔ اور جن پر باوجود کتاب و سنّت کے عالم ہونے کے زہد و تقویٰ اور تزکیۂ نفس کا رنگ غالب ہے تو وہ اللہ والے صوفی کہلاتے ہیں۔

نتیجہ

مولانا اب نکتہ آفرین نتیجہ اخذ کرتے ہیں "جس طرح قریش[3] کی عزّت اور جان و مال

(بقیہ پچھلا صفحہ) شعائر اللہ الخ کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ جو چیزیں حق تعالیٰ کی عظمت و معبودیت کے لیے علامات اور نشاناتِ خاص قرار دی گئی ہیں ان کی بے حرمتی مت کرو۔ ان میں حرم محترم، بیت اللہ شریف، جمرات، صفا، مروہ، ہدی، الحرام، مساجد، کتب سماوی وغیرہ۔ تمامی حدود و فرائض اور احکام دینیہ شامل ہیں۔

(پارہ ۶ سورہ مائدہ ۵ آیت ۲)

[1] - (رواہ الترمذی) ابواب العلم باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعہ ص ۳۲۴

[2] - تفسیر سورۂ قریش ص ۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔ لاہوری۔

[3] " " " ص ۱۲ " " " " " "

کی حفاظت فقط ان کا جاروب کش ہونے کے صلے میں کی جاتی تھی۔ اور خدا تعالیٰ نے عبادتِ الٰہی اور تائید رسول اللہ ان کا فرضِ منصبی قرار دیا۔ اسی طرح علمار کرام اور صوفیائے عظام جو کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہؐ کے محافظ ہیں۔ ان کی قدر و منزلت اکثر مسلمان کرتے ہیں اور درہمے، قدمے، سخنے ان کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کا اوّلین فرض یہ ہے کہ خدمتِ الٰہی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں۔ ان کے دل و دماغ دینِ الٰہی کی نشر و اشاعت میں مصروف رہیں۔ ان کی قوتِ گویائی اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف ہو۔[1]

مولانا نے علمار ربّانی اور صوفیار متوکلین کی خدمت اور مالی امداد کو سعادت[2] سے تعبیر فرمایا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس فرض کو پورا کریں اور اگر مسلمان ان لوگوں کی طرف توجہ نہ دیں تو پھر علمار خیر اپنے کام کو متوکلاً[2] جاری رکھیں کیونکہ اللہ تعالےٰ سب کا روزی رساں ہے۔

اب مولانا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر قرآن مجید کا اثر بیان فرماتے ہیں۔
"معبودانِ[3] ماسوائے اللہ سے منہ موڑا۔ ایک خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک سے تعلق جوڑا۔ اتباعِ ہوا کو چھوڑا، اتباعِ نبی کریمؐ کو مقصدِ زندگی بنایا۔ انانیّت و تکبّر سے توبہ کی۔ بے نفسی، منکسر المزاجی مساوات کو اپنا شعار بنایا۔ حسد، کینہ، بغض سے متنفّر ہوئے۔ ایثار اور صاف دلی کو تمغۂ امتیاز بنایا۔ لعنتِ اختلاف کے جوئے کو اتار پھینکا۔ رشتۂ اتحاد میں پروئے گئے۔ دوسرے مسلمانوں کے عیوب سے نظر ہٹ گئی۔ اپنے عیب و ثواب پر نظر پڑ گئی۔ تعیّشِ دنیاوی نظر سے گر گیا۔ عزّتِ آخرت نظر میں جچ گئی۔ ریا دل سے نکل گیا۔ اخلاص سے دل بھر گیا۔ بداخلاقی سے ہٹ کر پیکرِ اخلاق حمیدہ بن گئے۔

---

[1] تفسیر سورۂ قریش ص ۱۳۔ مولانا احمد علی مرحوم لاہوری۔
[2] وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (سورۃ الطلاق ۶۵ آیت ۲)
[3] تفسیر سورۂ قریش ص ۱۶، ۱۷۔ مصنفہ احمد علی مرحوم۔ لاہوری۔

تشریح مضامین سورۂ کوثر

اصولِ ہزیمتِ اعدائے اسلام

حضرت مولاناؒ نے سورۂ کوثر کی تفسیر بیان فرمائی جس میں چند تفسیری رموز و نکات نمایاں طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حوضِ کوثر کا تعارف کرانے کے لیے آپ نے احادیث نبوی (بے شک میرا حوض ایلہ سے عدن کے فاصلے سے بھی زیادہ دور دلمبا۔ ہے۔ یقیناً وہ برف سے زیادہ سفید اور دودھ ملے شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں اور بے شک لوگوں کو میں اس سے ہٹاؤں گا، جس طرح آدمی اپنے حوض سے اونٹوں کو ہٹاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ اس دن ہم کو پہچانیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! تمہاری ایک علامت ہوگی۔ جو دوسری امتوں میں نہیں ہوگی۔ تم میرے ہاں آؤ گے۔ تمہارے ہاتھ اور پاؤں اور منہ وضو کے باعث روشن ہوں گے) (رواہ مسلم راوی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حوالہ دیا ہے اور کوثر کے لفظ کی معنوی حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے، آپ نے سابقہ مفسرین کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے (قیل ھو حوض لہٗ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المحشر روح المعانی ص۲۴۵) کہ کوثر سے مراد حوضِ کوثر ہے۔ خَیْرٌ کَثِیْر" بھی ہے اور قرآن حکیم میں بھی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ۔ اِنَّا اعطینٰکَ الکوثر ای الخیر الکثیر وعن الحسن اِنّہٗ القرآن (روح المعانی ص۲۴۵ ج ۳۰)

"میرے خیال میں ہر دو معنوں سے مراد ایک ہی چیز ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے کہ جو چیز دنیا میں پائی جاتی ہے اس کی اصل ایک دوسرے جہاں میں موجود ہے۔ جس کا نام عالمِ مثال ہے اور وہاں کی چیزوں کو اس جہاں کے مناسب اجسام دیے جاتے ہیں۔ اس بناء پر وہ قرآن حکیم جو یہاں صفحہ قرطاس پر منقوش ہے اور مومنین کے دل و دماغ

میں محفوظ ہے اور بین الدفتین مجلد ہے۔ اس کا ظہور عالمِ مثال میں بصورت حوضِ کوثر ہوگا۔ جن لوگوں نے عالمِ ناسوت میں اس چشمۂ الٰہی سے جرعہ نوشی کی ہے۔ وہ وہاں بھی حوضِ کوثر سے شرابِ طہور پی کر ایسے مست ہو جائیں گے کہ ان پر محشر کا پچاس ہزار سالہ دن اس طرح گزر جائے گا گویا کہ چار رکعت نماز ادا کی اور جن لوگوں نے اس منبع خیر و برکت سے اعراض برتا وہ وہاں بھی اس سے محروم رکھے جائیں گے۔"
(تفسیر سورۂ کوثر ص۱۲۔ مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ۔ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور)

شکرِ نعمتِ قرآن

شکرِ نعمتِ قرآن کے سلسلے میں رقمطراز ہیں "لہذا نعمتِ قرآن[1] حکیم کا شکریہ یہی ہے کہ اس کی تبلیغ عام کی جائے۔ چپہ چپہ زمین پر اس کا نور پھیلا دیا جائے۔ کسی شخص کے کان اِس سے نا آشنا نہ رہیں اور کوئی دل اس کی تصدیق سے خالی نہ رہے۔"

اس موقعہ پر مولانا[2] نے ایک بصیرت افروز حقیقت کی وضاحت فرمائی ہے۔

"جب شکرِ نعمت تبلیغ قرآن پر موقوف ہوا۔ اور علماءِ علومِ قرآن کا فرضِ منصبی تبلیغ ٹھہرا۔ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت نے تقاضا کیا کہ دوسرے لوگوں کو استماعِ قرآن کے لیے مجبور کر کے جمع کیا جائے اور ایک منظم صورت[3] میں سننے اور سنانے والے مجتمع ہو کر اس فرض کو انجام دیں۔ اس واسطے ارشاد ہوتا ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ

مولانا کی نکتہ آفرینی ملاحظہ ہو۔ "از روئے[4] شرع اسی کو امام بنایا جاتا ہے جو سب سے زیادہ قرآن کا عالم ہو۔"

---

[1] تفسیر سورۂ کوثر ص۶ مصنفہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور
[2] 〃 〃 〃 ص۷ 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 (نماز با لجہر با جماعت) ص۷ 〃 〃 〃 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 ص۸ 〃 〃 〃 〃 〃

زندہ قوم کے خصائص

فصلِّ لربک کے متعلق اخذ کردہ نتائج پر غور کیجئے!" نماز[1] ایک ایسی معجون مرکب ہے۔ جس میں عبادت کے علاوہ زندہ قوم بنانے کے تمام لوازمات موجود ہیں ایثار، مساوات اتحاد، انتخابِ امیر، اطاعتِ امیر، وحدۃ مرکزی، جذبۂ قربانی۔ یادِ آخرۃ۔ ذکر، شکر۔ صبر اور دعا کی عملی تعلیم نماز میں دی جاتی ہے۔

نتیجہ

"صحابہ کرام[2] رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کامیابی کا راز اشاعتِ قرآن ہی میں مضمر تھا۔ اس مقدس کتاب کی علمی اور عملی نشرو اشاعت ہی ان کی زندگیوں کا نصب العین تھا جب وہ قانونِ الٰہی کی حفاظت وصیانت کے لیے سفرو اقامت اختیار کرتے تھے۔ تب اللہ تعالےٰ نے زمین وآسماں کے خزانے ان کی حمایت کے لیے وقف کر دیے تھے۔ فتح کا سہرا ان کے سر باندھا جاتا تھا۔ کامیابی ان کی قدم بوسی کرتی تھی۔ اور اسی سطوتِ شاہانہ کو اقبال علیہ الرحمہ یاد دلاتے ہیں ؎

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے ، تیرا جذبِ قلندرانہ

مولانا اب وَانْحَرْ کی تفسیر کے سلسلے میں مختلف تفاسیر سے شواہد پیش کرتے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا ذکر کرتے ہیں۔ اس قربانی کا اجراء و نفاذ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ثابت کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل الرحمان علیہ السلام کے خلفِ الرشید

---

[1] تفسیر سورۂ کوثر ص۲ مصنفہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم۔ فیروز سنز لمیٹڈ
[2] 〃 〃 〃 ص۵ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

فرماتے ہیں۔ گویا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ملّتِ ابراہیمی ہی کی تجدید کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ قربانی کی اصلی روح تقویٰ ہے[ا] ۔ اِس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

عباداتِ[۲] مالیہ میں سب سے بڑی عبادت قربانی ہے۔ عباداتِ بدنیہ میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے زندہ دل بندوں کو جو لطف نماز میں نصیب ہوتا ہے۔ وہ دوسری کسی عبادت میں نصیب نہیں ہوتا۔ علیٰ ھذا القیاس قربانی میں جو ایثار و اعتماد علی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک عجیب چیز ہے۔ لہٰذا ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ حصولِ رضا الٰہی کے لیے ہر بدنی، مالی اور وطنی قربانی کے لیے ہر وقت آمادہ اور تیار رہے۔

اِنَّ[۳] شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ " اللہ تعالیٰ رسول اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو ہر ایک خیر سے محروم کردے گا۔ مال اور اہل و عیال کے نفع خیر سے محروم ہو جائے گا۔ زندگی کو حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ نہیں بنا سکے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے دل کو خیالاتِ پاکیزہ سے محروم کردے گا۔ اپنی معرفت و محبّت اور اپنے رسولوں پر ایمان لانے کی توفیق عطا نہیں کرے گا۔

سورۂ فلق

مصائب میں جائے پناہ

سورۂ[۴] فلق کا ربطِ آیات ملاحظہ ہو۔ یہ قاعدہ ہے کہ انسان پہلے ہتھیار ہاتھ میں لے کر دشمن کے مقابلے میں آتا ہے۔ اسی طرح پہلے پناہ الٰہی (اعوذ برب الفلق) کا

ا۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم (سورۃ الحج ۲۲ آیت ۳۷)

۲۔ رسالہ تفسیر سورہ کوثر ص ۱۲ مصنّفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم لاہور

۳۔ " " " ص ۱۳ " " " "

۴۔ تفسیر سورۂ فلق ص ۱ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم ۔ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

ہتھیار دیا گیا۔ پھر دشمنوں کا ذکر کیا گیا۔

من شرّ ما خلق الخ۔ پھر دشمنوں میں خاص ترتیب رکھی گئی ہے پہلے ان دشمنوں کا ذکر ہے جن کا خود وجود ہی ہمارے لئے مضر ہے (من شرّ ما خلق) اس کے بعد ان دشمنوں کا ذکر ہے۔ جن کا نفس وجود تو مضر نہیں ہے لیکن ان کے کارنامے ہمارے حق میں مہلک ہیں (من شرّ غاسق اذا وقب ام) واللہ اعلمُ بمرادہٖ واسرار کتابہٖ"۔

مولانا اس سورۃ کے شانِ نزول سے متعلقہ احادیث نقل کرتے ہیں۔

الاعتبار والتاویل

انسان[1] دو چیزوں سے مرکّب ہے۔ دونوں کے اسباب راحت و رنج علیحدہ علیحدہ ہیں۔ روح ذکرِ الٰہی سے مسرور رہتی ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب جسم کو چوٹ لگنے سے اور زخمی ہونے سے صدمہ ہوتا ہے تو روح کو کسی عزیز کے انتقال کی خبر وحشت اثر سے رنج پہنچتا ہے۔ حالانکہ جسم صحیح و سالم ہوتا ہے۔ مگر دلی صدمہ سے روح پارہ پارہ ہو رہی ہے۔

خلاصہ مضمون معوذتین

سورہ فلق[2] میں جسم انسانی کو ضرر پہنچانے والی چیزوں سے بچنے کے لیے پناہ الٰہی میں آنے

---

[1] زید بن ارقم سے روایت ہے ایک یہودی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا۔ یہ تکلیف آپ کو ایک عرصہ تک رہی پھر آپ کے ہاں جبرئیل علیہ السلام آئے۔ فرمایا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور فلاں کنوئیں میں آپ کے لیے گرہیں باندھ کر ڈالی ہیں تب رسولِ خداؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ پھر آپ ان گرہوں کو نکال کر لائے اور انہیں آ کر کھولا۔ جب ایک گرہ کھولتے تھے۔ رسولِ خدا اپنی تکلیف میں تخفیف محسوس فرماتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کھڑے ہوئے جس طرح رسی سے بندھے ہوئے کو چھوڑ دیا جائے۔ یہودی کو بتو یہ بات بتلائی گئی نہ اس نے کبھی کسی کے چہرہ پر اس بات کو محسوس کیا (اخرجہ النسائی)

[2] تفسیر سورہ فلق ص۲۶۔ مصنفہ مولانا احمد علی صاحب مرحوم۔

کی تلقین ہے۔اور سورۃ الناس میں روحِ انسانی کو ضرر پہنچانے والی چیزوں کے شر سے بچنے کے لیے پناہِ خداوندی میں آنے کی تعلیم ہے۔"

مضمون سورۃ الفلق

تمثیل

انسان کی جنس الجنس جسم نامی ہے۔اس لحاظ سے انسان میں تمام نباتی خصائص (مع شئے زائد) موجود ہیں۔لہٰذا اگر انسان کو نبات کے ساتھ تشبیہ دے کر لوازمات نباتیہ اس کے لیے ثابت کیے جائیں تو عقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

سورۂ فلق میں جو چار آفات کا ذکر ہے۔ان کی تطبیق میں چار آفات کا شمار اور پھر ان کی توضیح کرتے ہیں۔

(۱) مِن شَرِّ مَا خَلَق[۲] ۔ وہ چیزیں جن کا وجود ہی انسان کا دشمن ہے۔مثلاً سانپ، بچھو، چیتا، شیر، بھیڑیا وغیرہ

۲۔ دوسری آفت: وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (اندھیری چیز کی برائی سے جب وہ چھا جائے)۔اب فرماتے ہیں کہ تاریکی کی دو قسمیں ہیں۔ظاہری اور باطنی۔ ظاہری تاریکی میں شیاطین اور درندے، موذی جانور، چور اور ڈاکو آزادی سے چلتے پھرتے ہیں اور انسانوں میں غارتگری کرتے ہیں۔

ف۱۔ نباتات کے لیے پہلی آفت ا۔وہ چیزیں جن کا وجود ہی سبزی کے لیے عداوت ہے مثلاً سبزہ خور جانور (من شر ما خلق)، ب۔نباتات کا ان چیزوں سے محروم رہنا جو اپنی تاثیر سے نباتات کی نشوونما میں مؤید ہیں۔جن کا ذکر من شر غاسق اذا وقب میں ہے۔ج۔تیسری آفت مثلاً ناگہانی بلائیں۔مثلاً شدید گرمی، سردی یا اولے وغیرہ۔د۔چوتھی آفت حسد حاسد ہے جس کا ذکر من شر حاسد اذا حسد میں ہے۔(تفسیر سورۂ فلق ص۔ مصنفہ حضرت لاہوری، فیروز سنز۔لاہور)

ف۲۔ تفسیر سورۂ فلق ص۹۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔ فیروز سنز۔ لاہور

باطنی تاریکی بھی کئی طرح کے مصائب کا موجب بنتی ہے۔ مثلاً کورِ باطن نہ حسن و قبیح کو دیکھتا ہے۔ نہ کسی ہادی کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا نہ اس کا سینہ نورِ ایمان سے منور ہوگا۔ نہ ہادی کا متلاشی۔ نہ محسنِ حقیقی کا فرمانبردار۔ نہ اخلاقِ انسانی سے آشنا۔ نہ اصولِ معاشرت سے واقف۔"

تیسری آفت: وَمِن شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ سے اعتباراً[1] وہ ناگہانی بلائیں ہو سکتی ہیں۔ جو انسان کے قوائے فہم و ادراک کو عضوِ معطل بنا دیں۔ مثلاً جادو کا اثر۔"

چوتھی آفت۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ کی تشریح میں نصِ قرآنی سے استدلال کرتے ہیں۔

قولہٗ تعالیٰ وَلَا تَتَمَنَّوا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ[2] بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْض۔ اب حاسد کی تعریف پیش کرنے کے لیے حاشیہ میں تفسیر خازن کی عبارت نقل فرماتے ہیں "الحاسد[3] الذی یتمنّٰی زوال نعمۃِ الغیر۔ انجام کار صفت حسد کی شرعی حیثیت اور اس مرضِ روحانی کی شناعت میں تاریخی شواہد پیش کرتے ہیں۔

دراصل[4] حاسد تقدیرِ الٰہی پر معترض ہے کہ فلاں نعمت سے فلاں شخص کو تقدیر نے کیوں ممتاز فرمایا۔ اب اس شخص سے عداوت کا اظہار کرتا ہے اور اپنے حسد و کینہ اور بغض کے باعث اسے چین نہیں لینے دیتا۔

اس چوتھی آفت سے بچنے کے لیے بھی پناہِ الٰہی میں آنے کی تلقین کی گئی ہے۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد بدترین شر ہے۔ واقعہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حسد سے بڑھ کر کوئی شر نہیں ہے۔ کیونکہ جس قدر تکالیف ایک انسان کو

---

[1] ۔ تفسیر سورۂ فلق ص۹۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

[2] ۔ سورۂ نساء ۴ آیت نمبر ۳۲۔

[3] تفسیر خازن نقل از حاشیہ تفسیر سورہ فلق ص۱۰۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[4] تفسیر سورۂ فلق ص۱۱۔ از مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور

دوسرے سے پہنچتی ہیں - ان کا اصل منشا صفتِ حسد ہی ہوتی ہے۔ اس لیے عقلا نے کہا ہے کہ پہلا گناہ جو آسمان پر واقع ہوا ہے وہ شیطان کا حسد آدم علیہ السلام پر ہے اور پہلا گناہ جو زمین پر ہوا وہ قابیل کا حسد ہابیل پر ہے۔

الحاصل! ہر مصیبت کے وقت کارساز حقیقی کے دروازے کو کھٹکھٹانا چاہیے۔

تفسیر سورۂ ناس

مولانا سابقہ سُوَر کی تفسیر کی طرح اس سورہ کا پہلے با محاورہ ترجمہ۔ حاشیہ پر ربط آیات چند عربی تفاسیر کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

سورۂ فلق[1] میں مستعاذ بہ ایک تھا اور مستعاذ منہ چار تھے اور سورۂ ناس میں مستعاذ بہ تین ہیں اور مستعاذ منہ ایک ہے۔ شیطان انسان کا بدترین دشمن ہے۔ مستعاذ منہ ہے اور خداوندِ عالم کی شانِ ربوبیّت۔ ملکیّت اور الوہیّت مستعاذ بہ ہیں۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بدترین دشمنِ روحانی سے بچنے کے لیے خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی مذکورہ تینوں صفات کے دامن میں پناہ لے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک صفت کی بجائے اس سورہ میں تین صفات کا ذکر آیا ہے۔ صفات ثلثہ کے ذکر سے دشمن کا خطرناک ہونے کا اعلانِ عام مقصود ہے۔ تاکہ لوگ اس کے مقابلے میں بیدار اور ہوشیار ہو کر رہیں۔

سابقہ سطور کا نتیجہ بایں الفاظ پیش کرتے ہیں۔ انسان اپنی[2] مظلومی میں اپنے مرّبی یا بادشاہ یا معبودِ حقیقی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ ایک توحید پرست مرّبی بادشاہ اور معبودِ حقیقی فقط۔ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کو سمجھتا ہے۔ لہٰذا اس کی دوڑ سوائے رب السمٰوٰت والارض کے دروازہ کے اور کہیں نہیں ہو گی اور وہی

---

[1] - تفسیر سورۂ ناس ص۱۴۱۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ فیروز سنز۔ لمیٹڈ۔ لاہور

[2] " " ص۱۴۶ " " " " " " " "

اس پرانے بدترین دشمن شیطانِ لعین سے اسے بچائے گا "فنعم المولیٰ ونعم النصیر"

تشریح مضامین سورۂ عصر

عروجِ اقوام کے اسباب

ربطِ آیات سورۂ عصر[1]: قوم کو زندہ کرنے کے لیے یہ بہترین طریقہ ہے۔ پہلے ان کے اندر جذباتِ صادقہ پیدا کیے جائیں، جن کو ایمان کہا جاتا ہے۔ پھر عملی قدم اٹھایا جائے، جس کو عملِ صالح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں اپنے خیالات ہر فرد انسانی تک پہنچائے جائیں۔ جس کو تواصی بالحق کہا جاتا ہے اور ہر کارکن کو ہر مصیبت میں استقامت کی تلقین کی جائے، جسے تواصی بالصبر کہتے ہیں۔

اب احادیث متعلقہ سورۂ عصر تحریر فرماتے ہیں۔

پھر سورہ کے موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور "عروجِ اقوام کے اسباب" کا موضوع تجویز فرماتے ہیں۔ والعصر کی تشریح و توضیح میں مختلف تفاسیر[2] کے حوالے پیش کرتے ہیں۔

اب علوم کی دو قسمیں بیان فرماتے ہیں "منزلہ و مخترعہ"۔ دنیا کے علوم مروّجہ میں دو[3] قسم کے علوم ہیں۔ ایک منزّلہ۔ جو احکم الحاکمین کی جانب سے نازل شدہ ہیں۔ اس قسم کے علوم کی تمام قومیں (یہود، نصاریٰ، مجوسی، ہندو، سکھ اور مسلمان) قائل

---

[1] تفسیر سورۂ عصر ص۱ مصنّفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[2] واقسم عزّوجلّ بوقت تلک الصلوٰۃ (روح المعانی ص۲۲۸) عن الشافعی علیہ الرحمۃ انہ قال لو لم ینزل غیر ھذہ السورہ لکفت النّاس لانھا شملت جمیع علوم القرآن (روح المعانی ص۲۲۷) اِنَّ الانسانَ لَفِی خسر۔ ای جنس الانسان لفی خسر (مدارک التنزیل ص۴۰۵)

[3] تفسیر سورۂ عصر ص۲ مصنّفہ مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ فیروز سنز۔ لاہور

ہیں۔ دوسرے علوم مخترعہ ہیں۔ جو عقل انسانی اپنے غور و فکر سے تجویز کرتی ہے پہلی قسم کے علوم قطعی ہوتے ہیں اور دوسری قسم کے ظنّی کہلاتے ہیں۔ تصادم اور تعارضِ اقوام میں وہی قوم غالب آئے گی، جو علومِ الٰہیہ کی حامل ہو۔ لیکن فقط علومِ صحیحہ اور منزّلہ کا حامل ہونا کامیابی کا کفیل نہیں۔ بلکہ ان اصول کو عملی جامہ پہنانا بھی لازمی ہے اسلام اور یہودیّت کی ٹکر میں یہودیّت پاش پاش ہوگئی۔ کیونکہ یہودی قوم ہدایاتِ آسمانی پر عمل کرنے سے قاصر تھی۔ لہٰذا اسلام نے تمام دنیا کے قلوب پر قبضہ جما لیا۔

مولانا امنوا وعملوا الصالحٰت کی تشریح کے بعد تواصوا بالحق کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں "وہی تحریک[1] زندہ، بامراد اور کامیاب رہے گی جس کے اغراض و مقاصد کی اپنے حلقۂ اثر میں نشر و اشاعت کی جائے۔"

تواصوا[2] بالصّبر کے سلسلے میں روح المعانی اور مدارک کے حوالے سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہی تحریک سربلندی و سرفرازی کے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جس کے معاونین اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہر مصیبت میں سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔

الاعتبار والتاویل

اصولِ اربعہ (علومِ صحیحہ کا حامل ہونا۔ علومِ صحیحہ پر عامل ہونا۔ حلقۂ اثر کو ہر ممکن ذریعے سے وسیع کرنا۔ تکمیلِ مقصد کے لیے ہر قربانی کے لیے آمادہ رہنا) کی جامعیّت بیان فرما کر مولانا الاعتبار والتاویل کی طرف التفات فرماتے ہیں۔

"برادرانِ اسلام! افسوس صد افسوس۔ مسلمانوں کی ذلّت کا باعث اپنے اصولِ

۱۔ تفسیر سورۂ عصر ص ۹۔ مصنّفہ مولانا احمد علی مرحوم۔ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

۲۔ وتواصوا بالصبر علی الطاعات التی یشق علیها اداءها وعلی ما یبتلی الله تعالیٰ به عباده من المصائب (روح المعانی ص ۲۲۹) عن المعاصی وعلی الطاعات وعلی ما یبلو به الله عباده (مدارک ص ۴۰۰) ۳۔ تفسیر سورۂ عصر ص ۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

صحیحہ کی گم کردگی ہے۔ وہ قوم جو مردہ قوموں میں زندگی کی روح پھونکنے کے لیے دنیا میں آئی تھی۔ آج نیم بسمل ہو کر دم توڑ رہی ہے جس کے اسلاف کے سینے نورالٰہی سے بھرپور تھے۔ آج جہالت کا شکار ہو رہی ہے۔ وہ قوم جس کی غلامی پر غیر مسلم فخر کرتے تھے۔ آج وہ غیر مسلموں کی غلامی کو فخر سمجھتی ہے"! ؏

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو!

بعدازاں مسلمانوں کو ایمان عمل صالح۔ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کی پرزور تلقین فرماتے ہیں۔ مسلمان اگر دنیا میں سرفرازی چاہتے ہیں تو دوسری اقوام سے بڑھ کر پیکر عمل بن جائیں۔ تو خدا تعالیٰ ان کو آگے بڑھا دے گا۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَکَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیْمًا۔ ؎

تا نسوزی در تنورے چوں خلیل ؑ
کے بیابی نصرت ربِّ جلیل

درسِ عام

ہم مولانا احمد علی مرحوم کی مفسرانہ حیثیت پر تبصرہ کر رہے ہیں۔ سابقہ صفحات میں آپ کے مترجم قرآن حکیم کے پہلوؤں پر تحقیقی نظر ڈالی گئی۔ آپ کے بامحاورہ ترجمہ حاشیہ پر ربط آیات اور رکوعات کے خلاصہ کا جائزہ لیا گیا۔ بعدازاں چند سورتوں کی تفسیر پر غور کیا گیا۔ الغرض مولاناؒ کا اندازِ بیان، طریقِ استدلال اور اسلوب استنباط و استخراج، ہمعصر علماء کی نظروں میں ہر لحاظ سے قابلِ تحسین پایا گیا۔ جہاں تک ہماری رائے کا تعلق ہے۔ مولانا ہر طبقہ کے افراد کے لیے مصلحانہ طرزِ بیان پر قادر الکلام تھے۔

درس عام جو روزانہ نمازِ فجر کے ایک گھنٹہ بعد ہوتا تھا۔ اس میں علماء۔ طلبہ عوام اور گریجوایٹ حضرات شمولیت کرتے تھے۔ شائقین بسوں، سائیکلوں، موٹروں

؎ تفسیر سورۂ عصر ص ۱۷ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

پر سوار ہو کر اور لاہور کے دور دراز محلوں سے پیدل چل کر آپ کا درسِ قرآن حکیم سننے کے لیے آتے تھے۔ عورتوں کی حاضری کا باپردہ انتظام ہوتا تھا۔ درسِ عام میں حضرت کا معمول تھا کہ قرآنِ حکیم کا ایک رکوع تلاوت فرماتے۔ بامحاورہ ترجمہ کرتے اور پھر فرماتے کہ "اب ان آیات کا وہ مفہوم پیش کیا جائے گا، جو عہدِ رسالتؐ اور عہدِ صحابہ کرامؓ میں سمجھا گیا۔ بعد ازاں الاعتبار والتاویل کا درجہ ہوتا تھا۔ آپ کو اپنے مخاطبین کے علم و فضل اور ان پڑھ حضرات کی استعداد کا پورا پورا خیال ہوتا تھا۔ آپ اپنے مواعظِ حسنہ میں نہایت سادہ اور خطیبانہ زبان استعمال فرماتے تھے۔

صبح کا درسِ عمومی وعظ پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس میں زیادہ تر تذکیری ارشادات ہوتے تھے۔ آپ نہایت آسان اور سادہ الفاظ میں درس دیتے تھے۔ جس سے ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر کی عملی تفسیر ظاہر ہوتی۔ اگرچہ درس میں علماء اور منتہی طلبہ بھی بیٹھتے تھے۔ مگر آپ کا روئے سخن عام تذکیر کا ہوا کرتا تھا۔

راقم السطور کو مولاناؒ کے درسِ عمومی میں تقریباً چودہ برس تک حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ ہم نے جس جگہ بھی درسِ قرآن کا انتظام دیکھا ہے، وہاں یہی دیکھا گیا ہے کہ نمازِ فجر کے بعد بیچارے مولوی صاحب فوری طور پر حاضرین کو درسِ قرآن سننے میں مشغول کر دیتے ہیں۔ بلکہ بعض جگہ تو فرضوں کے بعد دعائے مسنونہ بھی درس کے بعد ہی مانگی جاتی ہے تاکہ نمازی غائب نہ ہو جائیں۔ مگر شیرانوالہ دروازے کا درسِ عام اپنی نوعیّت میں بالکل ہی انوکھا تھا۔ نمازِ فجر کے ایک گھنٹہ بعد درسِ قرآنِ حکیم شروع ہوتا۔ نمازی پہلے نماز پڑھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے اور درس کے شروع ہونے سے چند منٹ پہلے دوبارہ درسگاہ میں آموجود ہوتے۔ درس کے موقعہ پر حاضرین پر ایک سکوت اور محویّت کا عالم ہوتا تھا۔ بعض آنکھیں اشکبار دیکھی جاتی تھیں۔ بعض حضرات مولانا کے تفسیری رموز و نکات کو نقل کرنے میں محو ہوتے تھے۔ درس کے اختتام تک حاضرین کا اضافہ ہوتا رہتا۔ ہم نے چودہ سال کے طویل عرصے میں مجلسِ قرآن سے کسی کو اٹھ کر جاتے نہیں دیکھا۔

درِ فیضِ محمدؐ وا ہے، آئے جس کا جی چاہے
خدائے دو جہاں سے لو لگائے جس کا جی چاہے

اب درس کے بعد دعا ہوتی۔ مصافحے ہوتے۔ لوگ محبت بھری نگاہوں سے اپنے روحانی مربّی و محسن کے نورانی چہرے پر دیکھتے اور رخصت ہو جاتے؟

یہ درس کب جاری ہوا؟ مولاناؒ کے دل میں اس کی اہمیت کس قدر تھی؟ اور آپ نے بتوفیق ایزدی اس کو کس استقامت و مداومت سے نبھایا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات میں شیخ التفسیر مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ کی بابرکت زندگی کے تمام لیل و نہار قارئین کرام کے سامنے آجاتے ہیں۔

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں دو سال درس و تدریس کے بعد آپ نے قید و بند کے ایام و شہور کو نہایت پامردی سے برداشت کیا۔ بالآخر لاہور میں آکر آپ کو اس شرط پر رہا کیا گیا کہ آپ دہلی اور سندھ واپس نہیں جا سکتے۔ آپ نے لاہور میں قدم رکھتے ہی دو آدمیوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیا۔ یہ مولانا عبدالعزیز صاحب اور میاں عبدالرحمٰن صاحب تھے۔ پھر اپنے مکان کے قریب ہی ایک چھوٹی سی مسجد میں درس دینے لگے۔ پھر قریب کی دو منزلہ دوکانوں کی چھت پر درس دیتے رہے۔ جب سامعین کا مجمع زیادہ ہو گیا تو مولوی عبدالحق مرحوم کی بیٹھک میں درس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس کے بعد مسجد لائن سبحان خاں میں درس کا آغاز ہوا۔ جو تا دمِ واپسیں جاری رہا۔

درسِ عام کو حضرت لاہوری نے جس استقامت سے جاری رکھا۔ اس کی مثال شاید و باید۔ اب مولانا کا درسِ قرآن مجید تمام ہندوستان میں ایک مثالی حیثیت کا حامل تھا۔ آپ کسی حالت میں بھی درس میں ناغہ کرنا پسند نہیں فرماتے

---

[۱] ۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب۔
[۲] 〃 〃 〃 〃 ۔

تھے۔ خواجہ نذیر احمد مرحوم راوی ہیں کہ ایک صبح آپ حسبِ معمول درس میں مشغول تھے کہ آپ کے بڑے صاحبزادہ حافظ حبیب اللہ صاحب آئے۔ آپ کے کان میں کچھ کہہ کر چلے گئے۔ دوسری دفعہ اسی طرح ہوا اور تیسری دفعہ بھی آئے اور سابقہ عمل کو دہرا کر چلے گئے۔ مگر درس بدستور اسی انہماک سے جاری رہا۔ درس کے اختتام پر آپ نے اپنی بیٹی کی فوتیدگی کے متعلق اظہارِ خیال فرمایا۔[1]

آپ کی بیٹی رقیہ جس کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی۔ قریباً دو بجے رات فوت ہو گئی۔ مگر آپ نے اس کی وفات کی خبر صبح کے پر اطمینان درسِ قرآن حکیم کے بعد دی۔[2]

۱۹۴۹ء میں جب آپ حج بیت اللہ شریف کے لیے جہاز میں سفر کر رہے تھے تو پھر بھی آپ نے اس قدسی الاصل وظیفہ کو پورے ذوق و شوق سے نبھایا۔ سندھی حضرات (ہم سفر حجاج) نے سندھی میں درس کی استدعا کی، تو ان کے لیے ایک وقت سندھی میں اور دوسرے وقت فارسی داں حضرات کے لیے فارسی میں اس مقدس فریضہ کو ادا کرتے رہے۔ آپ نے سات دن تک جہاز میں سفر کرتے ہوئے جہاز میں تیار کردہ کھانا نہ کھایا۔ کیونکہ جہاز میں ملازمین کا عملہ بے نماز تھا۔[3]

کشمیر ایجی ٹیشن کے دوران آپ نے جہادِ کشمیر میں قائدانہ شرکت فرمائی۔ آپ کو ملتان ڈسٹرکٹ جیل میں نظر بند کیا گیا۔ آپ وہاں درسِ قرآن مجید کے لیے بے تاب تھے مگر اس وارڈ میں کوئی مسلمان نہ تھا۔ لہٰذا ایک ہندو گریجوایٹ کو ہی آپ نے قرآن مجید کا درس دینا شروع کر دیا۔ جس وقت اس کے سامنے یاایھا الناس اعبدوا کی تفسیر بیان فرمائی تو وہ وجد میں آ گیا اور صداقتِ قرآنی کا معترف بن گیا۔[4]

---

[1] - خواجہ نذیر احمد مرحوم راوی۔ مردِ مومن ص ۱۱۱۔ عبدالمجید خاں صاحب۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور
[2] - جمیلہ کوثر۔ نواسی حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔
[3] - راوی حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب! مولانا احمد علی مرحوم کے منجھلے صاحبزادہ اور جانشین
[4] - راوی مولانا محمد صابر صاحب۔ خادمِ خاص مولانا احمد علی مرحوم۔

بار ہا ایسا ہوا کہ شدید علالت کے باوجود درسِ قرآن حکیم کا ناغہ نہ فرمایا۔ ایک دفعہ ۱۹۶۰ء میں رمضان المبارک کے ایّام میں اس قدر شدید علیل ہو گئے کہ رات بھر حجرے میں قیام فرمایا۔ اسہال ہوتے رہے۔ سینہ اور کمر پر پٹیاں باندھ رکھی تھیں۔ ڈاکٹروں نے بات تک کرنے سے منع کر دیا۔ مگر جب سحری کا وقت آیا تو حضرتؒ نے بڑی مشکل سے اتّباعِ سنّت میں سحری کی نیت سے چائے کی آدھی پیالی نوش فرمالی۔ صبح کی نماز کے لیے خدّام پکڑ کر لائے۔ مگر نماز کھڑے ہو کر ادا کی اور پھر درسِ عمومی حسبِ معمول دے کر علمائے کرام کے درسِ خصوصی کو اسی طرح جاری رکھا۔ گویا کہ حضرت علیل ہی نہیں (ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یّشاء) اور درس کے بعد پھر بیمار ہو گئے۔[۵۱]

"راقم السطور[۵۲] کو مولانا کی خدمت میں ۱۹۲۹ء سے نیاز حاصل تھے اور مجھے آپ سے علمی تلمّذ اور باطنی تعلّم دونوں کا شرف حاصل تھا۔ مولانا نے تقریباً نصف صدی قرآن مجید کی خدمت واشاعت اور دینی دعوت و اصلاح کا کام کیا۔ اس بارے میں ایسے انہاک شغف و محویّت، ثبات و استقامت کا ثبوت دیا، جو بغیر اعلیٰ درجہ کی عزیمت، یقین وللہیّت اور روحانی قوت کے مشکل ہے۔ جب آپ کو سندھ سے لاہور پہنچایا گیا تو آپ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر درسِ قرآن کا آغاز کیا۔ رفتہ رفتہ آپ کے درس نے شہر میں عام مقبولیت حاصل کرنی شروع کی اور پھر وہ پنجاب کا سب سے بڑا درسِ قرآن بن گیا۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے پنجاب میں درسِ قرآن کا ذوق عام ہوا۔ اور جگہ جگہ اس کی بنیاد پڑی۔ جہاں تک کہ کسی بڑی مسجد اور پڑھے لکھے مسلمان محلّے کے لیے درسِ قرآن ایسا ضروری کام ہو گیا۔ جس کے بغیر مسجد آباد، خطیب کامیاب اور مفید نہیں سمجھا جاتا۔"

---

[۵۱] ۔ راوی مولانا عبیداللہ انور صاحب ۔ مردِ مومن ص ۱۱۹ ۔ مصنّفہ عبدالحمید خاں صاحب فیروز سنز۔ لاہور

[۵۲] ۔ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء و رکن موتمر عالم اسلام مکہ مکرّمہ علامہ ابوالحسن علی ندوی لکھنؤ راوی (نقل از مردِ مومن ص ۱۲۰ مصنفہ عبدالحمید خاں)

الحاصل! ہم نے آپ کی زندگی کے واقعات اور معاصر شواہد سے یہ معلوم کر لیا ہے کہ مولانا لاہوریؒ نے قرآنِ حکیم کی تبلیغ و اشاعت کو اپنی زندگی کا مقدّس فریضہ سمجھ کر نبھایا۔ آپ دورِ حاضرہ کے تمام فتنوں سے دامن بچا کر اور فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر محض رضائے الٰہی[1] کے حصول کے لیے دینِ اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے حلقۂ اثر میں ہر قسم کے آدمی کو عاقبت کی فکر دامن گیر ہوتی تھی۔ ہم اس بحث کو آپ کے ہی ارشادِ گرامی پر ختم کرتے ہیں۔

میں بفضلِ ایزد متعال[2] ایک جمعہ اور ایک درسِ قرآن مجید میں جو کچھ معروضات پیش کروں۔ اگر کوئی شخص ان کو لوح دل پر لکھ کر لے جائے اور پھر اس پر کما حقہٗ عمل کرتا رہے اور پھر ساری زندگی اس کو قرآنِ حکیم سننے کا خواہ موقعہ نہ ملے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس کی نجات ہو جائے گی۔ راقم الحروف نے جب بار بار آپ کے ان فرمودات کا جائزہ لیا۔ تو فی الواقع آپ کے خطبۂ جمعہ اور درس کے مواعظِ حسنہ میں کتاب وسنّت کی مکمل ترجمانی نظر آتی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں تمام قرآن حکیم اور صحاحِ ستہ کا خلاصہ پیش کروں تو صرف ایک فقرے میں سما سکتا ہے۔

"خالق کو عبادت سے اور مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو"

آخر کار گذارش ہے کہ درسِ عمومی[3] ۱۹۱۷ء سے شروع ہوا اور تقریباً آٹھ سال میں اس کا پہلا دور پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ دوسرا دور پندرہ سال کی مدّت میں اختتام پذیر ہوا اور تیسرا دور حضرت کی وفات تک جاری رہا۔

---

[1] مصطفیٰؐ داد از رضائے او خبر ۔ نیست در احکامِ دیں چیزے دگر
تختِ جم پوشیدہ زیرِ بوریاست ۔ فقر و شاہی از مقاماتِ رضاست
(مثنوی مسافر ص۳۹ ۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ)

[2] ۔ راقم الحروف ۔ راوی ۔

[3] ۔ راوی ۔ حضرت مولانا محمد صابر صاحب خادمِ خاص حضرت مولانا احمد علی مرحوم

یقیناً حضرت مولانا احمد علی مرحوم ان مردانِ حق آگاہ میں سے تھے۔ جن کی شبانہ روز مساعی جمیلہ اور بے لوث دینی خدمات سے دینِ اسلام کا نام روشن ہے۔ زمانہ خواہ کتنا ہی پرآشوب ہو لیکن اللہ والے آفات و حوادث سے بے نیاز ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن رہتے ہیں اور بالآخر ساحلِ مراد تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔

ہوا ہے گو تند و تیز۔ لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے[1]
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

دورہ تفسیر یا درسِ خصوصی

درس عام کے علاوہ آپ کی زندگی میں دورہ تفسیر کا آغاز ہوا۔ آپ نے اس درس کو جس محنت پژوہی، للہیت اور اخلاص سے نبھاتے رہے۔ اس کی مثال اس دور میں بڑی مشکل ہے۔ اس[2] کے شرائط و ضوابط حسبِ ذیل تھے۔

۱۔ داخلہ لینے والے طلبہ کسی نہ کسی دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہوں۔

۲۔ تین ماہ کے اختتام پر تمام قرآن حکیم کی تفسیر پڑھا دی جائے گی۔

۳۔ درس و تدریس میں مندرجہ ذیل پہلوؤں پر ضرور روشنی ڈالی جائے گی۔ اعتقادات اعمال، اخلاق، اصول، تدبیرِ منزل، قانونِ معاملات، تمدنِ اسلام، اسلامی معاشرت اور سیاسیات وغیرہ۔ تمام ضروریات کا حل کتاب اللہ سے سمجھ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک سے آدمی باہر بھی نہ جائے۔

۴۔ دورۂ تفسیر رمضان۔ شوال، ذی قعدہ کے تین مہینوں میں ختم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اہلِ علم کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تدوین کردہ فلسفہ

---

[1] بالِ جبریل ص۱۶۱۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ۔

[2] مترجم قرآن از مولانا احمد علی مرحوم بعنوان۔ ایک ضروری گذارش ص۱۔

شریعت جو حجۃ اللہ البالغہ میں مذکور ہے، پڑھایا جاتا ہے۔

۵۔ یہ درس دن میں تین چار گھنٹے تک بھی جاری رہتا ہے۔ روزانہ سبق سے امتحان ہوتا ہے اور سبق کے بعد تکرار کرنا بھی ضروری ہے۔ دورانِ تدریس طالب علم ضروری مسائل قلمبند کرے۔

۶۔ انجمن خدام الدین اس درس کے طلبہ کے نوشت و خواند، طعام و رہائش کے اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ دار ہے۔

حضرت[1] مولانا لاہوریؒ کی وفات سے چند سال پہلے مولانا لال حسین اختر مناظرِ اسلام کو بھی دعوت دی جاتی تھی۔ وہ چند دنوں میں طلبۂ زیرِ تعلیم کو غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور ہر فرقہ ضالّہ کے عقائد باطلہ کی تردید میں کتاب و سنّتﷺ کے حتمی مسائل تحریر کروا دیتے تھے تاکہ ہر طالب علم جہاں قرآن حکیم کی صحیح تفسیر سے واقف ہو جائے وہاں روز افزوں بڑھتی ہوئی ملحدانہ اور معاندانہ لادینیت کا نہایت جرأت سے مدلّل، مسکت اور دنداں شکن جواب دے سکے۔

قیامِ پاکستان سے پہلے اس جماعت میں ہندوستان کے تمام صوبہ جات اور بیرونِ ہند کے طلبہ شامل ہوتے تھے۔ ہم تو مولانا کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں کہ اس کارِ خیر کے لیے خدائے کبیر المتعال نے آپ کی ذات کو مختص فرمایا اور پھر آپ کو ایسا والہانہ جذبہ اور ایسی مجاہدانہ قوّتِ عمل سے نوازا کہ اکابرِ ملّت، جیّد خدامِ شریعت اور مقرّب آئمہ طریقت آپ کی صادقانہ روشِ حیات کے گُن گانے لگے۔

امامِ راستاں[2]، فخرِ دوراں حضرت مولانا میاں شیر محمد نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے ہیں "کیا پنجاب میں ان کا کوئی مثیل ہے؟" پھر اس کے بعد یہ واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے "کہ میں مولانا شیر محمد مرحوم کی خدمتِ اقدس میں شرقپور

---

[1] ۔ راوی: منشی سلطان احمد صاحب دفتر انجمن خدام الدین دفتر دروازہ شیرانوالہ۔ لاہور

[2] ۔ راوی۔ مولانا محمد صابر صاحب۔ خادمِ خاص حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ۔

حاضر ہوا۔ جمعہ کا دن تھا (غالباً اسی دن ایک اور مولوی صاحب نے میاں صاحب سے ان کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ تو حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ جمعہ پڑھانے والا آرہا ہے)

میں چار رکعت نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھ گیا۔ ایک آدمی نے آکر کہا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ آپ جمعہ پڑھائیں۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ میں جمعہ پڑھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ جواب سن کر حضرت میاں صاحب خود تشریف لائے اور مجھ کو جمعہ پڑھانے کے متعلق نہایت شفقت بھرے الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ میں امتثالِ امر کے طور پر کھڑا ہو گیا۔ مسائل کے بیان کے بعد خطبہ کی باری آئی لیکن مجھ کو ان دنوں مروّجہ عربی خطبہ زبانی یاد نہیں تھا۔ لہٰذا میں نے خطبے کے دونو حصوں میں قرآنِ حکیم کے رکوعات پڑھے۔ نماز کے بعد ایک کار کا انتظام کیا گیا۔ مجھ کو نہایت مربیانہ طریق پر رخصت فرمایا۔ ڈرائیور کو سات روپے دے کر فرمانے لگے کہ "مولانا صاحب کو جامع مسجد شیرانوالہ کے دروازے پر جا کر اتارنا ہوگا۔ کیونکہ انہیں قرآن مجید کا درس دینا ہے"۔

حضرت میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ اپنے عارفانہ لمحات میں فرمایا کرتے تھے۔

"مولانا احمد علی صاحب اللہ کا نور ہیں۔ میں شیرانوالہ کی طرف جب نگاہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے فرشِ زمین سے عرشِ بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا کو منوّر کر رہی ہیں"۔

اللہ! اللہ! ؎ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید!

ہم مولانا لاہوری کے شیخ التفسیر ہونے کے سلسلے میں شواہد پیش کر رہے ہیں۔

"میرا یقین محکم ہے کہ اس زمانے میں درسِ قرآن کا رواج نہ تھا۔ یقیناً

۵۔ "مردِ مومن" ص ۲۳۷۔ مؤلفہ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور

۶۔ "ایک مفسّرِ قرآن" ص ۴۷ مصنفہ چودھری محمد یوسف ایم اے۔ مکتبہ یوسفی۔ کراچی۔ محلہ لاہور چھاؤنی (پرنسپل اسلامیہ کالج۔ لاہور کینٹ، بی۔ اے۔ ڈی۔ پنجاب)

اس کارِ خیر کا سنگِ بنیاد حضرت ہی کے ہاتھوں رکھا گیا۔ پھر حضرت کے خلوص و متانت اور ذہانت و ذکاوت نے اس بنیاد پر طہارت و پاکیزگی کا وہ تاج محل تعمیر کیا، جسے وقت اور بادِ مخالف کے بے رحم جھونکے بھی مضمحل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت کی زبان میں ایک فطری لوچ، حسین و جمیل گلوں کا بانکپن اور دل کشا طرحداری تھی۔ شستگی و رعنائی آپ کی تقریر کا حقیقی جوہر تھا۔"

دوسری جگہ بھی مصنّف رقمطراز ہے:

"حق تو یہ ہے کہ حضرت لاہوری نے درسِ قرآں کو زندگی اور پائیدگی عطا کی اور اس درسِ قرآن نے آپ کو زندہ رکھا۔ چنانچہ آج جس طرح قرآن زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اسی طرح مفسرِ قرآن بھی زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔"

حضرت مولانا مرحوم کے سوانح حیات "انوارِ ولایت" ص۹ پر مندرجہ ذیل عبارت نقل ہے: "کس کو خبر تھی۔ کہ یہ بچہ جو آج ایک گمنام قصبے کے ایک غریب گھرانے میں جنم لے رہا ہے، کسی دن آسمانِ ولایت پر آفتابِ عالمتاب بن کر چمکے گا۔ اس کے علوم و معارف کے بحور بے کنار ہوں گے۔ اس کے فیوض و برکات کی سوتیں زمزم و کوثر کی آئینہ دار بنے گیں اور یہ مشرق سے طلوع کرنے والا نیر" ولایت مغرب کی وادیوں میں بھی ضیا باریاں کرے گا۔ جیسا کہ جناب علاؤ الدین صدیقی سابق صدر شعبہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور کی شہادت ہے: "میں نے مغربی ممالک کی سیر و سیاحت کے دوران حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم کے شاگردوں اور عقیدتمندوں میں سے کسی نہ کسی مردِ حق آگاہ کو قرآن پاک کی درس و تدریس اور نشر و اشاعت کی خدمات سرانجام دیتے ہوئے پایا۔ گویا کہ حضرت شیخ المشائخ کے فیوض کا دائرہ بہت وسعت رکھتا ہے۔"

"چنانچہ میرا اپنا واقعہ ہے کہ اپریل ۱۹۴۴ء میں جب میں دہلی ریلوے اسٹیشن سے

ل۔ انوارِ ولایت ص۹۔ سوانح حیات مولانا احمد علی مرحوم از ماسٹر لال دین اخگر ایم۔ اے مطبوعہ پنجاب پریس لاہور۔

ل۔ بابو منظور سعید صاحب راوی ہیں۔ جنہوں نے مولاناؒ کے حالات ان کی زبانی سن کر اپنی بیاض تیار کی۔

علی گنج صفدر جنگ کی طرف پیدل جا رہا تھا، تو ایک آدمی راستے میں ملا۔ باتوں باتوں میں جب اس کو معلوم ہوا کہ میں لاہور سے آیا ہوں۔ تو اس نے مجھ کو بتایا کہ "ہم ایران میں حضرت مولانا احمد علی صاحب رح کو مفسرِ قرآن کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟" میں نے ان کو حضرت والا شان کے متعلق حسب استعداد واقفیت دلائی۔ لیکن میں حیران تھا کہ ہمارے حضرت کی علمی شہرت بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے۔"[1]

علماء کے درس میں آپ کا روئے سخن انہی کی طرف ہوتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ امام سیوطی رح اور امام راغب اصفہانی کی تعلیمات کا نچوڑ بیان ہو رہا ہے۔

ابتداء[2] ہی سے حضرت مولانا رح کو درسِ قرآنِ حکیم کا شوق تھا اور اس میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا۔ جو اس میں شاید ہی دوسرے علماء کو حاصل ہو۔ آپ کے ہاں فضلاء اور علماء کے لیے درسِ قرآن خصوصی ہوا کرتا تھا۔ جس میں آپ معارفِ قرآنی اور حکمتِ ولی اللٰہی کے نکات بیان فرماتے۔ یہ درس دراصل تمام علوم کے حاصل کرنے کے بعد ایک قسم کا تکمیلی درس ہوتا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ دورۂ حدیث کے اختتام پر جب فارغ التحصیل علماء کو دستار بندھواتے تھے تو فرمایا کرتے تھے "علم[3] کی تحصیل تم نے آٹھ سال دیوبند میں رہ کر کر لی لیکن تکمیل آپ کی لاہور جا کر حضرت مولانا احمد علی صاحب کے دورۂ تفسیر میں ہو گی"۔

حضرت کی درسگاہ سے فارغ شدہ باکمال علماء فضلاء میں سے جن کی زندگی مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئی۔ مندرجہ ذیل نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

---

[1] ۔ "مردِ مومن" ص ۱۲۰ ۔ عبد الحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور۔

[2] ۔ "مردِ مومن" ص ۱۲۸ ۔ عبد الحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور

[3] ۔ " " " " " " "

نوٹ ۔ [1]، [3] ۔ رجسٹر دفتر کا حوالہ۔

فہرست علماء کرام

۱۔ علامہ سید ابوالحسن ندوی صاحب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
۲۔ مولانا محمد طاہر مرحوم قاسمی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند۔
۳۔ مولانا الحاج عبدالحنان صاحب خطیب و مہتمم دارالعلوم عثمانیہ۔ راولپنڈی۔
۴۔ مولانا کفیل احمد بجنوری۔ استاذ مدرسہ انصاریہ کلکتہ۔
۵۔ حضرت مولانا ابوالبیان حمّاد صاحب۔

جدید تعلیم یافتہ حضرات کی فہرست

۱۔ خواجہ عبدالوحید صاحب ایڈیٹر الاسلام (انگلش) کراچی
۲۔ پروفیسر علاؤ الدین صاحب صدیقی۔ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور
۳۔ ڈاکٹر سید عبداللہ شاہ صاحب پرنسپل اورینٹل کالج۔ لاہور
۴۔ ڈاکٹر محمد فاروق صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر دیال سنگھ کالج۔ لاہور
۵۔ چوہدری عبدالرحمٰن مرحوم ایم اے ایل ایل بی۔ ریٹائرڈ اسسٹنٹ سیکرٹری سابقہ حکومت پنجاب
۶۔ شیخ محمد عظیم اللہ صاحب ایڈووکیٹ۔ لاہور۔
۷۔ پروفیسر سعادت علی خاں ایم۔ اے۔ (پرنسپل ریٹائرڈ)
۸۔ مولوی بشیر احمد صاحب بی۔ اے۔ لدھیانوی۔

پروفیسر محمد سرور صاحب کے مضمون کی چند سطور ہمارے موضوع کی تائید و تصدیق کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"لاہور کی جب کبھی تاریخ لکھی جائے گی تو جہاں اس کے بہت سے ایسے کارناموں کا ذکر ہوگا۔ جنہوں نے نہ صرف اس شہر بلکہ اس پورے برصغیر کی قسمت بدل دی تھی۔ وہاں آئندہ کا مؤرخ ایک ایسے بزرگ کے ذکر سے کبھی پہلوتہی نہیں کر سکے گا جس نے اس شہر کے مسلمانوں کی زندگی میں ایک لازوال اثر چھوڑا ہے۔ یہ بزرگ بیک وقت عالم

دین تھے، معلّم تھے، صوفی تھے، مصلح تھے اور اس کے ساتھ ساتھ قوم وملّت کی ہر پکار جو جابر حکومتوں کے خلاف اٹھی۔ اس میں لبیک کہنے والوں میں پیش پیش تھے۔ ان کے فیض صحبت سے لاکھوں خاندان بنے۔ انہوں نے قرآنِ حکیم کی نشر واشاعت میں اپنی ساری زندگی صرف کر دی۔[1]

قرآن مجید کا درس ہر عالم دیتا ہے۔ لیکن مولانا مرحوم کے درسِ قرآن حکیم کے عملی مضمرات کچھ اور تھے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے جہاں ایک طرف انگریز انہیں اپنا دشمن سمجھتا رہا۔ وہاں دوسری طرف ابتدا میں ان عوام نے بھی آپ کی مخالفت کی، جو بے سمجھی سے مشرکانہ رسوم کو جزوِ مذہب مانتے تھے۔ مولانا مرحوم نے ایک دفعہ فرمایا:

"اب تو محلّے والے ٹھیک ہو گئے ہیں، لیکن ابتدا میں انہوں نے مجھے بڑا ستایا۔ ایک دفعہ تنگ آکر میں نے ان کو کہا: میں قرآن مجید ہاتھ میں لے لیتا ہوں، تم مجھے دھکّے دے کر مسجد سے نکال دو۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کی کسی کو جراًت نہ ہوئی۔"

اب ہم مولاناؒ کی وفات پر پاکستان ٹائمز کے چند اقتباسات پیش کر کے اس موضوع کو ختم کرتے ہیں۔[2]

" The Akhbar Farosh union held an emergency meeting and condoled the death of Maulana Ahmad Ali which was described as a serious blow not only to Pakistan but to the entire Muslim world."

---

[1] ہفت روزہ جہاں نما ۱۵-۱۶۔ ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء لاہور۔ عنوان "عظیم مفسر، مصلح، معلّم، مجاہد حضرت مولانا احمد علیؒ" ۔ وہ جابر حکمران سے ٹکرا گئے۔ تعلیماتِ قرآنی کو انہوں نے عام کیا۔ وہ ایک شخصیت نہیں۔ ادارہ اور تاریخ تھے"۔

[2] دی پاکستان ٹائمز۔ ۲۵ فروری ۱۹۶۲ء ص ۱۲۔

"[1] A number of student bodies in Lahore held condolence meetings and passed resolutions Lauding the contributions of Maulana Ahmad Ali to enrich the Muslim religious and scholastic spheres. The Islamia Collegeswere closed after the condolence meetings as a mark of respect to the memory of the departed scholar"

مولاناؒ کی دینی اور علمی خدمات کا اعتراف صرف آپ کے معتقدین تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ارباب علم وفضل بھی آپ کو عہد حاضر کا ایک بے بدل شیخ التفسیر تسلیم کرتے ہیں۔ ہم چند ایک اخباری سطور پیش کر رہے ہیں، جن سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ کی پچاس سالہ دینی سرگرمیوں نے خواص وعوام کو کس حد تک ممنون ومتاثر کیا۔

اسلامیہ کالج سول لائنز کے طلبہ[2] نے اپنے دینی وروحانی رہنما کی وفات پر بایں الفاظ اظہار تاسف کیا۔

"The students of the Islamia College, Civil Lines, in a resolution recounted the services of Maulana in reviving the Islamic traditions of selfless & devoted service in the way of God. The resolution said that the teachings of Maulana has helped to rekindle the fervour for Islam in the hearts of lakhs and lakhs of persons."

---

[1] ۔ دی پاکستان ٹائمز ۲۵ فروری ۱۹۶۲ء ص ۱۲

[2] " " " " " " " آخری کالم۔

اب ہم پاکستان کے مایۂ ناز علمی ادارے کے ریمارکس پیش کر کے اس عنوان کو خیرباد کہتے ہیں۔

The Islamic Studies society department of Islamic studies at a meeting under the chairmanship of Prof; Ala-ud-din Siddique said in a resolution.[1]

"The death of this great religious scholar creates a gulf in the realm of knowledge and spiritualism that cannot be bridged. This sad incident has deprived Pakistan of a pious & holy personality, who rendered great services to the cause of Islam, The Holy Quran and Sunna. His Scholastic and missionary services can never be forgotten.

ہم محولہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ عصرِ حاضرہ کے ملحدانہ اور لاابالیانہ اثرات کے باوجود دینِ اسلام کی صداقت اسلامیانِ عالم کے قلوب میں اب بھی ضیا باریاں کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی مولانا لاہوریؒ کی دینی خدمات کے سلسلہ میں رطب اللسان ہے۔

دورہ تفسیر کے اختتام پر کامیاب ہونے والے علماء کو سندات مرحمت کی جاتی تھیں۔ سند تفسیر القرآن کی نقل ابتدائی صفحات میں مناسب مقام پر درج کی گئی ہے۔

حضرت شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ کے ہر دو درس (عمومی اور خصوصی) کا سلسلہ اب بھی بدستور جاری ہے۔ آپ کے منجھلے صاحبزادے قاری مولانا عبید اللہ مدظلہ العالی ہر دو درسوں کی سرپرستی کرتے ہیں۔

---

[1] پاکستان ٹائمز ۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۲۔

حجۃ اللہ البالغہ کا درس

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم مجددِ اعظم کا تعارف

ہر کہ از سرِ نبی گیرد نصیب
ہم بہ جبریلِ امیں گردد قریب[1]

امام الائمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان مقدس ہستیوں میں ممتاز ترین حیثیت کے حامل ہیں۔ جن کو پروردگار کائنات احیائے دین کی وہبی استعداد دے کر بھیجتا ہے۔ آپ نے اُمتِ مسلمہ کی ہر گردشِ حیات کو نہایت قریب سے دیکھا۔ ان کے حسن و قبح پر غور فرمایا۔ دینِ حقہ کے قوانین کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا اور پھر اپنی خداداد مجددانہ و مصلحانہ صلاحیتوں سے کام لے کر دینِ مصطفوی کے روشن چہرے سے تمام حجابات کو دور کیا۔ آپ کی تصانیف اسلامیانِ عالم کے ہاتھوں میں ہیں۔ آپ ایک ہی وقت میں محدث بھی تھے، مفسر بھی تھے اور اپنے عہد کے مصلحِ اعظم اور اسلام کے عظیم مفکر بھی تھے۔ آپ نے اسرارِ شریعت کے سلسلے میں حجۃ اللہ البالغہ لکھی۔ اسرارِ دین کے علم کی ابتداء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہدِ ہمایوں سے ہو چکی تھی۔ آپ نے اس نبوی علم کی تدوین کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ آپ کے عارفانہ مشاہدات کا اندازہ آپ کی تصنیف "فیوض الحرمین" کے مطالعہ سے بخوبی لگ سکتا ہے۔

"اس کے علاوہ[2] امام الہند شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کا فیض جاری تھا۔ انہوں نے مصلح یا مجدد ہونے کا کوئی بلند بانگ دعویٰ نہ کیا تھا لیکن تجدید و اصلاح کا پورا سامان مہیا کر دیا تھا۔ قوم کی اخلاقی اور روحانی قباحتوں کو اپنی تصانیف میں بے نقاب کیا۔

---

[1] مثنوی مسافر ص ۴۱ ۔ اسرارِ شریعت ۔ علامہ اقبال مرحوم۔

[2] موجِ کوثر ص ۹ ۔ از محمد اکرام ۔ ایم ۔ اے۔

ملک میں قرآن فہمی اور درسِ حدیث کے چشمے جاری کر دیئے ۔ جن کی وجہ سے غیر اسلامی عناصر سب کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے ۔ اس سے بڑھ کر وہ ایک ایسی صالح جماعت کی بنیاد ڈال گئے تھے، جو ان کی اصلاحی تجاویز کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتی تھی ۔

آپؒ[1] کا شمار اسلام کے جلیل القدر علماء اور عبقریین و نوابغ میں ہوتا ہے اور آپ جیسی عالی پایہ شخصیتیں اور یگانۂ روزگار ہستیاں بہت کم وجود میں آتی ہیں ۔ آپ اس صدی کے مجددین میں سے ہیں ۔"

"اگر آپؒ[2] پہلے زمانے میں پیدا ہوتے تو آپ کو اماموں کا امام اور مجتہدین میں باعثِ فخر سمجھا جاتا ۔"

الغرض ! اسلامیانِ عالم کے صحیح العقیدہ مسلمانوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم کو اپنی صدی کے مجدد اور حکیم الامتؒ[3] تسلیم کیا ہے ۔ حضرت لاہوریؒ نے اپنی تمام زندگی میں فلسفہ ولی اللّٰہی کو سمجھا اور اس کی ترویج و اشاعت کو اپنا لائحہ عمل بنایا ۔ مجلسِ ذکر کی تقاریر میں آپ ہمیشہ شاہ ولی اللہ مرحوم کے روحانی مسلک کی وضاحت فرماتے تھے ۔ دورۂ تفسیر سے فارغ ہونے والے علماء جو مزید دینی تعلیم کا ذوق رکھتے تھے ۔ ان کو فلسفۂ شریعت اور اسرارِ دین کے سلسلے میں حجۃ اللہ البالغہ سبقاً پڑھائی جاتی تھی ۔ یہ درسؒ[4] ۱۹۴۰ء سے شروع ہوا ۔

---

[1] ۔ مقدمہ فیوض الحرمین ص ۔ از خواجہ عبدالوحید صاحب ۔

[2] ۔ نواب صدیق حسن خاں ۔ مقدمہ فیوض الحرمین ص ۔

[3] ۔ آپ کے علمی اور ذہنی کمالات واقعی اس تعریف و توصیف کے لائق ہیں ۔ کہ آج بھی امتِ مسلمہ آپ کو حکیم الامت اور مجدد ملت تسلیم کرتی ہے ۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے استادِ مکرم حضرت شاہ محمد عاشق صاحب در مقدمہ خیر کثیر میں فرماتے ہیں : "بر سالکان طریقت و طالبان حقیقت پوشیدہ نہ ماند ۔ کہ چوں حق سبحانہ و تعالیٰ فردے کامل برائے مظہریت و اسرارِ کامنہ خویش اصطفاء فرماید ۔ و آنرا بمنزلہ جارحۂ خود ساختہ بر زبانِ وے

جاری ۔ اگلا صفحہ ۔

ہم اس درس میں شامل ہونے والے ارشد تلامذہ کے اسمائے گرامی نقل کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ مرحوم فاضل دیوبند۔ فرزند اکبر حضرت لاہوریؒ مہاجر حجاز

۲۔ پروفیسر علاؤالدین صاحب صدیقی۔ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور۔

۳۔ چوہدری عبدالرحمٰن مرحوم۔ ایم اے۔ ایل ایل۔ بی اسسٹنٹ سیکرٹری سابق پنجاب سیکرٹریٹ

۴۔ مولانا بشیر احمد صاحب بی۔ اے۔

۵۔ چوہدری عطا اللہ خاں صاحب بی۔ اے۔

۶۔ حافظ فضل الٰہی صاحب ایم۔ اے۔

۷۔ مولانا غازی خدا بخش مرحوم منشی فاضل

۸۔ مولانا عبدالعزیز مرحوم۔ مالک الہلال بک ایجنسی۔

۹۔ مولانا سیف الدین مرحوم بہاری فاضل امروہہ۔

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) تکلم مے نماید۔ دریں زماں بایں مقام آں ذات مجمع آیات مطلع فیض و انوار منبع علوم و اسرار مخزن کنوز و کمالات وراثت محمدیہ معدن نقود رموز و صایت احمدیہ مجدد قواعد شریعت مقنن قوانین طریقت مبین غوامض معرفت محقق دقائق حقیقت، اعظم المحدثین ولی العصر لسان اللہ قطب الدین احمد ابوالفیاض شیخ ولی اللہ است۔ مدظلال ارشادہ علی العالمین الی یوم الدین کما ھو ثابت عند اہل المعرفۃ والیقین۔"

"مولانا قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ کا جہاز سفر حج کے دوران یمن کی کسی بندرگاہ پر رک گیا۔ مولاناؒ کو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ایک معمر بزرگ رہتے ہیں جب ان سے ملاقات ہوئی تو آپ ان کے علم سے بڑے متاثر ہوئے اور درخواست کی کہ سند اجازت عطا ہو۔ اس پر اس محدث صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کس کے شاگرد ہیں۔ مولانا نے اپنا سلسلہ تلمذ شاہ عبدالعزیز (فرزند ارجمند شاہ ولی اللہ دہلوی) تک بیان کیا۔ وہ بزرگ بولے۔ ہاں! میں انہیں جانتا ہوں میرے نزدیک شاہ ولی اللہ بمنزلہ شجرۂ طوبیٰ کے ہیں کہ جہاں جہاں تک طوبیٰ کی شاخیں ہیں۔ وہاں جنت ہے، اور جہاں اس کی شاخیں نہیں۔ وہاں جنت نہیں۔ اس طرح جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے وہاں جنت ہے اور جہاں نہیں، وہاں جنت نہیں۔"

(واقعہ مولانا قاسم نانوتوی مرحوم از مقدمہ فیوض الحرمین ص ۹)

۴۔ "مرد مومن" ص ۱۶۔ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز۔ لاہور۔ (درس خاص الخاص)

۱۰۔ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب۔ ایم بی بی ایس۔ بی۔ ڈی ایس۔
۱۱۔ محمد مقبول عالم صاحب بی۔ اے منشی فاضل۔

حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ مولانا لاہوریؒ کو خواب میں ملے تو فرمانے لگے مولانا! اگر ہم زندہ ہوتے، تو آپ کے درس میں شامل ہوتے۔

خواتین[1] میں درسِ قرآن مجید

عہدِ نبوّت سے لے کر عورت کے دینی مقام کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ صحابیات خصوصاً امہات المومنین رضی اللہ عنھنّ نے تفقّہ فی الدّین کے انوار صحبتِ نبویؐ میں حاصل کئے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور عائشہ صدیقہؓ کے ارفع و اعلیٰ مقامات کو کون نہیں جانتا۔ لہٰذا عہدِ رسالت سے لے کر اب تک علمارِ ربّانی اور مصلحین اُمّت نے کتاب و سنّت کی نشر و اشاعت کے تمام مواقع میں خواتین کو مردوں کے دوش بدوش شامل رہنے کی اہمیّت کو بلا تامّل تسلیم کیا ہے۔ عورت بالعموم تمام مہذّب سوسائٹیوں میں بالخصوص اسلامی معاشرے میں تہذیبِ اطفال اور تربیتِ اولاد کے لحاظ سے صدر معلّمہ کی حیثیّت رکھتی ہے۔ طبقۂ نسواں کی اصلاح تمام معاشرے کی اصلاح کے مترادف ہے۔ خواتین کا زیورِ علم و تہذیب سے آراستہ ہونا، کسی قوم کے ترقی پذیر ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ مفکّرِ اسلام علاّمہ اقبال مرحومؒ "خطاب بہ جاوید" میں فرماتے ہیں۔

مادرت درسِ نخستیں باتو داد[2] ۔ غنچۂ تو از نسیم او کشاد
از نسیمِ او ترا ایں رنگ و بو ۔ اے متاعِ ما بہائے تو از وست
دولتِ جاوید ازو اندوختی ۔ از لبِ اُو لا الٰہ آموختی

حضرت شیخ التفسیرؒ نے ابتدار ہی سے اس مسئلہ کی اہمیّت کا احساس فرمایا

---

[1] ۔ پروفیسر علاؤ الدین صدیقی صاحب سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور
[2] ۔ جاوید نامہ ص ۲۴۳ "خطاب بہ جاوید"۔ علاّمہ محمد اقبال مرحوم۔

اور میاں غلام حسینؒ مرحوم کے مکان واقعہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں خواتین کے درسِ قرآن حکیم کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ درس تقریباً دو سال تک اسی جگہ نہایت پابندی کے ساتھ جاری رہا۔ ازاں بعد اس کو مدرسۃ البنات کی شکل دی گئی، جس کا تفصیلاً ذکر ہم انشاء اللہ تعالیٰ مولاناؒ کے تجدیدی کارناموں میں کریں گے۔

مولاناؒ بحیثیت محدّث

مولاناؒ کی زندگی جہاں قرآنِ حکیم کی خدمت کے لیے وقف تھی۔ وہاں احادیثِ نبویؐ کی نشرو ترویج کا ولولہ بھی آپ کے دل میں ہر وقت موجزن رہتا تھا۔ درسِ عمومی میں قرآن عزیز کے ساتھ روزانہ مشکوٰۃ شریف یا دوسری کتبِ احادیث موجود ہوتی تھیں اور آیاتِ قرآنیہ کی تشریح و تفصیل کے لیے احادیثِ مقدسہ پیش کی جاتی تھیں۔ آپ کی تمام تصانیف کی ورق گردانی کیجئے۔ شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ملے گا۔ جہاں آپ نے رسولِ انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو عربی رسم الخط میں نقل فرما کر اس کا با محاورہ ترجمہ تحریر نہ فرمایا ہو۔ آپ کے دینی مضامین ہوں یا تقریری فرمودات ہوں، ان کی ملکوتی اور فردوسی چاشنی کا انحصار صرف احادیث کے مضمرات پر ہوتا تھا۔ آپ کے خطباتِ جمعہ یا مجالسِ ذکر کے مواعظِ حسنہ پر نظر ڈالیے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ قرآن پاک کی توضیحات و تشریحات کا ہر پہلو فرامینِ نبویؐ سے متضمن ہو گا۔[1]

آپ کی تمام تحریرات میں جہاں کہیں حضور پُرنور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک آتا ہے تو تنسیق الصّفات[2] کے طور پر محمد مصطفےٰ، احمد مجتبےٰ

---

[1] مردِ مومن ص ۱۱۹ - عبدالحمید خاں - فیروز سنز - لاہور -

[2] علمِ بدیع کی ایک صفت جس میں ایک موصوف کے کئی اوصاف و صفات متواتر ذکر کرتے ہیں مثلاً وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان - وہ سلیمان وش و موسیٰ کف و صالح اعمال (تذکرۃ البلاغہ - ص ۱۰۱ - مصنفہ مولوی ذوالفقار علی ۱۹۲۳ء - ڈپٹی انسپکٹر مدارس سہارنپور)

فخرِ دوعالم، سیّد المرسلینؐ، خاتم النبیینؐ، شفیع المذنبینؐ، حضور سراپا نور، فداہ ابی و امی کے محبت بھرے القاب دلِ صافی کی گہرائیوں سے نکل کر آپ کی زبانِ قلم پر آتے۔ آپ کی تحریرات قرآنِ حکیم کی آیات اور احادیث خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی تقریباً محدود ہیں۔ رسائل خدام الدین جن کی تعداد چونتیس ہے ان میں گلدستہ صد احادیث نبویؐ بھی موجود ہیں۔ اس کی تمہیدی سطور میں آپ نے درج ذیل عبارت تحریر فرمائی ہے جس سے آپ کی مفسرانہ اور محدثانہ حیثیت کا پورا پورا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ آپ کسی موقعہ پر بھی تفسیر بالرائے کے مرتکب نہیں ہوئے۔ بلکہ آپ ہمیشہ احادیث نبویؐ کے پھولوں سے اپنے مسوّدات کو معطّر کرتے رہے۔ آپ کی زبان پر یہ ارشاد بار بار دہرایا جاتا تھا۔

"ہادی وہ ہے، جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن حکیم اور بائیں ہاتھ میں مشعلِ حدیث خیر الانامؐ ہو اور وہ ان دونوں نوروں کی روشنی میں خلقِ خدا کی رہنمائی کرے۔"

اب ہم ضرورتِ حدیث کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

"قرآن[1] حکیم چونکہ عربی میں ہے اور عربی زبان میں اس قدر وسعت ہے کہ شاید ہی دوسری زبان میں ہو۔ لہٰذا ایک ایک لفظ کے کئی معنیٰ ہو سکتے ہیں۔ اب اس امر کا پتہ لگانا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے۔ اس کے لیے سوائے زبانِ فیض ترجمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لہٰذا جس آیت کا جو مطلب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیں وہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہو گی۔ اس کے خلاف جو معنیٰ بھی لیا جائے، خواہ وہ لغتِ عربی کے قواعد و ضوابط کے مطابق ہی کیوں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہو گا بلکہ مسترد ہو گا۔ لہٰذا جب تک خادمِ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو پیشِ نظر نہیں رکھے گا۔ وہ جادۂ اعتدال پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ممکن ہے کہ جو مطلب یہ لے رہا ہے وہ خدا تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کے خلاف ہو۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لیے بالعموم اور مبلّغین قرآن کیلئے

---

[1] رسائل خدام الدین سلسلہ ۲۶ ۔ گلدستہ صد احادیث نبویؐ ص۲ مصنفہ مولانا احمد علی قدس سرہٗ۔

بالخصوص لازم ہے کہ وہ قرآنِ حکیم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کا علم بھی حاصل کریں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی مراد کو سمجھ کر اس پر عمل کر سکیں اور خلقِ خدا کو پیغامِ حق صحیح و سالم پہنچا سکیں"۔

گلدستہ صد احادیث کی تمہیدی سطور میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"گلدستہ[1] صد احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سو حدیثیں مختلف مضامین کی جمع کی گئی ہیں۔ یہ گویا روحانی پھول ہیں، جن کو نمبر وار سجا کر پیش کیا جاتا ہے"۔

مذکورہ بالا احادیث کا انتخاب ایک مسلمان کی روزمرّہ زندگی کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ایک ایک حدیث قابلِ حفظ اور اسلام کی صداقت کی جان ہے۔ ہم تبرکاً ایک دو احادیث کو اس موقعہ پر نقل کرتے ہیں:

"عن عائشۃ قالت قال رسول اللّٰہ صل اللّٰہ علیہ وسلم مَنْ اَحْدَثَ فی امرنا ھٰذا مالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ"

ترجمہ (عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمارے اس دین (متفق علیہ) میں کوئی نئی بات داخل کرے گا، جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے"۔)

آقائے مدنی پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالقِ کائنات نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرامؑ کے صفاتِ حسنہ اور کمالاتِ ستودہ کا مجموعی حسن و جمال عطا فرما کر مبعوث فرمایا ہے[2]

---

[1] گلدستہ صد احادیث نبوی ص مؤلفہ مولانا احمد علی مرحوم۔ شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور۔

[2] سیّد و سرور محمدؐ نورِ جاں ۔ بہتر و بہتر شفیع مجرماں
بہترین و بہترین انبیاء ۔ جز محمدؐ نیست در ارض و سما
انبیاء و اولیاء تفصیلِ تو ۔ از کمالِ حق شدہ تکمیلِ تو
اے ہزاراں جبریل اندر بشر ۔ بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر
(مولانا روم علیہ الرحمۃ)

(جاری۔ اگلا صفحہ)

حضرت مولانا نے گلدستۂ صد احادیث کے انتخاب میں جس حسنِ تدبر کا ثبوت دیا ہے ہم اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

نصوصِ قرآنی سے یہ امر واضح شدہ ہے کہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت جہاں رحمۃ للعلمین[1] کے انوار سے منوّر ہے۔ وہاں خاتم النبیین[2] کے شرف و مجد سے بھی نوازی گئی ہے۔ آپؐ دنیا میں نبوت و رسالت کے لحاظ سے اکملیت[3] کے علم بردار بن کر جلوہ گر ہوئے۔ آپؐ کا دین خیر الادیان اور آپ کی امت خیر الامم ہے مشیّت ایزدی نے تمام ادوارِ حیات کی رشد و ہدیٰ کے الہامی انوار دینِ مصطفویؐ کی شمعِ رسالت میں مجتمع فرما دیئے ہیں۔ اَتممتُ علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً کی قدسی تصدیق نے اس امر کو حتمی اور مسلّمہ بنا دیا ہے کہ صبحِ قیامت تک موجودہ دین جہاں تحریف و تبدیل[5]

(بقایا صفحہ گزشتہ) مولانا روم علیہ الرحمہ آپؐ کی جوامع الکلمی کی تعریف میں زمزمہ پرداز ہیں۔

صد ہزاراں طبِ جالینوس بود ۔ پیشِ عیسےٰ و دمش افسوس بود

صد ہزاراں دفترِ اشعار بود ۔ پیشِ حرفِ امّیش ایں عار بود

قرآن مجید۔ مقام نبوت و عصمت۔ وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحیٰ (وحی متلو و غیر متلو کی ثقاہت) وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُولیٰ کا مژدہ جانفزا بھی آپ ہی لئے ہیں۔

اگر علمی دنیا میں کسی شاعر کو دوسرے کے کلام میں کسی لفظ کی تبدیلی کی اجازت ہے تو علامہ اقبالؒ کو شیخ عطارؒ کے شعر سے ایک لفظ کے تبادلہ پر ہزار تحسین و آفرین کا استحقاق پہنچتا ہے۔

شیخ عطارؒ :۔ حمد بے حد مر خدائے پاک را ۔ آنکہ ایماں داد مشتِ خاک را

اقبالؒ :۔ حمد بے حد مر رسولِ پاک را ۔ آنکہ ایماں داد مشتِ خاک را

(مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ص۵۳۔ علامہ اقبال مرحوم)

[1]۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورہ انبیاء ۲۱ آیت ۱۰۷)

[2]۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۔ (آیت ۴۰ سپارہ ۲۲)

[3,4]۔ الیوم اکملتُ لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (مائدہ ۵ آیت ۳)

[5]۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ حجر ۱۵۔ آیت ۹)

سے محفوظ رہے گا۔ وہاں افراط و تفریط کی قباحت و شناعت بھی اس کے کسی پہلو پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا محولا بالا عائشہ صدیقہؓ کی حدیث دینِ حق کی تکمیل کی آئینہ دار ہے۔ چونکہ دین اسلام ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اس لیے اس کی جزئیات و کلیات میں ترمیم و تنسیخ کی ہرگز گنجائش نہیں۔ اس کے اوامر و نواہی حیاتِ انسانی پر یوں مسلّط ہیں کہ اگر ایک لمحہ کے لیے امرِ الٰہی یا سنّتِ رسولِ خدا سے روگردانی کی جائے تو اس کی جگہ بدعت آموجود ہوتی ہے۔

حضورِ اکرمؐ اپنے ارشادِ گرامی قدر میں دین میں نئی چیز کے اجراء کو مردود و بدعت قرار دیتے ہیں اور بدعت[۱] کے سارے کے سارے تار و پود ضلالت کی پیداوار ہوتے ہیں۔ ضلالت انجام کار جہنّم کا ایندھن ہے۔ الغرض! دینِ اسلام کو قیامت تک صیانتِ الٰہی حاصل ہے اور یہ اپنی بے بدل صداقت کے ساتھ قائم و دائم رہے گا۔

حضرت لاہوریؒ نے اس حدیث کے انتخاب میں قوم کے روحانی مرض کی نبّاضی فرمائی ہے۔ کیونکہ اس پر فتن دور میں محدثات اور رسوم باطلہ کے پرستار پیدا ہو رہے ہیں۔ اسی طرح سابقہ ادیان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو فروعی اختلافات و مناقشات نے صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیا۔ حاملانِ دین، خود ستائی، حرص و آز، جاہ طلبی اور ہٹ دھرمی کا شکار ہوئے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ کے ڈگر پر چلتے رہے۔ ان کے دین میں اختراعات و بدعات کی مداخلت نے حقائق کو بے اثر کر دیا۔ بڑے بڑے احبار و رھبان اس طوفانِ بے تمیزی میں بہہ گئے۔

قرآن حکیم[۲] نے مبتدعین (علماء سوء) اور راسخون فی العلم (علماء خیر) کا واضح

---

[۱] ۔ من یعش منکم من بعدی فسیریٰ اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ (ب) انّ خیر الحدیث کتاب اللّٰہ وخیر الھدیٰ ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف)

[۲] ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْہُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَۃِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِہٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (سورہ آل عمران ۳ آیت ۷)

الفاظ میں تعارف کرایا۔ اس حقیقت کو اس جگہ نقل کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ مسائل[1] کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک بدیہی، دوسرا نظری۔ صحیح طریقہ تعلیم یہ ہے کہ بدیہی اوّل سکھلائے جائیں اور بعد کو نظری کی تعلیم دی جائے۔ کتاب اللہ کے بدیہیات آیات محکمات کہلاتے ہیں اور وہی کتاب الٰہی کی جڑ اور اصول ہیں۔

جو نظریات ہیں وہ متشابہات کہلاتے ہیں۔ اگر صحیح راستہ پر عمل کیا گیا۔ تو نتیجہ صحیح ہوگا۔ ورنہ غلط۔ جن لوگوں کی طبیعت میں زیغ ہے۔ وہ پہلے پہل متشابہات پر بحث کرتے ہیں اور یہ طریقہ محض فتنہ اندازی کے لیے اختیار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ صحیح تاویل جانتا ہے۔ اور راسخون فی العلم بدیہی علوم میں رسوخ حاصل کرتے ہیں۔ وہ متشابہات کی تاویلات میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔"

الحاصل ما سابقہ معروضات کی غایت یہی ہے کہ مولانا لاہوریؒ نے گلدستہ صد احادیث میں مذکورہ (زیر بحث) حدیث کے انتخاب میں امت مرحومہ کو ان کے مہلک مرض سے آگاہ فرمایا ہے اور ہدایت کی ہے کہ اختلافات جو مداخلت فی الدین اور بدعات کی حیثیت رکھتے ہوں۔ قوم کے لیے دارین کی ناکامی اور رسوائی کا باعث بنتے ہیں۔

دوسری حدیث جو آپ نے گلدستہ میں نمبر ۵۸ پر نقل فرمائی ہے، درج ذیل کی جاتی ہے تاکہ اس کی افادیت کا جائزہ لیا جا سکے۔

"عن انسؓ قالَ قالَ رَسول اللهِ صلی اللہ علیہِ وَسلّم یَسّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَسَکِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا (متفق علیہ) پروردگار عالم نے وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ رسول فرما کر نبوّت و رسالت کے ابلاغ کی اہمیّت تمام ادوار حیات میں اجاگر فرما دی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کرام نے اپنی اپنی قوموں کے لیے مشیّت ایزدی کی ترجمانی کی۔ رضائے الٰہی کے اصول و قوانین پیش کئے۔ انسانیت کے فضائل و رذائل سے آگاہی بخشی اور ان کے نتائج و عواقب

---

[1] - حاشیہ مترجم قرآن مجید از مولانا احمد علی مرحوم ص۷۴، ۷۵۔ شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور۔

سے خلق خدا کو خبردار کیا۔

اب رسولِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اور ارشادِ نبویؐ کے مطابق آپ کی امّت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کی طرح ابلاغِ ہدایت کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔ لہٰذا حدیث مذکورہ بالا کی روشنی میں وہ انسان جو اپنی زندگی کا محبوب ترین حصّہ (جوانی) تحصیلِ علم کے لیے وقف کرے۔ اس مبارک تعلیم کے حصول کے بعد اپنی قوم کے سامنے ہادی بن کر آئے۔ اس کے اندازِ خطابت نہایت باوقار ہوں۔ اس کی آواز اس کی ضمیر کی گہرائیوں کی پیداوار ہو۔ وہ منشاءِ خداوندی کی تبلیغ کے موقعہ پر بہبودیٔ خلائق سے سرشار ہو۔ اس کی زبان لہجہ کی نرمی خوش کلامی اور حسنِ اخلاق کی عکاسی کر رہی ہو۔ یَسِّرُوا کی روشنی میں احکامِ شریعت کو پیش کرنا ایسے احسن طریق سے ہو کہ سامعین ان پر عمل کرنا اپنی دسترس سے باہر نہ سمجھیں۔ ان کو اپنی غیر مہذّب اور لاابالیانہ زندگی کو ترک کر کے ایک مہذّب اور با اخلاق روشِ حیات کی طرف رجوع کرنا طبعاً مرغوب ہو۔

چونکہ تبلیغ کا کام انبیاء کرام کا مشن ہے۔ لہٰذا مبلّغ میں وہ تمام صفات ضرور پائے جائیں جن کو فضائل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے جب فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو ارشاد فرمایا: اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۚ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ دیکھئے انبیاء کرام کو خداوندِ عالم اپنی یاد کی کیسے تاکید فرماتے ہیں اور پھر سرکش اور متمرّد انسان کے پاس تبلیغ دین کے لیے جانے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس جگہ حکم ایزد تعالیٰ پر غور کیجئے۔ فرمایا: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۔ معلوم ہوا کہ نرم کلامی ابلاغِ ھدیٰ کی جان ہے۔ تبھی تو دونو پیغمبر جو معجزات سے لیس ہیں، ان کو نرم خوئی اور نرم کلامی کی ہدایت کی گئی ہے۔

---

[۵] سورہ طٰہٰ ۲۰ آیت ۴۲۔

وَلَا تُعَسِّرُوْا کے ارشاد میں ترغیب دین کے وہ سارے کے سارے پہلو نمایاں ہوگئے، جن سے مخاطبین کو دینِ اسلام دینِ فطرت کا ترجمان نظر آنے لگے: تکلیفاتِ شرعی کا اختیار کرنا اسی صورت میں خاص و عام کے لیئے مرغوب ہوسکتا ہے کہ ہادیِ خود عملی تصویر بن کر قوم کے سامنے آئے اور اپنی تبلیغ میں تشدّد اور تکلّف کی مداخلت کو برداشت نہ کرے۔ بزرگانِ دین کے حالات کو پیش کرکے احکامِ اسلام پر عمل کرنا فطری اور طبعی اقتضاء کے مترادف ثابت کرے۔

آگے سَكِّنُوْا اور لَا تُنَفِّرُوْا میں ان تمام بشارات، اخروی کامرانیوں، فردوسی بہاروں اور نعمائے الٰہی کا ایک حسین وجمیل نقشہ پیش کرنا ہوگا، جو اعمالِ صالحہ اور خصالِ ستودہ کا حتمی نتیجہ ہوتے ہیں۔ سکنّوا میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مبلّغانہ خصلت کی اتباع کا حکم موجود ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بایں الفاظ تعریف بیان فرمائی ہے۔[1] فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص

حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ نے مندرجہ بالا احادیث کے انتخاب میں تمام افرادِ امت کو بالعموم اور علماء کرام کو بالخصوص ابلاغِ ہدایت کا نہایت پسندیدہ اور مسنون طریقہ بتایا ہے۔ احکامِ دین کی نشر و اشاعت مسلمانوں کا نہایت مقدس فریضہ ہے۔ جس کی تاکید[2] قرآنِ حکیم اور احادیث میں ہوئی اور احادیث میں بار بار وارد ہوئی۔ گویا اسلام کے دائرہ میں تمام مرد و زن بلّغوا عنّی ولو کان آیۃ کے پابند ہیں۔

ہم نے گلدستہ صد احادیث مرتّبہ مولانا احمد علی مرحوم سے صرف دو حدیثوں کی افادیت پر اپنی ناقص رائے کا اظہار کیا ہے ورنہ آپ کی منتخبہ تمام حدیثوں کی انفرادی حیثیت شریعتِ غرّا کی ایک بے بدل تفصیل ہے۔

---

[1] سورہ آلِ عمران ۳ آیت ۱۵۹

[2] وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (آلِ عمران ۳ آیت ۱۰۴)

علاوہ ازیں حضرت مولاناؒ نے خدمتِ احادیث کے سلسلے کو تمام زندگی جاری رکھا۔ قرآن حکیم کی اشاعت سے جہاں آپ نے زندگی کے کسی حصّے میں بھی تساہل نہیں برتا۔ وہاں حدیث نبوی[1] کی ترویج کو بھی آپ نے ایک لمحہ کے لیے فراموش نہیں کیا۔

آپ کی سرپرستی میں ایک ہفت روزہ (خدّام الدین) کی اشاعت شروع ہوئی۔ آپ نے اس کا پہلا صفحہ احادیث نبوی کے لیے مخصوص کیا مناسب حال حدیثوں کا انتخاب۔ ان کا ترجمہ اور تشریح وغیرہ آپ کے ذمّے تھی۔

خلاصۃ المشکوٰۃ

مشکوٰۃ المصابیح تمام صحاح ستّہ کا نچوڑ ہے۔ آپ نے پوری محنت پژوہی اور دیدہ ریزی سے اس کا ایک خلاصہ ترتیب دیا اور اس کا نام خلاصۃ المشکوٰۃ رکھا۔ یہ مبارک مجموعہ جمادی الاوّل ۱۳۶۱ھ کو طبع ہوا۔ آپ نے اس کو کتاب الرّقاق[2] سے شروع فرمایا۔ ہم اس مجموعۂ احادیث کی ہر فصل کی ایک دو حدیثوں کی علمی اور روحانی افادیّت پر تبصرہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

عن ابن[3] عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نعمتانِ مَغبُونٌ فیھما کثیرٌ مّن النّاسِ الصّحۃ والفراغ (رواہ البخاری مشکوٰۃ شریف کتاب الرّقاق ص۴۲۹ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور)

انسان[4] اچھی طرح سے عبادت تب ہی کر سکتا ہے کہ تندرستی کے علاوہ دنیاوی

---

[1] ۔ مولانا احمد علی مرحوم کے اپنے تعمیر شدہ مدرسہ قاسم العلوم کی لائبریری میں حدیث اور اصولِ حدیث پر ۳۰۵ کتب موجود ہیں۔ (راقم الحروف لال دین اخگر)

[2] ۔ یہ کتاب ان باتوں کے بیان میں ہے جو دل کو نرم کرنے والی ہے۔

[3] ۔ عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دو نعمتیں ہیں۔ ان میں بہت لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ ایک ان میں تندرستی ہے۔ دوسری فراغت۔

[4] ۔ خلاصۃ المشکوٰۃ ص۲ حاشیہ ۱ مصنّفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

ضرورتوں کے پورا ہونے کے باعث وہ بے فکری کی زندگی بسر کرے۔ ان دونو نعمتوں کے میسر آنے کے بعد جو شخص عبادت نہ کرے۔ اس سے بڑھ کر اور کون گھاٹے میں ہو سکتا ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوا نعمۃ اللہ لَا تُحْصُوھا[1] ۔ انفس و آفاق کا ہر گوشہ نعمائے الٰہی کا ایک حسین گہوارہ ہے۔ آفتاب عالم تاب کی ایک سنہری شعاع۔ نسیم صبحگاہی کا ایک عطر بیز جھونکا۔ ماہِ چہاردھم کی سکون آفرین صورت۔ کوہساروں کا سحر آگیں سکوت۔ مرغانِ سحر خیز کی تسبیح خوانیاں، ریگ زاروں میں غنچوں کی مسکراہٹ اور ہواؤں اور فضاؤں۔ صحراؤں اور بحور میں نعمتوں[2] کے خزائن پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو کون ہے، جس کی روح قدرتِ کردگار کے اس منظم وارفع نظامِ حیات کو دیکھ کر محوِ حیرت و استعجاب نہ ہو جائے۔ کسی شیدائے فطرت کی زبان کے الفاظ سنیئے ؎

؎ ذرہ چاہے، تو تھکا دے۔ مجھے صحرا بن کر

دوسری جگہ ؎ تو جو چاہے، تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب

اب ہم ارشادِ نبویؐ پر غور کرتے ہیں۔ آپؐ کے ارشادِ گرامی سے جن دو نعمتوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہی دو نعمتیں سرمایۂ حیات ہیں۔ یہی وہ مجمل الفاظ ہیں۔ جن کی تفصیل تمام تر نعمتوں کو محیط ہے۔ صحت اور فارغ البالی حیاتِ انسانی کے دو ایسے پر ہیں، جن کی مدد سے وہ عالم لاہوت تک پرواز کر سکتا ہے۔ شب زندہ دار سعید روحیں اگر نان و نفقہ کی پریشانیوں سے آزاد ہوں۔ تو بفضلِ خدا تعالیٰ عبادت گذاری میں نفس گدازی کی منزل پر پہنچ کر انقطاع عن الخلق اور احتیاج الی اللہ کے مقام کو حاصل کر سکتی ہیں۔

---

[1] ۔ سورہ النحل ۱۶۔ آیت ۱۸۔

[2] صبحِ ازل کی ہے نمود چاک ہے پردہ وجود۔ دل کیلئے ہزار سود ایک نگاہ کا زیاں۔
(نظم ذوق و شوق۔ بالِ جبریل ص۱۵۱۔ علامہ اقبال مرحوم)

کافر کی یہ پہچان ۔ کہ آفاق میں گم ہے[1]
مومن کی یہ پہچان ۔ کہ گم اس میں ہیں آفاق

اخلاص عبادتِ الٰہی کے سرور کو مجروح کر دیتا ہے ۔ توجہ الی اللہ (حضورِ قلب) اور دلجمعی کی نعمت نیکو فطرت امراء کو بآسانی حاصل ہو سکتی ہے اور اسی طرح ایک بیمار اور اپاہج کی ہاؤ ہو سے ایک صحت مند نوجوان کی شب بیداریاں اور عشق الٰہی میں آہ و زاریاں خداوند عالم کو زیادہ محبوب ہوتی ہیں ۔ صحت اور مرفّہ الحالی کا امتزاج اگر منہاج نبوّت پر گامزن ہو جائے تو پہلی منزل فردوسِ بریں[2] کی جاودانی بہاروں پر منتج ہوتی ہے اور اگر اغواء شیطانی کے زیر اثر زندگی بسر کرے تو قہرِ جہنّم کی مہیب اور دردناک سزائیں اس بدنصیب انسان کا مقدر بن جاتی ہیں ۔ کیونکہ مرنے کے بعد منعم حقیقی اپنی ہر نعمت[4] کے متعلق ضرور سوال کرے گا ۔

نماز ، روزہ ، حج اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے حقوق اللہ اور اسی طرح حقوق العباد کے میدان میں تمام فرائض کی حسنِ ادائیگی کا تمغہ تب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ مسلمان جسمانی لحاظ سے بھی صحت مند ہو اور ساتھ ہی فکرِ معیشت سے آزاد بھی ہو ۔ " گنجی کیا نہائے گی اور کیا نچوڑے گی " غریب اور بیمار لوگوں کو تو اپنی ضروریاتِ زندگی کا پورا کرنا دوبھر ہوتا ہے ۔ وہ دوسروں کی دستگیری خاک کریں گے ۔

اللہ تعالےٰ نے حکومتِ الٰہیہ کا تعارف بایں الفاظ فرمایا ہے ۔ قَالَ[5] اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط

---

[1] ۔ ضرب کلیم ص ۳۹ ۔ عنوان کافر و مومن ۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ
[2] ۔ درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ۔ وقتِ پیری گرگِ ظالم میشود پرہیزگار (شیخ سعدی)
[3] ۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ سورہ الشمس آیت ۸، ۹، ۱۰
[4] ۔ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ سورہ التکاثر ۱۰۲ ۔ آیت ۸
[5] ۔ سورہ بقرہ ۲ آیت ۲۴۷ ۔

مولاناؒ نے اس حدیث کو خلاصۃ المشکوٰۃ کی پہلی حدیث کی حیثیت سے نقل فرما کر اپنے مصلح قوم ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اگر آج مسلمان قوم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث پر عمل پیرا ہو جائیں، تو وہ اپنی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ گویا خوابیدہ قوم کی بیداری کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی نسخہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ کہ افرادِ قوم کو خدا تعالیٰ کی ان دو صحت اور نعمت، نعمتوں کو یاد کرا کر دعوتِ عمل دی جائے۔ وہ ان نعمتوں سے پوری طرح متمتع ہونے کے لیے مستعد ہو جائیں اور انجامِ کار محبوبِ فطرت بن جائیں ؎

یہی[1] آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن محبوبِ فطرت ہے

دوسری حدیث جو اس باب میں پانچ نمبر پر نقل کی گئی ہے اس میں احکامِ دین کے اسرار و نتائج نہایت اعلیٰ بصیرت سے بیان کئے گئے ہیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے۔ عَنْ ابی ھریرۃؓ قَالَ قَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّم حُجِبَتِ[2] النَّارُ بالشھواتِ وَحُجِبَتِ الجنّۃ بالمکارہِ (متفق علیہ)

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وحیٔ غیر متلو کا حکم رکھتے ہیں۔ آپ کائنات کے آخری دین کے شارع اور مقنن ہیں۔ آیاتِ قرآنیہ کی تشریح[3] و تبیین کا داعیانہ ملکہ آپ کو ودیعت کیا گیا ہے۔ رموزِ حکمت[4] ربانی اور انوارِ تزکیہ و تصفیہ کی سرمدی دولت سے آپ کو نوازا گیا ہے۔ لہٰذا قرآنِ حکیم کے

---

[1] بانگِ درا، علامہ اقبال مرحوم نظم "تصویرِ درد" ص۶۶

[2] ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا فرمایا رسولِ خدا نے دوزخ کو خواہشاتِ نفسانی سے ڈھانک دیا گیا اور بہشت کو طبیعت کو ناپسند آنے والے امور سے ڈھانک دیا گیا (ترجمہ) کتاب الرقاق ص۴۳۹۔

[3] ثُمَّ اِنَّ علینا بیانہٗ - پارہ ۲۹ - سورۃ القیامہ آیت ۱۹

[4] ربّنا وابعث فیھم رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلّمھم الکتاب والحکمۃ ویزکّیھم انّک انت العزیز الحکیم (پارہ الم - سورہ بقرہ آیت ۱۲۹)

اسرار و غوامض اور اوامر و نواہی کے داعیانہ بیانات سے آپ کی ضمیر کو انشراح[1] کے سرمایہ سے وہبی طور پر مالا مال کیا گیا ہے۔ آپ کی مبارک زبان میں اختصار و ایجاز اور فصاحت و بلاغت کے دُرّ گرانمایہ رکھے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کے صُوری اور معنوی محاسن کا بیان کرنا مجھ جیسے مبتدی کی دسترس سے یقیناً باہر ہے۔ مگر حسبِ استعداد چند سطور کا حوالۂ قلم کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ ہم حدیثِ زیرِ عنوان کی تشریح و توضیح کے لیے قرآنِ حکیم سے شواہد پیش کرتے ہیں۔ خالقِ کل نے انسانی فطرت کے طبعی میلانات کا راز افشاء کرتے ہوئے فرمایا ہے:

زُيِّنَ[2] لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○

علمِ نفسیات (PSYCHOLOGY) کے ماہرین نے بھی مذکورہ بالا آیت کے حقائق کو تسلیم کیا ہے۔ جنسی مرغوبات اور سرمایہ پرستی کے جذبات انسانی خمیر کے اجزائے ترکیبیہ ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے محولا بالا حدیث میں انسانی فطرت کے تمام رذائل و فضائل اور ان کے نتائج کی خبر دی ہے۔ ان کو ایسے تمثیلی رنگ میں پیش کیا ہے کہ فقط اسی حدیثِ مقدّسہ کے محاسن پر غور کر کے ہی آپؐ کو بلا تامّل افصح العرب تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ انسانی فکر کو ایسا معراجِ کمال حاصل ہونا ناممکن ہے۔ جب تک تائیدِ ایزدی دستگیری نہ فرمائے۔ آپؐ کے فرمودات ملکۂ نبوّت اور نورِ نبوّت کا نتیجہ ہیں۔ اغوائے شیطانی کے تمام میلانات روحِ حیوانی کی عارضی

---

[1] اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (سورہ ۹۴۔ آیت ۱)

[2] عمران ۳۔ آیت ۱۴۔

لذّت کا باعث بنتے ہیں۔ بدنظری، زنا، چوری، فریب دہی، جھوٹ، غیبت، شراب خوری جوا بازی، رشوت خوری، خودستائی وغیرہ بدفطرت انسانوں کی شامتِ اعمال کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ لذّتِ عاجل جو جسم کو وقتی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ اس کو روحانی اور دائمی مسرّت ولذت پر ترجیح دیتے ہیں۔ لہٰذا ہمیشہ کے خسران میں جا پڑتے ہیں۔ آجکل رقص وسرود اور خصوصیّت سے سینما بینی اور ٹی۔وی کا دور دورہ ہے۔ اس سے روحِ حیوانی کی پرورش ہوتی ہے اور روحِ ملکوتی کو ضرر پہنچتا ہے۔ سابقہ آیات میں بھی پروردگارِ عالم نے انسانوں کی کم فہمی، بے راہروی، کور باطنی اور ناعاقبت اندیشی کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ انسان شہوانی جذبات سے مغلوب ہوتا ہے۔ انسان مال وجاہ کی حرص کا شکار ہو جاتا ہے سونے چاندی کے خزائن، شاہانہ تزک واحتشام کی سواریوں اور جاگیرداریوں پر لٹو رہتا ہے۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں فریبِ نظر کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ہاں اس دنیا میں رہ کر (الدنیا مزرعۃ الآخرہ) نیک اعمال کا توشہ اکٹھا کر لے تو خدا تعالیٰ کے ہاں (حسن المآب) مقامِ شرف ومجد پر فائز کیا جائے گا۔

اس مفہوم کی تعبیر رسول انس وجاں صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی مبارک حدیث میں بیان فرمائی ہے کہ تمام اعمالِ بد جن کا نتیجہ جہنّم ہے۔ کوتاہ بین، ظاہر پرست اور بدنصیب لوگوں کو حسین وجمیل معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی مثال آپؐ نے خوبصورت پردہ سے دی ہے جس کے نیچے یا دوسری طرف جہنّم کے شعلے لپک رہے ہیں اور اس کے مقابلے میں جنت کو ایسے پردے میں چھپا رکھا ہے کہ ظاہر بین نگاہوں کو اس رستے کی وادی پرخار اور سنگلاخ چٹانوں سے پٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ تکالیف شرعی، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، حقوق العباد، خدمتِ خلق اور عبادت الٰہی اس ظلوماً جہولاً کی طبع فریب خوردہ پر گراں گذرتی ہیں۔ یہ عارضی عیش وآرام میں اپنی قیمتی متاعِ حیات کو ضائع کر رہا ہے۔ حالانکہ اگر وہ چندروزہ زندگی کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حسنِ ادائیگی میں صرف کرتا اور اپنی عارضی جسمانی لذّت[له]

[له] ۔ دنیا کی لذّت اور الم دو قسم پر ہے۔ جسمانی اور روحانی جن چیزیں جسم کی لذّت ہے۔

(جاری ہے۔ اگلا صفحہ)

کے پیچھے نہ پڑتا تو لازماً اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کر لیتا۔

الدُّنیا سجن المؤمنِ وجنّة الکافرِ۔ کے ارشادِ گرامی میں مومن و کافر کے رستوں کا بُعد اور تضاد سامنے آجاتا ہے۔ کافر دنیا کا شیدا ہے اور اس کی فکر دنیا کے لیے ہے۔ لیکن مومن دنیا میں رہ کر توشۂ آخرت جمع کرتا رہتا ہے۔ تکلیفاتِ شرعی کو قبول کرتا ہے۔ آفات ارضی و سماوی اور معاندین کی چیرہ دستیاں اس کی دنیا کو قیدخانہ سے بدل دیں تو بدل دیں۔ لیکن اس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ قیدخانہ میں عیش و آرام کا تصور کرنا سراسر حماقت و سفاہت ہے۔ وہ صبر و توکّل کے بازوؤں سے پرواز کرتا ہوا، خدا تعالیٰ کی معیّت[۳] کا مقامِ رفیع حاصل کر لیتا ہے۔

ہم اگر کتاب خلاصۃ المشکوٰۃ کے باقی ابواب و فصول میں سے چند حدیثوں پر تبصرہ کریں۔ یہ عمل مضمون کی طوالت کا باعث ہو گا۔

القصّہ! مذکورہ بالا تالیف کو باقاعدہ اعراب کی تصحیح کے ساتھ طبع کرایا گیا ہے تاکہ ہر خواندہ مسلمان اس سے علمی اور روحانی طور پر منتفع ہو سکے۔ حاشیہ پر نہایت سلیس اور

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اس میں روح کا رنج ہے اور جس چیز سے جسم کو رنج پہنچے۔ اس میں روح کی لذت ہے۔ پس روح اور جسم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور اس جہان میں کہ روح جسم کے مقام میں اترا ہوا ہے اور جسم اور جسمانی میں گرفتار ہے۔ روح نے بھی جسم کا حکم پیدا کر لیا ہے اور اس کی لذّت سے اس کو لذت اور اس کے رنج سے اس کو رنج ہے۔ یہ مرتبہ عوام کالانعام کا ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ۔ انہی کی شان میں صادق ہے۔ روح کی بیماری کے باعث انسان اپنے رنج کو لذت اور لذت کو رنج معلوم کرتا ہے۔ جیسے کہ صفراوی مزاج والا شخص بیماری کے باعث شیرینی کو کڑوا محسوس کرتا ہے۔ (دفتر اوّل مکتوب ۶۲ ص۱۲۲-۱۲۳۔ حضرت امام ربّانی۔ مجدّد الف ثانی بنام شیخ فرید)

[۲] مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق ص۴۲۹ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

[۳] - اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ - (پارہ ۲۔ سورہ بقرہ ۲۔ آیت ۱۵۳)

عام فہم زبان میں بعض احادیث کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ تمام مندرج ومشمولہ احادیث کا بامحاورہ ترجمہ لکھا گیا ہے۔ جو ہر لحاظ سے قابلِ تحسین ہے۔ دراصل ہندوپاک کے مسلمانوں کے دل میں حدیثِ نبویؐ کے مطالعہ کی رغبت اور احیاءِ سنّت کی ایک احسن صورت ہے۔ مذکورہ واقعات کی روشنی میں اگر حضرت لاہوریؒ کو شیخ الحدیث تسلیم کیا جائے تو ہر لحاظ سے آپ کو اس دینی لقب کا استحقاق پہنچتا ہے۔

طینتِ پاکِ مسلماں گوہر است[1]
آب و تابش از یمِ پیغمبرؐ است

مولانا لاہوریؒ کا فقیہانہ مسلک

وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝[2] کے ارشادِ ربّانی نے صحابہ کرامؓ کے قلوب کے تمام گوشوں کو دولتِ ایمان سے مالامال کر دیا۔ مولانا روم علیہ الرحمہ نہ صحابی ہیں نہ تابعی ہیں اور نہ ہی تبع تابعی۔ رسولِ انس وجاں صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے اپنی عقیدت کا اظہار بایں الفاظ پیش کر رہے ہیں۔

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر
گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبد اللہ بود

صحابہ کرام اجمعین کی شان ہی تمام امت سے منفرد ہے۔ وہ دین کے معاملے میں حضورِ اطہر صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہر جنبشِ لب کو وحی الٰہی یقین کرتے تھے۔ ان کو شریعتِ طاہرہ کے اسرار وحکم معلوم کرنے کی چنداں ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

---

[1] ۔ اسرارِ رموز ص ۱۵۴ علامہ اقبال علیہ الرحمہ۔
[2] ۔ سورہ النجم ۵۳ آیت ۳۔

کیونکہ ان کے سامنے اسوۂ حسنہ[1] کا ایک نورانی پیکر اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ہر آن جلوہ گر رہتا تھا۔ وہ ظنون[2] و اوہام کی دلدل سے آزاد اور یقینیات کے فردوس میں آباد تھے۔ وہ عین الیقین کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ اللہ! اللہ! ان میں اصحاب بدر[3] عشرہ مبشرہ[4] اور اصحاب صفہ[5] موجود تھے۔

لیکن مہر رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی روپوشی کے بعد صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ نے احکام دین میں تفکر و تدبر کرنا شروع کیا۔ کیونکہ مسائل کی نئی نئی شکلیں اور نئے نئے جزئیات بمقتضائے زمانہ نظروں کے سامنے آنے لگے۔

ؔ۱۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

(ممتحنہ ۶۰ - آیت ۶)

ؔ۲۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا (حجرات آیت ۱۵)

ؔ۳۔ یہ عجیب منظر تھا کہ اتنی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سخت خشوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے "خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے۔ آج پورا کر۔ محویت کے عالم میں چادر کندھے پر سے گر پڑتی ہے اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی تھی" کبھی سجدہ میں گرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدایا! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا۔ (سیرۃ النبی جلد اول ص۳۲۱ مولانا شبلی)

ؔ۴۔ ابوبکرٍ فی الجنۃِ وعمرُ فی الجنۃ وعثمانُ فی الجنۃ وعلیٌّ فی الجنۃ وطلحۃُ فی الجنۃ والزبیرُ فی الجنۃ وسعد بن مالک فی الجنۃ وعبد الرحمٰن بن عوف فی الجنۃ وابو عبیدہ بن الجراح فی الجنۃ وسعید بن زید فی الجنۃ (ترمذی)

ؔ۵۔ صفہ سائبان کو کہتے ہیں۔ یہ ایک سائبان تھا۔ جو مسجد نبویؐ کے ایک کنارہ پر مسجد سے ملا ہوا تھا۔ صحابہؓ میں سے اکثر تو مشاغل دینی کے ساتھ ہر قسم کے کاروبار وغیرہ بھی کرتے تھے۔ لیکن چند لوگوں نے اپنی زندگی عبادات اور آنحضرت کی تربیت پذیری پر نذر کر دی یہ لوگ بھوکے پیاسے رات دن وہیں رہتے تھے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص۲۹۲ شبلی نعمانی

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدّن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ واقعات اس کثرت سے پیدا ہوئے کہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجّہ ہونا پڑا۔ اکثر مسئلوں میں صحابہ کرامؓ کی مختلف رائیں قائم ہوئیں۔ صحابہؓ کو ان صورتوں میں استنباط، تفریع، حمل النظیر علی النظیر، قیاس سے کام لینا پڑا۔ غرض صحابہؓ ہی کے زمانے میں احکام و مسائل کا ایک دفتر بن گیا۔ صحابہؓ میں سے جن لوگوں نے استنباط و اجتہاد سے کام لیا۔ وہ مجتہد یا فقیہہ کہلاتے۔ ان میں سے چار بزرگ نہایت ممتاز تھے۔ عمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(سیرۃ النعمان ص۵۹۔ مولانا شبلی نعمانی مرحوم بحوالہ شاہ ولی اللہ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ کو بتلایا کہ فیصلہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کے بعد سُنّت اور اس کے بعد باہمی مشورہ اور اپنی رائے کو پیشِ نظر رکھیں۔ آپؐ کے فیضِ صحبت سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت سلمان فارسی اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے نامور فقہا پیدا ہوئے۔ خواتین سے حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت اسما، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہنّ نے اپنے علوم سے دنیائے اسلام کو منور کیا۔

(الحدیث النجح فی تدوین الفقہ ص۲۸ از حافظ نصیر الدین فاضل دیوبند معلم اسلامیات جامعہ پنجاب۔ لاہور)

اشاعتِ اسلام کی ابتدائی رَو نے عربی قبائل کے بہتیرے جتھوں کو صحرائے عرب سے نکالا جس کے حدود عرب کے شمالی اور مشرقی حصہ سے لے کر شام اور سواحلِ فرات تک پھیلے ہوئے تھے۔ مالِ غنیمت اور فتوحات کے شوق نے ان وحشی قبائل کو اپنے افعال میں متحد الغایت بنا دیا اور زیادہ دن گذرنے نہیں پائے تھے کہ شام و بابل کی سلطنتیں خلیفۂ وقت کے قبضۂ اقتدار میں آگئیں۔ ان دونو ممالک میں اس وقت ایسی قومیں آباد تھیں۔ جن کے پاس قدیم ترین زمانہ سے ایک حد تک اعلیٰ سے اعلیٰ

تمدّن موجود تھا۔ اس لیے عربوں کو ان دماغی عناصر سے سابقہ پڑا، جو ان کے لیے بالکل ہی نئے تھے۔ ملک شام میں اسلام کو ایک ایسا مذہبی نظام ملا جس میں نموئے اختراعی موجود تھا اور جس کی بنیاد منطقی اصول پر ایک عرصۂ دراز کے منقولانہ مباحث واختلافات کے بعد پڑی تھی۔ بابل میں بہتیرے مذاہب پہلو بہ پہلو ایسے موجود تھے، جن کی باہمی رواداری قدیم جاہلیّت کے نظاماتِ مذہبی کے لیے مایۂ ناز تھی۔ اسلام نے ان قدیم معتقدات سے ایک سخت ٹکر کھائی، جس سے وافر مرکّبات اور نتائج متنوعہ حاصل ہوئے۔

خلفائے بنو امیہؓ جو صرف عیش کے بندے تھے، عیسائیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ غیر متعصّبانہ پیش آتے تھے۔ عیسائی محض دربارِ شاہی میں آزادانہ گھس نہیں آتے تھے، بلکہ ان کو سلطنت کے نہایت معتمد عہدے بھی ملتے رہتے تھے۔ سر جیس جان دمشقی کا باپ ~~خلیفہ~~ عبدالملک کے دربار میں مشیرِ اوّل کا درجہ رکھتا تھا۔

مسلمانوں نے یونانی ربیّوں کی صحبت میں جو فنِ مناظرہ میں لطیف دستگاہ رکھتے تھے فلسفیانہ مباحثے سیکھے۔ (افاداتِ وان کریمر متعلق تمدّنِ اسلام حصہ دوم ازافادات مہدی ص ۱۵۳، ۱۵۵ بسنت پور۔ گورکھپور جون ۱۹۲۲ء مرتبہ دسوگوار مہدی بیگم۔)

اور آئندہ چل کر مختلف ممالک کی فتوحات نے اسلام کے حلقے میں ایسے لوگ شامل کر دیے جو قبولِ اسلام سے پہلے منطق، فلسفہ اور حکمتِ یونانی کی مکمل واقفیت رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے آہستہ آہستہ اسلامی درباروں میں رسائی حاصل کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اسلام کی ہر چیز پر نگاہیں پڑنے لگیں۔ دین کے ہر معاملے میں موشگافیاں شروع ہو گئیں۔ اس موقعہ پر خدائے ذوالمنن نے خیر الامم میں وہ اربابِ علمؓ وفضل اور افرادِ ہمم

لہ۔ امام ابوحنیفہ م ۱۵۰ھ، امام مالک م ۱۷۹ھ، امام شافعی ۲۰۴ھ امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ، امام ابویوسف م ۱۸۲ھ، امام زفر بن ہذیل کوفی ۱۵۸ھ امام محمد بن حسن شیبانی م ۱۸۹ھ امام حسن بن زیاد کوفی ۲۰۴ھ۔ یہ مقدس حضرات مع اپنے تلامذہ کے آسمانِ فقہ پر درخشاں ستاروں کی طرح چمکتے رہے۔ (الحدیث الفتح فی تدوین الفقہ ص۵۵ مصنفہ حافظ نصیر الدین صاحب فاضل دیوبند معلم اسلامیات جامعہ پنجاب لاہور)

پیدا کئے۔ جن کی کوششوں نے ایک طرف اسلام کو فلسفیانہ موشگافیوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا اور دوسری طرف دینِ اسلام کے صحیح خدّو خال کو کتاب وسُنّت کی روشنی میں پیش کیا۔ فکر و قیاس نے اگر ایک مسئلہ کی ہزاروں صورتیں پیدا کیں تو آئمہ دین نے اپنی وہبی قوتوں سے ان سب کا جواب دیا۔ الغرض فقہی مسائل کا چرچا عام ہوگیا اور فقہا میں برگزیدہ ہستیوں کو جمہور مسلمانوں نے آئمہ دین تسلیم کرلیا۔

ہم اس مختصر تمہید کے بعد حنفی فقہی مسلک کی افضلیّت کو چند تاریخی شواہد سے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کے حنفی مسلک کی ثقاہت اور عظمت و امتیاز کی وضاحت نظروں کے سامنے آجائے۔

مولانا شبلی نعمانیؒ جو اسلامی مؤرخین میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ امام مالک اور امام شافعی کی فقہ کی چند خصوصیات بیان فرما کر رقمطراز ہیں "باوجود اس کے ان کی فقہ (امام ابوحنیفہؒ کی فقہ) کا تمام ممالکِ اسلامیہ میں وسعت اور ترقی کے ساتھ رواج پانا یقیناً اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا طریقہ فقہ انسانی ضرورتوں کے نہایت مناسب اور موزوں واقع ہوا تھا اور بالخصوص تمدّن کے ساتھ جس قدر ان کی فقہ کو مناسبت تھی۔ کسی کی فقہ کو نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اور آئمہ کے مذہب کو زیادہ تر انہیں ملکوں میں رواج ہوا۔ جہاں تہذیب و تمدّن نے زیادہ ترّقی نہیں کی۔ علاّمہ ابنِ خلدون اس بات کی وجہ بتاتے ہیں کہ مغرب و اندلس میں بدویّت غالب تھی اور وہاں کے لوگوں نے وہ ترقی نہیں حاصل کی تھی، جو اہلِ عراق نے کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ کی فقہ کے سوائے اور کسی فقہ کو وہاں فروغ نہ ہوسکا"[1]

مولانا شبلیؒ نے فقیہہ کی دو حیثیتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک شارح اور مفسّر کی حیثیت اور ایک مقنّن کی حیثیت۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اسلام میں بہت سے نامور

---

[1] ۔ سیرۃ النعمان ص۔ ۔ مولانا شبلی نعمانی ۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس ۔ لاہور۔
[2] " " " ص۔ " " " " "

گذرے ہیں جو قرآن و حدیث کے عمدہ مفسّر یا شارح تھے لیکن مقنّنانہ قابلیت سے معرّا تھے اور اس طرح ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جو مقنّن اور واضع قانون تھے لیکن نصوصِ شرعی کے مفسّر نہیں کہے جا سکتے۔ جہاں تک ہماری واقفیت کا تعلق ہے اسلام کے اس وسیع دور میں قدرت نے یہ دونو قابلیتیں جس اعلیٰ درجہ پر امام ابو حنیفہؒ میں جمع کر دی تھیں، کسی مجتہد یا امام میں مجتمع نہیں ہوئیں۔"

اب ہم امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ کی فقہ کے خصائص پر روشنی ڈالتے ہیں۔[1]

۱۔ فقہ حنفی کا اصولِ عقلی کے موافق ہونا۔

۲۔ فقہ حنفی کا آسان اور سہل ہونا۔

۳۔ معاملات کے قواعد نہایت وسیع تمدّن کے موافق ہیں۔

۴۔ فقہ حنفی کا نصوصِ شرعی کے موافق ہونا۔

۵۔ ذمیّوں کے حقوق میں فیّاضی۔

مولانا شبلی نعمانیؒ نے مؤرّخانہ تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اکثر سلاطین حنفی المذہب تھے۔ سیرۃ النعمان سے بیسیوں ایسے حوالے مل سکتے ہیں، جن سے حنفی مسلک کی افضلیّت کا ثبوت ملتا ہے۔

اب ہم امام روحانیاں حضرت شاہ ولی اللہؒ محدّث دہلوی کی معرکۃ الآرا کتاب فیوض الحرمین میں سے چند ایک عبارات پیش کرتے ہیں تاکہ حنفی مسلک کے کامل و اکمل ہونے کے مزید دلائل سامنے آجائیں۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں "مجھے[2] رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا

---

[1] سیرۃ النعمان ص ۱۳۸ ۔ مصنّفہ مولانا شبلی نعمانیؒ، مطبوعہ مرکنٹائل پریس لاہور۔

[2] فیوض الحرمین ص ۱۳۶ ۔ اشہد آخر۔ عرّفنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اَنَّ فی المذاھب الحنفیّ طریقۃً انیقۃً ھی اوفق بالسُّنّۃ المعروفۃ التی جُمِعَتْ و نُقِّحَتْ فی زمانِ البخاریّ واصحابہ و ذالک اَنْ یُوْخَذُ مِنْ اَقوالِ الثلٰثۃِ قولُ اقربِہِم بہا فی المسئلۃِ ثمّ بعد ذالک اَنْ یُوْ

ہے کہ مذہب حنفی میں ایک بہترین طریقہ ہے اور وہ بہت موافق ہے۔ اُس طریقہ مسنونہ کے جو کچھ مدوّن اور منقّح کیا گیا۔ بخاریؒ اور اس کے اصحاب کے زمانے میں وہ یہ کہ مسئلہ میں اقوالِ ثلٰثہ یعنی امام اعظم اور صاحبین میں سے جو قول اقرب بالسُّنّت ہو، اُسے اختیار کیا جائے۔ اس کے بعد ان فقہاءِ احناف کی کلیتہً اتّباع کی جائے جو علماء حدیث میں سے ہیں۔ کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو امام صاحب اور صاحبینؒ نے اصول میں بیان نہیں کی ہیں اور نہ ہی ان کی نفی کی ہے۔ اور احادیث ان پر دلالت کرتی ہیں تو ان کا اثبات ضروری ہے اور یہ سب مذہب حنفی ہے۔"

ایک مشاہدہ[۱] میں آپ نے فقہ حنفی کو اکسیرِ اعظم اور کبریتِ احمر بھی فرمایا ہے۔

مذاہبِ[۲] اربعہ میں سے کسی کی تقلید کا ضروری ہونا بھی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم کی مذکورہ بالا کتاب سے ثابت ہے۔

(حاشیہ پچھلا صفحہ)

"یَتَّبِعَ اجلَّاءُ الفُقَھَاءَ الحنفیّین الّذین کانوا من عُلَماءِ الحدیثِ فرُبَّ شیْءٍ سَکَتَ عنہ الثلٰثۃُ فی الاصُولِ وَمَا تعرَّضُوا النفیہِ وَ دَلَّتِ الاحادیثُ علیہ فلیس بُدٌّ من اثباتہ والکُلُّ مذھبٌ حنفیٌّ۔"

[۱]۔ وَلَیْسَ فِیہِ تاویلٌ بعیدٌ وَلَا ضربٌ لبعض الاحادیث بعضاً وَلَا مَرْفضاً لحدیثٍ صحیحٍ بقولِ اَحَدٍ مِّنَ الاُمّۃِ وَھٰذِہِ الطَّریقۃُ اِن اتمھَا اللّٰہُ وَاکمَلَھَا فھِیَ الحدیث الکبریتُ الاحمرُ وَالاکسیرُ الاعظمُ

(فیوض الحرمین ص۱۸۲ اجمالی مشہد ۳۱ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم)

[۲]۔ حنبلی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنفی مذاہب۔ علاوہ ازیں فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ میری روح نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک سے عرض کیا کہ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی مذاہب کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے تو آپ نے فرمایا "میرا دین ان چاروں مذاہب میں دائر ہے۔"

اس گئے گذرے زمانے میں جبکہ تہذیبِ مغرب کی پرستاری کا جنون تمام اقوام پر مسلّط ہو چکا ہے اور کتاب و سنّت میں تدبّر و تفکّر کرنے والے لاکھوں میں بھی نہیں ملتے۔ آئمہ اسلاف اور مجتہدین اسلام کی تقلید کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ علاّمہ اقبالؒ جن کو قدرت نے عالمیانِ اسلام کی نبّاضی کی استعداد وہبی طور پر عطا فرمائی ہے۔ "در زمانۂ انحطاط تقلید از اجتہاد اولیٰ تراست" کے عنوان میں ارشاد فرماتے ہیں۔[1]

مضمحل گردد چو تقویمِ حیات ۔ ملّت از تقلید مے گیرد ثبات

راہِ آبا رو کہ ایں جمعیت است ۔ معنیٔ تقلید ضبطِ ملّت است

نقش بر دل معنیٔ توحید کن ۔ چارۂ کارِ خود از تقلید کن

ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر ۔ اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

عقل آبایت ہوس فرسودہ نیست ۔ کارِ پاکاں از غرض آلودہ نیست

فکرِ شاں ریسید ہمے باریک تر ۔ ورعِ شاں با مصطفٰے نزدیک تر

اس کے بعد علاّمہ موصوف ملّتِ بیضا میں عمق اندیشوں کے قحط کا ذکر فرماتے ہیں۔

ذوقِ جعفرؓ۔ کاوشِ رازیؒ نماند[2]

آبروئے ملّتِ تازی نماند

تنگ بر ما رہگذارِ دیں شد است

ہر لئیمے رازدارِ دیں شد است

اب علاّمہ قاری محمد طیّب صاحب قاسمی کے چند ارشاداتِ گرامی ملاحظہ ہوں۔

"اسی لئے عامۃً تمام اکابرِ ملّت اور ہر قرن کے علماء فحول جو اجتہادی شان تک رکھتے ہیں۔ تقلیدِ معیّن کے دائرے سے باہر نہیں ہوئے۔ بڑے بڑے حفّاظِ حدیث

---

[1] اسرارِ و رموز ص ۱۴۳ مصنّفہ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ۔

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] الاجتہاد والتقلید ص ۲۶ مصنّفہ علامہ قاری محمد طیّب مدظلہٗ۔

اور اکثر و بیشتر ارباب سنن و جوامع مقلّد ہی ہوئے ہیں۔ ہندوستان کے عام محققین اور خصوصاً ولی اللّٰہی خاندان اور سلسلے کے تمام وہ اکابر جن کی تحقیقات اور لطائف و معارف ائمہ اجتہاد کا دور یاد دلاتی ہیں۔ خود اپنے لئے اور اپنے حلقہ اثر کے لیے تقلیدِ معیّن ہی کو ضروری سمجھتے رہے اور کبھی اس حلقے سے باہر نہیں ہوئے۔ دین کے بارے میں یہی وہ اُسوہ ہے جو بطورِ توارث علماء دیوبند تک پہنچا اور اس راہ پر امن پر دارالعلوم دیوبند نے راہ روی اختیار کی۔[1]

مذکورہ بالا عبارت کے بعد قاری صاحب نے تمام بانیانِ دارالعلوم دیوبند کے اسمائے گرامی کا ذکر فرمایا اور بعد ازاں چند سطور اسی سلسلے میں حوالہ قلم کرتے ہیں۔

بالخصوص حضرت بانی دارالعلوم (قاسم العلوم والخیرات) نے اپنے مخصوص رنگ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کی تقلید بھی کی۔ اور ساتھ ہی محققانہ انداز سے تمام فقہ اور کلام کا اصولی فلسفہ بھی اس انداز سے کھول کر دکھایا کہ تقلید ایک مستقل تحقیق نظر آنے لگی۔ جس کی بدولت دارالعلوم کے یہ ہزارہا فضلاء اور شاگرد مقلّد بھی رہے۔ اور محقق فی التقلید بھی ہوئے۔ اس طرح ہندوستان کے گوشے گوشے میں ان حضرات نے اسی مسئلہ تقلید کے ذریعے سے لوگوں کے دین کی حفاظت کی۔ ورنہ ایک طرف سے ملک کا جاہل طبقہ جس کی ملک میں اکثریت تھی۔ فکر و خیال پر اس قدر قید و بند عائد کر چکا تھا کہ اپنی آبائی رسوم کو اسلام اور انہیں کی کورانہ تقلید کو پیروئ اسلام سمجھ کر ہرکس و ناکس کی تقلید میں گرفتار تھا۔ جس سے ان میں طرح طرح کی بدعات و محدثات رچ گئی تھیں۔

تقلید کا صحیح مطلب

حنفی بھائیو![2] اپنے مذہب کو کھیل اور تماشہ نہ بناؤ۔ بلکہ تمہارا فرض ہے کہ

---

[1] ۔ الاجتہاد والتقلید ص۶۶ ۔ مصنفہ علامہ قاری محمد طیّب مدظلہ

[2] ۔ اصلی حنفیّت ص۴۲، ۵ ۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

سو چو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہونے کا کیا مطلب ہے؟ ہمارے تمام سلف صالحین احناف رحمہم اللہ تعالیٰ اس امر پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ اگر اس کا حکم صریح مل جائے تو پھر کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد نمبر دوم سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ ہیں۔ جب ان دونو مقامات سے کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو پھر اجماع امت کو دیکھا جائے۔ کہ آیا پہلے مبارک زمانوں میں اس مسئلے پر بحث ہوئی؟ اور کچھ طے پایا۔ اگر وہ مل جائے تو فبہا ورنہ پھر شرعاً قیاس کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ انسان خود قیاس کرے۔ اگر کسی بڑے عالم، اعلیٰ درجہ کے متقی، عابد، زاہد اور ماہر علوم کتاب اللہ وسنت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قیاس پر اس شرط سے عمل کرے۔ اگر میرے امام کی رائے اللہ تعالیٰ کی کتاب پاک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مخالف ہوئی تو اس کو چھوڑ دوں گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ تو اس کا نام تقلید ہے۔ سراج الائمہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ارشاد ہے "[1] اِذَا صَحَّ الحدیث فھو مذھبی"۔ چنانچہ ہمارے فقہائے عظام کے یہاں یہی اصول اربعہ مسلمہ ہیں۔

"[2] اِعْلَمْ اِنَّ اُصُول الشرع ثلثۃ الکتاب وَالسُّنَّۃ والاجماع الاُمَّۃ وَالاصل الرابع القیاس (الیٰ قولہ) فَمَادام کان الحکم موجوداً فی واحدٍ من الثلاثۃ لَمْ تَحتج الی القیاس"۔

جہاں تک مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ کے مسلک کا تعلق ہے، آپ حنفی المذہب ہیں۔ آپ کی تحریر کردہ کتاب "اصلی حنفیت" میں آپ نے نہایت وضاحت

---

[1] ۔ ردّ المختار شامی ۴۸۔ مطبوعہ میمنیہ مصر۔

[2] ۔ قاری محمد طیب صاحب۔ نور الانوار" ص۶" ترجمہ۔ بے شک شریعت کے اصول تین ہیں، کتاب، سنت۔ اجماع امت اور چوتھا قیاس۔ پس جب تک کوئی حکم پہلے تین اصولوں میں ملے تو چوتھے اصول کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔

سے تقلید کے مفہوم کو بیان فرماتے ہوئے اپنے حنفی المذہب ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ آپ کے زمانے میں بعض معاندین آپ پر غیر مقلد (وہابی) ہونے کا الزام لگاتے تھے۔

القصہ! کسی عالمِ دین یا اور بلند شخصیت کے حالاتِ زندگی اور باقی کارہائے نمایاں کا بغور مطالعہ کرنے والے محقق و مؤرخ کا فرض ہے کہ وہ اس بزرگ ہستی کے مسلک سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو۔ تاکہ اس کو یقین ہو جائے کہ وہ جس فردِ موصوف کے علم و عمل کا جائزہ لینے کے لیے بیٹھا ہے۔ اس کا تعلق اسلافِ کرام کے مسلک سے کیا ہے؟ اور عملاً اُس نے کس مسلک کی اشاعت و ترویج کو اپنا لائحہ عمل بنایا اور آگے اس کے پیروکار کس ڈگر پر گامزن ہیں۔ مسلک دراصل ایک رہنمائے دین کی زندگی کے تمام کارناموں کے لیے محور کا حکم رکھتا ہے۔ مسلک کی حفاظت و صیانت ثقہ تحریرات سے ہونا چاہیے۔ ورنہ ناخلف جانشین اپنی جہالت و سوءِ استعداد کی وجہ سے بدعات و محدثات کا شکار ہو کر اپنے رفتگاں کے صحیح مسلک پر الزام تراشی شروع کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے مولانا لاہوریؒ کے مسلک کی وضاحت میں چنداں طوالت سے کام لیا ہے۔

"اُصلی حنفیت" کی چند سطور کی نقل پر ہم اس موضوع کو ختم کرتے ہیں۔

"تو پھر غیر مجمع علیہ مسئلہ میں امام الائمہ سراج الامۃ حضرت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد یا ان کے مقدس شاگردوں (مثلاً امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ امام زفرؒ اور امام حسنؒ) میں سے کسی کے قول پر عمل کیا جائے۔ کیونکہ ان ہی حضرات کا حلفیہ بیان ہے کہ ہم قول میں امام صاحبؒ کے پابند ہیں۔ لہٰذا بحیثیت حنفی ہونے کے ہم ان حضرات کے اقوال کے سامنے سر جھکانا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ ان کے سوا کسی شخص کا قول ہم ماننے کے لیے مجبور نہیں ہیں، کہ جو حنفی کہلائے وہ ہمارا آقا بن جائے۔ لہٰذا ہمارا یہ کہنا بجا اور درست ہے کہ ہم پکے حنفی ہیں"[1]

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور جس کی تعمیر و تکمیل ربّ العزۃ نے حضرت مولانا

---

[1] اصلی حنفیت ص۸ مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ۔

احمد علیؒ کے ہاتھوں سے کروائی۔ اس کے دروازے پر سفید سیمنٹ سے بنا ہوا کتبہ بحروف جلی موجود ہے جس کی عبارت سے مولانا موصوف کا حنفی المذہب (اہل سنت والجماعت) ہونا محقق ہوتا ہے۔

عبارت مذکورہ کی نقل

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

قولہٗ تعالیٰ و للّٰہ میراث السمٰوٰت والارض۔ واللّٰہ بما تعملون خبیر

اصولِ اساسی متعلقہ عمارت مدرسہ قاسم العلوم منظور کردہ مجلسِ شوریٰ انجمن خدام الدین منعقدہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء

باضابطہ رجسٹری شدہ ۶ جمادی الاوّل ۱۳۵۱ھ، ۸ ستمبر ۱۹۳۲ء

۱۔ یہ عمارت محض حصولِ رضائے الٰہی بنا بر اشاعتِ قرآن کریم اور سنّت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنائی گئی ہے۔

۲۔ یہ عمارت حسبتاً للّٰہ وقف ہے۔ اس کا متولی کبھی بھی ایک شخص نہ ہوگا۔ فی الحال یہ عمارت زیر اہتمام انجمن خدام الدین لاہور ہے اور یہی انجمن اس کی متولی ہے۔

۳۔ یہ عمارت ہمیشہ اہلِ اسلام متبع سنت والجماعۃ کی نگرانی میں رہے گی۔

۴۔ انجمن خدام الدین کا امیر یا صدر ہمیشہ دیوبندی خیال کا عالم باعمل کسی مستند عربی مدرسہ کا فارغ التحصیل ہونا لازمی ہے۔

۵۔ اگر خدانخواستہ انجمن خدام الدین مذکورہ بالا اصول کی پابند نہ رہے تو پھر یہ عمارت دار العلوم دیوبند کے ساتھ ملحق کر دی جائے۔ تاکہ وہ حضرات اس انجمن میں بمطابق اصولِ بالا دین متین کی خدمت اپنی نگرانی میں کرائیں۔

۶۔ اگر خدانخواستہ ذمہ داران دیوبند اصولِ بالا کے پابند نہ رہیں۔ تو اس کا الحاق کسی اور مذہبی دار العلوم کے ساتھ کر دیا جائے، جو اصولِ مجوزہ کا صحیح طور پر پابند ہو۔

المعلن

احمد علی عفی عنہ امیر انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

تجدید واحیائے دین

"مجدّد نبی نہیں ہوتا۔ مگر اپنے مزاج میں مزاجِ نبوّت سے بہت قریب ہوتا ہے۔ نہایت صاف دماغ، حقیقت رس نظر، ہر قسم کی کجی سے پاک، بالکل سیدھا ذہن، افراط و تفریط سے بچ کر توسط و اعتدال کی سیدھی راہ دیکھنے اور اپنا توازن رکھنے کی خاص قابلیت، اپنے ماحول اور صدیوں کے جمے اور رچے ہوئے تعصبّات سے آزاد ہوکر سوچنے کی قوّت، زمانہ کی بگڑی ہوئی رفتار سے لڑنے کی طاقت و جراٴت، قیادت و رہنمائی کی پیدائشی صلاحیّت اجتہاد اور تعمیرِ نو کی غیر معمولی اہلیّت اور ان سب باتوں کے ساتھ اسلام میں مکمّل شرحِ صدر، نقطۂ نظر اور فہم و شعور میں پورا مسلمان ہونا۔ باریک سے باریک جزئیات تک میں اسلام اور جاہلیّت میں تمیز کرنا اور مدّت ہائے دراز کی الجھنوں میں سے امرِ حق کو ڈھونڈ کر الگ نکال لینا۔ یہ وہ خصوصیات ہیں، جن کے بغیر کوئی شخص مجدّد نہیں ہو سکتا اور یہی وہ چیزیں ہیں جو اس سے بہت زیادہ بڑے پیمانے پر نبی میں ہوتی ہیں"[1]

امّت بیضا کے علماء ربّانی[2] ارشادِ مصطفوی کے مطابق بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام

---

[1] ۔ تجدید واحیائے دین ص۲۷ مصنفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب۔ ناشر ادارۂ اسلامیہ۔ پٹھانکوٹ۔

[2] "سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اور متابعت سے علماء ظاہر کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع و احکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہ علیہ کا نصیب مع اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں۔ احوال و مواجید اور علوم و معارف ہیں اور علماء راسخین کا نصیب جو انبیاء کے وارث ہیں مع اس چیز کہ عالم رکھتے ہیں اور مع اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ علیہ ممتاز ہیں، وہ اسرار و دقائق ہیں۔ جن کی نسبت متشابہاتِ قرآنی میں رمز و اشارہ ہو چکا ہے اور تاویل کے طور پر درج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت و تبعیّت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔ اسی واسطے "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کی شرف کرامت سے مشرّف ہوئے ہیں۔

(دفتر دوم مکتوب ۱۳۔ مصنفہ عالم ربّانی حضرت مجدّد الف ثانیؒ)

محمدؐ اور مجدد۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جیسی مبارک اور مقدس شخصیتوں نے
زندگی کے ایسے منصوبے شروع فرمائے اور اپنے تجدیدی کارناموں سے اسلام کے رخ پر سے
بڑے بڑے محدثات و بدعات کی تاریکی کو دور کرتے چلے گئے۔

ماضی قریب میں اسی تسلسل کی روشنی میں ہم کو مولانا احمد علی علیہ رحمۃ کی زندگی کے
تمام پہلوؤں پر نظر ڈالنا ہے تاکہ آپ کے تجدیدی کارناموں کی نشاندہی ہو سکے۔
حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم وہ پاکباز ہستی ہے جس کی تربیت دین پور شریف
اور امروٹ شریف کے عظیم کیمیا گروں کے ہاتھوں میں ہوئی۔ جس کی طالب علمی کی
جبین نیاز پر امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی استاذانہ تادیبی نگاہوں
کے نقوش موجود ہیں جس کی روشِ حیات ولی اللّٰہی منازل کا پتہ دیتی ہے۔ آپ نے چودھویں
صدی کے نصف میں پنجاب کے ام القریٰ لاہور میں بیٹھ کر تقریباً نصف صدی تک
قرآنِ حکیم کا درس دیا۔ ہزاروں علماء کرام آپ سے دورۂ تفسیر کی سندات لے کر دنیا کے
مختلف اطراف واکناف میں تبلیغی مشن کے سلسلے میں مدارس عربیہ کے بانی و مہتمم بن کر زندگی
بسر کر رہے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ آپ کے صاحبزادہ حافظ حبیب اللہ مہاجر مکی و مدنی کو
پروردگارِ عالم نے مدینۃ الرسولؐ کی ملکوتی فضاؤں میں بٹھا کر چھبیس سال مسلسل قرآن پاک
کی خدمت کا کام لیا۔ علاوہ ازیں آپ کا جاری کردہ مؤقر جریدہ "ہفت روزہ خدام الدین"
ہندوپاک کے علاوہ دنیا کے باقی ممالک میں بھی بفضلِ خدا ضیاباریاں کر رہا ہے درحقیقت
حضرت لاہوریؒ کے فیوضات وبرکات کا دائرہ تقریباً تمام عالم اسلام کو محیط ہے۔

لہ۔ امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ امام مالک ۹۵ھ
میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ امام شافعی ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ
میں وفات پائی۔ امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ یہ وہ مبارک بزرگ
ہیں جن کی طرف آج فقہ کے چاروں مذاہب منسوب ہیں۔ ان کا مقام مجتہدین سے بلند ہو کر مجددین کے
مرتبے تک پہنچتا ہے۔ (تجدید واحیائے دین ص ۳۸ مصنفہ مولانا مودودی صاحب)

ہم اس موقعہ پر دنیا کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ جس پر نظر ڈالنے سے ہمارے دعویٰ کا بیّن ثبوت پیش ہو سکے گا۔

ہم آپ کے تجدیدی کارناموں میں آپ کے رسائل کو اوّلین حیثیت دیتے ہوئے ان پر ناقدانہ نگاہ ڈالتے ہیں۔ ان رسائل میں مولاناؒ کا اندازِ بیان مفکرانہ اور مصلحانہ ہے۔ ہندوپاک کے مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب بالخصوص اور اسلامیانِ عالم کی زوال پذیری کے وجوہات بالعموم آپ کے رشحاتِ قلم ہیں۔ آپ تشخیصِ امراض کے بعد حکیمانہ کریم النفسی سے نسخہ ہائے شفا بھی پیش کرتے ہیں۔ آپ کے جذبہ میں اخلاص ہے۔ آپ کی ہمّت میں بلندی ہے۔ آپ کی دعوت کا فقط ایک ہی مقصد ہے کہ مسلمان اپنی عظمت کو ماضی کے آئینہ میں دیکھیں۔ اپنے حال کو سنواریں اور اپنے مستقبل کو تابناک بنانے میں سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔

یہ رسائل مقتضیّات زمانہ کے مسائل مہمّہ پر سیر حاصل تبصرہ کا کام دیتے ہیں۔ گویا کہ مولاناؒ نے چودھویں صدی کے دور کے الحاد پرور اثرات، عقائد باطلہ کی ترویج، اعمالِ قبیحہ کے طوفانِ بے تمیزی کو مجدّدانہ و مبصّرانہ نقد و نظر سے دیکھا۔ لہٰذا آپ نے اپنی زندگی اصلاحِ احوال اور فلاحِ ملّت اسلامیہ کے لیے وقف کر دی۔

فہرست رسائل خدّام الدین

۱۵- فلسفۂ عید قربان
۱۶- اسلام ہند خطرہ میں
۱۷- تحفۂ معراج النبی
۱۸- شرح اسماء الحسنٰی
۱۹- فلسفۂ نماز
۲۰- فلسفۂ روزہ۔
۲۱- اسلام کا فوجی نظام
۲۲- بہشتی اور دوزخی کی پہچان
۲۳- خدا کی نیک بندیاں
۲۴- مسلمان عورت کے فرائض۔
۲۵- پیر اور مرید کے فرائض
۲۶- گلدستۂ صد احادیث نبویؐ۔
۲۷- فلسفۂ زکوٰۃ
۲۸- اسلام اور ہتھیار
۲۹- مقصد قرآن
۳۰- خدا کی مرضی۔
۳۱- نجاتِ دارین کا پروگرام
۳۲- استحکام پاکستان
۳۳- مسلمانوں کو مرزائیت سے کیوں نفرت ہے؟

رسالہ جات کی تقسیم حسبِ ذیل ہے

(۱) ایمانیات۔
(۲) عبادات۔
(۳) حقوق و فرائض۔
(۴) اخلاقیات۔
(۵) اصلاحِ رسوم۔
(۶) پیغامِ بیداری۔

ایمانیات

نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے کہ دینِ اسلام تمام سابقہ ادیان و شرائع کا ناسخ[۱] ہے۔

---

[۱] وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (ال عمران آیت ؛

اور قرآنِ حمید میں اس کی اکملیّت[1] اور حاملِ قرآن کی خاتمیّت[2] کا اعلان کیا گیا ہے۔ لہٰذا نسلِ انسانی کی نجاتِ دارین کا پروگرام قرآنِ حکیم کے اوراق اور اسوۂ نبویؐ کی متابعت[3] میں محدود ہو کر رہ گیا ہے اور اس حقیقت کا اعتراف غیر مسلم[4] دنیا کی زبان پر بھی جاری ہے۔ دینِ اسلام کے اثرات انفس و آفاق کی تمام جزئیات پر محتوی ہیں۔ بلا شک و ریب اولادِ آدم کے لیے اس کا تمسک دنیوی اور اُخروی سرفرازی کا ضامن ہے۔

مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ نے قرآن حکیم کی خدمت کے لیے اپنے تمام لمحاتِ زندگی وقف کر رکھے تھے۔ آج ہم ان کے تمام پہلوؤں پر نہایت ایجاز و اختصار سے تبصرہ کرتے ہیں۔

۱۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (سورہ مائدہ ۵ آیت ۳)

۲۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (الاحزاب ۳۳ آیت ۴۰)

۳۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ (الممتحنۃ ۶۰ آیت ۶)

۴۔ The, Saints, reformers, martyrs, Pirs Sheikhs and Qutubs will reap untold benefit if they will send durood (God's blessing) on the Holy Prophet!
"The only reason why man is constantly restless and goesto hell is that he has no regard for the Prophet."
(Gurunanak founder of the Sikhism)
Muhammad and Teachings of Quran by John Davenport, Page-115.

۵۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آلِ عمران ۳ سورہ ۱۳۹)

رسالہ ضرورۃ القرآن

مولانا نے ضرورۃ القرآن کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ ابتدا مضمون میں مولانا انسان کی حقیر ناپاک قطرہ سے پیدائش۔ طفولیت میں نجاستِ غلیظہ سے بچنے کی تمیز سے محرومی اور پھر انجام کار موت کے وقت اعزّہ و اقربا کا تجہیز و تکفین میں عجلت سے کام لینا نہایت عبرت انگیز اسلوب میں بیان فرماتے ہیں۔ اب ملکیت اور بہیمیت Betterself and evilself. پر بحث فرماتے ہیں۔ دونو کے جداگانہ خواص اور پھر نتائج و عواقب پر متنبہ فرما کر عملِ صالح کی دعوت دیتے ہیں۔

ملکیت کے اتمام و اکمال کے لیے وحی والہام کا تتبع لابدی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تمام ملل و مذاہب اس امر پر متفق ہیں کہ ملکیت اور بہیمیت کے تقاضا ہائے طبعی الگ الگ ہیں۔ بہیمیۃ (جسمانیت) چونکہ یہیں سے بنی ہوئی ہے اس لیے اس کو عناصر سے پیدا شدہ چیزوں سے محبت ہے۔ لذیذ اشیاء کے کھانے پینے سے یہ خوش ہوتی ہے۔ لباس ہائے فاخرہ کے پہننے میں اسے لطف آتا ہے۔ سریلی آواز اس کو بھاتی ہے۔ بخلاف اس کے ملکیت چونکہ عالمِ بالا سے آئی ہوئی ہے۔ اس لیے اسے یہاں کی باتوں سے انس نہیں۔ اس کو اپنے دیس (عالمِ بالا) کی باتیں بھاتی ہیں۔ جو خواہشات عالمِ بالا میں ملائکہ کی ہیں، وہی اس کی ہیں اور ان کی خواہش سوائے ذکرِ الٰہی اور کوئی چیز نہیں ہے۔

قولہٗ تعالیٰ:- اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

اب الہامی معلّم کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ مدارس اور کالج میں صاحبِ بصیرت معلّمین کے فقدان پر اظہارِ تاسف اور اس کے اسباب پر تبصرہ کرتے ہیں:

"براہِ راست کسی معلّمِ قرآن سے پڑھنے کی یا فرصت نہیں ہے یا نفس میں تعلّی

---

[1] رسالہ ضرورۃ القرآن ص ۱۱، ۱۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] " " " " " " " ص ۲۴، ۲۵

ہے کہ کسی گودڑی پوش مسکین عالم کے پاس زانوئے ادب تہ کرتے ہوئے عار آتی ہے یا ان کو کوئی غیر متعصّب یا غیر متشدد عالم یا خدا ملتا ہی نہیں جو ان کے شوقِ قرآن کی قدر کرے اور ان کی بود و باش۔ وضع و قطع کا پہلے سوال نہ چھیڑے اور اسی جذبۂ شوقیہ کے باعث ان کی عزت کرے اور یہ سمجھے کہ خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی تو ہدایت دی ہے آہستہ آہستہ آگے اور بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔"

اس کے بعد حکیم اور نبیؑ کے مابہ الامتیاز اوصاف پر نظر ڈالتے ہیں۔ نبیؑ کی روحانی اور الہامی قوت کی وضاحت فرماتے ہیں۔ قرآنِ پاک کو نسلِ آدم کی فلاح و بہبود کے لیے آخری الہامی نصابِ تعلیم سے تعبیر فرماتے ہیں۔

اسلام کی رواداری کو ثابت کرنے کے لیے نصوصِ قرآنیہ سے استشہاد کرتے ہیں۔ کیونکہ اسلام تمام انبیاء کرام[1] پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور اس کے ساتھ معبودانِ باطل کو سبّ[2] و شتم سے بھی منع کرتا ہے۔ بلکہ ابلاغ[3] بالحکمت اور مجادلہ بطریق احسن کا حکم صادر فرماتا ہے۔ کیونکہ[4] مسلمان کسی حالت میں بھی بدخو، زشت رو بے ہودہ گو اور منکرِ حق نہیں ہو سکتا۔

مولاناؒ اب صحابہ کرامؓ کی موجودہ زندگی اور سابقہ زندگی کا موازنہ کرتے ہیں اور اس حیرت انگیز انقلاب کو قرآنی تعلیمات کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

---

[1] - قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

(سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۳۶)

[2] - وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ (سورہ الانعام ۶ آیت ۱۰۸) [3] اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ۭ (سورہ النحل ۱۶ آیت ۱۲۵)

اصحابہ کرامؓ کا تعلق باللہ	اصحابہ کرامؓ کا تعلق بالناس
۱۔ ماسوا اللہ سے منہ موڑ کر خدائے قدوس کے غلام بن گئے۔	۱۔ خدا کے بعد والدین کی اطاعت فرض سمجھتے تھے۔
۲۔ ماسوا اللہ کا رعب دلوں سے نکال کر ایک خدا سے ڈرتے تھے۔	۲۔ والدین کے متعلقین کی عزت فرض سمجھتے تھے۔
۳۔ ہر لمحۂ حیات میں رضاء مولا ازبس اولیٰ سمجھتے تھے۔	۳۔ مساوات و ایثار اپنا فخر سمجھتے تھے۔
	۴۔ خلق خدا پر رحمت و رافت ان کا مایۂ ناز تھا۔
۴۔ شعائر اللہ کی عزت اپنی زندگی سے زیادہ ضروری سمجھتے تھے۔	۵۔ مظلوم کی اعانت ان کا شیوہ تھا۔
	۶۔ حاکم بن کر محکوم کی خدمت کو عزت خیال کرتے تھے۔
	۷۔ انسانوں پر آقا بن کر نہیں، بلکہ خدا کا غلام بن کر حکمرانی کرتے تھے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو غیر مسلم دانشوروں نے بھی بدل و جان تسلیم کیا ہے۔

"Gibbon says,"from the Atlantic to the Ganges the Quran is acknowledged as the fundamental code, not only of theology but of civil and criminal jurisprudence and the laws which regulate the actions and the property of mankind are governed by the immutable sanctions of the will of God."

"The Quran is the general code of the Muslims. A religious, Social, Civil, Commercial, Military, Judicial criminal penal code; it regulates everything from the ceremonies of religion to those of daily life, from the salvation of the soul to the health of the body; from the rights of all those of each individual; from morality to crime, from punishment here to that in the life to come. (Muhammad and the teachings of Quran by John Davenport. P. 50)".

In the sixth century Muhammad appeared and extirpated idolatry out of a great part Asia, Aferica and Egypt, in all parts of which the worship of the one true God remains to this day." (Muhammad and teachings of the Quran by John Davenport. Page No. 50).

اس مؤقر جریدہ کے اختتام پر نہایت شرح وبسط سے اصحابِ رسول اللہؐ کی طرزِ معاشرت پر گوہر افشانی کرتے ہیں۔ ہم بنظرِ اختصار اس کی تلخیص پیش کرتے ہیں۔
صحابہ کرامؓ کی سادگی، سپاہ گری، سخاوت، شجاعت، تواضع، غیرت، ہمت، حمیتِ اسلامی، تعلق باللہ کی استواری، بداخلاقیوں سے پرہیز، تعیش سے نفرت، مخالفتِ امرالٰہی کو ہلاکت کا ہم پلہ یقین کرنا، حُبِّ خدا، رحمت علی المسلمین، انفاق

فِیْمَا بَیْنَھُمْ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تزکیۂ باطن جیسے اوصافِ حمیدہ کا عالمانہ تذکرہ حضرت مولانا کے مضمون کی روحِ رواں ہے۔

بعد میں مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی پر افسوس کرتے ہیں اور تمسّک بالقرآن کو دارین کی سرفرازی کا ضامن قرار دیتے ہیں۔ پھر سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی میں رطبُ اللّسان ہوتے ہیں۔ "یہ بھی یقیناً یاد رکھئے اور لوحِ دِل پر کندہ کر لیجئے کہ آج تک رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سا جامع صفاتِ حمیدہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی پیدا نہیں کیا۔ جبکہ حضور پُر نور جیسا زبردست روحانیت والا، ایسا شجاع، زیرک، دُور رس، مآل اندیش، رؤف و رحیم، واصل باللہ شاہسوار، رزم گاہ میں اپنی جگہ سے نہ ٹلنے والا، فرشِ زمین سے عرشِ بریں تک پہنچنے والا، اولیٰ بالمؤمنین، مجسّم علم، سرتاپا حلم، امن کا بانی، صلح کا حامی اور ایسا مؤید بروح القدس امدادِ الٰہی سے انسان کی دنیوی و اخروی کامیابی کا جو رستہ تجویز کرے گا اس سے بہتر اور کون رہنمائی کر سکتا ہے۔"

رسالہ مقصدِ قرآن

قولہٗ تعالیٰ:۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مرحوم کا یہ رسالہ آپ کا علمی شاہکار ہے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے آپ کے تبحّرِ علمی، محققانہ اندازِ فکر، الفاظ میں خطیبانہ تاثیر و شگفتگی معلومات میں ایک دقیقہ رس مؤرخ کی بالغ النظری اور اس پر طرّہ یہ ہے کہ حزم و احتیاط کا پہلو ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ مضمون آپ نے جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی کے اجلاس میں پیش کیا تھا، لہٰذا آپ نے اس علمی ماحول کے اقتضاء کے پیشِ نظر اصلاحی و تحقیقی رنگ میں نہایت شستہ الفاظ میں تحریر فرمایا۔

تمہید میں آپ نے دہلی کو اسلامی ثقافت کا قدیمی گہوارہ، علماء و فضلاء اور

ماہرین فنون کا مرکز تسلیم کیا ہے اور اہالیان دہلی کی تہذیب اوران کی ٹکسالی زبان کا تہ دل سے اعتراف کیا ہے۔

اب موالیدِ ثلاثہ کی محیر العقول تخلیق پر نظر ڈال کر فرماتے ہیں:

"اگر پورے غور سے دیکھا جائے تو آپ پر ایک عجیب چیز منکشف ہوگی[۵] کہ افرادِ انسانی کی جس طرح مختلف صورتیں ہیں ایک صورت دوسرے سے نہیں ملتی۔ اس طرح ان افراد کی استعداد، ملکات، جذبات واعمال میں بھی آپ ایک نمایاں رنگ پائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک چیز کی تخلیق کا ایک جداگانہ مقصد ہے جو دوسری سے پورا نہیں ہوتا"

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: "کہ احسن واشرف وہی چیز ہے، جو اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرے۔ چونکہ انسان کی پیدائش کی غرض وغایت خلافتِ ارضی تھی، لہٰذا انسان خدا تعالیٰ کا نائب اور مخلوقات کا امام وپیشوا ٹھہرا۔

اب خلافت اور نیابت کی تشریح کرتے ہیں۔" اس کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر رہے۔ اپنے جذبات اور ملکات تابع فرمانِ الٰہی بنائے۔ اپنی نقل وحرکت، نشست وبرخاست میں منصبِ عبودیت بھولنے نہ پائے۔ خوراک پوشاک تک اور تمام معاملات مثلاً بیع وشراء، نکاح وطلاق میں حدودِ عبودیت سے تجاوز نہ کرے۔ تمدن، معاشرت، اقتصادیات، سیاسیات میں ہدایاتِ الٰہیہ کا پابند نظر آئے۔ غرض کہ جس طرح دوسری چیزیں مقصدِ تخلیق کی تکمیل میں مصروفِ عمل ہیں، اسی طرح یہ بھی اپنے مقصدِ تخلیق کی تکمیل میں مصروفِ کار رہے۔"

مولانا انسان کی دو زندگیوں کا ذکر فرما کر ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید اس کی مندرجہ ذیل شعبہ جات میں رہنمائی کرتا ہے۔

۱۔ اعتقادات ۲۔ عبادات بدنیہ ومالیہ

---

[۵] ۔ رسالہ مقصدِ قرآن ص ۱۲،۱۴ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

۳- اخلاق ۴- تمدّن
۵- معاشرت ۶- اقتصادیات۔
۷- سیاسیات۔

اس کے بعد اہلِ عرب کی حیرت انگیز ترقی و عروج کو قرآنی تعلیمات اور آقائے انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور اپنے دعویٰ کی تائید کیلئے غیر مسلم دانشوروں کی رائے سے استشہاد کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "یورپ کا موجودہ دورِ ارتقا مسلمانوں کے علوم و فنون کا مرہونِ منّت ہے۔

ہمارے[1] موجودہ دورِ تمدّن کے ہر شعبۂ عمل میں اہلِ عرب کے اثرات صاف طور پر نمایاں ہیں۔ نویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی تک اس عظیم الشان لٹریچر کی بنیاد پڑ چکی تھی، جو اب تک قائم ہے۔ قسم قسم کی پیداواریں اور بیش بہا ایجادات جو دماغ کی حیرت انگیز فعالیّت نے اس زمانے میں کیں اور ان کا اثر سیحی یورپ پر پڑا۔

اس سے ہمارے خیال کو تقویت پہنچتی ہے اور اہلِ عرب نے تمام دنیا میں ہماری رہنمائی کی ہے۔ ایک طرف ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کے لیے ہم بے اندازہ مواد پاتے ہیں۔ دوسری طرف ہم بے نظیر صنعت و حرفت اور انجینری کے اصول بالفعل و بالقوہ اور دیگر علوم و فنون میں ان کے انکشافات کو معلوم کرتے ہیں۔ کیا یہ سب باتیں ان لوگوں کے کارناموں کو واضح اور نمایاں نہیں کرتیں؟ جو بہت مدّت سے حقارت اور نفرت سے دیکھے جاتے ہیں۔

عربوں[2] کا اثر مغرب کی زمین پر بھی اتنا ہی ہوا۔ جتنا مشرق پر ہوا اور انہیں کی بدولت اہلِ یورپ نے تمدن حاصل کیا"

---

[1] ۔ نقل رسالہ ہذا صفحہ ۔ (پروفیسر سدیو فرانسیسی مستشرق ۔)
[2] ۔ ڈاکٹر گسٹاولی بان)

(تمدن عرب مترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی ص۵۱۳)

" I salute Muhammad as one of the world's mighty heroes. Islam has given the world a religion without priests. Islam abolished infanticide in Arabia. Islam amphasised the great qualities of faith, courage endurance and self sacrifice. Islam moved out with its message of Allah, the Rehman, the merciful and became the torch bearer of culture, civilization in Africa in India, in central Asia in Euorpe and in Persia. At a time when Euorpe was in darkness, the Muslim scholars in Spain held high the torch of science and literature. They taught medicine and mathematics, Chemistery and natural history, Philosophy and fine arts. And it is no exaggeration to say that Islam has made several contributions to the thought and life of India. Islam has enriched the arts and architecure, the poetry and Philosophy of India. The Jaj is perhaps, the mostimaginative architecture in the world."

(Sadhu T.L.Vaswani).

بعد ازاں مولانا قرآنِ حکیم کے فیوض و برکات پر مفصّل و مشرح تبصرہ کرتے ہیں۔ آیاتِ بیّنات سے توثیق کرتے ہیں کہ قرآنِ مجید نے اپنے متبعیّن سے ساری دنیا کی بادشاہت کا وعدہ فرمایا ہے۔[1]

اس کے بعد اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں اور فتوحات کا تذکرہ ہے جس کے ضمن میں یورپ، امریکہ، ایشیا، شمالی بورنیو اور دیگر ممالک میں مسلم آبادی کے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں جو لاکھوں اور بعض جگہ پر کروڑوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔

اگلے صفحات میں مسلمانوں کی تجارتی وسعتوں اور علمی خدمات کا نہایت شاندار تذکرہ ہے۔ قرطبہ، غرناطہ، ازھر اور بغداد کی شہرۂ آفاق یونیورسٹیوں کا بیان آپ کی تحریر میں ملتا ہے اور اس سلسلے میں مستشرقین[2] میں سے صائب الرائے افراد کی عبارتیں نقل کرتے ہیں اور یہ تفصیل کئی صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا اپنے مضمون کے اس حصے میں بار بار اس حقیقت کو تاریخی شواہد سے اجاگر کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ مسلمان مسلمان رہ کر نظامِ مادی[3] کے تمام کارخانوں کا موجد، منتظم اور سرپرست بن سکتا ہے۔ ان تمام ایجادات، انکشافات، ملکی فتوحات اور امامتِ دوراں کی امتیازی شان و شوکت کو فقط قرآن حکیم کے اتّباع کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

۱۔ هُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ٥ (سورہ الصف ۶۱ آیت ۹)

۲۔ موسیو گستاولی بان، مارگولیتھ، پروفیسر رینالڈ نکلسن رسالہ مقصدِ قرآن ص ۳۰)

۳۔ تراجم اور فلسفۂ یونان ہارون رشید اور مامون رشید کی خلافت کی علمی ترقیاں ص ۳۱ رسالہ مقصدِ قرآن)

" مسلمان اور تاریخ، جغرافیہ، ہیئت و نجوم، الجبرا والمقابلہ، علم ہندسہ، فنّ طب، فنّ جراحی، علم کیمیا کی خدمت، بارود کی ایجاد، گھڑی کی ایجاد، قطب نما، کاغذ سازی، عربوں کی جہازرانی کا بیان (از صفحہ ۲۳ تا ۴۶ رسالہ مقصدِ قرآن مصنّفہ مولانا لاہوری) ان عبارتوں میں ڈاکٹر نوفل، ڈاکٹر لیبان فرانسیسی، ڈاکٹر ڈریپر، مورخ گبن، موسیو سدیو کی کتب کے حوالے پیش کرتے ہیں)

"مسلمانوں کے علمی اور عملی کارخانوں کی داستان بہت ہی طویل ہے مگر میں اب اسے ختم کرتا ہوں۔ مقصد صرف اس داستان سرائی سے یہ ہے، کہ مسلمان محسوس کریں کہ مسلمان ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُن کی دستگیری فرمائے گا تو وہ بامِ عروج کے انتہائی زینہ تک ایسی سرعت سے چڑھ جائیں گے کہ غیر مسلم اقوام میں اس کی نظیر ناممکن ہو گی"

"جب مسلمانوں نے احکم الحاکمین کے قانون پر عمل کیا، اللہ تعالے نے ان کی دستگیری کی۔ دنیاوی علوم میں ان کی شرحِ صدر فرمائی۔ اقوامِ عالم کا امام بنایا اور آخرت میں انہیں جنّت کا مستحق بنایا گویا انہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً کا پورا مصداق بنایا۔ دراصل یہ علوم وفنون اور ترقیاں فروع تھیں۔ اصل اور جڑ اتباعِ قرآن تھا۔ جب جڑ خشک ہو چکی ہے تو شاخیں کس طرح ہری بھری نظر آسکتی ہیں۔ شہنشاہی اعلان ملاحظہ ہو، اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ"

اب تمسّک بالقرآن کی دعوت دیتے ہیں۔ مادی ترقی اگر خشیّتِ الٰہی اور اپنے اعمال کے محاسبہ سے خالی ہو تو اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ مہذّب یورپ کی ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم کی سفّاکیوں کی روئداد اور اس جنگ میں مشمولہ ممالک کی اموات کے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں جو کہ تقریباً ایک کروڑ اموات اور چار کروڑ زخمیوں پر مشتمل ہے۔ ان وحشیانہ مظالم اور انسانی خون کی ارزانی کا رسولِ رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی کی اسّی لڑائیوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ جن میں غزوات اور سرایا کے مقتولین کی تعداد صرف ایک ہزار اٹھارہ بنتی ہے۔

مسیحی عدالت کے احکام سے ہلاک شدہ نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ تک پہنچتی ہے۔

"مادی ترقی کرنے والوں میں اگر خدا تعالے کا خوف ہے تو وہ ترقی سعادت

سلہ ۔ جان ڈیون پورٹ کی کتاب " اپالوجی فار محمدؐ اینڈ قرآن "

اور رحمت ہوگی۔ امن کی ذمہ دار ہوگی۔ اخلاقِ حمیدہ کو انتہائی کمال پر پہنچائے گی۔
ورنہ شقاوت و زحمت ہوگی۔ بدامنی کی علم بردار ہوگی۔ اخلاق سوزی کی حامی ہوگی۔
اس ناقابلِ تردید مضمون کی تائید و شہادت یورپ کی موجودہ ترقی میں پائی جاتی
ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اٹلی نے جبشہ میں کیا کیا مظالم توڑے۔ فلسطین میں کیا
ہو رہا ہے۔ سب سلطنتیں ہوسِ ملک گیری کو پورا کرنے کے لیے کیا کچھ کر رہی
ہیں۔ بنی نوعِ انسان کو تباہی کے گھاٹ اتارنے کے لیے کس کس قسم کے آلات
حرب و ضرب تیار کیے جاتے ہیں۔ دزہریلی گیسیں، مشین گنیں، ہوٹزر توپیں، آب
دوزیں، تارپیڈو وغیرہ) (رسالہ مقصدِ قرآن ص ۴۶، ۴۷ از مولانا احمد علیؒ)

اب قرآن پاک کی رو سے انفرادی زندگی کا اصلاحی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

پہلی اصلاح: تعلق باللہ کی درستی۔

دوسری اصلاح: قرآن حکیم نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا کی زندگی
کھیل تماشا ہے اور اصلی زندگی آخرت کی ہے۔ (وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝) سورہ عنکبوت ۲۹ آیت ۶۴)

تیسری اصلاح: مسلمانوں کو دنیا کے ہر کام میں رضائے الٰہی کا طالب ہونا چاہیے
اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ
جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (سورہ آل عمران ۳ آیت ۱۶۲)

چوتھی اصلاح: قرآن مجید نے مسلمان کو یہ تعلیم دی ہے کہ جان و مال تیرا نہیں
ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ
بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ ۹: آیت ۱۱۱)

پانچویں اصلاح: قرآن نے مسلمان کو یہ پیغام دیا ہے۔ تیری پیدائش کی
غرض و غایت، جلبِ زر، حصولِ جاہ، تعمیر مکاناتِ عالیہ، فتوحاتِ ملکیہ
نہیں، تو خدا کا بندہ ہے۔ بندگی کے لیے آیا ہے۔

چھٹی اصلاح: قرآن مجید نے ایک سچے مسلمان کو یہ تعلیم دی ہے کہ مسلمان کو دنیا کا کوئی کاروبار یادِالٰہی کے فرائض سے غافل نہیں کرسکتا اور نہ شہنشاہی دربار (مساجد) کی پانچ وقتی حاضری میں مانع ہوسکتا ہے۔ (آیات از سورۂ نور)

ساتویں اصلاح: قرآن حکیم نے اپنے متبعین کو اعلیٰ درجے کا با اخلاق بننے کی ہدایت کی ہے۔ اگرچہ جزاء سیئۃٍ سیئۃٌ مثلھا کے قاعدہ کی بنا پر ظالم سے انتقام لینے کی اجازت ہے۔ مگر اخلاق کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ برائی کی بجائے بھلائی کرے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (سورہ السجدہ ۴۱ آیت ۳۴)

آٹھویں اصلاح۔ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا اصلاحی پروگرام: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ج (سورہ النساء ۴ آیت ۵۹)

نویں اصلاح۔ اقتصادیات اور قرآن مجید: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۰

دسویں اصلاح: قرآن حکیم کا سیاسی نظام (میدانِ جنگ میں اپنے افسر کی اطاعت، میدانِ جنگ میں باہمی جھگڑوں سے بچنا۔ فرضِ منصبی کے ادا کرنے میں کسی قسم کی خیانت نہ کرنا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ وَ لَا تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ الخ (سورہ الانفال ۸: ۲۷)

اسلام میں ہمارے ہر دعویٰ کی صداقت کا معیار فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل ہے۔ عبادات، معاملات، تمدن، معاشرت، اقتصادیات اور سیاسیات میں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا رنگ ہوگا تو ہم مسلمان ہیں۔ اگر یہ نہیں تو ہمارے زبانی دعووں سے کچھ نہیں بن سکتا۔
اب اس کے بعد اجتماعی زندگی کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ ہر دو زندگیوں کے قوانین کا اثبات قرآن حکیم کی آیات سے مستنبط کرتے ہیں۔ انجام کار مسلمانوں کی موجودہ تباہی کا باعث بیان کرتے ہیں۔

یہود[1] کے امراض: میں سے ایک مرض یہ بھی تھا کہ عقیدہ میں اپنی آسمانی کتاب (تورات) کو سچا مانتے تھے۔ لیکن عمل میں بے اعتنائی برتتے تھے وہی حالت آج ہماری ہے۔ عقیدہ کے لحاظ سے قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ پر ایمان ہے۔ عمل کے لحاظ سے (باستثناءِ افراد عدیدہ) قرآن سے عملاً اعراض ہے۔ کیا اس پاک کتاب کے مطالب سمجھنے کے لیے اتنا دماغ صرف کیا جاتا ہے، جتنا دنیاوی علوم و فنون کے حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

ماہرینِ فن اور تجربہ کار سائنس دانوں کی تلاش کی طرح کیوں علماءِ خیر اور عاملانِ قرآن کی تلاش نہیں کی جاتی؟ ہم اسوۂ محمدی کو چھوڑ کر اسوۂ یورپ کو اختیار کر چکے ہیں۔ صورت، سیرت، وضع قطع، تمدّن و معاشرت غرضیکہ ہر چیز میں ہم یورپ کے نقّال ہیں۔"

اختتام پر جامعہ ملّیہ کے اربابِ حل و عقد سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"آپ[2] کا فرض ہے کہ طلبہ کو معتقدات اور اعمال میں سلفِ صالحین کے اسوۂ حسنہ کا پابند بنائیں۔ وہ قرآن حکیم کے قالب میں اپنے آپ کو ڈھالنا فخر خیال کریں اور قرآنِ حکیم کی طرف توجہ کرنے میں ضرورتِ حدیث بھی محسوس کریں۔ کیونکہ تمسّک بالحدیث کے بغیر اتباعِ قرآن ناممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات پر مہرِ تصدیق لگا دی ہے۔ وَمَا ینطق عن الھویٰ ان ھُوَ اِلّا وحی یوحیٰ۔

---

[1] ۔ صفحہ سابقہ رسالہ مقصدِ قرآن ص ۶۰، ۶۱

[2] ۔ رسالہ مقصدِ قرآن ص ۶۴ مصنّفہ مولانا احمد علی مرحوم

رسالہ ۳

خلاصۂ اسلام

خلاصۂ اسلام رسالہ بھی مولانا لاہوریؒ کے سلسلۂ نشر و اشاعت کی ایک ضروری کڑی ہے۔ اس میں آپ نے نہایت تحقیق و تفحّص سے دینِ اسلام کے تمام پہلوؤں پر نظرِ غائر ڈالی ہے۔ ہم بنظرِ اختصار اس کے عنوانات کو درج ذیل کرتے ہیں۔ ہر عنوان کی تفصیل و توضیح کے لیے مولانا نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مقدسہ کا حوالہ دیا ہے۔

۱۔ خدائے اسلام　　۲۔ نبیؐ اسلام
۳۔ کتابِ اسلام　　۴۔ مطیعِ اسلام
۵۔ محاسبۂ اسلام　　۶ تصوّفِ اسلام
۷۔ اوامرِ اسلام　　۸۔ نواہئ اسلام
۹۔ اخلاقِ اسلام۔

یہ مختصر جریدہ اسلامی تعلیمات (کتاب و سُنّت) کا نچوڑ ہے اور حضرت کی دقیقہ رسی اور تبحّرِ علمی کا فی الواقع بہت بڑا شاہکار ہے۔

چونکہ تجدید و احیاءِ دین کا جذبہ مولاناؒ کی روح پر غلبہ و استیلاء رکھتا تھا۔ لہٰذا رسالے کے انجام پر اپنی بھیگی ہوئی پلکوں اور نہایت الحاح و زاری سے نشۂ عبودیت میں سرشار ہو کر حضورِ باری تعالٰے سے دعا کرتے ہیں "۔ اے ہمارے سچے مالک اور نہ سہی تو ہم تیرے سیّد المرسلین، خاتم النبیّین، شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت تو کہلاتے ہیں۔ تو اسی لقبِ مبارک کے باعث ہی ہم پر اپنی رحمت نازل فرما۔ تاکہ تیری دستگیری اور حفاظت کے ذریعے سے اس دورِ فتنہ و فساد میں اپنی متاعِ ایمان چھینا نہ جائے اور اسے سلامت لے کر قبر تک پہنچ جائیں۔ آمین یا الٰہ العٰلمین "

رسالہ

توحیدِ مقبول

اس رسالے کی ابتداء وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِيۡنَ سے کی گئی ہے۔ ہر انسان کے دل میں فطری طور پر تعلق باللہ کا جذبہ موجود ہے۔

"برادرانِ عزیز! جس انسان کے دل کو ٹٹول کر دیکھیں۔ خواہ وہ کوہ و دشت کا رہنے والا ہو یا متمدن ممالک اور مہذّب شہروں میں بسنے والا ہو۔ ہر ایک کو آپ ایک ایسی ہستی کا ماننے والا پائیں گے جس کو نہ دیکھا جاتا ہے، نہ ہاتھ لگایا جاتا ہے۔ نہ اس کی آواز کے روح پرور نغموں سے کان آشنا ہیں اور نہ ہی اس وجود باجود کو کسی فلسفی کی جادو اثر تقریر نے منوایا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ اس منبعِ جود و تقدس کے وجودِ باجود کی آشنائی فطرۃِ انسانی کا خاصہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے اسماءِ حسنٰی ہر ملک کے باشندوں نے اپنی اپنی زبان میں الگ الگ مقرر کر رکھے ہوں"

مولانا کا دعویٰ ہے کہ "ہر سلیم الفطرت انسان رضائے الٰہی کا طالب ہے"
صحتِ جسمانی کے لحاظ سے انسان تندرست ہوتا ہے یا مریض اسی طرح صحتِ روحانی کے لحاظ سے بھی انسان تندرست ہوتا ہے، یا مریض۔ اب اگر صحتِ جسمانی یا روحانی میں بگاڑ ہو تو ان کے عوارضات موجود ہوتے ہیں۔

The creed of Muhammad is "free" from the suspicions of ambiguity and the Quran is a glorious testing to the unity of God.
"(Gibbon) Muhammad and teachings of Quran P.107 by John Daneport."

"مریض وہ ہے، جس کے حواس صحیح کام نہ کریں، نیند نہ آتی ہو، دماغ خراب ہو، بھوک نہ لگتی ہو، معدہ کام نہ کرے۔ اسی طرح اگر غذائے روحانی سے نفرت ہے۔ پلانے کی کوشش کی جائے تو پیالہ کو دھکّے دیتی ہے اور پلانے والے مشفق کو بُرا بھلا کہتی ہے تو یقیناً سمجھو کہ انسان کی روحانی صحت بگڑی ہوئی ہے۔"

اب دونو قسم کی اعلیٰ غذاؤں کا ذکر کرتے ہیں:

"جس طرح جسم کو عالمِ جسمانی کی سب سے زیادہ لطیف اور اعلیٰ غذائیں مثلاً گیہوں، انگور، سیب، انار، ناشپاتی اور آم وغیرہ چیزیں بھاتی ہیں۔ اسی طرح رُوح کو عالمِ روحانی کی سب سے عمدہ لطیف اور اعلیٰ چیز پسند ہے۔ عالمِ روحانی کی سب سے اعلیٰ، افضل اور الطف چیز تجلّیاتِ الٰہیہ ہیں۔ اس لئے ہر سلیم الفطرت انسان کی روح کا یہ تقاضا ہے کہ مجھے تجلّیاتِ الٰہیہ سے مستفید کر کے ان کا مظہر بنایا جائے۔"

اب غذائے روحانی کو افضل اور اس کے طالب کو تندرست اور عقل مند ثابت کرتے ہیں۔

اب کفارِ مکہ کے عقائد توحید کی فہرست پیش کرتے ہیں:

"وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو خالق، رازق، مالک، سارے جہاں کا بادشاہ، سارے جہاں کا چلانے والا، مصائب میں کام آنے والا تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور اَلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا کے القاب قبیحہ سے یاد کرتا ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدۂ توحید مخلوط بالشرک تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے خالص اور مقبول توحید پیش کرتے ہیں۔ اور رسول پاک کی پیش کردہ توحید مقبول کے لیے آیات کا حوالہ دیتے ہیں:

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ مومن آیت ۶۵ ۔ ۴۰: ۶۵)

دوسری جگہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

لیکن وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے اصلاحاتِ نبوی کو ٹھکرا دیتے ہیں اور

قرآنی تعلیمات جو توحید کے علاوہ حیاتِ انسانی کے ہر شعبہ میں رہنما ہیں۔ ان کی سماعت تک سے بھی انکار کرتے تھے۔ اسی وجہ سے قرآنِ حکیم کی زبان میں ان کو حزب الشیطان کہا جاتا تھا اور انجام کار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملتا ہے۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ۔

اس کے بعد مولانا شرک کے معانی بیان کرتے ہیں۔

لغت میں شرک کے معنی حصہ داری کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں یہ ہے کہ جو حق شریعت میں اللہ تعالٰے کے لیے خاص کیا گیا ہو وہی حق اللہ تعالٰے کے سوا کسی دوسرے کو بھی دیا جائے۔ مثلاً سجدۂ عبادت اسلام میں فقط اللہ تعالٰے کی ذاتِ پاک کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔

مذمّتِ شرک

شرک ایسی بدترین چیز ہے کہ ہر قسم کے اعمالِ صالحہ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کسی کے اعمالنامہ میں موجود ہوں اور شرک بھی موجود ہو تو تمام نیکیوں کو شرک

The Quran contains a complete code of morals, as well as laws based thereon. It also lays the foundation for every institution of justics, for Military organization, for the finances, for a most careful legislation for the poor, all built upon the belief in the one God. Who holds man's destinies in His hands." (Muhammad and Teachings of Quran by John Davenports page No.102).

کی لعنت کھا جائے گی ۔"

اس رسالے کی غرض و غایت یہی ہے کہ مسلمان جاہل پیروں کی صحبت میں اپنے عقیدۂ توحید کو ملوّث بشرک نہ کریں ۔ کیونکہ مشرک کے لیے نہ نجات ہے نہ شفاعت اس رسالہ پر علماء ہمعصر کی تقریظات موجود ہیں ۔ ہم صرف ایک نقل پر اکتفا کرتے ہیں ۔

" الحمدُ للهِ وَ کفیٰ وَسَلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ۔ احقر نے اس رسالے کو اول تا آخر دیکھا ۔ مؤلف دام ظلہٗ نے جس طرح توحید فی العبادۃ اور توحید فی الاستعانت اور ساتھ ہی توحید فی الاطاعت کو آیاتِ بیّنات سے واضح کیا ہے اور پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ تنہا توحید فی الذّات یا توحید فی بعض الصفات مشرکین عرب بھی اعتقاد رکھتے تھے لیکن پھر بھی وہ مشرک ہی رہے اور اس مضمون کو بھی قرآن مجید سے ہی ثابت کیا ۔ ایسا کوئی رسالہ اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا ۔ حق تعالیٰ مؤلف کو اجرِ عظیم عطا فرمائے ۔ اس کے بعد صرف ایک مسئلہ توحید فی الاعمال باقی رہ جاتا ہے ، جس کو علماء کلام نے خلقِ افعالِ عباد میں ذکر کیا ہے ۔ الا الی اللہِ تصیر الامور ۔" (تقریظ از رئیس المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ مرحوم)

عبادات

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ[1] ۔ مفسرین حضرات نے مذکورہ آیت کی تشریح و توضیح میں اسلام کی ہمہ نوع عبادات کو شامل کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ جن و انسان میں خِلْقَتاً یہ استعداد موجود ہے کہ اگر وہ چاہیں تو خدا تعالیٰ کی عبادت کر سکتے ہیں ۔

ان[2] کے پیدا کرنے سے شرعاً بندگی مطلوب ہے ۔ اسی لیے ان میں خلقۃ

---

[1] ۔ سورہ الذاریٰت ۵۱ آیت ۵۶

[2] ۔ حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم ص ۶۸۵

ایسی استعداد رکھی ہے کہ چاہیں تو اپنے اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں ۔ یوں ارادہ کونیہ قدریہ کے اعتبار سے تو ہر چیز اس کے حکم تکوینی کے سامنے عاجز اور بےبس ہے ۔ لیکن ایک وقت آئے گا جب سب بندے اپنے ارادہ سے تخلیق عالم کی اس غرضِ شرعی کو پورا کریں گے ۔ بہرحال آپ سمجھاتے رہیے کہ سمجھانے ہی سے یہ مطلوبِ شرعی حاصل ہو سکتا ہے ۔"

مذکورہ آیت پاک میں عبادت کا وہ تنگ مفہوم نہیں، جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے بلکہ وہ تمام نیک اعمال اور اچھے کاموں تک وسیع ہے، جن کے کرنے کا مقصد خدا کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار، اس کی اطاعت اور اس کی خوشنودی کی طلب ہو اس وسعت کے اندر انسان کی پوری زندگی کے کام شامل ہیں، جن کے بحسن وخوبی انجام دینے کے لیے اس کی خلقت ہوئی ہے ۔ یہ روحانیت کا وہ راز ہے جو صرف محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے دنیا کو معلوم ہوا ۔ عام طور پر مشہور ہے کہ شریعت میں چار عبادتیں فرض ہیں ۔ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ۔ درحقیقت یہ چاروں فریضے عبادت کے سینکڑوں وسیع معنوں اور ان کی جزئیات کے لیے پایاں دفتر کو چار مختلف بابوں میں تقسیم کر دیتے ہیں ۔"[۱]

پیغامِ عبودیت تمام انبیاء کرام کے ذریعے سے اولادِ آدم تک پہنچایا گیا ۔ یہ حضرات مشیّت ایزدی کو عملی جامہ پہناتے رہے ۔ ان کے اعمال میں اسوۂ حسنہ کے انوار موجود تھے، لہٰذا طالبانِ رضائے الٰہی کو پیغامِ خداوندی سن کر اور مقبولانِ الٰہی کی زندگیوں کا نمونہ دیکھ کر منزلِ مقصود تک پہنچنے میں آسانی پیدا ہو جاتی رہی ۔ لیکن معاندین اور متکبّرین ہمیشہ اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر سعادتِ دارین سے محروم ہی رہے ۔

اب ہم حضرت مولانا لاہوریؒ کے ان رسائل پر نظر ڈالتے ہیں، جن کے اوراق میں شرعی عبادات کے تابدار موتی دمک رہے ہیں اور جن کے مطالعہ سے ہزاروں گم گشتگانِ

---

[۱] ۔ سیرۃ النبی جلد چہارم ص ۵۵ ۔ مصنفہ علامہ سیّد سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ ۔

راہ رشد وھدای حاصل کر کے خوشنودئ پروردگار کی فردوس کے وارث بنے۔

رسالہ

فلسفۂ نماز

قولہ تعالیٰ : اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ط

مولانا اس مختصر رسالے کے شروع میں اسلامی انقلاب کا نہایت جامع تعارف کراتے ہیں۔

"برادرانِ اسلام! اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جس نے پیدا ہونے کے بعد تئیس سالہ زندگی میں وہ انقلاب کر دکھایا کہ اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں۔ چنانچہ جاہلوں کو عالم، ظالموں کو عادل، وحشیوں کو مہذّب، بداخلاقوں کو با اخلاق، گڈریوں کو بادشاہ، ڈاکوؤں کو پاسبان اور غیر متمدّنوں کو متمدّن اور مہذّب بنا دیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان خوبیوں میں ان کو ساری دنیا کا امام ٹھہرایا اور خلافت کے تخت پر بٹھلا دیا۔"

لَا اِلٰہ باشد صدف گوہر نماز [1]
قلبِ مسلم را حجِ اکبر نماز
در کفِ مسلم مثالِ خنجر است
قاتلِ فحشا و بغی و منکر است

اب نماز کا مطلب نہایت سادہ مگر بلیغ الفاظ میں پیش کرتے ہیں :۔
[2] نماز میں خدا تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرنا مقصود ہے، تاکہ اس کی نعمتوں کا شکر بجا لائیں، ہاتھ جوڑیں، سر جھکائیں، سجدے میں گریں۔ اس کی عظمت کے

---

[1] ۔ "اسرار و رموز" ص ۱۴۱ ۔ از ڈاکٹر علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ۔

[2] ۔ "فلسفۂ نماز" ص ۴۰ ۔ مصنّفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

ہائیکورٹ کے جج، بیرسٹر یٹ لا۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، وکلا، تحصیلدار، قانون گو، پولیس اور فوج کے تمام مسلمان افسران موجود ہوں۔ دیہات کے نمبردار اور ذیلدار بھی اس مقدس جلسے میں شامل ہوں، تاکہ جو حکم پائیں بستیوں میں جا کر اسے عملی جامہ پہنائیں۔ اور امام مسجد صحیح معنوں میں سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانشین ہو۔ جس کے خطبے میں جان ہو۔ ایک ایک لفظ میں زندگی کا پیام ہو۔ حاضرین کے دلوں کا تار اس کی پانچ انگلیوں میں ہو۔ جب دبائے جو آواز چاہے نکلوائے۔ پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ تمام طاغوتی اور مادی طاقتیں اس خدائی طاقت سے لرزہ براندام نظر آئیں گی۔

اب علامہ اقبال مرحوم کا شعر نقل فرماتے ہیں اور قرآن حکیم کی آیات اپنے دل کی ترجمانی کے لیے پیش فرماتے ہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اِنَّمَآ اَشۡکُوۡ بَثِّیۡ وَ حُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ (۱۲: ۸۶) وَ اُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ (۴۰: ۴۴)

بعد ازاں غیر مسلم کی شہادت پیش کرتے ہیں:

"Whoever has seen the Muslims assembled at prayer in rows, carrying out the observances with astonishing uniformity, order and dignity will not fail to recognize the educational value of this disciplinary prayer. The regular meeting of all the faithful at this common prayer warnished the spirit of solidarity, implnted the feeling of the quality of

man. All military successes of Islam were due to the qualities which were now for the first time brought forth and developed among theArabs dicipline and contempt for death."

"Joseph Hells "Arab Civilization."

درحقیقت مولانا امت مسلمہ میں عبادتِ الٰہی (نماز) کی روح کو دوبارہ زندہ کر کے ان میں جذبۂ عبودیت، مساوات، ایثار، اطاعتِ امیر، ناموس وحدت فکری غرضکہ اسلاف کرام کے تمام صفات پیدا کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ان کو پھر سے عظمت رفتہ حاصل ہوسکے۔

" Islam presents a nice practicable constructive programme. The Islamic system of holding congregational prayers several times a day, at any place where some believers happen to be, is the nicest method of realizing the spiritual brotherhood of men. The ideals which the league of nations has set before us can be more conveniently realized by the Islamic institution of Hajpilgrimage to ~~Mecca~~ MAKKAH. The Conception of a living personal God is the unique achievement of Islam."(Mrs.ST Clair stobart Muhammad and Teachings of Quran P.110)

رسالہ فلسفہ روزہ

"قرآنِ حکیم کی سالگرہ"۔ لوحِ محفوظ[1] سے قرآنِ حکیم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا یسارا قرآنِ حکیم ایک ہی مرتبہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوا۔ یہود میں عاشورا رکا روزہ۔ عیسائیوں میں نزولِ مائدہ آسمانی کا دن اور مسلمانوں کے لیے قرآنِ مجید ایک عظیم الشان نعمت ہے اس لیے اس کی سالگرہ رمضان المبارک میں منائی جاتی ہے۔ چنانچہ مسلمان رات کو تراویح میں قرآنِ حکیم کا سننا اور دن کو روزہ رکھنا شکرِ نعمت[2] کے اظہار کے طور پر سابقہ امتوں[3] کی طرح ضروری سمجھتے ہیں۔

مولانا اس کے بعد کتاب و سنت کی روشنی میں روزہ کی صورت اور روح پر ایمان افروز تبصرہ کرتے ہیں۔ دربارِ رسالت کا فیصلہ نقل کرتے ہیں: من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ ان یدع طعامہ وشرابہ[4]

تعلیمِ مذہب[5] کا یہ خاصہ ہے کہ انسان کے اندر اخلاقِ حسنہ پیدا ہوں صفاتِ حمیدہ سے آراستہ ہو۔ بد اخلاقی سے اسے نفرت ہو۔ خواہشاتِ نفسانی پر قابو پائے

---

[1] ۔ رسالہ فلسفہ روزہ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ص۳۔

[2] ۔ ہم کو صاف بتا دیا گیا کہ مفروضیتِ صیامِ رمضان اس لیے ہے کہ ہم اُس عطاء ناموس فرقان و ھدیٰ (قرآن) پر خدا کا شکر بجا لائیں اور اس کے نام کی تصدیق کریں۔ پس کون مسلم ہے جو خدا کے اس احسانِ اکبر اور نعمتِ عظیمہ کے شکر کے لیے تیار نہ ہو اور اس کی تقدیس کے لیے آمادہ نہ ہو۔ اس کی تقدیس و تمجید میں خود کو فراموش کرو۔ اس کے کلام کی عظمت کو یاد کرو جس نے تم جیسی زار و نزار قوم کو اپنی تسلی سے قوی کیا۔ جو پھر کبھی کمزور نہیں ہوگی۔ جس نے ۱۳۴۴ برس ہوئے کہ توحید کی آگ تمہارے سینوں میں روشن کی جو پھر کبھی نہیں بجھے گی جس نے تمہارے سر پر تاج خیر الامم رکھا جو کبھی نہیں اتر سکتا۔ (حقیقۃ الصیام ص۱۸۔ مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم مطبوعہ ۲۔ اگست ۱۹۴۵ء)

[3] ۔ رسالہ فلسفہ روزہ ص۷۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

ضبطِ نفس اور تحمّل کا خوگر ہو۔ فتنہ انگیزی سے باز آئے۔ شرارت نہ کرنے پائے۔ ان تمام خوبیوں کے پیدا کرنے کے لیے بہترین علاج یہی ہے کہ انسان کے حیوانی زہر کو نکال دیا جائے۔ اس زہر کو نکالنے کا بہترین تریاق روزہ[1] ہے۔ اور نبی کریمؐ نے روزے کے ذریعے سے اپنی

---

[1] - چونکہ شدید بہیمیت احکامِ ملکیت کے ظہور میں آنے سے مانع ہے۔ اس کے مقہور و مغلوب کرنے پر زیادہ سے زیادہ توجّہ کرنا لازم ہے۔ بہیمیت کو قوت دینے اور ظلمت بڑھانے کے لیے قوی اسباب کھانا پینا اور شہواتِ نفسانیہ میں منہمک ہونا ہے۔ بہیمیّت کو مقہور و مغلوب کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذ اکل و شرب کے اسباب میں تقلیل کی جائے اور خدا پرستوں کا یہی طریقہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ آدمی کی بہیمیت اس کی ملکیت کے تابع اور منقاد ہو جائے۔ ملکیت کو اس قدر غلبہ حاصل ہو جائے کہ وہ بہیمیت کے الوانِ حیسّہ کو قبول نہ کرے اور اس کے نقوشِ دنیّہ ملکیت میں کندہ نہ ہونے پائیں۔ ملکیت میں انشراح و انبساط کا احساس پیدا ہو اور بہیمیت میں انقباض کا۔ ملکیت تشبّہ بالملکوت (فرشتوں کی سی عادات و صفات) اور تطلّع الجبروت (ہمہ حال بارگاہِ قدس کی طرف توجّہ) روزہ بعینہٖ اس چیز کا نام ہے کہ ملکیت کی خصوصیات کو حاصل کرنا اور بہیمیت کے اقتضاآت کو ترک کرنا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص۲۹۲ جلد دوم مصنّفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم) دوسرا شاھد: - پیغمبرانہ تاریخ کے ان ہی اصول میں سے ایک یہ ہے کہ نبی جب اپنے کمالِ انسانیت کو پہونچ کر فیضانِ نبوّت کے قبول اور استعداد کا انتظار کرتا ہے تو وہ ایک مدت تک کے لیے عالمِ انسانی سے الگ ہو کر ملکوتی خصائص میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اسی وقت سے اس کے دل و دماغ میں وحی الٰہی کا سرچشمہ موجیں مارنے لگتا ہے۔ کوہ سینا کا پرجلال پیغمبر جب توراہ لینے جاتا ہے تو چالیس شبانہ روز بھوکا اور پیاسا رہتا ہے (خروج ۳۴ - ۲۸) کوہِ سعیر کا مقدّس آنے والا (حضرت عیسٰیؑ) اس سے پہلے کہ اس کے منہ میں انجیل کی زبان گویا ہو وہ چالیس روز و شب بھوکا اور پیاسا رہا۔ اسی طرح فاراں کا آتشیں شریعت والا نزولِ قرآں سے پہلے ایک مہینہ حرا نام مکّہ کے ایک غار میں ہر قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا اور اسی اثنا میں ناموسِ اکبر اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کا مژدۂ جانفزا لے کر نمودار ہوتا ہے۔

(سیرۃ نبوی ص۲۹۳ مصنّفہ سیّد سلیمان ندوی مرحوم)

اُمت کو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر پہنچانے کی سعی فرمائی ہے۔

اب مولانا کی توجہ روزے کے سیاسی فوائد کی طرف منعطف ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک روزے میں حیاتِ قومی کے تمام اصول و قوانین پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ زندہ اقوام میں جفاکشی اور بلاکشی کے جوہر موجود ہوتے ہیں۔

دنیا[۲] میں ہمیشہ وہی قوم عزّت سے زندہ رہ سکتی ہے، جس کے پاس حیاتِ قومی کے اعلیٰ اصول ہوں اور وہ ان کی پابندی کے لیے ہر مصیبت کو جھیلے اور مصیبت کے سامنے سینہ سپر ہو۔ روزے میں اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ بارہ یا چودہ بلکہ بعض اوقات چوبیس گھنٹے بے آب و دانہ رہے۔ خواہ شدید گرمی کا موسم ہی کیوں نہ ہو اور پھر رات کو نمازِ تراویح میں کھڑا رہنا۔ حاصل یہ نکلا کہ ہر مسلمان ایک فوجی سپاہی ہے۔ بسکٹ، کیک، سوڈا اور لیمونیڈ تو بجائے خود رہے، بلکہ پانی پیئے بغیر اور کھانا کھائے بغیر اگر ضرورت پیش آئے تو دن اور رات کے چوبیس گھنٹے مسلسل کام کر سکتا ہے اور فتوحاتِ اسلامیہ میں اس قسم کے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں۔ جو قوم سطحِ زمین پر اپنے چالیس کروڑ افراد رکھتی ہو اور وہ ان اصولوں کی پابند ہو جائے اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ تخت یا تختہ، وہ قوم کبھی ہٹ نہیں

---

[۱] ۔ فَلَا یَرفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ“
شاہ ولی اللہ ثانی اصل شئے روح کا تقویٰ، نفس کی طہارت، خواہشوں کا حبس، قوتوں کا احتساب اور جذبات کا ایثار ہے۔ اور چونکہ مخلوقات کے لیے غذا کی خواہش سب سے بڑی مجبور کن خواہش ہے۔ اس لیے درسِ صبر، تعلیمِ تحمّل، تولیدِ فضائل اور نفوذِ اتّقا و ایثارِ نفس کے لیے اس خواہش کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا اور اس کو تمام روحانی فضائل کے کسب اور تمام اخلاقی رذائل سے اجتناب کا وسیلہ قرار دیا یہی وجہ ہے کہ روزہ کا حکم دینے کے لیے اس کی علّت ایک نہایت ہی جامع و مانع اصطلاحِ شریعت میں واضح کر دی گئی کہ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (تاکہ تم برائیوں سے بچو)
(حقیقۃ الصیام ص ۸۳ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم)

[۲] ۔ رسالہ فلسفہ روزہ ص ۱۰،۹ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

ظاہر و باطن اور زمین و آسمان کی تمام طاقتیں اس کی خدمت کے لیے وقف ہو جائیں گی[1]
مولانا کی نظر اب روزے کے اخروی فوائد پر پڑتی ہے۔ سابقہ گناہوں سے پروردگار عالم مغفرت فرماتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے۔ انا اجزی بہ اور آئندہ[2] احادیث سے ثابت کرتے ہیں کہ روزہ دار کے حق میں روزہ اور قرآن حکیم کی سفارش قبول کی جائیں گی روزہ اور قرآن مجید مثالی وجود میں مجسّم[3] ہو کر بارگاہِ قدس میں حاضر ہو کر سفارش کریں گے۔
اس رسالے کے خاتمہ پر علمائے کرام کی تقریظات موجود ہیں۔ جو رسالے کی اہمیت اور ثقاہت پر دال ہیں۔

---

[1] ۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کے عنوان سے ضرب کلیم میں ایک نظم پیش کرتے ہیں۔ تمام ابالیس کی موجودگی میں باقی اقوام عالم کو گمراہ کرنے کے وسائل پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔ اب مسلمان قوم کو ذلیل و خوار بلکہ نیست و نابود کرنے کا جب مسئلہ زیر بحث آتا ہے تو متفقہ فیصلہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے فاقہ کشی کے جوہر کو چھین لو تو ساری قوم اپنی موت آپ مر جائے گی۔ علامہ علیہ الرحمۃ نے فاقہ کشی کو روحِ محمد سے تعبیر فرمایا ہے۔ ؎

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا ۔ روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو۔ (علامہ اقبالؒ)

[2] ۔ عن عبداللہ بن عمرو انّ رسول اللہ علیہ وسلم قال الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیّام اے ربّ انی منعتہ الطعام والشہوٰت بالنہار فشفعنی فیہ ویقول القرآن منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ فیشفعان (رواہ بیہقی فی شعب الایمان)
(مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم فی فضیلۃ الرمضان ص۱۸۹)

[3] ۔ جس جہاں میں ہم بود و باش رکھتے ہیں اسے عالم ناسوت کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تین جہان اور بھی ہیں۔ عالم ملکوت[2]، عالم جبروت[3]، عالم لاہوت[4]۔ عالم ملکوت کو عالم مثال بھی کہتے ہیں۔ عالم مثال میں یہاں کی ہر چیز کا وجود ہے بلکہ ان چیزوں کا بھی وجود جن کا یہاں نہیں ہے۔ مثلاً اعمال، روزہ، قرآن وغیرہ۔ لہٰذا قیامت کے دن روزہ اور قرآن احسن شکل میں متشکل ہو کر بارگاہ ایزدی میں روزہ دار کی سفارش کریں گے۔ (رسالہ فلسفۂ روزہ ص۱۵۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

فلسفۂ زکوٰۃ

قولہٗ تعالیٰ۔ اقیموا الصّلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الرّاکعین۔

ابتدائے رسالہ میں مصنّف مدظلہ العالی نے اس رسالے کی غرض وغایت اِن الفاظ میں پیش فرمائی ہے۔ اسلام کی بنیاد: پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ توحید و رسالت کا اقرار، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار سراسر کفر ہے اور اقرار کے بعد عمل میں سستی کرنا فسق و فجور کہلاتا ہے۔ چنانچہ اس چھوٹے سے رسالے میں زکوٰۃ کے متعلق احکام اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے شرعی سزائیں[1] نقل کی گئی ہیں۔ بعدازاں زکوٰۃ میں مسلمانوں کے لیے اخلاقی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی فوائد جو مضمر ہیں، وہ معروض ہوں گے۔"

زکوٰۃ کی ادائیگی فرمانِ شاہنشاہی ہے۔ مولانا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث پیش فرماتے ہیں:

عن ابن عبّاس اَنّ النّبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم بَعَثَ مُعَاذًا إلی الیمن۔ فقال اُدعُهُم الیٰ شہادۃ اَن لَّآ اِلٰہَ اِلا اللّٰہ وَ اَنّی رسول اللّٰہ فان ھُم اطاعوا لِذَالِکَ فاعلمھم اَنّ اللّٰہ افترض علیھم خمس صَلَوَاتٍ فِی کُلّ یومٍ وّ لَیلَۃٍ فان ھُم اطاعوا۔ لِذَالِکَ فاعلمھم اِن اللّٰہ فترض علیھم صَدَقَۃً فی اموالھم توخذ مِن اغنیاءھم وَترَدُّ فی فقرائھم (مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ ص۱۶۹ فصل اول مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور) (بخاری شریف باب وجوب الزکوٰۃ)

---

[1] وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ط ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ٥ (سورہ توبہ ۹ آیت ۳۵)

سونے چاندی کی زکوٰۃ کے تشریعی احکام کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔ اونٹ، گائے اور بکری وگھوڑے، گدھے، خچر، معدن، دفینہ اور زمین کی پیداوار کا علیحدہ علیحدہ نصاب درج کیا جاتا ہے۔ پھر مصارفِ زکوٰۃ کو نصِّ قرآنی سے پیش فرماتے ہیں۔ بعدازاں فلسفۂ زکوٰۃ کی دفعات کا ایک طویل سلسلہ ہوجاتا ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

دفعہ اوّل[1]:۔ زکوٰۃ دینے والے کے اخلاق کی اصلاح: روح کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انسان اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی جو ہر لحاظ سے اس کی جان کا عرق ہے رضاءِ مولیٰ کے لیے قربان کر کے یہ ثبوت دیتا ہے کہ اے میرے مولا تو مجھے اس محبوب مال سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ اس جذبۂ صادقہ کا پیدا ہونا تمام اخلاق کا سنگِ بنیاد ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں دل کو بخل کی پلیدی سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جس طرح ناپاک کپڑا یا بدن پانی کے سوا پاک نہیں ہوتا اور پاک کئے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب بخل کی پلیدی سے دل پاک نہ ہو تو بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہوسکتا۔ گویا زکوٰۃ اور صدقات کے پانی سے بخل کی پلیدی کو دل سے دھویا جاتا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ اور صدقات دینے والا تمام بداخلاقیوں سے محفوظ رہے گا۔ بلکہ اخلاقِ عالیہ کا علمبردار ہوگا۔

دفعہ دوم: حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یَا ابْنَ آدَمَ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْكَ۔

دفعہ سوم:۔ زکوٰۃ دینے والوں پر آخرت کی رحمت۔ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۔

دفعہ چہارم: زکوٰۃ لینے والوں کی اخلاقی اصلاح:۔ اگر امرا باقاعدہ مستحقین پر زکوٰۃ تقسیم کریں تو انشاءاللہ تعالےٰ بہت سے لوگ جو ناداری اور بےکاری کے باعث ہر طرح کے جرائم (چوری، ڈاکہ، قرضہ لے کر واپس نہ کرنا) کرگذرتے ہیں ان سے باز آجائیں۔

دفعہ پنجم:۔ زکوٰۃ لینے والوں کی معاشرتی اصلاح: زکوٰۃ لینے کے بعد والدین کی خدمت کرسکے گا۔ بیوی بچوں کی ضروریات پوری کرے گا اور وہ اس سے راضی ہوں گے۔

---

[1] رسالہ فلسفۂ زکوٰۃ صفحہ ۲۰، ۲۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

دفعہ ششم: زکوٰۃ لینے والے کی اقتصادی اصلاح: تمام معاشرے میں چند سال کے بعد غربا، امرا بن جائیں گے۔

دفعہ ہفتم: زکوٰۃ کا سیاسی فائدہ: مجاہدینِ اسلام کی حرارتِ ایمانی، حمیّتِ اسلامی اور سرفروشی کا عشق ہی اسلام کی عزت کا محافظ اور اس کے وقار کا پاسبان ہے مسلمانوں کی زکوٰۃ کا بیت المال جب مجاہدین کی روٹی، کپڑے اور باقی ضروریاتِ زندگی کا کفیل ہوگا تو آپ دیکھیں گے کہ مجاہدینِ اسلام کے جھنڈ کے جھنڈ پرندوں کی طرح قطاریں باندھ کر میدانِ جہاد میں امنڈ کر آئیں گے۔ ادھر سے خدا تعالیٰ اس توحید پرست محافظِ اسلام فوج کی پشت پناہی کے لیے زمین و آسمان کی تمام قوتوں کو مدد کے لیے میدان میں لاتا رہیں گے تو مجاہدین کی فتح اور کفار کی شکست لازمی نتیجہ ہوگی۔ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (۴۸: ۲۲)

بعد ازاں دعوت الی السنۃ کے عنوان کے تحت بایں الفاظ قمطراز ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک عہد میں زکوٰۃ کے لیے بیت المال تھا۔ اب بحیثیتِ مجموعی ہندوستانی مسلمانوں کو کسی ایک مرکز سے وابستگی نہیں ہے۔ ہم اپنے بیت المال منعقدہ دروازہ شیرانوالہ (انجمن خدام الدین) کا تعارف کراتے ہیں۔

اس مد میں کم و بیش زکوٰۃ جمع ہوتی ہے اور اس مد سے سارا مال یتامیٰ، بیوگان اور مساکین وغیرہ کی ضروریات پر تقسیم ہوتا رہتا ہے اور اسی رقم میں سے اکثر ان طلبۂ علوم کو بھی کھانا، سامانِ نوشت و خواند اور ان کی رہائش کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، جو مختلف صوبجاتِ ہند (مثلاً پنجاب، یوپی، بنگال، مدراس، بہار، آسام، سندھ، سرحد وغیرہ) اور ریاست ہائے ہند (بہاولپور، خیرپور، سندھ، حیدر آباد، دکن) اور بیرونِ ہند مثلاً افغانستان، چین، بخارا، ایران وغیرہ سے محض تفسیرِ قرآنِ حکیم پڑھنے

لہ۔ مصارفِ زکوٰۃ: إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ (سورہ توبہ ۹ آیت ۶۰)

کے لیے آتے ہیں۔ یہ خوبی زکوٰۃ کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے باعث پیدا ہو گئی ہے"۔

آخری عرضداشت: برادرانِ اسلام جب زکوٰۃ ادا کرنے کے باعث اندرونِ ملک بھوک اور تنگدستی ختم ہو جائے تو سرحداتِ اسلامی پر بھی استحکامات کر دیئے جائیں تاکہ دشمن آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی جرأت نہ کرے اور مسلمانوں کے لیے وہ دن کتنا مبارک ہوگا کہ تسلّط کفار سے آزاد سوائے خدائے قدوس کے اور کسی کے غلام نہیں ہوں گے۔ اسلام آزاد، قرآن آزاد، ایمان آزاد اور مسلمان آزاد ہوگا۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ وعلی اللّٰهِ فتوکلوا اِن کُنتُم مومنین۔

اس رسالہ پر آٹھ جید علماء کرام کی تقاریظ موجود ہیں۔

رسالہ فلسفۂ عیدِ قربان

لَن یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِن یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنكُمْ (۲۲/۳۷)

مولاناؒ اس رسالے کی ابتداء ایک حقیقۃ الحقائق کے اعلان سے کرتے ہیں اور وہ یہ ہے "دنیا میں ہر عقلمند انفع چیز کو پسند کرتا ہے۔ جب یہ ایک ایسی ہستی کا معمول ہے جس کی عقل محدود ہے، فہم نارسا ہے۔ انکشافِ حالاتِ مستقبلہ سے عاجز و بیکس ہے۔ جس کے فیصلے محض ظن و تخمین پر ہیں۔ تو کیا اس عالم الغیب والشہادۃ، قادرِ مطلق فعال لما یرید، کا یہ دستور العمل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ تو حکیم علی الاطلاق ہے۔ اس کا کوئی کام اور کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔

مولاناؒ مذکورہ بالا مقدمہ سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں "حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے حکمت و مصلحت کا سمجھنا ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ ایمان بالغیب پر اکتفا کیا گیا ہے قولہٗ تعالیٰ: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ

لہ۔ فلسفۂ زکوٰۃ ص۲۸ مصنفہ مولانا احمد علی۔

۲ۃ۔ رسالہ فلسفۂ عید قربان ص۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

۳ۃ۔ رسالہ فلسفۂ عید قربان ص۳ "

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (۲:۱) پھر فرماتے ہیں کہ وہ اپنے مخلص بندوں کو نعمتِ حکمت سے بھی سرفراز فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ط (۲: ۲۶۹)

مولانا فرماتے ہیں کہ نسلِ انسانی کی ابتدا سے قربانی کا عمل اب تک جاری وساری ہے۔ پھر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا ذکر فرماتے ہیں

له۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ط اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا الخ (۵: ۲۷)

سله اور سب سے آخر یہ کہ جب حقیقت اسلامی کی آخری مگر اصلی آزمائش کا وقت آیا تو وہ اسلام ہی تھا، جس نے ابراہیمؑ کے ہاتھ میں چھری دی۔ تاکہ فرزندِ عزیز کو ذبح کرکے ماسوی اللہ کی قربانی کرے اور وہ اسلام ہی تھا جس نے اسماعیلؑ کی گردن جھکادی تاکہ جانِ عزیز کو اس کی راہ میں قربان کر دے۔ جبکہ اس نے پوچھا۔ یا بُنَيَّ اِنِّي اریٰ فی المنام انّی اذبحك فانظر ماذا تریٰ۔ تو یہ وجود ابراہیمی کی نہیں بلکہ "اسلام" ہی کی صدا تھی اور پھر جب اس کے جواب میں اسماعیلؑ نے کہا: یا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ۔ تو یہ بھی اسماعیلؑ کی نہیں بلکہ اسلام ہی کی صدا تھی ؎

غافل مرو کہ تا درِ بیتِ الحرام عشق ۔ صد منزل است منزل اول قیامت است

(جہاد اور اسلام ص ۱۵۴ ۔ مولانا ابوالکلام آزاد)

دوسری جگہ : یہ دعائیں ان زبانوں سے نکل رہی تھیں، جن میں ایک راہِ الٰہی میں اپنے جذبات اور ارادے کی قربانی کر چکا تھا اور دوسرا اپنے جان ونفس کی۔ دونوں نے اپنی محبوب ترین متاعوں کو راہِ الٰہی میں لٹا دیا تھا۔ ایک نے فرزند کو اور دوسرے نے اپنی جانِ عزیز کو۔ دونوں مجاہد فی سبیل اللہ تھے اور اس وقت دونوں مسلم تھے۔ خدا نے ان دونوں کی دعاؤں کو اس طرح قبول کیا کہ دنیا کے پانچ ہزار برس کے حوادث وانقلابات بھی ان کی قبولیت کی صداقت کو دھبّہ نہ لگا سکے۔ وہ چند پتھروں سے چنی ہوئی چار دیواری جس کے چاروں طرف انسانی ہستی کی کوئی علامت نہ تھی۔ کروڑوں انسانوں کی پرستش گاہ اور قبلۂ وجود بنی اور خدا کے جلال اور قدوسیّت نے تمام عالم میں صرف اس کی چھت کو اپنا نشیمن بنالیا۔

(اسوۂ ابراہیمی ص ۱۴۲ ۔ مولانا ابوالکلام آزاد)

اوراس کے نتائج پر یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

۱۔ جب[1] حصولِ رضاءالٰہی کے لیے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریق اولیٰ کوئی دریغ نہیں تھا۔

۲۔ جب جان اور مال قربان کرنے کے لیے تیار تھے تو مال کی قربانی کا کیا عذر ہو سکتا ہے؟

۳۔ جب ان کے ہاں جان، اولاد اور مال رضاءالٰہی کے مقابلے میں کوئی چیز نہ تھا۔ تو وہاں حُبّ وطن محبّت الٰہی کا کب مقابلہ کر سکتی تھی؟

۴۔ جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں جان اور اولاد کی پرواہ نہیں کرتے تو اعزہ و اقربا کے تعلقات انہیں دروازہ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں۔

۵۔ جب جان، اولاد اور اعزّہ و اقربا اس درِّ یتیم (رضاءالٰہی) پر ان کے قربان ہو چکے ہیں تو حُبّ بقیہ احبابِ دنیا انہیں کب یادِ الٰہی سے غافل کر سکتی ہے؟

۶۔ جب رضائے الٰہی انہیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے تو کوئی تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت ان کا دل کب لبھا سکتی ہے۔

سیّد المرسلین[2] علیہ الصلوٰۃ والسلام دراصل ملّتِ ابراہیمی کے مجدّد ہیں۔ آپ نے بھی اپنی امت کو حصولِ رضاءالٰہی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی تاکہ امّتِ محمدّیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نورِ ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو!

مولانا فرماتے ہیں: کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت جذباتِ ابراہیمی کا خیال رکھیں۔ دل کے انہی پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ[3] ہے۔

---

[1] رسالہ فلسفہ عید قربان مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم و مغفور۔

[2] وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ۔ (سورہ ۲۲ آیت ۷۸)

[3] قربانی کی حقیقت واضح کی گئی اور بتایا گیا کہ وہ صرف ایثارِ نفس و فدویّت جان و روح کے اظہار کا ایک طریقہ ہے اس کا گوشت اور خون خدا تک نہیں پہنچتا۔ کہ اس کے چھاپہ سے دیواروں کو رنگین کیا جائے۔ خدا تو صرف خالص نیتوں اور پاک و صاف دلوں کو دیکھتا ہے۔ (جاری۔ اگلا صفحہ)

لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔
اب مولانا فلسفہ عید قربان پر غور فرماتے ہیں۔ آپ قربانی کی یاد تازہ کرنے کو امت بیضا کی سرمدی کامرانی کا راز بتاتے ہیں۔ قربانی کے عمل کو خدائے ذوالجلال کی مدد کا نشان گردانتے ہیں۔

مسلمانوں کو وحدتِ ناموس فکری کی دعوت دے کر ان کو پیغام نصرت دیتے ہیں۔ کفار کی ناکامی کے ازلی سبب[۵۲] کا ذکر کرتے ہیں اور بعدازاں اسلامیانِ عالم کی موجودہ حالت (انتشار۔ تعددِ خلفاء) پر اظہارِ تاسف[۵۳] کرتے ہیں۔ پھر عملِ صالح[۵۴] کو کامیابی کا ضامن قرار دیتے ہیں۔ اور انجام کار مسلمانوں کو مواعیدِ الٰہی یاد کراتے ہیں۔ تاکہ

(بقیہ پچھلا صفحہ) یہ چھلکے اتر گئے تو خالص مغز ہی مغز باقی رہ گیا۔ اب وادیٔ مکہ میں خلوص کے دو قدیم و جدید منظر نمایاں ہو گئے۔ ایک طرف آب زمزم کی شفاف سطح لہریں لے رہی تھی۔ دوسری طرف ایک جدید النشاۃ قوم کا دریائے وحدت موجیں مار رہا تھا (حقیقۃ الحج ص۵۹۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم)

۵۱۔ بعینہٖ اسلام اپنے متبعین کو ایک رشتۂ وحدت میں پرو دیتا ہے اور وہ رشتہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان چینی ہوں یا روسی، ہندی ہوں یا جاپانی، امریکی ہوں یا افریقی، ترکی ہوں یا عربی ان سب کا خدا ایک، رسول ایک، مذہب ایک، دستور العمل ایک، مرکز ایک۔ حاصل یہ ہے کہ اسلام نے رنگ و نسل کے امتیازات مٹا دیے ہیں۔ اِنما المومنون اخوۃ۔ اِنَّ اَکرمکم عند اللہ اتقٰکم (رسالہ فلسفہ عید قربان ص۱۰۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

۵۲۔ اعداء اسلام میں اصولاً بجائے وحدت کے انتشار ہے۔ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ (سورہ الحشر ۵۹۔ آیت ۱۴)

۵۳۔ ہائے افسوس صد افسوس۔ آج دنیا میں الٹا قصہ نظر آرہا ہے۔ جن کی گھٹی میں وحدت تھی وہ انتشار میں سرشار ہیں اور جن کا ناکامی و نامرادی کا اعلان لوح محفوظ سے آچکا تھا ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ (۸:۱۸) وہ آج سربرآرائے وحدت نظر آتے ہیں (رسالہ فلسفہ عید قربان ص۱۱ مولانا احمد علی)

۵۴۔ اِنَّ اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم۔

وہ اپنے مقام کو پہچانیں۔

وظیفے

انسان کا[1] فطری تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ جس کو ہر انسان خواہ مسلم ہو یا کافر[2] اپنی عقل سے مانتا ہے۔ جب اسباب ظاہری جواب دے دیتے ہیں تو فطرت سلیمہ[3] ہادی بنتی ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے دروازے کے اور کہیں تیری حاجت پوری نہیں ہوگی۔ جب انسان خدا کو مالک اور خالق مانتا ہے تو اس سے رشتہ محبت قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اب خدا کس چیز سے خوش ہوتا ہے وہ صرف ذکر الٰہی سے خوش ہوتا ہے۔ لیکن اب شیطان لعین بندہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور غیروں کے دروازہ پر جانے کی ترغیب دلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کے ذریعے بندہ کو شیطان کے فریب سے بچاتا رہا ہے اور اب اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبیؐ اور رسولؐ بنا کر بھیجا۔ آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت کی ضیا باریوں نے شرک و کفر کے سیاہ بادلوں کو سطح قلوب سے مٹا دیا اور اس مبارک وطن حبیب کا ہر فرد مسلم مظہر انوار الٰہی بن گیا۔ لیکن رسول پاکؐ نے فساد[5] امت کی پیش گوئی بھی فرمائی ہے۔
اس موقعہ پر علماء امت کا فرض ہے کہ گم گشتگان راہ ھدیٰ کو شاہراہ محمدی پر لائیں اور سو[6] شہید کا ثواب پائیں۔

۱۔ رسالہ "وظیفے" ص۳ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

۲۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ (سورہ زخرف ۴۳ آیت ۸۷)

۳۔ وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۔ (۳۱ : ۳۲)

۴۔ رسالہ "وظیفے" ص۵۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

۵۔ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ ۔

۶۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ (رواہ البیہقی، مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان فی الاعتصام بالکتاب والسنہ ص۳۱)

اب حضرت مولاناؒ دعا کی فضیلت اور ذکر الٰہی کے فضائل کی طرف رجوع فرماتے ہیں لہٰذا[1] اگر آپ قبولیّت دعا اور رحمتِ الٰہیہ کے امیدوار ہونا چاہتے ہیں۔ تو فقط اللہ تعالےٰ کا ذکر کیجئے اور اسی سے مانگیے۔ جن الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کو یاد فرمایا ہے لہٰذا انہیں اذکارِ نبویّہ کو میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

اس کے بعد مولاناؒ چند ایک اذکار نقل فرماتے ہیں۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ کرامؓ کو تلقین فرماتے تھے۔ مولاناؒ ان کے فضائل کے ساتھ مسلمانوں کو ان پر عمل کرنے کی ترغیب و تشویق دلاتے ہیں۔ آپ کا منشا یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے لوگ گمراہ پیروں کے خود ساختہ وظائف سے اجتناب کریں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے وظائف پر عمل کر کے صحابہ کرام کی طرح خدا اور رسولِ خدا کو راضی کر لیں کیونکہ صحابہ کرامؓ فرائض کی احسن ادائیگی کے علاوہ نفلی عبادات میں بھی نہایت والہانہ ذوق و شوق سے حصہ لیتے تھے جیسا کہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ یہی وہ رشکِ ملائکہ جماعت تھی۔ جن کی حسنِ عبادت کو سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ[2] کی سند عطا ہوئی ہے۔

اور دوسری جگہ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (مزمل)[3] کی شہادتِ خداوندی موجود ہے اور وہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا تمغہ حاصل کر چکے ہیں

رسالہ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ جل جلالہٗ وعمّ نوالہٗ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ مولاناؒ مذکورہ بالا رسالہ کی

---

[1] ۔ رسالہ وظیفہ ص۸ مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ۔

[2] ۔ سورہ فتح ، پارہ ۲۶ ۔ آیت ۲۹

[3] ۔ سورہ مزمل آیت ۲۰ شروع

ابتدا میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "اگر نظامِ عالم پر غور کر کے دیکھا جائے تو ہر چیز کی ایک غرض وغایت نظر آتی ہے۔ انسان کی پیدائش کی بھی ایک مصلحت اور حکمت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن۔ لہٰذا انسان کا حسن وقبح شرافت ورذالت، دیانت وخیانت اسی حکمت اور مصلحت پر پرکھی جائے گی۔ اگر فرائض عبودیت ادا کرنے میں تیز گام ہے، سربکف اور ہوشیار ہے تو حسن، شریف اور دیانتدار کہلائے گا۔ ورنہ ان کے مخالف الفاظ کا مصداق بن جائے گا۔"

اب رسالہ کی تصنیف کی غرض وغایت بیان کرتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ[1] کے جلالی اور جمالی اسماء حسنیٰ کی فہرست اسے سنادی جاتی ہے تاکہ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کو صحیح طور پر پہچان لے۔"

جہاں تک اسماء اللہ الحسنیٰ کے تعبّد وتخلّق کا تعلق ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ کی کتاب "المقصد الاسنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ" اور قدوۃ العلماء مولانا عبدالحق محدث دہلوی کی شرح مشکوٰۃ شریف سے پورا پورا استفادہ کیا گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں "سب سے پہلے اسماء اللہ الحسنیٰ[2] کی شرح کی گئی ہے۔ بعد ازاں بتایا گیا ہے کہ اگر انسان ان اسماء کا مظہر بننا چاہیے تو کس طرح اپنے آپ کو ان خصوصیات سے متخلّق بنائے اور اگر اپنے مالک عَزَّ اِسْمُہٗ وَجَلَّ مَجْدُہٗ کی اس صفت کے سامنے حقِ عبودیت ادا کرنا چاہیے تو کس طرح ادا کرے۔"

---

[1] رسالہ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ ص۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[2] 〃 〃 〃 ص۳ 〃 〃 〃 〃

[3] جاننا چاہیے کہ عالم سب کا سب حق تعالیٰ کے اسماء صفات کا مظہر ہے۔ اگر ممکن میں حیات ہے تو اسی واجب تعالیٰ کی حیات کا آئینہ ہے اور اگر علم ہے تو اسی علم کا آئینہ ہے اور اگر قدرت ہے تو اسی کی قدرت کا آئینہ ہے۔ علیٰ ھذا القیاس لیکن اس کی ذات کا عالم میں نہ کوئی آئینہ ہے نہ کوئی مظہر ہے بلکہ حق تعالیٰ کی ذات کو عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے اور کسی چیز میں شراکت نہیں۔

(جاری)

یہ رسالہ ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت مولانا نے اسلام کے ان اسرار و معارف کے چہرے سے پردہ اٹھایا ہے۔ جن کو تصوّف و احسان اور تزکیۂ قلوب کی روحِ رواں کہنا چاہیے۔ امام غزالی جیسے فلسفیٔ اسلام اور مفکرِ قرآن کا تجرِّ علمی تمام افرادِ امّت پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ مولانا لاہوریؒ نے اس رسالے میں معرفتِ کردگار کی دعوت دی ہے۔ کیونکہ جب انسان عبدیّت کی صف میں کھڑا ہو کر اپنے مالکِ حقیقی کی عظمت کا احساس دل میں رکھ کر اپنے سرِ نیاز کو جھکانا چاہتا ہے تو اُس کو کسی عارفِ راہِ طریقت کی احتیاج پیدا ہوتی ہے ؎

مثن از طریق نپرسم رفیق مے جویم
کہ گفتہ اند نخستین رفیق و باز طریق (اقبالؒ)

اس رسالے کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یقیناً اسماء اللّٰہ الحسنٰی اور صفاتِ الٰہیہ کے اسرار و غوامض تک بقدرِ استعداد و وجدان رہنمائی حاصل کر سکے گا اور پھر جس اسمِ الٰہی کو وردِ زبان بنائے گا۔ بفضلِ ایزدِ متعال روحانی لذّت سے نوازا جائے گا۔ اس رسالے میں طالبِ صادق کو بالیقین تقرّب دربارِ احدیت اور رشتۂ عبودیت کو استوار

(حاشیہ۔ پچھلا صفحہ) اگرچہ وہ اسم میں ہو یا وہ مشارکت صورت میں ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْن۔ برخلاف اسماء و صفات کے کہ عالم کے ساتھ اسمی مناسبت رکھتے ہیں۔ اور صوری مشارکت ان کے درمیان ثابت ہے یعنی جس طرح اللّٰہ تعالےٰ میں علم ہے۔ ممکن الوجود میں بھی اس علم کی صورت ثابت ہے۔ جس طرح وہاں قدرت ہے یہاں بھی قدرت کی صورت ہے۔ برخلاف ذات کے کہ ممکن اس دولت سے بے نصیب ہے اور اس کو قیام بذاتِ خود حاصل نہیں ہے بلکہ ممکن چونکہ حق تعالیٰ کی صفات و اسماء کی صورتوں میں مخلوق ہے۔ اس لیے سب کا سب عرض ہے اور اس میں جوہریّت کی بو نہیں۔ اس کا قیام حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے۔ تمام ممکنات کا قیوم حق تعالیٰ ہے"۔
(مکتوب نمبر ۴۵ ص ۱۴۲ دفتر دوم مصنفہ حضرت مجدد الف ثانی مرحوم)

لہ۔ زبورِ عجم ص ۱۶۱ مطبوعہ مقبول عام پریس۔ لاہور

کرنے کے رموز ونکات ہاتھ آسکتے ہیں۔کیونکہ صفاتِ الٰہی کا اس سے بہتر اور منزّہ تصوّر ہر لحاظ سے ناممکن ہے۔ خدائی صفات میں مظہریّت اور تخلّق و تعبّد کا عارفانہ ذکر یقیناً فردوسی اثرات رکھتا ہے۔

کاش ! مسلمان اس ملکوتی صحیفہ کو بار بار پڑھنے۔اس میں تدبر و تفکّر کرنے اور اس کے قدسی فیوضات سے بہرہ مند ہونے کی سعی کریں۔ ؏
لذّتِ بادہ ندانی بخدا تا نچشی ۔

رسالہ بہشتی اور دوزخی کی پہچان

اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوقات میں متنوعہ اقسام کی چیزیں پیدا کی ہیں اور ایک چیز کی صورت ،سیرت ،خاصیّت علیحدہ علیحدہ بنائی ہے۔یہ نہیں ہوسکتا کہ شکل بھینس کی ہو اور اندر سے بکری ہو یا بظاہر گائے ہو اور اندر سے گدھا ہو۔اسی پر مسلمان کو بھی قیاس کر لیجئے۔مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں۔نیک و بد۔ اچھا و برا۔بھلا مانس اور بدمعاش مومن کامل اور ناقص ،قانونِ اسلام کا پابند اور مخالف"[1]

اس تمہید کے بعد مولانا رح رسالہ مذکورہ بالا کا لب لباب بیان فرماتے ہیں " یہ چھوٹا سا رسالہ اس لیے ہدیۂ ناظرین ہو رہا ہے تاکہ وہ اپنے اقوال و اعمال کو اس آئینہ میں دیکھ کر پرکھ لیں کہ وہ قانونِ الٰہی کے موافق یا مخالف میں سے کس فہرست میں آسکتے ہیں"[2]

اب قرآنِ حکیم سے بہشتیوں کی علامات بیان کرتے ہیں:
[3] وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ

---

[1] ۔ رسالہ بہشتی اور دوزخی کی پہچان ص۳ ۔مصنفہ حضرت مولانا احمد علی رح
[2] " " " " " ص۶
[3] ۔ سورہ زمر ۳۹ آیت ۱۷۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝

الغرض! قرآن حکیم کی بائیس آیات سے اہلِ جنّت کی علامات نقل فرما کر بارہ احادیث کو بھی اسی ضمن میں بطورِ استشہاد پیش کیا ہے۔

بعد ازاں چودہ آیاتِ قرآنیہ اور نو احادیثِ مقدسہ سے اہلِ دوزخ کے نشانات کو نقل فرمایا ہے۔

رسالے کے آخر پر دوزخ سے بچنے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں۔

"برادرانِ ملّت[1]! جن جرموں کی سزا آپ سن چکے ہیں کہ دوزخ ہے۔ اگر ان گناہوں کے ہونے کے بعد آپ چاہیں کہ دوزخ کی سزا سے بچ جائیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ گناہ ہونے کے بعد دل میں شرمندگی ہو اور سچے دل سے عہد کریں کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کریں گے۔ اسی کا نام توبہ ہے۔ اس ارادہ سے دروازہ الٰہی پر بخشش کے لیے ہاتھ پھیلائیں گے، تو خالی نہیں آئیں گے۔

حدیث: عَنْ سَلْمَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

دوسری حدیث: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

اگر مذکورہ بالا طریقہ پر توبہ کرنے کے بعد پھر دوبارہ اسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اور اسی طریقہ پر توبہ کرے تو پھر معافی مل جاتی ہے اور کسی شخص پر توبہ کا دروازہ بند نہیں

---

[1] رسالہ بہشتی اور دوزخی کی پہچان ص ۳۷ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

ہوتا جب تک سکراتِ موت کا غرغرہ شروع نہ ہو جائے۔" جیسے حدیث مذکورہ بالا سے واضح ہے۔ دراصل مولاناؒ نے نہایت تلاش و تفحّص سے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے اہلِ جنّت اور اہلِ جہنّم کی نشاندھی فرمائی۔ جزاء الاعمال (مکافاتِ عمل) کا عقیدہ تمام شرائع سماوی کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اور یہی چیز انسان کو مآل اندیشی پر مجبور کرتی ہے۔ زیرِ بحث رسالے کے چند صفحات کے مطالعہ سے قاری اپنی روشِ حیات کا محاسبہ کرے گا اور نہایت وثوق سے اپنے انجام کو بڑی حد تک معلوم کرلے گا اور یقیناً اصلاحِ اعمال کے درپے ہو جائے گا۔ کیونکہ فطری استعداد[1] انسانی جذبات و خیالات کے حسن و قبح پر متنبہ کرتی رہتی ہے۔ اگرچہ انسان عذراتِ لنگ[2] سے خواہشات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا بدی کی راہوں میں بھٹکتا پھرے۔

تقریظات علماء ہمعصر کے اقتباسات ملاحظہ ہوں

طالبینِ فلاح[3] و نجات کے لیے عربی زبان میں تو بے حد ذخیرہ ترغیب و ترہیب اور اخلاقِ حمیدہ کی تحصیل کے لیے بے انتہا اقوال اور قرآن و حدیث کے پاکیزہ ارشادات موجود ہیں۔ مگر تکاسل و تجاہل کا پردہ توسیعِ نظر کو مانع ہو رہا ہے۔ بنابریں ضروری تھا کہ اختصار کے طور پر عام فہم زبان میں ان اعمال و علامات کو جمع کیا جاتا۔ جو انسان بالخصوص مسلمان کی دائمی نجات کے لیے قوی ترین ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب قبلہ کو جو انتہائی مصروفیات کے باوجود اس اہم فریضہ کی سرانجام دہی میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

میری رائے[4] میں جو انسان ذرا بھی عقل رکھتا ہے تو اس رسالے کے پڑھنے کے بعد وہ اپنے آپ کو فوراً معلوم کر سکتا ہے کہ میں کس زمرہ اور گروہ میں داخل ہوں۔

---

[1] - فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا (پارہ ۳۰ - سورۃ الشمس آیت ۸)

[2] بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (سورہ قیامۃ ۷۵، آیت ۱۴، ۱۵)

[3] - تقریظ بر رسالہ مذکورہ بالا از مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب جامع مسجد صدر میاں میر

[4] " " " " خطیب شاہی مسجد - لاہور

معلوم ہوا ہے کہ مولاناؒ نے مسلمانوں کی حیاتِ مستعار کو سنوارنے میں آیات واحادیث پیش فرما کر بہشتی اور دوزخی کو ایک دوسرے سے متمیّز اور جدا کرایا اور قرآن عزیز نے بھی اس امتیاز کو اپنے زریں الفاظ میں یوں پیش فرمایا ہے (لا یستوی اصحاب النّار و اصحاب الجنۃ ھُمُ الفائزون) مسلمانوں کو جنّت کی طرف رہنمائی کرنے اور دوزخ سے بچانے میں یہ رسالہ خضرِ راہ ثابت ہوگا۔[1]

رسالہ خُدا کی نیک بندیاں

قولہٗ تعالیٰ:- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (۶۶:۶)

اس رسالے کے شروع میں مولانا نعمائے الٰہی کا ذکر فرما کر مسلمان بہنوں کو منعمِ حقیقی کے شکریہ اور عبادت کی ترغیب دلاتے ہیں۔ پھر دلائلِ عقلیہ میں بھی احسان مندی اور منّت پذیری کے احساسات کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

"ہمارا خدا وہ ہے جس نے مٹی سے انسان پیدا کیا۔ آسمان سے مینہ برسایا۔ کھانے کے لیے ہزاروں قسم کے میوہ جات، ترکاریاں، اناج اور پھر ہماری خدمت کے لیے قسم قسم کے جانور پیدا فرمائے۔ غرضیکہ خدا تعالےٰ کی نعمتوں کو گننے بیٹھو، تو حساب وشمار سے باہر ہیں۔ حیوانات میں محسن کی قدر کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ کتّا سوکھے ٹکڑے کھا کر اپنے مالک کے سامنے دم ہلاتا ہے۔ بلّی گھر والوں کے پاؤں میں پھرتی ہے۔"

اس سے آگے مولاناؒ مسلمان عورتوں کو اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسولؐ کے قانون کی اہمیّت بایں الفاظ پیش کرتے ہیں۔

"میری بہنو! لڑکی کا اعلیٰ خاندان میں سے ہونا سلیقہ شعار ہونا فضل وکمالِ ظاہری میں اپنی ہم جولیوں سے افضل ہونا۔ خدا تعالےٰ کی نظر میں ہیچ ہے[2]۔ اگر تمہارے دل میں

---

[1] تقریظ بر رسالہ مذکورہ بالا از مولانا عبد الحنّان امام مسجد آسٹریلیا مسجد لاہور۔

[2] اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (حدیث شریف)

خوفِ خدا نہیں۔ تمہارے عملوں میں اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کا ثبوت نہیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں۔ جس طرح دنیا کے بادشاہ کسی خوبصورتی، خاندانیت اور دولت وغیرہ کا لحاظ نہیں کرتے جو ان کے قوانین کی خلاف ورزی کرے۔ اسے جیل خانہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اسی طرح خدا کے ہاں بھی قانونِ الٰہی سے وفاداری کا حق ادا کرنا باعثِ عزت ہے۔"

مولانا فرماتے ہیں۔ کہ اس مختصر رسالے میں صرف ایک آیت اور ایک حدیث شریف پیش کی جائے گی۔

قولہ تعالیٰ[1]: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ (۳۳ : ۳۵)

سابقہ آیت شریفہ سے مولانا دس شرطیں نقل فرما کر اللہ تعالیٰ کا وعدۂ غفران و نجات یاد دلاتے ہیں اور ان شرائط کا نہایت اختصار سے لیکن جامع تعارف بھی پیش فرماتے ہیں۔

اسلام[2]: اسلامی شریعت جو حکم دے۔ اس پر عمل کر کے دکھانا اسلام ہے۔ مثلاً شریعت، کلمۂ توحید پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ حج کرنا ضروری قرار دیتی ہے۔ لہٰذا ان امور پر عمل کرنا اسلام ہے۔

---

[1] ۔ شانِ نزول: ام عمارہ انصاریہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی میں نے عرض کیا۔ مجھے تعجب ہے۔ ہر چیز مردوں کے ہی حق میں نازل ہوتی دیکھتی ہوں اور میں نہیں دیکھتی کہ عورتوں کا حکم بھی کسی میں آیا ہو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (ترمذی شریف) جلد ثانی ابواب التفاسیر تفسیر سورۃ الاحزاب ص ۲۹۴ مطبع منشی نولکشور۔ [2] رسالہ خدا کی نیک بندیاں ص ۱۰-۱۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

ایمان: فقط ظاہری احکام کا بجالانا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہونے کے لیے کافی نہیں جب تک دل سے ان چیزوں کو سچا نہ جانے، جن کے متعلق اسلام دل کی تصدیق چاہتا ہے۔

قنوت: قنوت کے معنی مطلق فرمانبرداری بھی ہے اور اخلاص بھی۔ ہر عمل حیات ریا سے پاک ہو اور اخلاص پر مبنی ہو۔

صدق: اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی صفت سچ بولنا ہے۔ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولتے بولتے یہاں تک نوبت آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے جھوٹوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔

صبر: پانچویں صفت صبر ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو حکم ملے اس پر ہمّت سے عمل کرنا۔

خشوع: بارگاہِ خداوندی میں نیک بیبیوں کی چھٹی صفت عاجزی کرنا ہے۔ زبان سے عاجزی کرنا اور باقی اعضاء کی عاجزی نماز میں رکوع و سجود ادا کرنے سے ہوتی ہے۔

صدقہ: ساتویں صفت خیرات کرنا ہے۔ عورتوں کی عادت ہے کہ برادری میں بیاہ شادی کی رسموں پر بھاجیوں میں بیسیوں روپیہ خرچ کر دیتی ہیں۔ لیکن کسی بیوہ بہن یا یتیم بچے یا کسی دین کے کام میں چندہ کے لیے کہا جائے تو چار پیسے خرچ کرنا بھی بار خیال کرتی ہیں[1]۔

آگے چل کر فرماتے ہیں "اگر چاہتی ہو کہ مال خرچ کیا ہوا تمہارے کام آئے تو نیکی کے کاموں میں خرچ کیا کرو۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے، جس طرح پانی آگ کو[2]۔"

صوم: آٹھویں صفت روزہ رکھنا ہے۔ کھانے پینے[3] کا قصہ رات کو سمیٹ سماٹ

---

[1] رسالہ "خدا کی نیک بندیاں" ص ۱۳ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔
[2] " " " " ص ۱۵ " " " "
[3] " " " " ص ۱۵ " " " "

لیا کرو اور رات کو بال بچوں سے فراغت پا کر یادِ الٰہی میں مصروف رہا کرو۔ اور دن کو یادِ الٰہی کے لیے کافی زائد وقت تمہارے پاس بچ جائے گا۔ بڑوں نے تو کھانا کھانا ہی نہیں اور چھوٹے بچوں کو سحور کا بچا کھچا کھلا دو اور گیارہ ماہ میں جو یادِ الٰہی کی کسر رہ گئی ہے۔ وہ اس رحمت کے مہینے میں پوری کر لو"

حفظ الفروج :۔" خدا تعالےٰ کی نیک بندیوں کی تعریف پاکدامن ہونا ہے۔ پاکدامن عورت اپنے گھر، سارے خاندان بلکہ سارے شہر کے باشندوں کی نگاہ میں عزت سے دیکھی جاتی ہے۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان ۔ سکھ ہوں یا عیسائی اور بدچلن عورت کو

ا (۱) اس مہینے میں نفل پڑھو گی تو دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر درجہ ملے گا اور اگر فرض ادا کرو گی تو دوسرے مہینوں کے ستر فرض کے برابر ثواب ملے گا (رسالہ " خدا کی نیک بندیاں" مولانا احمد علی مرحوم)

ب ۔ مَن صَامَ رمضانَ ایماناً وَ احتساباً غفر اللہ مَا تقدم مِن ذنبہ (رواہ بخاری)

ج ۔ کیا عجیب وہ جوشِ محویت ہے جب مسلمان دن بھر بھوک اور پیاس کے بعد رات کو خدا کی یاد کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ! اللہ! وہ تکلیف جو راحت قلبی کا باعث ہو۔ مقتدیٔ حرا بھی اسی طرح خدا کی یاد کے لیے رات بھر کھڑا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے پاؤں میں ورم آجاتا تھا کہ خدا کی ہدایت کا شکریہ بجا لایئے۔ پس شب کو جب عالم سنسان ہے اور دنیا کا ذرہ ذرہ خاموش اور محوِ خواب نیم س ہے آؤ شیفتگان سنتِ محمدیہ! کہ ماہ مقدس آیا۔ ہم اپنے بستروں کو خالی کریں۔ خدا کی تقدیس میں مشغول ہوں اور اس کی حمد و ثنا کریں۔ جس نے اس ظلمت کدۂ عالم میں صرف ہم کو ایک ایسا چراغ بخشا۔ جس سے ہمارے قلوب منور ہو گئے۔ چراغِ تقدیس :۔ سُبْحٰنَ ذِی الْمُلْکِ وَ الْمَلَکُوْتِ ط سُبْحٰنَ ذِی الْعِزَّۃِ وَ الْعَظَمَۃِ وَ الْھَیْبَۃِ وَ الْقُدْرَۃِ وَ الْکِبْرِیَآءِ وَ الْجَبَرُوْتِ ط سُبْحٰنَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ ط سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ ۔ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَ الرُّوْحِ ط ۔

حقیقۃ الصیام ۔ مولانا ابو الکلام آزاد ص ۲۳، ۲۴

ٔ ۲ ۔ رسالہ " خدا کی نیک بندیاں" ص ۱۶ ۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ۔

ہر شخص حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ہر شخص اسے بے حیا، بدمعاش اور کمین خیال کرتا ہے۔ یہ تو دنیا کی ذلت ہے۔ آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔

کثرتِ ذکر: اللہ تعالیٰ کی نیک بندیوں کی دسویں صفت اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنا ہے۔ بہت زیادہ یادِ الٰہی کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اٹھتے بیٹھتے۔ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ! ایسے کلمات کا ورد کرتی رہتی ہیں۔[1]

حضرت مولانا نے ابتدائے مضمون میں فرمایا کہ اس رسالے میں ایک آیت اور ایک حدیث کی تشریح پر اکتفا کیا جائے گا۔ عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ وَالْاَمِیْرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَالْمَرْءَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔[2]

اب نہایت اختصار سے اس کی تشریح کرتے ہیں۔ پھر حفاظتِ مال پر قلم اٹھاتے ہیں "مرد[3] کا کمایا ہوا مال عورت کے پاس امانت ہے بعض عورتوں کی عادت ہے کہ اگر ان کے اپنے رشتے دار آجائیں تو دودھ، ملائی، پھل، حلوہ، گوشت، سیویاں اور پلاؤ وغیرہ دل کھول کر پکاتی ہیں۔ مرد اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے ایسا کرنا خیانت ہے۔ کھلانے والی گنہگار اور کھانا شرعاً حرام ہے۔ مسلمان بہنو! مرد کی مرضی کے بغیر اس کے مال سے کپڑا خرید کر اور پہن کر نماز بھی پڑھو گی تو قبول نہیں ہو گی۔

حفاظتِ اولاد: مولانا نے نہایت سادہ الفاظ میں حفاظتِ اولاد کے سلسلے میں

---

[1] رسالہ "خدا کی نیک بندیاں" ص ۱۶ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] بخاری شریف جلد دوم ص ۷۸۳

[3] رسالہ "خدا کی نیک بندیاں" ص ۲۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

نہایت معنی خیز اور کارآمد ہدایات بیان فرمائی ہیں۔ لہٰذا ہم ان کی تلخیص کر کے پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

" مرد فکرِ معیشت میں باہر جاتا ہے۔ اولاد گھر میں ماں کے پاس رہتی ہے۔ ماں اگر جھوٹ نہیں بولتی، گلہ نہیں کرتی، نماز کی پابند ہے، روزہ رکھتی ہے، قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتی ہے، گالی گلوچ نہیں دیتی تو بچوں اور بچیوں کے اندر بھی اس قسم کے اوصافِ حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر ماں جھوٹی ہے، گلہ کرنے والی، بدزبان، فضول خرچ اور بے دین ہے تو بچوں کے اندر بھی وہی بُری صفتیں پیدا ہوں گی اور یہ بچپن کی برائیاں آخیر عمر تک جاتی ہیں۔ جس کے نتائج دنیا اور آخرت میں بھگتنے پڑیں گے اور یہ سب نالائق ماں کا بیج بویا ہوا ہے۔"[1]

مولاناؒ اس کے بعد شکایت کرتے ہیں کہ مائیں بچیوں کی تربیّت اور دینی تعلیم کا کم خیال رکھتی ہیں۔ ان کو اچھے کپڑے پہنانا، اچھا کھلانا پلانا، بیمار ہو جائے تو حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کروانا اور پال پوس کر جب گھر سنبھالنے کے قابل ہو جائے تو شادی کر دیتے سے سمجھتی ہیں کہ ہم نے فرض ادا کر دیا۔ اس بات کا مطلق خیال نہیں کرتیں کہ بچیوں کو اس خدا تعالیٰ کی پہچان کرائیں جس نے انہیں پیدا کیا، اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کی تلقین کریں۔

اس رسالے پر جیّد علماءِ کرام کی تصدیقات موجود ہیں، جو ہر لحاظ سے قابلِ تحسین ہیں۔ ان لوگوں نے نہایت بے لوث طریقے سے رسالے کی دینی افادیت کو اجاگر کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ چونکہ مولانا نے عورت کو دینی فرائض و حقوق سے آگاہی دلائی ہے: لہٰذا اس صنف کی رہنمائی کو تمام حضرات نے نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

---

[1] ۔ رسالہ "خدا کی نیک بندیاں" ص ۲۱۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

فصل

حقوق و فرائض

تمام شرائع اور عقلی نظریات کے آئینہ میں جب انسان کی خلافت ارضی کے جزئیات پر ناقدانہ نظر ڈالی جاتی ہے تو حقوق و فرائض کے تار و پود کے سوا ان میں کوئی اور چیز نہیں ملتی۔ انسان مخلوق بھی ہے، حاکم بھی ہے، محکوم بھی ہے اور بالطبع مدنی ہے اور یہی وہ ممتاز ترین اور اشرف مخلوق ہے جس کے متعلق خالق ارض و سما نے اپنی آخری کتاب ھُدیٰ میں اعلان فرمایا ہے۔ خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (۲: ۲۹) گویا تحت الثریٰ کے آخری ذرے سے لے کر فلک الافلاک کے آخری کنارے تک موالید ثلاثہ اور فلکیات کے تمام کرات کا تعلق حیات انسانی سے ہے۔ سنِّ شعور سے لے کر لحد قبر تک انسان حقوق و فرائض کے میدان کا شہسوار ہے۔ حقوق کی ادائیگی اور ہمہ وقت عمل پر آمادگی و تحرک اس کی فطرت کا اقتضاء ہے۔

"جب انسان کا تعلق کائنات ارضی کی ایک ایک چیز سے ہے تو ظاہر ہے کہ اُس کی ذمہ داری اس کی ہر چیز سے متعلق ہے۔ جمادات سے بھی کہ ان کو بے موقعہ نہ صرف کیا جائے نباتات سے بھی کہ ان کو نشوونما اور تربیت کا موقعہ دیا جائے۔ حیوانات سے بھی کہ اُن کو بے سبب تکلیف نہ دی جائے۔ انسانوں سے بھی کہ ان کی ہر ضرورت میں مدد کی جائے اور ان کے فریضۂ محبت کو ادا کیا جائے اور خود انسان کا اپنے اوپر بھی حق ہے کہ اس کا ہر عضو جس غرض کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اس سے مناسب طور پر وہ کام لے۔"[۱]

خداوند عالم نے قرآن حکیم میں حقوق و فرائض کی بجا آوری کا جابجا[۲] حکم دیا ہے۔ اور

۱۔ سیرۃ النبی جلد ششم ص۲۰۶۔ سید سلیمان ندوی مرحوم

۲۔ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ (۵۱: ۱۹) وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ (۱۷: ۲۶) وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط (۴: ۳۶)

رسولِ انس وجان صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی زبانِ وحیٔ ترجمان سے اس کی وضاحت بیان فرمائی ہے۔ حقوقِ والدین، اولاد کا حق، حقوقِ زوجین، اہلِ قرابت کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، بیوگاں کے حقوق، حاجت مندوں کے حقوق، بیمار کے حقوق، غلاموں کے حقوق، مہمان کے حقوق، مسلمانوں کے باہمی حقوق، انسانی برادری کے حقوق اور جانوروں کے حقوق۔ غرضیکہ حقوق کا ایک غیر متناہی سلسلہ چلا گیا۔ دراصل اسلام کیا ہے؟ عبادات اور حقوق و فرائض کی منظم اور تشریحی صورت ہے۔

متقدّمین اور متاخّرین علماء کرام نے اپنی اپنی دینی بصیرت کے لحاظ سے حقوق و فرائض کی یاد دہانی کے لیے ہزاروں بلکہ لاکھوں صفحات حوالۂ قلم کئے ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ کی مساعیٔ جمیلہ کا نہایت اختصار سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

رسالہ خدا کی مرضی

"برادرانِ اسلام[۲] ! ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم خدائے قدوس کے بندے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ یہ دنیا فانی ہے۔ ہم سب کو مر کر خدا کے روبرو کھڑے ہو کر اپنے عملوں کا حساب دینا ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا میں وہ راستہ تلاش کریں جن پر چلنے سے خدا تعالیٰ راضی ہو۔"

اب مولانا حقوق کی تفصیل پیش کر کے اس کی مختصر تشریح بیان کرتے ہیں۔

حقوق کا اجمالی نقشہ

اللہ تعالیٰ کا حق، رسولِ خدا کا حق، قرآن مجید کا حق، اسلام کا حق، والدین کا حق

---

[۱] فان لجسدك عليك حقا وان لعينك عليك حقا وان لزوجك عليك حقا وان لزورك عليك حقا (باب صيام التطوع عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما مشکوٰۃ شریف (ص ۱۹۶ ج ۱)

[۲] رسالہ خدا کی مرضی ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

عورت کا حق، مرد کا حق، اولاد کا حق، رشتہ داروں کا حق، ہمسایہ کا حق، مال کا حق، دنیا کا حق، آخرت کا حق۔

خدا تعالےٰ کا حق

خدا تعالےٰ[۱] ایک ہے۔ سارے جہان کو فقط اسی[۲] نے بنایا ہے۔ سارے[۳] جہان کا فقط وہی مالک ہے۔ سارے[۴] جہان کا انتظام فقط اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ رزق[۵] کا انتظام اسی کے قبضہ میں ہے۔ غیب[۶] دان فقط اللہ تعالےٰ ہے۔ اولاد دینا[۷] فقط اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ فقط اللہ تعالےٰ کو سجدہ کرو۔

مولانا[۸] نے پہلے اللہ تعالےٰ کا حق بندوں پر ثابت کیا۔ توحید، خالقیت، بادشاہت ہر طرح کے نظام کی باگ ڈور، رزاقیت، قدرت اور علم محیط میں غیر کی شرکت کا شائبہ بھی تسلیم نہ کیا جائے اور یہی چیز عقیدہ توحید کی روح ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق

قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط

۱۔ وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط الخ (سورہ ۲ آیت ۱۶۳)

۲۔ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط (سورہ انعام ۶ آیت ۷۳)

۳۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (سورہ آل عمران۔ آیت ۱۸۹)

۴۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (سورہ یوسف آیت ۴۰)

۵۔ وَفِى السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ (سورہ الذٰریٰت ۵۱۔ آیت ۲۲)

۶۔ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ النحل آیت)

۷۔ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط (سورہ الشوریٰ ۴۲ آیت ۵۰)

۸۔ (سورہ نساء آیت ۶۴)

اُنہی زندگی کے ہر لمحہ[1] میں مسلمان رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نمونہ بنائیں اور شب و روز کے اوقات کا وہی دستور العمل بنائیں۔ جو آپؐ کا تھا۔ جس طرح آپ کی ساری زندگی کا مقصد رضائے الٰہی تھا۔ اسی طرح ہماری زندگی کا مقصد فقط اسی کی رضا طلبی ہو۔ اسلام کے ارکانِ خمسہ پر عمل، غریب پروری، شفقت بر خلق، حسنِ کردار اور بلندیٔ اخلاق غرضیکہ تمام کلمہ گو مسلمانوں (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) کا فرضِ عین ہے کہ ہر معاملہ میں رسولؐ خدا کے نقشِ قدم پر چلیں۔ تاکہ رضائے الٰہی کا تمغہ پائیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران) قولاً و عملاً ہر مسلمان کا وظیفہ ہو۔ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا (صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآنِ حکیم کا حق

قولہٗ تعالیٰ: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (سورہ ۱۷: ۹)

قرآنِ پاک[2] ہدایت ہے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ شاہنشاہِ حقیقی عَزَّ اسْمُهٗ وَ جَلَّ مَجْدُهٗ کے فرمان (قرآن مجید) کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائے۔ تاکہ دنیا اور آخرت کی ذلتوں سے بچ جائے۔"

اسلام کا حق

قولہٗ تعالیٰ: وَاُمِرْتُ[3] اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورہ مومن آیت ۶۶)

جو شخص عملی طور پر اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان نہیں بنتا اور مسلمان کہلاتا ہے تو اس کا

---

[1] رسالہ "خدا کی مرضی" ص۹ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔
[2] ″ ″ ″ ص۱۳ ″ ″ ″ ″
[3] ″ ″ ″ ص۱۴ ″ ″ ″ ″

"عورت مرد کو اپنا حاکم سمجھے[1]۔ اور حاکم بھی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس کا حاکم تجویز کیا ہے۔ ایسے حاکم کی نافرمانی گویا خدا کی نافرمانی ہے۔ نیک بیبیوں کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں اور خاوندوں کی بھی تابع فرمان رہیں۔ ان کی عزت، مال، اور اولاد کی تربیت کا پورا حق ادا کریں۔ عورت کا فرض ہے کہ مرد کی ہمیشہ بھلائی اور خیر خواہی کرے۔"

اولاد کا حق

مولانا فرماتے ہیں: "باپ کے ذمہ فرض ہے کہ اولاد کی جسمانی تربیت کرے اور پھر ان کو دوزخ کی آگ سے بچائے۔ ان کو کتاب و سنت کی تعلیم دلائے۔ بعد ازاں اس پر سختی سے عمل کرائے ورنہ یہی اولاد قیامت کے دن لعنت کرے گی۔"

رشتہ داروں کے حقوق

یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝ (سورہ البقرہ ۲ آیت ۲۱۵)

مولانا رحمۃ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ[2] کی رضا حاصل کرنے کے لیے جو مال خرچ کیا جائے اس میں والدین اور رشتہ داروں کا بھی حق ہے۔ بلکہ اپنے محتاج رشتہ داروں میں خرچ کرنے سے دگنا ثواب ملتا ہے۔ البتہ ان کی خوشنودی کے لیے فضول خرچی کی اجازت نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَا طَاعَةَ لِلْمَخْلُوْقِ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو قطع رحمی نہ کرو۔

---

[1] ۔ رسالہ "خدا کی مرضی" ص ۱۸، ۱۹ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔
[2] " " " " " ص ۲۲ " " " " ۔

ہمسایہ کا حق

قولہٗ تعالیٰ: وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ الخ (سورہ النساء۴ آیت ۳۶)

پھر اس کے بعد مال کا حق، دنیا کا حق اور آخرت کا حق بیان فرماتے ہیں۔

"مال کو خدا کی طرف سے امانت جانے اور نیک کاموں میں خرچ کرے دنیا کے عیش کو مقصود بالذات نہ بنائے۔ بلکہ اسباب دنیاوی کو آخرت کی اصلاح کے لیے صرف کرے۔ دنیا کھیل تماشا ہے اور آخرت بہتر ہے۔ لہٰذا مسلمان کا فرض ہے کہ بے بقا فانی اور عارضی دنیا پر آخرت کو قربان نہ کرے۔ ورنہ اس سے بڑھ کر کوئی جاہل غیر مآل اندیش، کوتاہ نظر اور فریب خوردہ نہیں ہوگا۔"[۱]

رسالہ مسلمان عورت کے فرائض

قولہٗ تعالیٰ:۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً۔[۲] (سورۃ النحل۱۶۔ آیت ۹۷)

مولاناؒ دنیا اور آخرت کی زندگیوں کا موازنہ فرماتے ہیں۔ دونو جہان کے اسباب راحت و آرام پر تبصرہ کرتے ہیں۔ عورتوں کو مخاطب کر کے ان کی متاہلانہ زندگی کے فرائض سے آگاہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی حقیقی عزت (آخرۃ کی کامرانی) کا دارومدار عملِ صالح پر قرار دیتے ہیں۔ نجاتِ اخروی اعمالِ حسنہ اور خصالِ ستودہ کے بغیر ناممکن ہے۔

مولاناؒ کی زبان سے محولا بالا رسالہ کی غرض و غایت حسب ذیل ہے۔

۱۔ رسالہ "خدا کی مرضی" ص۲۴، ۲۵، ۲۹ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

۲۔ (سورہ النحل آیت ۹۷)

عزیز بہنو! اس چھوٹے سے رسالے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے ذمّہ جو فرائض ہیں۔ اُن سے آپ کو آگاہ کیا جائے۔ تاکہ ان پر عمل کر کے بارگاہِ الٰہی میں عزت پاؤ۔ عذابِ الٰہی سے بچ جاؤ۔ دنیا میں عزّت کی زندگی بسر کرو۔ قبر میں جاؤ تو وہ تمہارے لیے بہشت کا باغ بن جائے۔ میدانِ حشر میں جاؤ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم تمہیں حوضِ کوثر سے پانی پلائیں۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت تمہارے شاملِ حال ہو اور پل صراط سے صحیح وسلامت پار اتر کر بہشت میں جا پہنچو۔

فرائض کی اجمالی فہرست:۔ اللہ تعالیٰ کا حق، رسول اللہ کا حق، ماں باپ کا، رشتہ داروں کا حق، اولاد کا حق، خاوند کا حق، پڑوسی کا حق، باقی لوگوں کا حق۔

مولاناؒ اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفات بیان فرماتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم "خدا کی مرضی" رسالہ کے ضمن میں تفصیل سے تحریر کر چکے ہیں۔

مولانا نے اس ضمن میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے: عَن معاذٍ قَالَ قُلتُ یا رسول اللہ۔ اخبرنی بِعملٍ یُدخلنی الجنۃَ وَیُباعِدُنِی مِنَ النّار قَالَ لَقَدْ سَأَلْتَ عن امرٍ عَظِیمٍ۔ انّہٗ لیسیرٌ علیٰ مَن یسّرہُ اللہ تعالیٰ عَلَیہ یَعبُدُ اللہَ وَلا تُشرِکُ بِہٖ شَیئاً وَّ تُقِیمُ الصلوٰۃَ وَتُؤتِی الزکوٰۃَ وَتَصُومُ رَمضَانَ وَتَحُجُّ البیت" (الحدیث)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق بیان کرتے ہوئے بھی مولاناؒ نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و امین مان کر آپ کی مکمّل متابعت کی جائے۔

ماں باپ کا حق

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغم

---

[1] ۔ رسالہ "مسلمان عورت کے فرائض" ص۲۵ ۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ۔ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْہِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا۔ ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ (رواہ مسلم)

"میری بہنو! آجکل فتنہ وفساد کا دور دورہ ہے۔ شرم وحیا رخصت ہو رہے ہیں۔ ماں باپ، ساس اور خسر کا ادب نہیں رہا۔ عام طور پر آپ دیکھیں گی کہ بیٹیاں اپنی بوڑھی ماؤں کو اس طرح ڈانٹ دیتی ہیں جس طرح خادمہ کو ڈانٹا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر والدین سے کوئی غلطی ہو جائے تو اُف بھی مت کہو اور بڑی بدبخت ہوں گی، وہ جو ماں باپ جیسے شفیق مہربانوں کو راضی نہ کرسکیں اور جہنم میں جائیں۔ اَللّٰھُمَّ اَعِذْنَا مِنْہُ جمیع المسلمین"[1]

رشتہ داروں کا حق بیان کرتے ہوئے احادیثِ مقدسہ سے استشہاد کرتے ہیں۔ عَنْ جُبَیْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ۔ (مشکوٰۃ شریف باب البر والصلۃ ص ۴۱۹ (متفق علیہ)

اولاد کا حق بیان کرتے ہوئے مولانا احادیثِ مقدسہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور اس کے بعد عام ہدایت کے کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔

دنیادار[2] اکثر بیٹیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جب بیٹی پیدا ہوتی ہے تو خوش نہیں ہوتے۔ اس کی خدمت کو چٹی خیال کرتے ہیں۔

ہمارے پنجاب میں ذراسی بات پر اگر ماں ناراض ہو جائے تو بیٹی کو ان الفاظ سے کوستی ہے:

نیں توں مرجائیں، نیں توں ڈب جائیں، نیں توں نگروں لہہ جائیں؛

میری بہنو! یہ سارے فقرے پتہ دے رہے ہیں کہ تمہیں بیٹی کے پیدا ہونے پر خوشی نہیں ہوئی۔

---

[1] رسالہ "مسلمان عورت کے فرائض" ص ۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔
[2] " " " " " ص ۱۱ " " "

"عزیز بہنو! غور کرو تو حدیث کی رو سے دو بیٹیاں آخرت میں وہ کام آئیں گی کہ بیٹے سو بھی کام نہیں آسکتے۔ اس سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہو سکتا کہ قیامت کے دن سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تمہیں بہشت میں جگہ ملے۔ لہٰذا یاد رکھو کہ بیٹیوں کی خدمت کرنا سعادت خیال کیا کرو۔ بیٹی کا حق صرف کھلانا، پلانا، پہنانا، جوان ہو جائے تو بیاہ کر دینا ہی نہیں، بلکہ تمہارا فرض ہے کہ ضروریات دین کی تعلیم دو۔"

اس کے بعد مولانا جدید تعلیم نسواں اور اس ماحول پر نہایت کڑی تنقید فرماتے ہیں۔

"میری بہنو! آجکل بڑے شہروں میں لڑکیوں کی تعلیم کی طرف بڑی توجہ ہے۔ لڑکیاں سکولوں، کالجوں میں تعلیم پا رہی ہیں۔ وہاں دینی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اس تعلیم جدید کے نصاب سے خوفِ خدا، محبتِ الٰہی، فکرِ عاقبت، نجاتِ آخرت کے ذرائع بتلانا۔ اُن پر علم کرانا حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا گیا ہے، بلکہ ان کو گانا بجانا سکھایا جاتا ہے۔ ڈرامہ سینما، عورتوں کی تعلیم کا جزو بنائے جا رہے ہیں۔ خود ہی اندازہ کر لو کہ اس تعلیم کے کیا نتائج نکلیں گے۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ تعلیم دلا کر تم عنداللہ بری الذمہ ہو جاؤ گی۔"

(مسلمان عورت کے فرائض ص۱۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

خاوند کا حق

عن انسٍ[1] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّم۔ المرأۃ اِذا صَلَّت خَمْسَھَا۔ وَصَامَتْ شَھْرَھَا وَ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا وَ اَطَاعَتْ بَعْلَھَا فلتدخُلُ مِنْ اَیِّ ابواب الجنۃ شاءَت

میری بہنو! مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے سے تمہاری نجات نہیں ہوگی۔ بعض عورتیں مردوں کو اپنا تابع بنانا چاہتی ہیں کہ مرد جو کمائے ان کی ہتھیلی پر لا کر رکھ دے۔

---

[1] رواہ ابونعیم فی الحلیۃ باب عشرۃ النساء ص۲۴۳۔

نہ ماں کو دے، نہ باپ کی خدمت کرے، نہ کسی بہن بھائی کا حق ادا کرے۔ ایسی صورت میں اگر مرد نے بیوی کا کہا مان لیا تو دونوں ہی دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ "وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ"۔ اب اسی ضمن میں ارشاد نبی کریمؐ پیش کرتے ہیں۔

عن ابو هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كنت اٰمُرُ اَحَدًا ان يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ ان تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا (ترمذی)

اب مولانا "مرد کی ناراضگی کے اسباب" پر سیر حاصل تبصرہ فرماتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ اس قسم کی غلطیوں سے مسلمان عورت کو ہر لحاظ سے بچنا چاہیے۔

پڑوسی کے حقوق

اب مولانا "مسلمان عورت کے فرائض" میں ہمسایہ کے حقوق پر زور دیتے ہیں کیونکہ ہمسایوں کے ساتھ ہر وقت برتاؤ کا تعلق مستورات ہی سے ہوتا ہے۔ حدیث مقدسہ[2] سے نہایت عبرت ناک نتیجہ اخذ کرکے ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرماتے ہیں اور پھر ان اسباب و علل کی نشاندھی کرتے ہیں جو ہمسایہ عورتوں میں خلفشار کا باعث ہوتے ہیں۔

---

[1] عورتوں کا بدزبان ہونا۔ بعض عورتیں مرد کے ماں باپ کو برا بھلا کہہ دیتی ہیں۔ عورت کا فضول خرچ ہونا۔ مرد کی مرضی کے بغیر عورت گھر سے جائے۔ خواہ رشتہ داروں کے گھر ہی جائے۔ جن لوگوں کے سامنے مرد عورت کا کھلے منہ جانا پسند نہیں کرتا ان ہی کے سامنے جانا (رسالہ مسلمان عورت کے فرائض ص۱۱)

[2] عَن ابی هريرة قَالَ قَالَ رَجُلٌ يا رَسُولَ الله اِنَّ فلانَةَ تذكَرُ مِن كَثرَةِ صلاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيرَ اَنَّهَا تؤذِي جيرانها بلِسَانِهَا۔ قَالَ هِيَ فِي النَّار۔ قَالَ يَا رَسُولَ الله فَاِنَّ فلانَة تَذكَرُ قِلَّة صيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلاتِهَا وَاِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالاثوارِ مِنَ الاقِطِ وَلَا تؤذِي بِلِسَانِهَا جيرانَهَا۔ قَالَ هِيَ فِي الجَنَّة (رواه البيهقی)

عام انسانوں کے حقوق

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ۔[1]

مولانا کے ارشاداتِ گرامی۔ عزیز بہنو![2] اگر تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تو تمہیں چاہیے کہ ہر ایک انسان پر (خواہ مسلمان ہو یا کافر) رحم کرو۔ پرند چرند اور حیوانات پر رحم کیا کرو۔ گائے، بھینس، بھیڑ، بکری وغیرہ کو وقت پر پانی نہ پلانا۔ کم چارہ کھلانا، ہر وقت باندھ رکھنا، ان کے بچوں کو بھوکا مارنا اور سارا دودھ لینا سراسر ظلم ہے۔" اس مؤقر جریدہ پر علماء کرام نے تقریظات لکھی ہیں۔ ہم صرف ایک[3] ہی نقل کرتے ہیں۔

۱۔ متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص ۴۲۱

۲۔ "مسلمان عورت کے فرائض" ص ۲۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

۳۔ "علمائے امت نے صنفِ ذکور کی طرف ہی زیادہ تر اپنی توجہ مبذول فرمائی ہے۔ اور صنفِ نسواں کی طرف کما حقہٗ التفات نہیں فرمایا۔ اس امر کو محسوس کرتے ہوئے محی السنۃ قامع البدعۃ اخلاصِ مجسم حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین نے اصلاحِ نسواں کا سلسلہ جاری فرمایا۔ یہ رسالہ اصلاحِ نسواں کے لیے نہایت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو اجرِ جزیل اور طبقۂ نسواں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ وَھُوَ الموفق والمستعان۔

(حضرت مولانا محمد خلیل صاحب سابق مفتی ریاست مالیر کوٹلہ)

رسالہ

پیر اور مُرید کے فرائض

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ (سورہ آل عمران ۳ آیت ۷۹)

برادران اسلام! سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر چار فرض عائد کئے گئے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورہ الجمعہ ۶۲ آیت ۲)

اس آیت کے نقل کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں۔

"حاصل یہ نکلا کہ رسول اللہ کی محبت سراپا اکسیر تھی جس کے باعث جاہل زیور علم سے آراستہ ہو جاتے تھے اور ان کا باطن کدورتِ بشری کے غبار سے پاک ہو جاتا تھا۔ ان کی زبان پر قال اللہ تعالے و قال الرسول تھا اور دل غرور، تکبر، انانیت، جاہ طلبی، زر طلبی، حسد، بغض اور کینہ سے قطعاً نا آشنا تھے۔ آجکل کی اصطلاح میں جس مسلکِ حق کو تصوف کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ اسی تزکیۂ نفس کا تبدیل شدہ نام ہے"[1]

وَكَانَ السلف[2] يسمّون اهل الدين والعلم القرّاء فيدخل فيهم العلماء والنسّاك ثم حدث بعد ذالك اسم الصوفيه والفقراء۔

مولانا اس کے بعد احادیث[3] سے ثابت کرتے ہیں کہ صوفیہ کرام کی بیعت بدعت نہیں۔

---

[1] رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص۲۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] (الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان۔ (علامہ ابن تیمیہ)۔

[3] ۔ عن جریر بن عبد اللہ قال بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و النصح لکل مسلم (متفق علیہ)

اب حضرت مولانا اپنے بیان کی تصدیق کے لیے مندرجہ ذیل عبارت نقل فرماتے ہیں۔

طریقت اور شریعت کی نسبت

شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک ان تینوں کی تکمیل نہ ہو، شریعت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اور جب شریعت کا حق ادا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے اعلیٰ ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ لہٰذا شریعتِ مطہرہ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی کفیل ہے۔

طریقت اور حقیقت

طریقت[۱] اور حقیقت جن سے صوفیائے کرام ممتاز ہیں۔ دونو شریعت غرا کے خادم ہیں۔ اِن دونوں سے شریعت کے تیسرے جز (اخلاص) کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس لیے اِن دونوں کے حاصل کرنے کا مقصد وحید شریعت کی تکمیل ہے۔ دوسرے احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیا رکرام کو راستہ میں پیش آتے ہیں۔ یہ مقاصد میں داخل نہیں۔ ان سب چیزوں سے گذر کر مقامِ رضا تک پہنچنا چاہیے۔ جو مقاماتِ سلوک کی انتہا ہے۔ کیونکہ طریقت اور حقیقت کی منزلیں طے کرنے سے اخلاص کے سوا کوئی اور چیز مطلوب نہیں۔ اور اخلاص رضا کو مستلزم ہے۔ تجلیاتِ سہ گانہ اور مشاہداتِ عارفانہ میں سے ہزاروں کو گزار کر کسی ایک کو دولتِ اخلاص اور مقامِ رضا تک پہنچاتے ہیں۔ سطحی خیال کے لوگ احوال و مواجید کو مقاصد خیال کر لیتے ہیں اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب سمجھتے ہیں۔ ایسے آدمی اپنے وہم و خیال کی قید میں پھنس کر کمالاتِ شریعت سے محروم رہتے ہیں۔ (الی آخرہ)

---

[۱] (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز جلد اوّل مکتوب سی و ششم) نقل از رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

اب مولانا طریقت اور حقیقت پر تبصرہ کرنے کے بعد "خاص احسان" کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ ہاں اگر وہب کردگار کی نعمت نوازی کسی شخص میں فطرۃً یہ صلاحیت ودیعت فرما دے اور اس پر بلا طلب وجستجو کوئے عرفان کی راہیں کھل جائیں، تو یہ قادرِ ذوالجلال کا خاص احسان ہے۔[1]

اب شریعت محمدیہ کے خلاف چلنے والوں کا ذکر کرتے ہیں:۔

"حقیقت وطریقت کے دونو مسلک شریعتِ اسلام کے خادم ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی چیز پیش کرے جو شریعت کے خلاف ہو اور اس کو تصوف اور فقیری سے منسوب کرے تو وہ مردود ناقابلِ التفات ہے۔

تقسیمِ عمل

حضرت مولانا "خیر القرون قرنی" کے دورِ سعید سے لے کر بعد کے ادوار کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم وتزکیہ دونوں کے امام ومعلّم تھے۔ حضور انور کی صحبت میں صحابہ کرامؓ کے سینے نورِ علم سے منوّر ہوتے تھے۔ ان پر تزکیۂ نفس کا ایسا رنگ چڑھ جاتا تھا کہ ان کا سینہ حسد، کینہ، جاہ طلبی، زر پرستی اور خود پسندی کی کدورتوں سے بالکل پاک ہو جاتا تھا۔ پھر صحابہ کرامؓ نے اپنے شاگردوں (تابعینؒ) کو علم وعمل کی تعلیم دی۔ ان دو مبارک قرنوں کے بعد جب رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ ہمایوں کو زیادہ بُعد ہوا۔ تو لوگ ثبات واستقلال کے جوہر سے عاری ہونے لگے اور فطرتوں کی بلندی زوال پذیر ہوئی۔ اب علم وتزکیہ دو جداگانہ چیزیں قرار پائیں۔ علمی خدمت کرنے والے علمار کرام کہلائے اور عملی رنگ چڑھانے والے صوفیا رعظام کہلائے۔

---

[1] - رسالہ "پیر و مرید کے فرائض" ص۹ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔
[2] " " " " " ص۱۰،۱۱ " " " " ص۱۲

علماء ربانی اور صوفیاء پاکباز کے ساتھ مولانا نے علماء سوء کی بھی نشاندھی فرمائی ہے کہ ان کی زندگی کا نصب العین محض روٹی کمانا، تعیش سے جینا، مسلمانوں کو لڑا کر اپنے حلوے مانڈے کی خیر منانا ہے اور بس۔ اس جگہ ایک لطیفہ[1] نقل کرتے ہیں۔

جعلی صوفی

"جعلی صوفی[2] سے مراد خانہ ساز فقیر ہے۔ جسے باخدا صوفیاء کرام کے اخلاقِ حمیدہ سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ ان کا سیاہ، جوگیا لباس ترکِ لذات کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ یہ لوگ پرلے درجے کے حریص، طماع اور عیاش واقع ہوئے ہیں" دراصل کھوٹے پیر اور جعلی صوفی دین کے دشمن ہوتے ہیں۔

سچے پیر کی پہچان

مولانا سچے پیر کے صفات حسب ذیل نقل فرماتے ہیں۔

پہلی[3] شرط: اسے کتاب و سنت کا علم ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ پورا عالم ہو، بلکہ کم از کم تفسیر مدارک، جلالین یا ان جیسی کوئی تفسیر کسی عالم سے پڑھی ہو اور حدیث میں

---

[1] عزیزی شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است و از تضلیل و اغواء خاطر جمع ساختہ۔ آں عزیز سترآں پرسید۔ لعین گفت کہ علماء سوء ایں وقت دریں کار باامن خود مددِ عظیم کردند و مرا ایں مہم فارغ ساختند۔ والحق دریں زمان ہر سستی و مداہنتے کہ در امورِ شرعیہ واقع شدہ است و ہر فتورے کہ در ترویج ملت و دین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومئی علماء سو است و فسادِ نیات ایشاں۔ آرے علماء آخرت از دنیا بے رغبت اند و از حبِ جاہ و ریاست و مال و رفعت آزاد اند۔ از علماء آخرت اند و ورثۂ انبیاء اند علیہم الصلوٰت والتسلیمات و بہترین خلائق ایشانند

(مکتوب نمبر ۳۳۔ حصہ اول۔ مصنفہ حضرت مجدد الف ثانی مرحوم)

[2] رسالہ "پیر اور مرید کے فرائض" ص ۱۴۔ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[3] رسالہ قول الجمیل مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔)

کم ازکم مصابیح السنّۃ کی تحصیل ہو۔ اس کے مشکل الفاظ اور معضل (وہ ہے کہ معنیٰ مشتبہ ہوں۔ ایک معنیٰ کی تعیین نہ ہو سکے) کی تاویل فقہائے دین کی رائے پر معلوم ہو۔

دوسری شرط: عدالت اور تقویٰ اس پر لازم ہے کہ کبائر سے اجتناب کرے اور صغائر پر مصر نہ ہو۔

شرط سوم: دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طالب ہو۔ ضروری عبادتوں کو ہمیشہ ادا کرے اور صحیح حدیثوں میں جو اذکار مروی ہیں، ان کو بالالتزام ادا کرے اس کا دل یادِ الٰہی میں ہر وقت شاغل اور باطن میں ہر وقت اسی کی دھن رہے۔

چوتھی شرط: لوگوں کو نیکی کا حکم کرے۔ برائی سے روکے اصاحب مروّت ہو اور عقلِ کامل سے موصوف ہو تاکہ جس چیز کا حکم کرے یا روکے اس پر اعتماد کیا جاسکے۔

شرط پنجم: مدّتِ مدید بڑے بڑے عالموں کی صحبت میں گذاری ہو۔ ان سے ادب سیکھا ہو۔ انوار حاصل کئے ہوں۔ کیونکہ اگر ایسے برگزیدہ انسان کی صحبت نہ اٹھائی ہو۔ جس کا باطن کدورتوں سے پاک ہو۔ اس وقت تک پاکیزگی و طہارت باطنی کسی طرح میسر نہیں ہوسکتی۔

اب مولانا مرید صادق کے فرائض کا ذکر کرتے ہیں۔[1] ا۔ مرید اپنا مقصد معیّن کرے

۲۔ بیعت سے پہلے چند روز پیر کی صحبت میں رہ کر اس کی صفات کا خود مشاہدہ کرے

۳۔ اندازہ لگائے کہ اس کو پیر کی صحبت میں اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔

۴۔ استخارہ بھی کرے۔ ۵۔ مرید اپنے پیر کو معصوم نہ سمجھے۔

۶۔ اگر پیر کا حکم صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم یا خالق کون و مکان کے حکم کے خلاف ہو تو شرک فی الرسالۃ اور شرک باللہ یقین کر کے تعمیل نہ کرے۔ ورنہ پہلی صورت میں مرید کافر اور دوسری صورت میں مشرک ہو جائے گا۔ (العیاذ باللہ)

محولا بالا رسالہ پہ علماء کرام کی تقریظات موجود ہیں جو کہ رسالے کی اعتقادی اور عملی افادیت کی تحسین کا پہلو لئے ہوتے ہیں۔

---

[1] رسالہ پیر و مرید کے فرائض ص ۱۹-۲۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

فصل ۴

اصلاحِ رسوم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ (سورہ الاحزاب ۳۳ آیت ۲۱)

قرآنِ حکیم نے اطاعتِ رسولِ خدا کو اطاعتِ الٰہی فرمایا اور مذکورہ بالا آیتِ کریمہ سے یہ امر بہزار وضوح ثابت ہے کہ سیدِ وُلدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو پروردگارِ عالم نے اسوۂ حسنہ فرمایا ہے۔ گویا کہ آپ کی زندگی تا قیامِ قیامت حیاتِ انسانی کے ہر دور کے لیے دنیاوی اور اخروی کامیابی کا بے بدل نمونہ ہے اور اس کی خلاف ورزی ہر اعتبار سے نامرادی و محرومی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔[۲]

---

[۱] - حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (۴ : ۸۰) حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی وہ اطاعت جو رسولِ خدا کی اطاعت کے سوا ہو، وہ حق تعالیٰ کی اطاعت نہیں اور اس مطلب کی تاکید و تحقیق کے لیے لفظ قد لایا تاکہ کوئی بلوالہوس ان دونوں طاعتوں کے درمیان جدائی ظاہر نہ کرے اور ایک دوسرے پر اختیار نہ کرے۔ دوسرے مقام میں حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ان لوگوں کے حال سے شکایت کرتے ہیں جو ان دونوں طاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ يُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا۔ حضرت مجدد الف ثانی مرحوم چند سطور میں اسی سلسلے کی تائید میں ایک قصہ نقل فرما کر رقمطراز ہیں۔ مشائخ مستقیم الاحوال شریعت، طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں حق تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ کی اطاعت جانتے ہیں اور اس اطاعت کو جو اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے سوا ہے، عین گمراہی خیال کرتے ہیں (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۱۵۲ ص ۲۵۸)

[۲] - ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبیّ (ترمذی) فُضِّلْتُ علی الانبیاءِ بِسِتٍّ ۔ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ (مسلم)

چونکہ نسل انسانی کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کے لیے شیطانِ رجیم اور اس کے چیلے چانٹے یوم الحشر تک کارگاہِ ہستی میں اپنے کام میں لگے رہیں گے اور ہر طریقے سے ابلیسی نظام کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ لہٰذا دینِ مصطفویؐ میں بھی رسوماتِ باطلہ کا راہ پانا عین ممکن ہے اور اس کے تاریخی شواہد بھی موجود ہیں۔

عہدِ نبوّت، عہدِ صحابہؓ اور تابعین کے مبارک زمانے کے بعد آہستہ آہستہ حرص و آز کے پتلے مذہبی لبادہ پہن کر مخلصین اور راسخین کی صفوں میں آگھسے۔ میدانِ سیاست

لہ۔ اس تائیدِ الٰہی کا نتیجہ ہے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے ہی دن سے اختلافات کی بنیاد پڑ گئی اور پھر شخصی حکومتوں کے قیام۔ ملکی اغراض اور سیاسی مطامع کے فشار، عجمی اقوام اور عجمی تمدّن و رسوم کے اتباع اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ضعف سے روز بروز فتنہ و فساد میں ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ زوالِ بغداد اور عربی حکومتوں کے خاتمے کے بعد فتنہ و فساد کا ایک ایسا تباہ کن سیلاب تھا جو بنی اسرائیل پر بخت نصر کے تسلّط کی تباہی سے کسی طرح کم نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اسلام کی دعوت کا بیج اپنے اندر ایسی قوتِ نمو رکھتا تھا کہ پامال ہوتا تھا اور پھر ابھرتا تھا۔ حوادث و مصائب کے ہاتھ جس قدر اس کی شاخوں اور پتوں کو کاٹتے تھے، اتنی ہی اس کی قوّتِ نمو ابلتے ہوئے چشمے کی طرح اچھل اچھل کر بلند ہوتی تھی۔ فتنہ و فساد کی بادِ صرصر اگر اس کی شاخوں کو ہلا رہی تھی تو اللہ کا دستِ محکم اس کی جڑ کو مضبوط پکڑے ہوئے تھا۔ (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْن) زمین کے اوپر اس کے پتے جھڑ جھڑ کر گر رہے تھے۔ یہ سچ ہے کہ امم قدیمہ کی تمام تبدیلیاں اور گمراہیاں ایک ایک کر کے اس امت کو بھی پیش آئیں: کوئی گمراہی بنی اسرائیل اور مشرکین مکہ کی ایسی نہ تھی جس سے اشبہ گمراہیوں میں مسلمان مبتلا نہ ہوئے ہوں۔ مگر دینِ آخری کے بقا اور قیام کا یہ معجزہ تھا کہ ان میں کوئی ضلالت بھی اصل سرچشمۂ تعلیم کو مکدّر نہ کر سکی اور تحریف و تمسیخ اور حذف و اضافہ سے قرآنِ کریم ہمیشہ محفوظ رہا۔

(مضامین الہلال ص ۶۳ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم)

میں ملوکیت کے دلدادگان نے اسلامی جمہوری اقدار کو پائمال کرنا شروع کر دیا چونکہ پروردگار عالم کو خیر الامم کی بقا و احیاء منظور ہے لہٰذا قرنِ اول سے صالحین کی جماعت اور ہر صدی میں ایسی بزرگ ہستیاں منصۂ شہود پر جلوہ گری کرتی رہیں اور آئندہ بھی کرتی رہیں گی۔ جن کی ساعئ جمیلہ و مشکورہ سے دینِ اسلام کا چہرہ روشن اور تاباں رہے گا۔ اگرچہ اس موقعہ پر بھی بدعات، عقائد باطلہ اور رسوماتِ قبیحہ کا دور دورہ نظر آتا رہے گا جیسا کہ ادوارِ سابقہ میں حامیانِ دین کی اصلاحی سرگرمیاں اور ابالیس کی چیرہ دستیاں منظرِ عام پر آتی رہی ہیں۔

"آٹھویں صدی ہجری میں جبکہ مسلمانوں میں علم دین کے تنزّل و انحطاط کا بیج بارآور ہو چکا تھا، علامہ ابن تیمیہ کا پیدا ہونا اور ان کا علاوہ علوم و فنون میں درجۂ رسوخ و اجتہاد پیدا کرنے کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی راہ میں ہر طرح کے شدائد و مصائب کا گوارہ کرنا اور اپنے تلامذہ و متبعین کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کرنا جس میں علامہ ابن قیم جیسے اشخاص کا پیدا ہونا کس قدر تعجب خیز ہے۔"

"اس زمانے میں شیخ احمد سرہندیؒ کا ظہور ہوا، جو ایک غیر معروف گوشے میں بیٹھ کر لاکھوں دلوں کو اپنی صدائے رعد آسائے حق کا شیفتہ بنا لیتے ہیں اور احیائے شریعت و تجدید شعارِ اسلامی اور اعلانِ حق و امر بالمعروف کے لیے اپنے وجود کو یکسر وقف کر دیتے ہیں۔ پھر گیارھویں صدی کے اواخر اور بارھویں کے آغاز میں حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان نے امر بالمعروف کی تاریخ میں جو حیرت انگیز خدماتِ دینیہ انجام دی ہیں، محتاج بیان نہیں۔ علی الخصوص شاہ ولی اللہ کا وجود قدسی جو فی الحقیقت اپنے اندر الہام ربانی و فیضانِ الٰہی اور فطرتِ کاملہ و اقتباسِ انوارِ نبوت کی ایک مستثنیٰ

لہ لاتزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاہرین لا یضرہم من خذلہم حتیٰ یاتی امر اللہ (ترمذی)

- لاتزال من امتی ظاہرین علی الحق حتی یاتیھم امر اللہ وھم ظاہرون (متفق علیہ)

- ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابوداؤد، حاکم، بیہقی)

مثال رکھتا تھا۔ اس گیارھویں صدی کے اواخر میں قاضی شوکانی کا یمن میں ظہور اور احیاء سنّت اور رفعِ بدعت کے لیے سعیٔ مشکور احادیثِ مذکورہ بالا کی پیشن گوئی کے لیے ایک زندہ مثال کا حکم رکھتا ہے۔

سابقہ سطور کے مطالعہ اور تفحّص کی روشنی میں اب ہم حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ کا اصلاحِ رسوم اور احیاء سنّت کا عمل قدرے شواہد و ادلّہ سے پیش کرتے ہیں۔

رسالہ

تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ

اس رسالے میں مولانا رحؒ نے ابتدائے تحریر میں آیاتِ قرآنیہ سے اتباعِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیّت اور مخالفت کرنے والوں کے انجامِ بد پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے بعد اس تحریر کو ہدیۂ مسلمین کرنے کی غرض وغایت پیش کی ہے۔

برادرانِ عزیز! آپ کو اس مذکورۃ الصّدر عتاب سے بچا کر عند اللہ و عند الرسول سرخرو کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سچے تابع فرمانوں کی رسومِ صالحہ کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ سے مستدعی ہوں کہ مجھے اور آپ کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ قیامت کے دن دربارِ الٰہی میں سرخرو ہو کر پیش ہوں۔"

بچہ پیدا ہونے کا دن

بچہ پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے نہلا دھلا کر دائیں کان میں اذان اور

لہ۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (سورۃ النساء ۴: ۱۱۵)

بائیں میں اقامت کہنی چاہیے۔ اس کے بعد تحنیک[۱] مستحب ہے۔

عقیقہ کے احکام

احادیث نبویّہ[۲] سے عقیقہ کے احکام بتاتے ہیں اور پھر باقی ضروری امور کی وضاحت بھی احادیث[۳] مقدّسہ سے ہی پیش کرتے ہیں۔ گویا عہدِ حاضرہ میں عہدِ نبوی[ؐ] کی یاد کو زندہ کیا جا رہا ہے۔

اب علماء[۴] احناف کے اقوال ضمناً نقل فرماتے ہیں۔

ختنہ کے احکام

ختنہ کرنا مسلمانوں[۵] کا مذہبی شعار ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں:۔
"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خمسٌ مِنَ الفطرۃِ الاستحداد وَالختانُ وَقصُّ الشَّارِبَ ونَتفُ الابطِ وَتقلیم الاظفارِ"
اس موقعہ پر دعوت کرنا۔ اگر غیر مشروع کاموں (گانا، بجانا، سودی قرضہ اٹھانا، نام و نمود کے لیے دعوت کرنا) سے پرہیز کیا جائے، تو کوئی مواخذہ نہیں۔

---

[۱]:۔ عن عائشۃؓ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانَ یُؤتی بالصبّیان فَیبرّ لکُ علیھم وَیحنّکھُم (رسالہ ہذا ص۵) [۲] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغلامُ مرتھنٌ لعقیقتہٖ یذبح عنہُ یوم السابع وَیسمّٰی وَیُحلق عن غلام شاتانِ وَ عنِ الجاریۃِ شاۃٌ (رسالہ ہذا ص۶) [۳] وَعقّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسنِ بشاۃٍ وَقالَ یافاطمۃُ احلقی راسہٗ وَتصدّقی بزنۃِ شعرہٖ فضّۃً۔

[۴] عقیقہ مستحب ہے۔ اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودھویں دن۔ اگر اس دن بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن عقیقہ میں بھیڑ، بکری، دنبہ خواہ نر ہو یا مادہ سب جائز ہیں۔ گوشت کی تقسیم تین حصے کریں۔ ایک حصہ فقراء اور مساکین کو۔ دو حصے اپنے اور اپنے ہمسایوں اور رشتہ داروں پر خرچ کرے (رسالہ ھذا ص۸)

[۵]۔ رسالہ ھذا ص۹۔ مصنّفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

منگنی کے احکام

بچے کے کفو سے سب سے زیادہ دیندار اور خوش خلق لڑکے سے نسبت کرنا چاہیے۔
کسی رسم مہندی کی ضرورت نہیں۔ اگر باہمی گفتگو سے معاملہ طے ہو جائے تو یہی منگنی ہے۔
لڑکے اور لڑکی کی عمر کا تناسب بھی محفوظ رہے۔

سنت طریقہ کا نکاح

اب حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شادی کا ذکر فرماتے ہیں اور مسلمانوں کو باین الفاظ ہدایت کرتے ہیں "لڑکی کی رخصتی پر کسی قسم کا تکلف نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ رسول خدا نے حضرت فاطمہؓ کو ام ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علیؓ کے گھر بھیج دیا تھا۔ دیکھو یہ دونوں جہان کی شہزادی کی رخصتی ہے۔ جس میں نہ دھوم نہ دھام، نہ میانہ نہ پالکی نہ تکبیر وغیرہ۔

رسم تنبول خلاف شرع ہے پس اس رسم قبیحہ سے بچیں۔ بالخصوص جبکہ مسلمان اس ڈھنگ میں عموماً قرضہ سودی اٹھا لیتے ہیں"

اب رسالہ کے اختتام پر مال میراث کے متعلق شرعی احکام کا تذکرہ کرتے ہیں۔

"ہر مسلم کا فرض ہے کہ ان رسوم اسلامیہ کی خود پابندی کرے اور رشتہ داروں اور دوست احباب کو ان کی پابندی کی ترغیب دے اور جو ان رسوم کا لحاظ نہ رکھیں

لے۔ رسالہ ھذا صلہ۔ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

لے۔ احباب کو بلانا مسنون ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے نکاح پر حضرت انسؓ کو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جاؤ اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ اور ایک جماعت انصارؓ کو بلا لاؤ۔
لڑکی کا باپ خود نکاح کا خطبہ پڑھے تو بہتر ہے۔ اگر برات کو کھانا کھلا دے تو کوئی حرج نہیں مہر اوسط درجہ کا ہونا چاہیے، جہیز دینا مسنون ہے۔ رضا الٰہی مطلوب ہو۔ نام و نمود سے پرہیز کیا جائے۔ ولیمہ مسنون ہے۔ لیکن اس میں بھی رضا الٰہی پیش نظر ہو (رسالہ ہذا صلا)

توان لوگوں کی خلافِ شرع رسوم میں ہرگز شرکت نہیں کرنا چاہیے۔

آئمہ اہل سنت والجماعت کے ہاں میت کے مال کے چار حصے مندرجہ ذیل ہیں

ا۔ سنت کے مطابق کفن ودفن کے مصارف۔

ب۔ اس کے بعد قرضہ ادا کرنا۔

ج۔ اگر میت وصیت کر گیا ہو تو تیسرے حصہ مال سے ادا کرنا۔

د۔ قرآن حکیم کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق بقیہ مال وارثوں میں تقسیم کرنا۔

(رسالہ ہذا۔ ص۱۵)

رسالہ

شہادۃ النحاریر علی حرمۃ المزامیر

باجوں کی حرمت

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ ط (سورہ العمران آیت ۱۱۰)

یہ جریدہ از روئے شریعت باجوں کی حرمت پر مبنی ہے۔

عزیز بھائیو! غالباً کسی شخص کو اس میں شک نہیں ہوگا کہ باجہ بجانا دین نہیں بلکہ کھیل تماشا ہے[2]۔ اور اس امر پر فخر کرنا ہے کہ ہم دوسروں سے کم نہیں ہیں۔ اور باجے کے بغیر برات بے زینت ہے۔

---

[1] ۔ رسالہ ھذا ص۱ ۔ مصنف حضرت مولانا احمد علی صاحب۔

[2] ۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (الحدید ۲۰،۵)

بھائیو! باجہ بجوانا لغو ہے[1]۔ علاوہ ازیں دنیا کے نفع کی بجائے سراسر نقصان ہوتا ہے کیونکہ اپنی حلال کی کمائی میراثیوں اور بھانڈوں کی نذر کرنی پڑتی ہے اور لغو اس کام کو کہتے ہیں، جس میں نہ دین کا فائدہ، نہ دنیا کا۔

اس سلسلے میں مولانا کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

"بندہ[2] کہلوایا ہے، تو بندہ بن کر دکھاؤ۔ حکم شہنشاہی کے آگے سر جھکاؤ۔ اور اغراض نفسانی کے پورا کرنے کے لیے جو سرکشی کر رہے ہو۔ اس سے باز آجاؤ۔ ورنہ یوم الحساب[3] میں کیا جواب دو گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دنیاوی فرحت اور سرور عارضی پر دائمی راحت کو قربان کر بیٹھو۔"

اب مسئلہ مذکورہ بالا کی تائید میں احادیث نبوی اور اقوال فقہا سے استشہاد فرماتے ہیں۔ اس رسالہ کے اختتام میں علماء ہمعصر کی چودہ تصدیقات موجود ہیں۔

۱- صَوتَانِ مَلعُونَانِ فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ مِزمَارٌ عِندَ نِعمَۃٍ وَ رَنَّۃٌ عِندَ مُصِیبَۃٍ (حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی بروایت انس رض بزاز)

فِی ھٰذِہِ الاُمَّۃِ خَسفٌ وَ مَسخٌ وَ قَذفٌ (میری امت میں بعض لوگ زمین میں غرق ہوں گے اور ان کی صورتیں بھی مسخ ہوں گی۔ یہ عذاب تب ہوں گے جب گانے والی عورتیں اور آلات لہو (باجہ) ظاہر ہوں گے (ترمذی شریف)

۲- اِستِمَاعُ المَلَاھِی وَالتَّغَنِّی کُلُّھَا حَرَامٌ (مبسوط)

التَّغَنِّی وَالتَّصفِیقُ وَالطَّنبُورُ وَالبَربَطُ وَالدُّفُّ وَمَا اَشبَہَ ذٰلِکَ حَرَامٌ (نہایہ)

---

[1] رسالہ ھٰذا صفحہ: وَالَّذِینَ لَا یَشھَدُونَ الزُّورَ وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغوِ مَرُّوا کِرَامًا (سورہ آیت)

[2] وَاَمَّا مَن اُوتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَھرِہٖ ۙ فَسَوفَ یَدعُوا ثُبُورًا ۙ وَّ یَصلٰی سَعِیرًا ۝ اِنَّہٗ کَانَ فِیٓ اَھلِہٖ مَسرُورًا ۝

۵۳ - نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ! بلا شبہ گانا بجانا لہو ولعب ہے اور یہ حرام ہے - مرتکب اِن افعال قبیحہ وحرکات شنیعہ کے لا ریب فاسق وفاجر مرتکب کبائر مورد غضب جبّار ومستحق عذاب نار ہیں - نیز مبذّر ومسرف ہونے میں شک نہیں - لہذا بحکم قرآن حکیم اخوان الشّیاطین ہیں - مولیٰ تعالےٰ مسلمانوں کو اعمالِ حسنہ واعمالِ محمودہ کی توفیق دے اور ارتکاب منہیات سے بچائے
(بقلمہٖ وقالہٖ وبفمہٖ العبد المذنب ابوالبرکات حضرت مولانا سیّد سید احمد صاحب الحسنی الحنفی الرضوی الالوری المفتی القدیم فی بلدہ اکبرآباد)

۵ - مسئلہ مزامیر کے متعلق جو کچھ مجیب نے تحریر فرمایا ہے، بالکل صحیح ہے چنانچہ قرآنِ حمید میں ہے: لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا اور بعض فتاویٰ میں حدیث استماع الملاہی معصیت والجلوس علیہا فسقٌ والتّلذّذ بہا کفرٌ، منقول ہے - جس سے مزامیر کی حرمت صاف معلوم ہوتی ہے -
(حضرت مولانا عبدالعزیز مدرس شاہی مسجد لاہور)

۶ - فقال رجل من المسلمین یا رسول اللہ و متیٰ ذالک قال اذا ظہرت القیان والمعازف وشربت الخمور - (ترمذی ص۲۶۹ ج۲ - عن عمران بن حصینؓ)

رسالہ

اسلام میں نکاحِ بیوگان

اسلام کی ضیا پاشیوں کے باوجود بعض خاندانوں میں ہندوانی تہذیب کے اثرات پائے جاتے ہیں - یہ لوگ اپنی بیٹی یا بہن کے رانڈ ہونے پر اس کے عقدِ ثانی میں ارادۃً تساہل وتسامح سے کام لیتے ہیں، بلکہ اپنی غیرت اور اس بیچاری کی عصمت کا یہ نشان سمجھتے ہیں کہ اس کی دوبارہ شادی نہ کی جائے جس کے نتیجے میں ہزاروں طرح کی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں - لیکن اسلام دینِ فطرت ہے، لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ سوسائٹی کی

اس محرومہ ومظلومہ (بیوہ) کی دستگیری کی جائے اور اس دیوی کی تاریک اور اجڑی ہوئی کٹیا کو دوبارہ سہاگ کے چراغوں سے روشن کیا جائے۔

حضرت مولانا لاہوری محولہ بالا جاہلانہ ظلم وستم (بیوگان کا نکاح ثانی نہ کرنا) کے خلاف سخت احتجاج کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اس مسئلے کے متعلق مشیّت ایزدی اور رسالت کے فیصلوں سے آگاہ کر کے صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں:۔

" وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔

مفسّرین حضرات میں سے خازن اور صاحب مدارک وغیرہ نے وَالَّذِيْنَ[1] يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الخ کی تفسیر میں صاف لکھا ہے کہ جس عورت کا خاوند مرجائے تو وہ اپنی عدّت گزارنے کے بعد خطبہ کرنے والوں کے لیے بیشک اپنا سنگار بناؤ کرے۔

اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد گرامی پیش کرتے ہیں:

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله لا تنكح الايّم حتّى تستامر ولا تنكح البكر حتّى تستاذن ۔ قالوا يا رسول الله وكيف اذنها ۔ قال ان تسكت ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷۰ ۔ بخاری ۔ مسلم)[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نکاح گیارہ ہیں ۔ ازواجِ مطہّرات کے اسمارِ گرامی یہ ہیں :۔ حضرت خدیجہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت سودہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت زینبؓ بن جحش، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت صفیہؓ ۔ ان گیارہ پاک بیبیوں میں سے سوائے حضرت عائشہؓ کے باقی سب کا

---

[1] ۔ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (سورہ البقرہ ۲ آیت ۲۳۴)

[2] ۔ (متفق علیہ) [3] ۔ رسالہ نکاح بیوگان ص مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے دوسرا نکاح ہوا - آپ کی چار صاحبزادیاں ہیں -
حضرت زینبؓ ، حضرت رقیہؓ ، حضرت ام کلثومؓ ، حضرت فاطمہؓ - ان میں سے
حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کا نکاح دوبارہ حضرت عثمانؓ سے ہوا ہے -

حضورِ اکرمؐ کی سیرتِ پاک سے اپنے مضمون کی تائید میں ثبوت پیش کر کے فرماتے ہیں:
" اے مسلمانو! کیا محبوب سے محبّت کے یہی معنیٰ ہیں کہ اس کی طرزِ معاشرت کو
حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور خود بھی اس سے متنفر رہے - یا مُحبِّ صادق اس کو کہا
جاتا ہے ، جو محبوب کی ہر ادا پر فدا ہو - مسلمانو! خدا کے لیے ذرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم
کے ترازوئے اُسوۂ حسنہ میں اپنے ایمان اور اسلام کو ڈال کر اور پھر تول کر تو دیکھو کہ
اس کا کیا وزن ہے اور اس ایمان کے سونے کو کسوٹی پر ذرا گھس کر تو دیکھو کہ تمہارا
سونا کس بھاؤ کا ہے "

اب خصوصیّت سے بیوگاں کے قرابت داروں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:
" بھائیو! جہاں تم سے اور کاموں کی بازپرس ہوگی - وہاں ان بیوہ بے کس و بے
بس مستورات کے متعلق بھی سوال ہوگا - (کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مسئول
عن رعیتہ) اب آپ بیوگاں کے ورثاء سے سات سوال پوچھتے ہیں -

پہلا سوال : کیا تم نے فلاں بیوہ (بیٹی ، نواسی ، پوتی ، بہن ، بھانجی وغیرہ) کو خدا کے
حکم کی تعمیل کی ترغیب دلائی ؟

دوسرا سوال : اگر اس نے انکار کیا - تو کیا اس کا انکار دل سے تھا - یا رسمی ؟

تیسرا سوال : - کیا تم نے اس بے زبان پردہ نشین کے لیے پہلے کی طرح رشتہ تلاش کیا ؟

چوتھا سوال : اگر تم نے یہ پہلی تینوں باتیں نہیں کیں تو کیوں ؟ کیا تم نکاحِ ثانی کو
ذلّت و عار سمجھتے تھے ؟

پانچواں سوال : اگر تم میرے حکم کو ذلّت اور میرے رسولؐ کے طرزِ عمل کو حقارت

لہ - رسالہ ہذا صفحہ مصنّفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم -

کی نظر سے دیکھتے تھے تو تم خود ہی فیصلہ کرو کہ جب تم میرے مخالف رہے اور دنیا و مافیہا سے بڑھ کر میرے پیارے حبیب کے مخالف رہے تو اب تم سے دوستوں کا سلوک کیا جائے، یا دشمنوں کا ؟

چھٹا سوال: اس بے زبان بیوہ کے اخلاق کی حفاظت کا پھر کیا طریقہ سوچا؟

ساتواں سوال: اگر مجرّد رہنے کے باعث اس مظلومہ سے کسی غلطی کا ارتکاب ہوا تو تم ہی اس گناہ کا باعث بنے۔ لہٰذا تم کو کیوں اس سزا میں شریک نہ کیا جائے جو اس گناہ کرنے والی کو ملنے والی ہے "

"بیوہ بہنوں سے درخواست" کے ماتحت فرماتے ہیں۔ "عزیز بہنو! جب تم نے کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا ہے اور کفر کی تمام رسموں اور عاروں سے اپنے آپ کو نکال کر سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کا دامن پکڑا ہے تو کیا وجہ ہے ؟ کہ جب اللہ تعالےٰ نکاحِ ثانی کی اجازت بلکہ حکم دے اور رسولِ خدا اس پر عمل کر کے دکھائیں۔ (چونکہ ہمارے پہلے ہندوانہ مذہب میں عار سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے ہم اس سے پرہیز کریں) تو تم خود ہی انصاف کرو کہ تم نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کا ساتھ دیا یا کفر اور کافروں کا "

مذکورہ عبارت ایک طویل اور مؤثر نصائح کا مجموعہ ہے۔ جس میں سے ہم نے صرف چند فقرات نقل کئے ہیں۔ علماء ہمعصر نے اس رسالے کی افادیت پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے جو بنظرِ اختصار نقل نہیں کیا جاتا ہے۔

" مولانا کے ایک ایک لفظ میں دعوتِ حق کا پیغام موجود ہے۔ آپ نے نہایت احسن طریقہ سے بیوگاں کو (نکاحِ ثانی کی صورت میں) خوشنودیٔ پروردگار اور اتباعِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلّم کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ نے تبشیر و تنذیر کے تمام مواقع پیش کئے ہیں۔ آپ نے عزت و عصمت کی حفاظت اور خوفِ خدا کا واسطہ

لہ۔ رسالہ ہذا ص ۱۱، ۱۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

دے کر تجرّد کی زندگی کو معیوب، پرخطر اور مزلّۃ الاقدام قرار دیا ہے اور نکاحِ ثانی کو محافظِ اخلاقِ حسنہ ثابت کیا ہے۔

اگر پندے ز درویشے پذیری[1]
ہزار امّت بمیرد تو نمیری
بتولے رضؓ باش پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیر رضؓ بگیری

رسالہ

احکامِ شبِ براءت

مولانا رحؒ نے اس رسالے کی ابتدا میں بڑی تحقیق و تفحّص سے ثابت کیا ہے، کہ لیلۃِ مبارکۃ کے متعلق مفسرین حضرات کے دو[2] اقوال ہیں۔

چند آیاتِ قرآنیہ سے لیلۃ المبارکہ کا لیلۃ القدر مراد ہونا ثابت کرنے کے بعد مولانا رحؒ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات[3] گرامی متعلقہ بشبِ براءۃ نقل فرمائے ہیں۔

---

[1] - رباعیات "ارمغانِ حجاز" از علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ۔

[2] - اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ o (سورہ الدخان۔ آیت ۳) کی تفسیر میں مختلف تفاسیر مثلاً السراج المنیر، معالم التنزیل۔ البیضاوی۔ الجلالین میں سے مفسرین کے اقوال منقول ہیں۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ اس رات سے مراد لیلۃ القدر ہے اور بعض کی رائے ہے کہ اس رات سے مراد شبِ براءت ہے۔ بہرحال تحقیق یہی ہے کہ شب براءت کا ذکرِ خیر قرآن شریف میں نہیں ہے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات میں تفصیل سے موجود ہے۔

[3] عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا كَانَتْ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَهَا وَصُوْمُوْا یَوْمَهَا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْزِلُ فِیْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ اَلَا مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَهٗ اَلَا مِنْ مُبْتَلًی فَاُعَافِیَهٗ اَلَا كَذَا اَلَا كَذَا حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ (رواہ ابن ماجہ)

جن میں اس مبارک سعید رات کے فضائل، اسرارِ عظیمہ، احوال اور مسنونہ عبادات کا ذکر کیا ہے۔

احادیث کی نقل اور احادیث منقولہ کے مطالب و مفاہیم کو بالترتیب درج فرماتے ہیں۔ فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالےٰ کے اقوال متعلقہ بشب براۃ بھی شاملِ مضمون کرتے ہیں۔

رسالے کے شروع میں ایک سوال[1] ہے۔ اب اس کا جواب[2] تحریر فرماتے ہیں۔
اب شبِ برات پر چراغاں اور آتشبازی کو اسراف سے تعبیر کر کے اسراف کے معنیٰ بیان فرماتے ہیں:۔

"اسراف[3] لغت میں بے اندازہ اور لاف وگزاف کے طور پر خرچ کرنے کو کہتے ہیں یعنی جس خرچ میں نہ آخرت کی بہتری مقصود ہو اور نہ دنیا کا کوئی بھلا ہو۔ نہ رضائے الٰہی حاصل اور نہ کسی انسانی ضرورت میں صرف ہو۔ یہ نقص شبِ براۃ کے چراغاں اور آتشبازی میں پورے طور پر موجود ہے۔ خدا کے بندو! اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی سورۃ تکاثر میں فرماتے ہیں " ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ٥

دراصل مولاناؒ نے بدعت و لایعنی رسومات کے خلاف ہمیشہ ہی جہاد کیا اور احیائے سنّت گویا آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ اس پُرفتن زمانے میں خود آپ کی زندگی سُنّتِ سَنیّہ کی ایک زندہ جاوید مثال تھی۔ آپ اپنے لواحقین اور متبعین میں اسی مبارک روشِ حیات کو اپنانے کا پرچار کرتے تھے۔

---

[1] ۔ شعبان کی پندرھویں رات جس کو مسلمان شبِ برأت کہتے ہیں۔ اس کے متعلق اسلامی احکام کیا ہیں؟ اور موجودہ وقت میں جو کچھ مسلمان کرتے ہیں۔ دن کو حلوا پکی، رات کو چراغاں اور آتشبازی۔ آیا اِن چیزوں کا بھی ثبوت ہے؟ بیّنوا توجروا۔
[2] سوال کے پہلے حصے کا جواب گذشتہ سطور میں دیا جا چکا ہے۔
[3] ۔ رسالہ احکامِ شبِ براۃ ص ۱۳ ۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

رسالہ موسومہ تحفۂ معراج النبیؐ

قولہٗ تعالیٰ :۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ الخ

(سورہ بنی اسرائیل ۱:۱۷)

آغازِ تحریر میں خلاصۂ عقائدِ اسلامیہ اور فرقۂ ناجیہ کی راہِ عمل پر روشنی ڈالتے ہیں۔ بعدازاں چند عنوانات تجویز فرما کر ان پر بالترتیب تبصرہ کرتے ہیں۔ آپ کی عبارت میں کتاب وسنّت کے حوالے اور مفسرین حضرات کے اقوال بطورِ شواہد موجود ہیں۔

برادرانِ اسلام[1]! ہم خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک کے بندے ہیں اور سیّد المرسلین علیہ السلام کی امت ہیں۔ مذہب ہمارا اسلام ہے جس کا مجموعہ احکام قرآن ہے۔ اس کی شرح حدیثِ خیرالانامؐ ہے۔ سرورِ کائنات کا فرمان ہے کہ آپ کی اُمت میں تہتّر فرقے ہوں گے۔ بہتّر دوزخ میں جائیں گے اور ایک بہشت میں جائے گا۔ نجات پانے والے فرقے کی راہِ عمل وہی ہوگی، جس کا ذکر خلاصۂ عقایدِ اسلام میں آچکا ہے۔ وہ اس دائرے سے باہر نہیں جاتا۔ اپنی طرف سے کوئی ایسی چیز ایجاد نہیں کرتا، جس سے مقصدِ اسلامی فوت ہو۔ خصوصیاتِ اسلامی فنا ہوں اور حلقہ بگوشانِ اسلام میں افلاس آئے اور تفریق ہوجائے۔

چند عنوانات

معراج جسمانی ہوا یا روحانی[2]	بعض خلافِ شرح رسومات
معراج کا عقلی ثبوت	حدیث المعراج
روایاتِ معراج میں سالوں کا اختلاف	تحفۂ معراج
نتیجۂ اختلاف	وعید تارکِ تحفۂ معراج

---

[1] ۔ رسالہ تحفۂ معراج النبیؐ ص۲ ۔ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] ۔ 〃 〃 〃 ص۴ 〃 〃 〃 〃 〃

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور جسم مبارک دونو کو مکہ معظمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں کے اوپر حضور الٰہی جلّ شانہٗ وعزّ برہانہٗ میں پہنچایا گیا۔

(ا) وَالحقُ الّذی علیہ اکثر النّاس وَمعظم السلف وعامۃ الخلف من المتاخرین مِنَ الفقہاءِ وَالمحدّثین وَالمتکلمین انہٗ اُسریَ بروحہٖ وجسدہٖ صلی اللّٰہ علیہ وَسلّم وَیدُلّ علیہ قولہٗ سبحانہٗ وَتعالیٰ "سبحن الّذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً" وَلفظ العبد عبارۃ عن مجموع الروح والجسد (تفسیر خازن جلد ثالث)

(ب) رُوِیَ عن عائشۃؓ انّھا کانتْ تقولُ مَا فقدَ جسدَ النبی صلی اللّٰہ علیہ وَسلّم وَلکنّ اللّٰہ اسریٰ بروحہٖ وَالاکثرونَ علیٰ انّہٗ اُسریَ بجسدہٖ فی الیقظۃِ وَتواتراتِ الاخبار الصحیحۃ علیٰ ذالک (معالم التنزیل)

(ج) وَالاکثر علیٰ انّہٗ اُسریَ بجسدہٖ الیٰ بیت المقدّس ثُمّ عُرِجَ بہٖ الی السّمٰوٰتِ حتّٰی انتھی الی سِدرَۃِ المنتھٰی وَلِذالک تعجّب قریشٌ وَاستحالوہٗ (بیضاوی شریف جلد اوّل)

(د) آپ کو ایک رات مسجدِ اقصیٰ کی سیر کرائی گئی جس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور جہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو لے جانا چاہا۔ وہاں تک آپ پہنچے۔ یہ واقعہ آپ کے جسمِ مادی کو بحالتِ بیداری پیش آیا لیکن اس کا ظہور ایک ایسے موطن میں ہوا۔ جس کو عالمِ مثال (عالمِ روحانی) اور عالمِ شہادت (عالمِ مادی) کا برزخ کہنا چاہیے۔ جہاں کہ دونو کے احکام ملے جلے ہوتے ہیں۔ اس آمیزشِ احکام کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسدِ ظاہری پر روح کے احکام جاری ہوتے ہیں اور روحِ معانی روحیہ کو اجسامِ مادیہ کی صورت میں تمثّل حاصل ہوتا ہے۔

ملکیّت کے انوار آپؐ پر غالب آگئے اور اسی میں یہ استعداد پیدا ہو گئی کہ خطیرۃ القدس سے جو انوار اور علوم اس پر فائض ہوں وہ ان کو قبول کرے۔ بیت المقدس میں آپ کو لے جانے کا راز یہ ہے کہ وہ شعائر اللہ کے ظہور کی جگہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا وہ مطمحِ نظر اور مرکزِ توجہ رہا ہے اور ملاءِ اعلیٰ کے ملائکہ کرّوبیّین کی توجّہ ہمیشہ

اِس پر مبذول رہی اور رہتی ہے ۔ بالفاظِ دیگر وہ اس عالم مادی میں عالم ملکوت کا دریچہ ہے (حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم ۱۹۰ اسریٰ کے تفصیلی واقعات ۱۹۰ شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم)

اس سلسلے میں بعض حضرات نے نہایت نکتہ آفرینی اور دقیقہ رسی سے کام لیا ہے اور اس کے لیے تاریخ و سیر سے شواہد پیش کئے ہیں۔

اختلافِ روایات بلحاظِ سنون و شہور پر حضرت مولانا تاریخی واقعات پیش کرتے ہیں اور فتح الباری اور عینی (شرح بخاری شریف) کے سولہ حوالہ جات نقل فرماتے ہیں۔

مولانا بعدازاں خلافِ شرع رسوم کی نشاندھی کرتے ہیں، جو کہ معراج النبیؐ کے موقعہ پر جہلا میں مروّج ہیں۔ حدیث بمتعلقہ معراج شریف بھی نقل کی گئی ہے اور

۱؎ ۔ لیکن حضور اکرم چونکہ سرورِ انبیاء اور سیدِ اولادِ آدم تھے ۔ اس لیے اس حظیرۃ القدس اور بارگاہِ لامکاں میں آپؐ کو وہاں تک رسائی حاصل ہوئی ۔ جہاں تک کسی فرزندِ آدم کا قدم اس سے پہلے نہیں پہونچا تھا اور وہ مشاہدہ کیا، جو اب تک دوسرے مقربانِ بارگاہ کی حدِ نظر سے باہر تھا (سیرۃ النبی حصہ دوم ۲۹۵ سید سلیمان ندوی مرحوم)

خبر ملی ہے یہ معراجِ مصطفےٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں (علامہ اقبال)

دوسری جگہ علامہ اقبالؒ نے "یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان الخ" سے حضور اکرمؐ کے معراج جسمانی کی دلیل پکڑی ہے۔

۲؎ ۔ پنجاب میں شبِ معراج شریف ستائیسویں رجب کو منائی جاتی ہے۔ دن کو حلوہ، پلی پکایا جاتا ہے۔ رنگین کاغذوں کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ رات کو آتش بازی چلائی جاتی ہے۔ مٹی کی چھوٹی چھوٹی رکابیوں پر رنگین کاغذ منڈھے جاتے ہیں، جن میں چراغ رکھ کر رات کو چراغاں کیا جاتا ہے پنجابی میں اس رسم کو کول جلانا کہتے ہیں۔ جو شخص ان رسموں کی مخالفت کرے انہیں وہابی کا لقب دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ رسوم فضول ہیں اور اسراف و تبذیر کا باعث ہیں جو شرعاً حرام ہے۔ (رسالہ تحفۃ المعراج ہذا ۱)

اس کے بعد تحفۂ[1] معراج (نماز) کے موضوع پر نہایت بلیغانہ انداز میں چند معنی خیز سطور پیش کرتے ہیں۔

رسالہ

تحفۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2]

قولہ تعالیٰ:۔ اِنَّ فِیۡ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوۡمٍ عٰبِدِیۡنَ ۝ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝

(سورۃ الانبیاء ۲۱ آیت ۱۰۶، ۱۰۷)

"برادرانِ ملت! وہ کونسا کلمہ گو ہے، جسے خیر الخلائق سید البشر خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر فخر نہیں؟ ہر مسلم حضور سراپا نور کے وجود باجود کو ابر رحمت خیال کرتا ہے بہی نہیں۔ بلکہ آپ رحمۃ للعلمین ہیں۔"

"مسلمانوں کو حضور سراپا نور کے ظہور کی خوشی اس لیے ہے کہ آپ کی برکت سے انہیں وہ آبِ حیات ملا جس سے وہ دنیا میں مردہ قوم سے زندہ قوم بن گئے۔ ذلیل سے عزیز قوم بن گئے۔ مفسد سے مصلح بن گئے۔ راہزن سے محافظِ راہ بن گئے۔ چور سے پاسبان بن گئے۔ بداخلاق سے بااخلاق بن گئے۔ بدامن سے امن پسند اور غیر متمدن سے متمدن اور بت پرست سے خدا پرست بن گئے۔"

مولانا اس کے بعد بعثتِ نبوی سے ما قبل حالات پر تبصرہ فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

---

[1] روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ رسولِ خدا بارگاہِ ایزدی سے پانچ وقت کی نمازوں کا تحفہ لائے ہیں لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ تحفہ اور تبرک جو رسول پاک لائے ہیں اس کو قبول کرے اور اس تحفۂ معراجیہ کو تادمِ لحد ہاتھ سے جانے نہ دے۔ جو شخص اس تحفہ کو قبول نہیں کرتا گویا وہ معراج شریف کی برکتِ آسمانی سے محروم رہنا چاہتا ہے اور حضور انور کا وہ ہاتھ جو اپنی امت کے ہر کلمہ گو کو تحفۂ معراجیہ دینے کے لیے بڑھا ہوا ہے اس سے تحفہ لینے سے انکار کر رہا ہے (رسالہ تحفۂ معراج ص۱۵ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم)

[2] رسالہ تحفۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

"جب[1] دنیا ایک ظلمت کدہ تھی اور مذہبی مقتدا خود اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے۔ نظامِ عالم کو جس جامع ہادی کی ضرورت تھی۔ ان تمام خوبیوں کا حامل عالمِ تقدیر میں سیّد المرسلین خاتم النبیّین شفیع المذنبین کا وجود باجود تھا۔ اس لیے دستِ قدرت نے قرعۂ فال بنامِ فخر الاولینؒ والاخرین فداہ ابّی واُمّی ہی نکالا۔"

اب فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا کیا فرض ہے:

"اُمّتِ محمّدیہ[2] علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کے ہر فرد پر لازم ہے کہ ان کمالاتِ محمّدیہ کا مظہر و مترجم بنے۔ اسی حالِ محمّدیؐ کو سب سے پہلے اپنا حال بنائے اور بعد ازاں اس قول وفعلِ محمّدیؐ کو اپنا فرض قرار دے۔"

مولانا اب سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض اربعہ کی تشریح وتوضیح بیان فرماتے ہیں، جن پر نصوصِ قرآنیہ دال ہیں:

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ"

(سورہ الجمعۃ ۶۲- آیت ۲)

۱- فرضِ اوّل یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ۔ تلاوتِ مسنونہ کے دو جزو ہیں۔ الفاظ کا دہرانا اور معانی کا سمجھنا۔ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کا حق صحیح تب ہی ادا ہوسکتا ہے کہ پڑھنے والا دونوں کا لحاظ تام کرے۔ بے شک قاعدۂ شرعی ہے کہ ہر ایک حرف تہجی قرآن کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ لیکن ایک پارہ تلاوت کرنے والا اپنی جہالت علمی کے باعث بازار یا دفتر میں جاکر عملی مخالفت کرتا ہے اور روزانہ تلاوت کے باوجود فاسق رہتا ہے۔ لہٰذا معنی سمجھ

---

[1] قولہٗ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ (التوبۃ ۹ آیت ۳۴)

[2] رسالہ تحفۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ۔

کر پڑھنے والا اگر ایک رکوع کی تلاوت کرتا ہے تو وہ تھوڑے دنوں میں انشاء اللہ تعالےٰ اعلیٰ درجے کا پرہیزگار بن جائے گا۔

۲۔ تزکیۂ تصوّف: طرائق اربعہ نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی کے ذریعے سے جو تزکیہ کرایا جاتا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کے دل میں محبت الٰہی کا ذوق اسی طرح غالب ہو جائے جس طرح محبّ و محبوب کا تعلق ہوتا ہے۔

۳۔ فرضِ سوم: وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ۔ معلّم قرآن میں اس استعداد کا ہونا ضروری ہے۔ جس سے متعلّمین کے شکوک و شبہات رفع ہوں اور ان کا دل کتاب اللہ کے معانی کے علاوہ مصالح و حِکَم سے بھی روشن ہو۔ اور ان کے قلوب میں کتاب اللہ کے حقائق و معارف سے منزّل کتاب جلّ مجدہٗ وعزّ اسمہٗ کی عظمت و رفعت کا سکّہ بیٹھ جائے اور اس کتاب پاک کی تعلیم ربّانی کا وہ نشہ ان پر چڑھے کہ جب تک ساری دنیا کو پیغامِ حق پہنچا نہ لیں، چین نہ آئے۔

۴۔ فرضِ چہارم تعلیمِ حکمت: حکمت کے معنی دانش ہے یعنی مقاصدِ قرآنِ حکیم پڑھانے کے بعد درسگاہِ نبوی سے صحابہ کرامؓ کو وہ فہم و دانش اور عقل و شعور سکھایا جاتا تھا کہ وہ دنیا بھر کے بہادر جرنیلوں سے بڑھ کر بہادر جرنیل تھے۔ دنیا بھر کے علماء سے بڑھ کر وہ بڑے عالم تھے۔ دنیا بھر کے منصفوں سے بڑھ کر عالی دماغ منصف تھے۔ دنیا بھر کی منظّم فوجوں سے بڑھ کر وہ منظّم فوج تھے۔ سپاہیوں سے بڑھ کر فرماں بردار سپاہی تھے۔ دنیا بھر کے مبلّغین سے بڑھ کر وہ مبلّغ تھے۔[۱]

اب آخری عرضداشت کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔ ہر کلمہ گو کا فرض[۲]

---

[۱] رسالہ تحفۂ میلاد النبی ص ۹۰ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

[۲] " " " " " ص ۱۱ " " " "

ہے کہ سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اور ہر دن کے چوبیس گھنٹے اور ہر گھنٹے کے ساٹھ منٹوں میں حکمتِ میلادالنبیؐ کو اپنا حال بنائیے۔ اور دوسرے بنی نوع انسان کو اس نعمتِ عظمیٰ کی شرکت کے لیے دعوت دیتا رہے۔ رسالہ کے اختتام پر موجودہ مجالسِ میلاد کی چند رسومات کی نشاندھی فرما کر ان سے اجتناب کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

رسالہ مالِ میراث میں

حکمِ شریعت اور اختیارِ رواج کی سزا

سوال: ترکہ میّت میں شرعِ محمّدی سے انکار کر کے رواج کے مطابق مال تقسیم کرنے والوں کی شریعت محمّدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کیا سزا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: مولانا نے مذکورہ بالا سوال کا جواب باصواب دینے سے پہلے مذہبِ[1] اسلام مسلمان، کافر اور فاسق کی دینی نقطۂ نگاہ سے تعریف بیان فرمائی ہے۔

---

[1] (ا)۔ وہ مذہب جس میں تمام وہ احکامِ الٰہی صحیح و سالم بلا کم و کاست موجود ہیں جو کہ سیّدالمرسلینؐ پر نازل ہوئے تھے (ب)۔ مسلمان وہ ہے جو اس بات کو تسلیم کرے کہ مذہبِ اسلام کے مجموعہ احکامِ الٰہی کو سچا مانتا ہوں اور انہی کو اپنی زندگی کا دستورالعمل بنائے رکھوں گا۔ (ج) جو شخص مجموعۂ کلامِ الٰہی (جنہیں قرآن مجید یا ارشاداتِ نبوّیہ میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔) یا بالبعض احکام ربانی کے ماننے یا ان کو اپنا دستورالعمل بنانے کا منکر ہو اس کو کافر کہا جاتا ہے۔ (د) جو شخص زبان سے احکامِ الٰہی کی حقانیت ماننے اور عملی جامہ پہنانے کا منکر نہ ہو لیکن حرصِ مال یا حبِّ جاہ یا خواہشاتِ نفسانی میں غرق ہونے کے باعث احکامِ الٰہی کو عمل میں نہیں لاتا اس کو فاسق کہا جاتا ہے۔ (رسالہ میراث ص۱۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

اب آپ شریعت سے انکار کر کے رواج پر فیصلہ کرنا کرانا کفر قرار دیتے ہیں[1] - اور زبانی انکار کی بجائے عملی انکار کو عصیان سے تعبیر کرتے ہیں ، جس کی سزا دوزخ ہے۔"
مولانا فرماتے ہیں :-

"برادرانِ ملت ! اگر زبانی اقرارِ شریعت کرنے کے باعث ہم حکم کفر سے بچ بھی گئے - لیکن عملاً انکار کرنے کی وجہ سے دوزخ میں جا گرے تو ہم نے گویا حقیقت اسلام کو نہ پایا ، بلکہ اپنی بدکرداریوں کے باعث سید المرسلین صلعم کے پاک دامن پر بدنما داغ لگا ہی دیا کہ محمدی صلعم کہلا کر دوزخی ہے۔"[2]

اس کے بعد مولانا ارشاد کرتے ہیں کہ اگر میت خلاف شرع تقسیم میراث کا فیصلہ کر گیا ہے تو ورثار کا حق ہے کہ اسے موافق شرع کر دیں اور یہ کوئی جرم نہیں۔

اب آپ تارکین شریعت یعنی رواجی مسلمانوں کے دیگر اعمال صالحہ کے مردود ہونے کا خطرہ پیش کرتے ہیں۔ انسان خواہ کتنا ہی مصیبت زدہ کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر اس کی خوراک[3] و پوشاک اور تربیت مالِ حرام سے ہوئی ہے تو اس کی دعا بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔ اس کی خیرات[4] بھی نامقبول ہے -

---

[1] - وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (النور ۲۴ - آیت ۴۷، ۴۸)

[2] - رسالہ میراث ص۶ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[3] - قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اَلرَّجُلُ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَهٗ اِلَى السَّمَاءِ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ (رواہ مسلم)

[4] - قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا (الترمذی)

[5] - رواجی مسلمان چونکہ وہ کام کرتا ہے جس سے اس کا ذاتی نفع ہو اور دوسرے افراد کو نقصان پہنچے۔ اس لیے قانونِ معاشرتِ انسانی بزبانِ حال اس پر نفرین و غضب کا اظہار کر رہا ہے (اگلے صفحہ پر)

اب شریعت کو ترک کر کے رواج پر عمل کرنے کے معاشرتی نقائص گنواتے ہیں۔ اور انجام کار رواجی مسلمان پر پانچ[1] دفعات لگا کر مجرم ثابت کرتے ہیں۔

دینی حلقوں میں اس رسالے کو بڑی عزّت اور اہمیّت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور کئی علماء کرام کی تصدیقات و تقریظات اس کے اختتام پر درج ہیں سب حضرات کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مولانا نے معاشرتی نقائص اور اس کے بُرے نتائج و عواقب کو نہایت مناسب وقت اجاگر کیا۔ اگر مسلمان اس رسالے کے مضامین پر عمل پیرا ہو جائیں تو کئی قسم کے روحانی امراض اور بداخلاقیوں سے نجات حاصل کر لیں۔

رسالہ

فوٹو کا شرعی فیصلہ

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کی دقیقہ رس نگاہوں سے عامۃ النّاس کے خلافِ شریعت اعمال، رسوماتِ قبیحہ اور عاداتِ شنیعہ اوجھل نہیں رہ سکتے تھے۔ آپ کو اصلاحِ احوال تہذیب معاشرہ، تزکیۂ نفوس اور ہر لحاظ سے احیائے سنّت کا بے پناہ جذبہ ہمیشہ

(بقیہ پچھلا صفحہ) ب۔ بہنوں کی حق تلفی۔ بہنوں کے دلوں سے بددعا نکلتی ہے۔ رواجی مسلمانوں کو مظلوم بہنوں کی دل آزاری سے ڈرنا چاہیے۔ بھانجے بھی ماموں صاحب کے ظلم کے باعث اس سے نفرت کریں گے۔

ج۔ بہنوئی بھی بددعائیں دے گا۔

د۔ اس ظالم بھائی کی اس ناشائستہ حرکت پر بہنوئی کا سارا خاندان بلکہ ہر منصف مزاج عقلمند اظہارِ نفرت کرے گا۔ علاوہ ازیں وہ اخلاقِ حمیدہ سے بھی محروم ہو جائے گا۔ (رسالہ میراث ص۲۲)

[1] دوسری جگہ فرماتے ہیں: (الف) اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے۔ (ب) رسولِ خدا کے دین کا دشمن ہے۔ (ج) قرآن مجید سے عناد رکھتا ہے (د) قانون معاشرتِ انسانی کا بیخ کن ہے (ط) اپنی خبیث روش سے اخلاقِ حمیدہ کا خون کر رہا ہے۔ (رسالہ میراث ص۲۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

بے چین اور بیدار رکھتا تھا۔ سیئات کے اسباب و محرکات کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ان کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے وسائل پر غور و فکر کرتے ہیں اور پھر نہایت پامردی سے اپنی منزل کی طرف قدم اٹھاتے۔ آپ علمار ربانی میں سے ایک فعال شخصیت، ایک باعمل عالم اور ایک انقلابی مفکر کی حیثیت کے حامل تھے۔

مولانا مذکورہ بالا چھوٹے سے رسالے کے آغاز میں فرماتے ہیں:۔

"برادرانِ اسلام! خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک کی ہدایات سے منہ موڑنے اور اسوۂ سید المرسلین کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ مسلمان اپنے دنیا اور آخرت کے مفاد سے بے خبر ہیں۔ واقعی یہ نتیجہ نکلنا ہی چاہیے تھا۔ کیونکہ عالم الغیب والشہادۃ کا اس جرم کے متعلق آج سے تیرہ صدیاں پہلے یہ اعلان ہو چکا ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (سورہ حشر ۵۹ آیت ۱۹)

اب آپ تصویر کشی کے نقائص شمار کرتے ہیں:

قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اس مرض[۲] میں مبتلا ہوئی اور بالآخر خدا تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے پانی بھیج کر انہیں غرق کر دیا۔ اس قوم کے بت[۳] دراصل اللہ تعالیٰ کے بعض صالحین بندے تھے، جن کی تصویریں بنا کر

---

[۱] "فوٹو کا شرعی فیصلہ" ص۲۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[۲] ۔ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ (سورہ نوح ۷۱ آیت ۲۳)

[۳] ا۔ وَلَا تَذَرُنَّ هٰؤُلَاءِ خصوصًا قیل هی اسماء رجال صالحین کانوا بین آدم و نوح علیهما السلام فلما ماتوا صوروهم تبرکا بهم فلما طال الزمان عبدوا الخ (تفسیر بیضاوی)

ب۔ یہی چیز ہے، جس کو تمام اقوام متمدنہ نے مشاہیر پرستی سے تعبیر کیا ہے۔ انسان کی اہل عالمگیر غلطی یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اس کی روح کے لیے اختیار کرتا ہے لیکن آگے چل کر رفتہ

یہ لوگ پوجا کرتے تھے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی، کہ جو امراض یہود و نصاریٰ میں پیدا ہوئے تھے وہی امراض مسلمانوں میں ضرور رونما ہوں گے۔ چنانچہ مرض سابق یعنی صالحین کی تصویر کشی کا مسلمانوں میں رواج ترقی کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں اپنے مرشد کی تصویر قرآنِ حکیم میں رکھی جاتی ہے۔ قرآن مجید کھولنے کے بعد سب سے پہلے مرشد کے فوٹو کو آنکھوں سے لگایا جاتا ہے۔ بعدازاں قوم کے لیڈروں اور بعض مخلص احباب کے فوٹو تعظیماً دیواروں پر آویزاں کیئے جاتے ہیں۔

اب مولانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پیش کرتے ہیں، جو تصویر کشی کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تصاویر کا ذکر کرتے ہیں بعض مستثنیات کا بھی آپ نے اندراج فرمایا ہے۔ فوٹو کے باعث اخلاقی اور اقتصادی نقصانات کا ذکر بڑی شد و مد سے کرتے ہیں اور اس رسم بد سے نجات حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ فرمایا:۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا:۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں سب سے زیادہ مستحق

(بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ) اس کے جسم ہی کی پرستش کرنے لگتا ہے۔ مشاہیر و اسلاف پرستی کا اصل مقصد تو اعمالِ حسنہ کی یاد تھی لیکن نتیجہ بالعموم یہ نکلا کہ اعمال کی یاد مٹ گئی اور محض انسانوں کی شخصیتوں اور ناموں کی پوجا ہونے لگی۔ ہر شخص محض رسوم و اسماء کی عظمت و پرستش پر ہی قانع ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مشاہیر پرستی لیسا اوقات دنیا میں بت پرستی کا ذریعہ ثابت ہوئی اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ اعمال کی جگہ افراد و اسماء کی پرستش محض نے دو تین نسلوں کے بعد انسان کو بت پرستی تک پہنچا دیا۔

(شہادتِ حسینؓ، اجلاسِ عام۔ کلکتہ۔ دسمبر ۱۹۲۱ء مولانا ابوالکلام آزادؒ)

لہ۔ فوٹو کا شرعی فیصلہ صلا۔ مولانا احمد علی مرحوم۔

عذاب کے، تصویریں کھینچنے والے ہیں (رواہ البخاری - باب عذاب المصورین یوم القیامۃ ص۸۴۲)
خود سید المرسلین کے حکم سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام
کی تصویروں کو حضرت عمرؓ نے محو فرمایا۔

مستثنیات: مثلاً مروّج سکے یا نوٹ پر تصویر ہے۔ فن ڈاکٹری یا انجینئری میں
تعلیم پانے والے طلبۂ کے لیے تصویر کشی کی قلمی مشق لازمی ہے۔ اور بھی مجبوری کی
صورتیں ہیں۔ جیسے پاسپورٹ۔ لہٰذا ان مجبوریوں میں حرمت تو ان اشیاء کی ویسی
ہی رہے گی۔ البتہ اضطرار کے باعث عفو کی امید ہے۔

"رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ ص۱۱ پر یوں فرماتے ہیں "حیا ایسا خلق ہے، جو
فطرت انسانی کا خاصہ ہے۔ آجکل بڑے بڑے شہروں میں شارع عام، دوکانوں
اور گھروں میں دیواروں پر ایسے گندے، فحش اور بے حیائی کے عملی پروپیگنڈا کرنے
والے فوٹو آویزاں ہوتے ہیں۔ ننگی عورتوں کی تصاویر۔ اور ادھر شہری بھائی ہیں کہ شوق
سے دیکھتے ہیں۔

بے حس و غافل مسلمانو! تم نے کبھی سوچا کہ تمہاری تفریح طبع سے ہندوستان
کا کتنا روپیہ برباد ہوتا ہے۔ ہندوستانی بھوکوں کے پیٹ کاٹ کر غیر ممالک میں پہنچاتے ہو۔
فوٹو کی مشین، رنگ، کاغذ، شیشہ، بلکہ چوکھٹے کی لکڑی بھی باہر سے آتی ہے۔ خدا کے
لیے اپنے تنگدست، فاقہ مست، مصیبت زدہ بھائیوں اور ان کی معصوم اور افلاس زدہ
صورتوں سے بھی تمہاری روشن خیالی اور بیدار مغزی میں اضافہ نہیں ہوتا ہے"

المختصر۔ مولانا نے قرآنی دلائل اور حضور اکرمؐ کے امتناہی فرامین پیش کر کے
اپنے رسالے کو مدلل بنایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ مرض آخر شرک میں جا کر منتج
ہوتا ہے۔

اس رسالے پر کچھ تصدیقات ہیں۔ ہم فقط دو کو ہی حوالہ قلم کرتے ہیں۔
۱۔ تصویر کا کھچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے۔ یہ میری سخت غلطی تھی
کہ تصویر کھچوائی تھی اور "الہلال" کو باتصویر نکالا تھا۔ میں اب غلطی سے تائب

ہو چکا ہوں"۔ (مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم ص۱۱۔ رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ" مصنفہ مولانا احمد علیؒ
۵۔ احقر نے یہ رسالہ دیکھا الحمدللہ! کہ جناب مؤلف نے ایک ضروری مسئلہ جو روزمرہ پیش آتا ہے اور اس میں ہر طرح سے تہاون ہو گیا ہے، پورا صحیح اور درست اور احادیث صحیحہ سے بقدرِ حاجت ثابت کر دیا"۔
("اسوۃ المحققین حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری۔ رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ ص۱۴")

آخری عنوان، پیغامِ بیداری

آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ "اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عنایت فرماتا ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "علماء امت وارثانِ منصبِ نبوت ہیں"۔

ان احادیث کا راز یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی کسی شخص پر نظرِ عنایت خاص ہوتی ہے اور وہ تدبیرِ الٰہی کے ظہور میں آنے کا آلۂ کار ہوتا ہے تو اندریں حالات صورتِ حکمتِ بالغہ کا اقتضاء یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص ہر طرح سے رحمتِ الٰہی کا مورد ہو۔ اور ملائکہ کو اس کے ساتھ محبت رکھنے اور اس کا احترام کرنے کا حکم دیا جائے جیسے کہ اس حدیث میں ہے۔ جس کا ملخص دو حرفوں میں یہ ہے کہ جب کسی بندے پر اس کی نگاہِ لطف ہوتی ہے تو پھر وہ جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی اس سے محبت کرو۔ اس کی تقلید میں دوسرے ملائکہ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں جس کے بعد اس کو زمین میں مقبولیتِ عام حاصل ہوتی ہے"۔

آگے علماءِ دین کے فرائض کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو عنایت کی وہ نظر جو آپ پر مبذول رہتی تھی، حفظِ ملت کی غرض سے حاملانِ دینِ متین اس کے مستحق قرار دئے گئے۔ جو آپ کی ہدایت کو

۱۔ حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم ص۶۲ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم۔

لوگوں تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ اس سے بڑے بڑے فائدے ظہور میں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ اس شخص کو ترو تازہ رکھے جس نے میرا قول سنا، اس کو اچھی طرح سمجھا اور یاد رکھا اور پھر اس کو دوسروں تک بعینہٖ اسی طرح پہنچا دیا۔ جس طرح کہ اس نے سنا۔"

مذکورہ بالا عبارات اور احادیثِ مقدسہ کے پیش کرنے کا مقصدِ وحید یہی ہے کہ علمارِ ربانی مناصبِ نبوّت کے تمام امور کو شام و سحر پوری تندہی سے ہر جگہ اور ہر زمان میں سرانجام دیتے رہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ ابلاغ و دعوت اصلاحِ احوال اور تزکیہ نفوس جاری رہے گا اور اس گروہ کو ازل سے تائید ایزدی حاصل ہے۔

اب ہم حضرت مولانا احمد علی مفسّرِ قرآن کے مخصوص دائرہ عمل پر نظر ڈالتے ہیں آپ اپنے عہد میں لاہور جیسے مرکزِ تہذیب و تمدّن میں احکامِ قرآنیہ اور ارشاداتِ مصطفویہ کی نشر و اشاعت کے لیے ایک منفرد ادارہ کی حیثیت رکھتے تھے اور اپنی خوابیدہ قوم کو پیغامِ بیداری دیتے رہتے تھے۔

درس و تدریس کی شبانہ روز مصروفیات کے باوجود آپ خلوت میں بیٹھ کر مسلمانانِ ہند کی بدحالی۔ افلاس، زوال پذیری و نکبت جہالت اور انگریز پرستی پر غور کر کے خون کے آنسو بہاتے رہتے تھے۔ آپ کی نظروں کے سامنے مسلمان گرانمایہ متاعِ نبویؐ (کتاب وسُنّت) کو ضابطہ حیات تسلیم کرنے سے عملی طور پر انکاری تھے۔ ہر موقعہ پر رواج پرستی جو تمسک بالقرآن کے جذبہ کے سراسر خلاف ہے، مسلمانوں کا شعار بن چکا تھا۔ آمّتِ مسلمہ کا قرآنِ حکیم سے یہ اعراض ان کی دنیوی و اُخروی ہلاکت پر منتج ہو رہا تھا اور سچے مصلحینِ ملّتِ اسلامیہ اپنے اپنے مراکز میں اپنی خوابیدہ قوم کو پیغامِ بیداری دیتے رہتے تھے۔

رسالہ پیغامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا آغاز جریدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

"برادرانِ اسلام! آج ہم مسلمانانِ ہندوستان جن گوناں گوں مصائب و آلام کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ مذہب اسلام میں ان کا علاج تلاش کریں۔ جس کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ وہ کامل اور مکمل ہے۔ ہر گمراہ کا رہنما، ہر مغموم کا غم خوار، ہر ملّت مجروح کے لیے شفاء مرہم ہے، ہر مسموم کے لیے تریاق ہے، ہر بے کس کا فریاد رس ہے۔"

مسلمانوں کی بدحالی اور غیر اقوام کے حملے کہیں شدھی کی آندھی چل رہی ہے کہیں سنگھٹن کا حربہ تیز کیا جارہا ہے کہیں سود در سود کے شکنجے میں پڑے ہیں اور ادھر فرنگی کی ہندو نواز حکومت ہندو سے ایک دفعہ بھی نہیں پوچھتی کہ تم نے پچاس روپے دے کر تین سو کہاں سے بنا لیے۔"

مولاناؒ ہماری بدقسمتی کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ باوجود مصائب و آلام کا شکار ہونے کے ہم باہمی مناقشت اور فرقہ بندی کو ہوا دے رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ واضح ہے کہ ہماری

ك‍ - ان ہنگاموں اور داخلی تنازعوں میں مصروف ہو کر انھوں نے ان علوم کے کھوج نکالنے سے کوتاہی کی جو ابھی تک ان کے دائرہ تحصیل سے باہر تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ حاصل کردہ علوم و فنون کے مدارج ترقی کو طے کرنے سے قاصر رہ کر ان کو آہستہ آہستہ بھول گئے۔ ان حالات میں غربت و افلاس کا پیدا ہونا لازمی تھا۔ افلاس و فقر کی وجہ سے مسلمانوں کی قوت میں ضعف اور ان کے نظام اجتماعی میں کمزوریاں پیدا ہوئیں اور اُمراء و سلاطین کے باہمی تنازعات نے مسلمانوں میں اختلاف و افتراق اور تشتّت و انتشار کے قابلِ نفرین بیج بو دئے۔ وہ آپس کے جھگڑوں میں مصروف ہو گئے اور غیروں کو ان پر دست درازی کرنے اور ان کے حقوق پامال کرنے کا موقعہ مل گیا۔ (اتحاد اسلامی ص۵۶ سید جمال الدین افغانی مرحوم مترجم عبدالقدوس ہاشمی)

انفرادی، اجتماعی اور دینی شان و شوکت کلیتہً ختم ہو جائے گی۔

مولانا فرماتے ہیں کہ شدھی کی ترویج اس شکل میں ہوتی ہے کہ اس میں طمع زر کا حربہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مقروض مسلمانوں کو دو چار سو روپیہ سود کا معاف کر دیا اور ان کے بال بچوں کو شدھ کر لیا۔ یا گاؤں کے بڑے چودھری کو بڑی رقم کا لالچ دے کر شدھ کر لیا۔ ان کو سمجھایا کہ تم تو ہمارے بھائی بند تھے۔ مسلمانوں نے بہکا کر تم کو اسلام میں داخل کر لیا ہے۔

اب مولانا شدھی کے دام تزویر سے بچنے کی نہایت مؤثر تجویز پیش کرتے ہیں۔
"مسلمانوں کے پاس تحریک شدھی کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے ایسا بہترین حربہ ہے جس سے بآسانی ان کا قلع قمع ہو سکتا ہے اور وہ حربہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فقط ایک[۱] فرمان کی تعمیل ہے۔"

آگے فرماتے ہیں: "اگر ایک ماہ مسلمانوں کا ہر پیر و جوان، جاہل و عالم، عام و خاص، شاہ و گدا اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس فرمان مصطفوی پر ہمت سے عمل کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک مہینے کے اندر اندر شدھی کی رو کے سامنے سد سکندری کھڑی کی جا سکتی ہے۔ یاد رہے قرون اولیٰ میں تبلیغ کی بدولت اسلام کو عالمگیری کا تمغۂ امتیاز ملا تھا۔"

تحریک سنگھٹن سے ہندوؤں میں تنظیمی روح پھونکی جا رہی ہے۔ ہندوؤں نے آج اس قومی بہبود کا قدم اٹھایا ہے۔ لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال قبل دنیا میں آتے ہی مسلمانوں کو سنگھٹن کا سبق پڑھایا ہے۔ اسلامی سنگھٹن میں ہر روز

۱۔ عن حذیفۃؓ: اِنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وَالَّذی نفسی بیدہٖ لتامرُنَّ بالمعروفِ وَلتنھوُنَّ عَنِ المُنکَرِ اَو لَیُوشکنّ اللہ ان یبعث علیکم عذاباً مِنْ عِندِہٖ ثُمَّ لَتَدعُنّہٗ ولا یُستجاب لکُم (رواہ الترمذی)

پانچ دفعہ حاضری پر مجبور کیا گیا ہے۔ بینا تو بینا اندھوں کو بھی اس مرکز سے غیر حاضری کی اجازت نہیں۔ مولاناؒ نے اس موقعہ پر کم از کم چار احادیث نبویؐ پیش فرما کر استدلال کیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی تنظیمی صدا پر عملاً لبیک نہ کہے اور روزانہ پانچ وقت صبح و شام اس اجتماع ملی میں شریک نہ ہو وہ سچے، مخلص دیانتداروں کی جماعت میں شمار ہونے کے قابل نہیں، بلکہ ایک حدیث میں اس کی تعزیری سزا قتل ہے۔

اس کے بعد آپ اسلامی سنگھٹن کی تعریف و توصیف بیان فرماتے ہیں۔ باجماعت نماز کی ہمہ گیری پر گوہر افشانی کرتے ہیں، جس کا ایک ایک فقرہ اسلام کی اجتماعی زندگی کا بے بدل فلسفہ پیش کرتا ہے۔

سودی قرضہ

اس سلسلے میں مولانا کے الفاظ پر غور فرمائیے: "سودی قرضہ کا اژدھا بھی ہر صوبہ ہند میں مسلمانوں کو بے دریغ نگل رہا ہے بعض مقررین سے سنا ہے کہ سات کروڑ ہندوستانی مسلمانوں پر پچھتر کروڑ روپیہ غیر اقوام کا قرضہ ہے جس کا سود انہیں ہر سال پندرہ کروڑ روپیہ دینا پڑتا ہے۔ جس قوم کی جیب سے اتنا روپیہ ہر سال بمدِ جرمانہ نکل جائے اور پھر پچھتر کروڑ کی مقروض ہو، بھلا ایسی مصیبت زدہ قوم کو کب چین و آرام نصیب ہو سکتا ہے۔ یہ قوم دوسری قوموں کی نظر سے گر جاتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب اس مذکورہ مرضِ مہلک کا سبب اور علاج بیان فرماتے ہیں "انسان کے اندر قوتِ ارادی کی اسٹیم ہے۔ انسان کی اصلاح و فساد کا دارومدار فقط قوتِ ارادی پر ہے۔ اگر انسان کی قوتِ ارادی سود لینے اور دینے سے متنفر ہو جائے۔ دنیا کی ہزار ذلتیں آئیں۔ لاکھ رسوائیاں اور بدنامیاں اس پر نازل ہوں۔ لیکن سود کی لعنت کو اپنے حق میں بدترین لعنت خیال کرے۔ خدا تعالٰے اور رسولِ خدا کی لعنت[1] سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا عزم بالجزم کرے۔

---

[1] عن جابرؓ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربٰو و موکلہ و کاتبہ و شاہدیہ و قال ھم سواء (رواہ مسلم)

اب مولاناؒ تمام مسلمانانِ ہند کو اسلامی اتحاد کا پیغام دیتے ہیں ۔ آپ کے پیغام میں مولانا جمال الدینؒ افغانی کی روح کارفرما نظر آتی ہے ۔[1]

موجودہ رسالہ کی تائید میں آٹھ جیدّ اہلِ قلم علماء کرام نے تقریظات لکھی ہیں ۔ ہم بنظرِ اختصار ان کی نقل سے معذرت خواہ ہیں

رسالہ اسلام ہند خطرہ میں

حضرت مولاناؒ نے اس رسالے کا آغاز کائناتِ ارض وسماوی کی انواع واقسام اشیاء ان کی متنوعہ صورتوں ، ان کے گوناگوں خصائص اور بوقلموں فوائد کی طرف اشارات کرتے ہوئے فرمایا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی اقسام کا تذکرہ آپ کے پیشِ نظر ہے اور اس عالمانہ اور محققانہ تمہید و تطبیق سے تمثیلی طور پر ایک نہایت معنی خیز نتیجہ اخذ کرتے ہیں ۔

برادرانِ اسلام ! نظامِ عالم کے اجزاء میں مختلف اجناس نظر آتی ہیں مثلاً جمادات ، نباتات ، حیوانات اور ہر ایک جنس کے مختلف انواع ، پودوں کے رنگ و بو شکل ، پھول

---

[1] ۔ ان کی سرحدیں ایک دوسرے سے متصل ہیں اور وہ قرآنی دستور کی ایک وحدتِ جامعی میں منسلک اور متحد العقیدہ ہیں ۔ تعداد میں وہ پانچ کروڑ ہیں ۔ شجاعت اور بہادری میں سب زبانوں اور ممتاز قوموں میں ممتاز ہوتے چلے آئے ہیں ۔ پھر کیا یہ ان کا کام نہیں کہ وہ دیگر اقوام کی طرح یکدل ، یک زبان ہو کر اعداء کی مدافعت اور ناموسِ قومی کے وقار کے لیے اقدام پر اتفاق رائے کریں ۔ ان سے اس قسم کا اتفاق کا صادر ہونا کوئی انوکھا کام نہیں ۔ اتفاق ان کے اصول دینی کا اہم رکن ہے ۔ کیا ان میں ہر ایک کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو اللہ تعالےٰ کے قول اِنَّما المومنون اخوۃ کی روشنی میں دیکھے اور اتحاد و یگانگت کی ایک مضبوط چٹان اور سدِّ سکندری کھڑی کر کے ان سیلابوں کا رخ پھیر لیں جو ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہیں (مضامین جمال الدین افغانی مرحوم ص۱۲۳ اتحاد اسلامی)

پھل، تاثیر، ذائقہ غرضیکہ تمام خصوصیات جداگانہ ہیں۔ حیوانات پر غور کیا جائے تو اور بھی حیرت بڑھ جاتی ہے۔

اسی طرح انسانوں کے اعضاء مشترک نظر آتے ہیں۔ لیکن قد و قامت، وضع قطع، عادات و اطوار، رسم و رواج، اقتصادیات و سیاسیات، وطنیت، ذہنیت، خوراک و پوشاک وغیرہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف۔"

"ایک درخت کا پھل توڑ کر پتے جھاڑ دیے جائیں، شاخیں اور تنے کاٹ دیے جائیں، جڑ اکھیڑ دی جائے۔ اب اس کو کوئی درخت نہیں کہتا۔ اسی طرح اگر کسی قوم کی خصوصیاتِ قومی فنا ہو جائیں۔ اگرچہ اس کے اجزائے منتشرہ دنیا میں موجود ہوں، لیکن اس کو زندہ قوم نہیں کہا جا سکتا۔"

مسلمانوں کے من حیث القوم نقصانات پر تبصرہ کرتے ہیں "ہندوستان میں مختلف اقوام (ہندو، پارسی، عیسائی، یہودی اور مسلمان) بستی ہیں۔ مسلمان ہندوستان میں آٹھویں صدی عیسوی کے ابتداء میں آئے اور انیسویں صدی کے درمیانی حصے ۱۸۵۷ء تک تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال انہوں نے اس ملک پر حکومت کی۔ اب جتنا نقصان ہوا، فقط مسلمان کا ہوا۔"

مولاناؒ مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی کو دیکھ کر فرماتے ہیں "دراصل ہم عذابِ[1] الٰہی میں گرفتار ہیں۔"

مسلمانانِ ہند[2] کو چار طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کے لیل و نہار اور ان کے حسن و قبح پیش کر کے ان کے افعالِ شنیعہ پر کڑھتے ہیں۔ علماء خیر اور علماء سوء کے مشاغل کا ذکر کرتے ہیں۔

---

[1] ۔ قُل هُوَ القادرُ علیٰ ان یبعث علیکم عذاباً مِنْ فوقکم او مِن تحت ارجلکم او یلبسکم شیعاً وّ یذیق بعضکم بأس بعض ۔

[2] ۔ ۱۔ طبقہ علماء ۔ ۲۔ طبقہ جدید تعلیم یافتہ ۔ ۳۔ طبقہ اہل دولت و ثروت ۔ ۴۔ عوام

جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی یورپین طرزِ زندگی پر اظہارِ تاسّف فرماتے ہیں یہ تعلیم یافتہ طبقہ میں مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہیں۔ وہ اگرچہ قلیل بلکہ اقل ہیں۔ ان کا وجود کفر کے لیے خارِ چشم ان کی تقریریں کفر کے حق میں پیغام موت، ان کی نقل و حرکت کفر کے وجود میں نشترِ جراحی۔ کثّر اللّٰہُ اَعْیانُھُم وَ بَارَکَ فِی اَفعالِھِم"

"مسلمانوں کی حکومت گئی، عزت گئی، مذہبی رعب بھی ختم ہوا، مسلمانوں کے مذہب کی اشاعت میں انحطاط آیا۔ اسلامی تہذیب و تمدّن پر کاری ضرب لگی، انقلابِ جدید سے غیر مسلم اقوام سے اسلام کا رعب اٹھنا تو لازمی تھا۔ ہماری شامتِ اعمال سے خود مسلمان اسلام سے متنفر ہو گئے۔ مسلمانوں کی طبیعت سے خصوصیاتِ اسلامی (دیانت امانت، کفایت شعاری، للہیّت، خوفِ خدا، فکرِ عاقبت، شرم و حیا، صورتِ اسلامی، جذباتِ اسلامی، غیرتِ اسلامی، حمیت اسلامی اور بڑوں کی عزت، جاتی رہیں) غرضیکہ ہر خوبی مسلمانوں سے کوسوں دور ہو رہی ہے ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اسراف ان کی گھٹی، ریا ان کا لباس، خوشامد ان کی لونڈی، غیبت ان کا مشغلہ، باہمی تنازعہ ان کی عادت، مقدمہ بازی ان کی رسم، جھوٹی شہادتیں دینا ان کی برادرانہ حمایت۔"

آگے تیسرے اور چوتھے طبقے کے متعلق فرماتے ہیں: "مسلمانوں کا دولت مند طبقہ عموماً زر پرستی میں محو، تعیّش کا دل دادہ اور ضروریاتِ مذہبی سے ناواقف، عوام کا طبقہ کالانعام ہے، نانِ شبینہ کا محتاج۔ جس کے ہاتھ پڑ گیا، اسی کا ہو رہا۔

مولانا مسلمانوں کی اسلام سے اور قوانین اسلام سے غفلت شعاری اور عدم واقفیت کو آئندہ نسل کے حق میں ہلاکت خیز محسوس کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں اگر یہی لیل و نہار رہے تو بھارت سبھا کی طرح (مذہب کی کوئی ضرورت نہیں) ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ پود کلمۂ توحید سے بھی نابلد رہ جائے گی۔

لہ۔ رسالہ ہذا ص ۱۲۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

علاجِ خطر[1]

۱- ہر کلمہ گو مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، اسلامی تعلیم کا ضروری حصہ لازماً سیکھے۔

۲- اس کے بعد تاجر بنے یا ملازم یا زراعت پیشہ بنے، اپنے اقوال و افعال میں اس نورِ الٰہی کی مخالفت نہ کرے۔

۳- کلمہ گو مسلمان بھائی کی حمایت فرض اور اس کی مخالفت گناہِ عظیم یقین کرے۔

۴- علمارامت اور رہنمایانِ قوم خود بھی عامل ہوں۔

رسالہ موسومہ اسلام اور ہتھیار[2]

سوال: منقول از روزنامہ انقلاب مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے شیخ خالد لطیف گابا کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے "عالم دین" بننے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ اسلام نے کہیں مسلمانوں کو تلوار باندھنے کا حکم نہیں دیا۔ ہمارے خیال میں "سول" اور دوسرے غیر مسلم اخباروں کا شریعتِ اسلامی کے متعلق اس قسم کی غلط بیانی کرنا صریح مداخلت فی الدین اور توہینِ مذہب ہے۔ علمار اسلام کو چاہیے کہ تلوار کے متعلق تمام دینی احکام مسلمانوں، غیر مسلموں اور حکومت کے خداوندوں کی اطلاع کے لیے شائع کر دیں۔"

اِس ضمن میں مولانا فرماتے ہیں "قرآن کی تعلیم[3] فقط تلوار نہیں، بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے

---

[1] رسالہ ہذا ص۱۴ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] رسالہ اسلام اور ہتھیار ص۳ مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمہ۔

[3] وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (انفال ۸: ۶۰)

کہ اپنے وقت کے تمام ہتھیاروں سے مسلح رہیں۔ بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، وغیرہ تمام سامانِ جنگ۔ اس لیے قوۃ تیار کرنے سے مراد مندرجہ بالا اسباب مہیّا کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ امر کے صیغہ سے وجوب کے معنی نکلتے ہیں۔ نماز کیوں فرض ہے زکوٰۃ کیوں فرض ہے۔ قرآن مجید میں اقیموا الصّلوٰۃ اور آتوا الزکوٰۃ کا صیغہ آتا ہے۔ بعینہٖ اَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ میں اَعِدُّوا امر کا صیغہ ہے۔ اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہارا فرض ہے، کہ دشمنوں[1] کے لیے ہتھیار وغیرہ تیار رکھو۔

ہتھیار بند ہونے سے اسلام کا مقصد دشمنانِ اسلام پر رعب[2] وداب قائم کرنا ہے۔ ہاں لڑنے والوں سے لڑنا بھی فرض ہے۔ کیونکہ اسلام اپنے فرمانبرداروں

---

[1] ۔ حق کی بلندی اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لیے ہر قسم کی جدوجہد، قربانی اور ایثار گوارا کرنا اور ان تمام جسمانی و مالی و دماغی قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں۔ اس میں صرف کرنا، اپنے عزیز واقارب، اہل وعیال کی، خاندان و قوم کی جان تک قربان کر دینا اور حق کے مخالفوں کی کوششوں کو توڑنا، ان کی تدبیروں کو رائگاں کرنا، ان کے حملوں کو روکنا اور اس کے لیے جنگ کے میدان میں اگر اُن سے لڑنا پڑے تو اس کے لیے پوری طرح تیار رہنا، یہی جہاد ہے اور اسلام کا ایک رکن اور بہت بڑی عبادت ہے۔"

("سیرۃ النبی" جلد پنجم۔ مصنفہ سیّد سلیمان ندوی مرحوم")

[2] ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مسلح ہونے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں، بلکہ مسلح ہونے کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے "تُرْهِبُونَ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ" جو لوگ مسلمانوں کی جان، مال، عزت اور اسلام پر حملہ آور ہوں، ان کی مدافعت کرنا مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔ قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (رسالہ ہذا ص ۵)

کو بزدل، بے غیرت، بے حمیت بنانا نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ اپنے پیروؤں کو غیرت، حمیت، حفاظتِ نفس کی تعلیم دیتا ہے اور ساتھ ہی نہایت بلند پایہ شرافتِ انسانی کے آداب بھی سکھاتا ہے۔

اب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ پیش کرتے ہیں: عن عقبۃ بن عامر سمعتُ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلّم وھو علی المنبر یقول وَاعدّوا لہم ما استطعتم من قوّۃ الا ان القوّۃ الرّمی۔ الا انّ القوّۃ الرّمی الا انّ القوّۃ الرّمی (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ شریف)

عن عقبۃ بن عامر قال سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول من علم الرّمی ثمّ ترکہٗ فلیس منّا۔ او قد عصٰی عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صل اللّٰہ علیہ وسلّم من احتبس فرسًا فی سبیل اللّٰہ ایمانًا باللّٰہ و تصدیقًا بوعدہ فانّ شبعہٗ وریّہٗ و روثہٗ و بولہٗ فی میزانہ یوم القیامۃ (مشکوٰۃ شریف باب اعداد آلۃ الجہاد ف ۲۲)

مذکورہ بالا احادیث کے بعد نتیجہ اخذ فرماتے ہیں "کیا ان ارشاداتِ نبویہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے معلوم ہونے کے بعد کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو ہتھیار رکھنے کا کوئی حکم نہیں دیا۔ ایسا کہنا سراسر بہتان اور افترا ہوگا۔"

ك۔ ولا تعتدوا انّ اللّٰہ لا یحب المعتدین کے ضمن میں اسلام کا فیصلہ:۔ اغزوا ولا تغلّوا ولا تغدروا ولا تمثّلوا ولا تقتلوا ولیدًا (رواہ مسلم)

خدا کی راہ میں خدا کا نام لے کر لڑنا، خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، دشمن کے ہاتھ پاؤں ناک، کان نہ کاٹنا، بچوں کو قتل نہ کرنا) انطلقوا باسم اللّٰہ و علی ملّۃ رسول اللّٰہ لا تقتلوا شیخًا فانیًا ولا طفلًا ولا صغیرًا ولا امرأۃ ولا تغلّوا وضمّوا غنائمکم واصلحوا واحسنوا ان اللّٰہ یحب المحسنین (ابوداؤد کتاب الجہاد)

نوٹ:۔ محولہ بالا رسالہ پر اٹھارہ علمائے حق کی تصدیقات موجود ہیں۔

انجام کار فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑنے اور قتل و قتال کرنے سے منع کیا گیا ہے اور دشمنوں پر تعدّی سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ مسلمان کا جہاد کرنا اور صلح کرنا محض رضائے الٰہی کے لیے ہے۔

رسالہ خُلقِ محمدّی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہ بعثنی لتمام مکارِم الاخلاق وکمال محاسنِ الافعال۔

مولانا آغازِ مضمون میں رقمطراز ہیں " اے نبی الثقلین سید الکونین خاتم الانبیاء ورحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت تمہیں خبر بھی ہے کہ تمہاری نجات کس چیز پر موقوف ہے؟ تمہاری نجات اتباعِ سید المرسلین، شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے اور اتباع سے مراد یہ ہے کہ اخلاق و عادات معاملاتِ دین نکاح، طلاق، شادی و غم، نشست و برخاست، خوراک و پوشاک غرضیکہ اپنی زندگی کے ہر کام میں ہر قدم پر رسولِ خدا کے مقدس نمونہ کو سامنے رکھیں"

اس کے بعد قدرے وضاحت سے رسالہ ہذا کی تحریر کا مقصد بیان فرماتے ہیں:۔

"آج مسلمانوں کی آپس میں ناچاقی، تکفیر بازی، عیب جوئی، طعن و تشنیع تحقیر و تذلیل کو دیکھ کر سلیم الفطرت دردِ دل رکھنے والے مسلمان کا دل کباب ہوتا ہے۔ خدا جانے کہ عالم ارواح میں جس وقت یہ حالات رسولِ خدا کے سامنے پیش ہوتے ہوں گے تو آپ کے قلب پر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی تباہی و بداخلاقی کا کتنا صدمہ ہوتا ہوگا۔ یہ ناچاقیاں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا پتہ دیتی ہیں۔ رسالہ ہذا کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کے سامنے اسوۂ محمدی پیش کیا جائے۔ آپ رحمۃ للعالمین تھے دشمنانِ دین کے متعلق آپ کے دل کی بے تابی کا اعلان خدا تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

فلعلّک باخعٌ نفسک علیٰ اٰثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفًا۔ جو لوگ توحید کے دشمن، آپ کے خون کے پیاسے اور قرآن کی تعلیم کو

کا عَلَم جہاد پیغام رحمت تھا اور مولاناؒ اس ضمن میں دلائل و براہین سے اپنے مقصد کی توضیح فرماتے ہیں۔

غیر مسلم قومیں اپنی ہوس گیری میں بعض اوقات خون کی ندیاں بہا دیتی ہیں۔ ہر مرد و عورت، ہر بچے اور ہر بوڑھے پر تیغ بے نیام چلا دیتی ہیں۔ حال کا واقعۂ دمشق اس درندگی کا بیّن ثبوت ہے۔ جس میں فرانسیسیوں نے بے گناہ شہری آبادی پر گولہ باری کی اور پچیس ہزار سے زائد امن پسند شہری آبادی کو مع ان کے در و دیوار پیوندِ زمین کر دیا۔ لیکن حضور اکرمؐ کا عَلَم جہاد بلند کرنا عین رحمتِ الٰہی تھا۔ آپؐ نے جہاد صرف میدانِ مقابلہ میں آنے والے کفّار کے ساتھ کیا ہے اور وہ بھی سخت مجبور ہو کر۔ کیونکہ ان کفار کو بھی ٹھنڈے دل کے ساتھ تبلیغ کی جاتی تھی۔ تاکہ وہ لوگ حلقۂ بگوشِ اسلام ہو جائیں۔ یا اپنے ملک میں رہ کر اسلام کی عظمت کو مان لیں۔"

مولاناؒ اب قرآن پاک اور سیرۃ نبویؐ کے واقعات سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلّم کافر غیر محارب سے کیا سلوک روا رکھتے تھے۔ پھر مسلمانوں کو دعوتِ ایتلاف و اتحاد دیتے ہیں۔ عوام سے گزر کر علماء اور زہّاد کو بھی یہی دعوت

(بقایا پچھلا صفحہ) واقعات ہم کو ایک عظیم الشان جنگ کی دھمکی دے رہے ہیں۔ جب تک وحشت موجود رہے۔ جب تک غیر مکمل طور پر تہذیب یافتہ قومیں سطحِ ارضی پر آباد ہیں۔ اتفاق و اتحاد ناممکن ہے۔ ہم کو خدا پر بھروسہ کر کے بارود کو خشک رکھنا چاہیے۔
(مسٹر گلبرٹ پارکر از "الحرب فی القرآن ص۲۱)

پانچویں شہادت:۔ "عرب کی تمام لڑائیاں بغض و انتقام، رشک و حسد، مناقشت و مباغضت کا نتیجہ ہوتی تھیں۔ اس بنا پر درحقیقت اسلام سے پہلے جنگ کا پیکر خونیں، روح مقصد سے خالی اور دنیا کے ہاتھ میں کشت و خون کے بعد ندامت کے سوا کچھ نہیں آتا تھا۔
(الحرب فی القرآن۔ مصنفہ ابوالکلام آزاد)

لہ۔ رسالہ خلقِ محمدی ص۱ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم)

دی جاتی ہے اور خدا کے ہاں سرفرازی اور سرخروئی کا فقط ایک ہی ذریعہ بتاتے ہیں کہ جامۂ محمدیؐ کو زیبِ تن کرو۔ ورنہ دربارِ الٰہی سے ذلیل کر کے ہٹائے جاؤ گے۔

اختتام پر منافقین کے ساتھ حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن مروت اور مربیانہ سلوک کا ذکر کیا گیا ہے اور بعد ازاں نہایت تاکید سے ہدایت فرماتے ہیں کہ مسلمان کا مسلمان کے متعلق بدگمانی رکھنا جرم عظیم ہے۔ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے۔ مسلمان پر غصے میں آکر ہتھیار سے اشارہ کرنا حرام ہے۔

غیر محارب کافر سے سلوک

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (۶۰:۸)

اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں: "میرے ہاں میری ماں آئی۔ وہ مشرک تھی۔ اس وقت آئی جبکہ مکہ معظمہ پر کفارِ قریش کا قبضہ تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میری ماں میرے ہاں آئی ہے اور وہ اسلام سے متنفر ہے۔ کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس سے صلہ رحمی کا حق ادا کرو۔"

منافقوں سے حُسن سلوک

۱۔ منافقین کو مالِ غنیمت کا حصہ دیتے۔

۲۔ حضور اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے سے ان کو روکا نہ جاتا تھا۔

۳۔ مسجد نبویؐ میں نماز سے نہیں روکا جاتا تھا۔

۴۔ پند و نصائح کی مجالس میں ان کو شریک ہونے کی اجازت تھی۔

۵۔ مسلمانوں کی طرح ان کے مال، جان اور عزت کی حفاظت کی جاتی تھی۔

۶۔ معاشرتی حقوق میں ان سے کسی قسم کا قطع تعلق نہیں کیا گیا تھا۔

۷۔ رحمۃ للعلمینؐ کا دربارِ رحمت تو اسقدر وسیع تھا کہ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین

کا جنازہ خود حضور اکرمؐ نے پڑھا۔ اپنا پیراہن مبارک کفن کے لیے دیا۔ اپنا مبارک لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا۔ جب اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں اعلان فرمایا کہ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ منافقوں کے لیے ستر دفعہ بھی بخشش مانگیں تو بھی اللہ تعالےٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ تب بھی حضور شافع یوم النشورؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے توقع ہوتی کہ اللہ تعالےٰ میرے ستر بار سے زیادہ بخشش مانگنے پر انہیں بخش دے گا تو میں ان کے لیے بخشش مانگتا۔ (رسالہ خلق محمدی ط۱ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ)

نوٹ (اس رسالے کے اختتام پر بھی جید علماء کرام کی تقریظات مندرج ہیں)

رسالہ

نجاتِ دارین کا پروگرام

قولہٗ تعالیٰ:۔ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰہِ کَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ (۳: ۱۶۲)

یہ تقریر حضرت مولاناؒ نے کسی جمعۃ الوداع کی تقریبِ سعید پر ارشاد فرمائی ہے۔

آغازِ تقریر میں دنیائے دوں اور آخرت کی حیاتِ ابدی کا تقابلی نقشہ پیش کیا گیا ہے آخرت کی تیاری کو مولانا مقصودِ حیات قرار دیتے ہیں۔ دنیا کی زندگی کھیل تماشہ ہے چند روزہ ہے اور آخرت کی کھیتی ہے اور وہ لوگ جو مجازات پر یقین نہیں رکھتے ان کو مرنے کے بعد داخلِ جہنم کیا جائے گا۔

پھر نیک خصال اور صالح فطرت افرادِ انسانی کا ذکر کرتے ہیں اور آیاتِ قرآنیہ سے استشہاد کرتے ہیں۔ بعد ازاں طالبِ آخرت کے فرائض اور اوصاف حوالۂ قلم کرتے ہیں۔ فکرِ عاقبت اور اعمالِ حسنہ کی ترغیب کے بعد موجودہ تعلیم میں اصلاح و تطہیر کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

"وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (العنکبوت ۲۹ ۔ آیت ۶۴)

"یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ز وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ہ"
(المؤمن ۴۰ آیت ۳۹)

"مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ج یَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ہ"
(بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۱۸)

"اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ہ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ہ"
(یونس ۱۰ آیت ۷، ۸)

"وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ہ"
(بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۱۹)

"وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ہ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ط وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ہ"
(سورہ بقرہ آیت ۲۰۱)

جو لوگ آخرت کی زندگی کو مقصود اور محبوب بنائیں گے۔ انہیں ان کے اعمالِ صالحہ کی برکت سے آخرت میں حصہ ملے گا۔ ان کی کوشش مقبول ہوگی۔ اللہ تعالےٰ ان کو ایمان کی برکت سے بہشت میں پہنچائے گا۔ اب طالبِ آخرت کا فرض ہے کہ وہ دلی رابطہ فقط اللہ تعالےٰ سے رکھے، اسی کو حاجت روا یقین کرلے۔ اسی کا شکریہ ادا کرے۔ اس کے فرشتوں، کتبِ سماوی اور نبی آخر الزماںؐ کو اپنا مقتدا بنائے۔ قرآن مجید کو خدا کا آخری فرمان جانے۔ تقدیرِ الٰہی پر ایمان اور مرنے کے بعد اٹھنے کو صحیح مانے۔ ان اعتقادات کے بعد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو فرض جانے۔ ان عبادات کو پوری پابندی سے نباھے تاکہ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچ جائے۔ (رسالہ نجاتِ دارین ص۵ مصنفہ مولانا احمد علیؒ)

جب تک انسان کو تعلیم نہ دی جائے۔ وہ ایک طرح کا حیوان ہی ہے کیونکہ اُٹھنے بیٹھنے، کھانے، پینے، بولنے، بڑوں کا ادب کرنے اور چھوٹوں پر مروّت کرنے کی تمیز نہیں رکھتا۔ لوازماتِ انسانیت سے آگاہ کرنے کے لیے تعلیم ضروری ہے مسلمان کو

دو قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے تعلیم معاش میں تجارت، زراعت، صنعت وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تعلیم حیوانی ضروریات کو پورا کرنے کی کفالت کرتی ہے۔ کھانا، پینا، بچے جننا اور ان کی پرداخت کا کام افعالِ حیوانی ہیں اور یہ چیز دوسرے حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے۔ انسان قدرے ستھرے انداز میں اور حیوانات کھترے طریقے سے کھاتے پیتے ہیں۔ حالانکہ بعض جانوروں اور حیوانوں میں بھی ستھرے جانور موجود ہیں۔ بئے کا گھونسلہ صنعتِ فطری کا حیرت زا شاہکار ہے۔ باز کوے سے زیادہ پاکیزہ نظر آتا ہے۔

لیکن انسان کو انسان بنانے والی تعلیم فقط انبیاء علیہم السلام دیتے ہیں جس سے انسان کو بتلایا جاتا ہے کہ اے انسان! تجھے کس نے بنایا؟ اس دنیا میں کیوں بھیجا؟ کامیاب زندگی کا معیار کیا ہے؟ مرنے کے بعد کیا حالات پیش آئیں گے؟ تو خالق کی نافرمانی سے برباد ہو جائے گا۔ عاقبت کو سنوارنے کے لیے تجھے یہیں تجویز کرنا چاہیے۔

موجودہ تعلیم کے نقائص

موجودہ تعلیم کے طرق اور نتائج و عواقب پر مولانا کی تنقید ملاحظہ ہو۔ "سرکاری مدارس کے موجودہ نظامِ تعلیم کا نصب العین فقط سرکاری نظام کے چلانے کے لیے ہر قسم کے ادنیٰ اور اعلیٰ کارکن مہیا کرنا ہے۔ سرکاری درس گاہوں میں تعلیم یافتہ نوجوانوں سے علوم دینیہ کی واقفیت، اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق، تہذیب و تمدنِ اسلامی کے عملی احیاء کا ذوق اور اسلام کے حفظ و بقا کے لیے دوڑ دھوپ کی توقع رکھنا۔ یہ ایسی چیزیں ہیں، جس طرح ایک شخص سراب سے آب کی توقع رکھے۔ بلکہ اعلیٰ اخلاق پیدا ہونا تو درکنار، مخلوط تعلیم سے لڑکوں اور لڑکیوں کے اخلاق کے بگڑنے کا سخت خطرہ ہے"

اس کے بعد اپنی تائید میں مفکرِ اسلام علامہ اقبال مرحوم اور لسان العصر اکبر الٰہ آبادی کے اشعار پیش کرتے ہیں۔ مذکورہ قبائح کے علاوہ بیکاری کی عام وبا پر بھی آپ کی نظر پڑ جاتی ہے اور بعد ازاں تعلیمِ جدید کے زہریلے اثرات کو دور کرنے کے لیے تریاق

پیش کرتے ہیں اور وہ تریاق قرآن مجید کی تعلیم ہے۔

ایں غلام ابنِ غلام ابن غلام — حریت اندیشۂ او را حرام
مکتب از وے جذبۂ دین در ربود — از وجودش ایں قدر دانم کہ بود
ایں ز خود بیگانہ ایں مست فرنگ — نانِ جو مے خواہد از دستِ فرنگ

(مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق ۶۵ مصنفہ علامہ اقبال مرحوم)

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا — کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

(بالِ جبریل ۶۹ از علامہ اقبال مرحوم)

چشمِ بینا سے ہے جاری جوئے خوں — علمِ حاضر سے ہے دیں زار و زبوں

(بالِ جبریل ۱۸۱ از علامہ اقبال مرحوم)

پڑھے اس جا جہاں تاثیر ملت جا نہیں سکتی
بسے اس جا کہ آوازِ اذاں بھی آ نہیں سکتی

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

(اکبر الٰہ آبادی مرحوم)

عورتوں کی تعلیم

مولانا رح نوجوانوں کی جدید تعلیم پر نقادانہ نظر ڈالنے کے بعد مستورات کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

"عورت کے لیے تعلیم بھی ایک اشد ضروری چیز ہے۔ البتہ مردوں اور عورتوں کی تعلیم میں امتیاز ہونا چاہیے۔ عورت کے لیے وہ تعلیم مناسب ہے، جو اسے اپنے فرائض حیات سے آگاہ کرے اور وہ تعلیم کی بدولت خوش اسلوبی سے اپنی ذمہ داریاں نبا ہے اور دنیا میں عزت و آرام پائے"۔

بعد ازاں مولانا مرد و زن کی متاہلانہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مرد و زن کی فطرت میں باہمی کشش رکھی ہے۔ وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں رہ

سکتے۔ اس سے نسلِ انسانی کی افزائش کا منشا پورا ہوتا رہتا ہے۔ عورت کا ایامِ حمل میں خرابیٔ طبع اور پریشانی میں مبتلا ہونا۔ کمزوری، دردِ زہ کی جانکنی، وضعِ حمل کے بعد نسوانی عوارضات اور نقاہتیں، ان تمام تکلیف دہ اور ہوش ربا مرحلوں کے بعد بچے کی پرورش اور دو سال رضاعت کی گھڑیاں اور پھر اللہ تعالےٰ کو منظور ہو تو دوسرے بچے کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔"

سابقہ سطور کے بعد فرماتے ہیں کہ ان مصیبتوں کے بعد اگر عورت خود باہر جائے اور اپنی ضروریات کے لیے خود محنت و ملازمت کرے تو یہ سراسر ظلم ہے۔ لہٰذا عورت کا سلیقہ شعار ہونا، کفایت شعاری سے قلیل آمدنی میں گذارہ کرنا، سینا پرونا، کھانا پکانا، بقدرِ ضرورت لکھنا پڑھنا سیکھنا، دین کی مبادیات اور فرائض و ارکان کی تعلیم حاصل کرنا ہی کافی ہے۔ مگر حضرت مولانا اس تعلیم پر معترض ہیں، جو کہ مستورات کو آجکل دی جاتی ہیں۔

سکولوں اور کالجوں میں آجکل جو تعلیم دی جاتی ہے، خلافِ فطرت ہونے کے علاوہ مہلک نتائج پیدا کرتی ہے، جس سے علماء کرام تو بیزار ہیں ہی، خود مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ بھی چلا اٹھا ہے۔

یہی ہے، جو تعلیمِ نسواں تمہاری — یہی ہے، جو ابلیس کی پاسداری
وہ بدنام جلوہ گری کالجوں کی — مسلمان لڑکی، پری کالجوں کی
نمائش کی خاطر وہ صورت چھپانا — وہ مصنوعی انداز میں شرم کھانا
نگاہیں لڑانا، ادائیں دکھانا — یہی ہے، نئی روشنی کا زمانہ

(نفیس خلیلی۔ بی اے۔ امرتسری)

علاوہ ازیں مولانا ابوالاثر حفیظ جالندھری اور لسان العصر اکبر الہ آبادی کے اشعار بھی نقل فرمائے ہیں۔

مولاناؒ نے اپنے موضوع کی تقویت کے لیے دنیا بھر کے چند جیّد دانشوروں کے اقوال بھی پیش کئے ہیں۔ جن سے آپ کی ایک طرف وسعتِ مطالعہ اور دوسری طرف اصلاحِ ملّت کے جذبہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

"کسب معاش کے میدان میں عورت کے قدم رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ گھریلو زندگی تباہ ہوگئی۔ رفتہ رفتہ عورت کے فطری مشاغل اس سے چھن گئے۔ جب گھر اجڑ گیا تو مرد وزن دونوں نے اس کو خیرباد کہہ دیا اور اس طرح گھر کا وہ امن وچین جو دس ہزار سال قبل قائم ہوا تھا، ایک ہی نسل کے ہاتھوں برباد ہوگیا۔

(از اخبار "الصدق" لکھنو یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء۔ ول دورانٹ امریکہ کا مشہور مصنّف)

"برلن ۴ ستمبر۔ گیسٹاپو کے چیف ہملر نے جرمنی کی تمام عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کریں۔ خواہ ان کی شادی ہوئی ہو، یا نہ۔ احکام کی خلاف ورزی کرنے والے کو غداری کے جرم میں سزا دی جائے گی۔"

(اخبار ملاپ۔ ۶ ستمبر ۱۹۴۱ء)

"یہ یقینی امر ہے کہ امریکہ میں اب بھی بہت بڑی تعداد انہی لوگوں کی ہے، جو سمجھتے ہیں کہ عورت کا دائرہ عمل گھر کے اندر ہے اور عجب نہیں کہ ہٹلر اور مسولینی کے ان احکام نے کہ عورت کے لیے کوئی مقام پبلک زندگی میں نہیں، بلکہ صرف خانگی زندگی میں ہے۔ امریکہ کی باہر کی دنیا کو بھی چپکے چپکے متاثر کرلیا ہو۔" ("صدق۔ یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء)

"یہ بات بارہا میرے تجربہ میں آچکی ہے کہ جو عورتیں زیادہ بچے بچیاں رکھتی ہیں وہ یہی نہیں کہ نسبتاً زیادہ سمجھدار ہیں، بلکہ عموماً کہیں زیادہ مطمئن زندگی رکھتی ہیں اور کہیں زیادہ کم سن معلوم ہوتی ہیں۔ بمقابلہ ان عورتوں کے جو بے اولاد اور جنہیں دنیا سے کوئی حقیقی وابستگی نہیں ہوتی۔ (ڈاکٹر میرین۔ ای میکنزی) "ہندو" ۲۷ اگست ۱۹۳۹ء

بعد ازاں انطونی ایم لیوڈوسی کی کتاب "وومن" کی عبارت پیش کرتے ہیں اور اسی ضمن میں ایک بلند پایہ ہندو خاتون مضمون نگار نالیمار دیوی نے انگریزی روزنامہ سٹیٹس میں "تعلیم یافتہ بیویاں" کے تحت ایک مضمون لکھا ہے۔ اُس کا اقتباس پیش کرتے ہیں: "تعلیم یافتہ بیوی سے جب ایک گھر چلانے کا تقاضا ہوتا ہے، تو وہ اپنے آپ کو بالکل بیکار پاتی ہے۔ جب وہ امتحان پاس کرلیتی ہے تو جسمانی طور پر اس کی طاقت ختم ہوچکی ہے۔ باطنی طور پر چھچھوری اور نمائش پسند بن جاتی ہے۔ ڈگری حاصل

کرنے کے بعد زیادہ توجہ خواتین کو زندگی کے حقائق سے دور اور سطحی ذہنیت کی کیچڑ میں میں لے جا رہی ہے۔"

الغرض! حضرت مولاناؒ سابقہ اقوال و اقتباسات سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہماری قوم نہ دنیا میں عزت پانے کے قابل رہے گی، نہ آخرت کی نجات حاصل کرنے کی مستحق۔ تعلیمی ڈگری کے بعد ملازمت کی خواہش عورت کو مرد کی پابندی سے آزاد کر دے گی۔ لہٰذا لڑکیاں مجرّد رہنا پسند کریں گی، جو کہ قانونِ الٰہی کی سراسر خلاف ورزی ہے، جس کا نتیجہ بہت ہی خطرناک برآمد ہوگا۔ اگر نکاح کر بھی لیں تو ملازمت کی وجہ سے بیوی کہیں اور میاں کہیں اور۔ اجنبی شہر، علیحدہ مکان، خوراک عمدہ، لباس عمدہ۔ جہاں نہ ماں، نہ باپ، نہ خاوند، نہ بھائی۔ اس زندگی کو کوئی شریف ماں، باپ اور غیور خاوند تو برداشت نہیں کر سکتا۔"

قوم کی اقتصادی بدحالی کے اسباب

مولاناؒ کے خیال میں صرف دو چیزیں مسلم کی بدحالی کی ذمہ دار ہیں۔

۱۔ ہندوانہ رسم و رواج۔

۲۔ تمدن یورپ کی دلدادگی۔

ہندوانہ رسم و رواج کے ضمن میں آپ سادہ مسلمانوں کا رسوم الاسلامیہ سے بے بہرہ ہونا اور ہر موقعہ پر ہندوانہ رسوم کی پابندی کرنا ذکر فرماتے ہیں: "ان کی[1] اصل عہدِ نبوی ؐ، عہدِ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے مبارک زمانے میں مفقود ہے، لہٰذا مسلمانوں میں یہ قبائح ہندو معاشرہ کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔"

تمدّن یورپ کی دلدادگی

برادرانِ[2] اسلام! مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی کا ایک سبب تو تمدّن ہندوانہ

---

[1] ۔ رسالہ ہذا ص ۳۱، ۳۲، ۳۳ کی تلخیص۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] " " ص ۳۵ " " " " " " "۔

کی جکڑ بندیاں تھیں۔ دوسرا سبب تمدن یورپ کی فریفتگی ہے۔ دو سو روپیہ ماہوار تنخواہ ہو یا پانچ ہزار ماہوار ملتی ہو۔ دونو ضروریاتِ زندگی پورا نہ ہونے کے باعث افسردہ خاطر رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات معقول تنخواہ پانے کے بعد اگر اپنی وضع قطع، تمدن و معاشرت سالقہ ہندوستانی طریقہ پر رکھتے تو کوئی زیادہ خرچ نہ ہوتا لیکن یہ لوگ جوں جوں زیادہ تنخواہ پاتے ہیں۔ یورپین تمدن اختیار کرتے جاتے ہیں۔"

مولانا سابقہ عنوان کی تفصیل میں ہندوستانیوں کا کوٹھیاں بنانا، ملازمین کے اخراجات، یورپین خوراک، ملبوسات، سامانِ تعیش، کرسیاں، میزیں وغیرہ اور اس طرح باقی اشیاء غیر ضروری کا ہندوستانی اسلاف کی سادہ زندگی کے کفایت شعارانہ لوازمات سے مقابلہ کرتے ہیں۔

آگے چل کر "تمدن یورپ کی بدترین چیز" کے تحت سنیما کے متعلق نہایت شرح و بسط سے تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا سنیماؤں پر مسلمانوں کا روزانہ اسراف اور تضیع اوقات کا ماتم کر رہے ہیں:۔

۵۔ سنیما کے دیکھنے سے وقت ضائع، روپیہ برباد اور اخلاق خراب ہوتے ہیں۔ خود منبع تہذیب و تمدن (انگلستان) اس سے نالاں ہے۔ مسٹر ہاورڈ وہائٹ ایم۔ اے۔ الف آر۔ جی۔ ای کا شمار انگلستان کے ابتدائی تعلیم کے ماہرین میں ہے۔ سکول کی تعطیلات کے موضوع پر لکھتے ہیں۔ ادھر لڑکے تعطیلات میں گھر پہنچے۔ ادھر ماں باپ نے مارے لاڈ پیار کے ایسی فلموں کے دکھانے کی بھرمار کر دی جو سراسر مضر اور ہیجانِ جذبات کی باعث ہوتی ہیں (ماخوذ از "ہندو" مدراس)

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر صدق لکھنؤ کا ریویو سابقہ حوالہ پر "یہ وہائٹ صاحب بھی کچھ سادہ لوح معلوم ہوتے ہیں۔ لڑکوں نے اگر سنیما ہاؤس میں جا کر بھی صرف اصلاحی اور تعلیمی فلمیں دیکھیں تو سنیما اور مدرسہ میں آخر کیا فرق رہا؟ جب تک یہ نہ دیکھا جائے کہ اپنی عزت کیسے گنوائی اور دوسروں کی عزت کیسے اتاری جاتی ہے۔ تجوریوں کے قفل کس صفائی سے توڑے جاتے ہیں۔ ڈاکے کس ڈھٹائی سے ڈالے جاتے ہیں۔ مکان کس بندرانہ پھرتی سے پھاندے جاتے ہیں، جذباتِ جوانی کس طرح قبل از وقت بیدار کیے جاتے ہیں۔ (رسالہ ہذا ص۲۰ مولانا احمد علی مرحوم)

(ایک ایکٹرس کو پچانوے ہزار روپیہ اجرت ملی (ماخوذ از سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور ۵/۱۵/۴۲)

فرماتے ہیں - لاہور میں بیس سنیما گھر ہیں - ان میں تخمیناً پچاس ہزار یومیہ خرچ ہوتا ہے - اخبار "صدق" کے حوالہ سے رقمطراز ہیں :-

"صدق ص۱۲۱ میں نیتا کا تذکرہ تھا - اب ایک اور مصیبت کا تذکرہ سنیے - لاہور میں تقریباً بیس سنیما ہیں - ان میں سے کئی ایک نے ایک شو ہفتہ میں عورتوں کے لیے وقف کر رکھا ہے - سہ پہر کے وقت اس کو ہیلنی شو کہتے ہیں - اس کا وقت ۴ سے ۶½ بجے شام تک ہے - ان اوقات میں سینکڑوں نہیں ہزاروں ہی مسلمان برقع پوش عورتیں سنیما دیکھنے جاتی ہیں - جس وقت تمام شو ختم ہو جاتا ہے ، عورتوں کا وہ ہجوم سڑکوں پر ہوتا ہے کہ شریف آدمی کے لیے راستہ چلنا دشوار ہوتا ہے اور لاہور کا مسلم پریس ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا - یہ سیلاب جو ہمارے گھروں تک پہنچ گیا ہے - لاہور ہی تک محدود نہیں ہے - چھوٹا بڑا ہر شہر اس کی زد میں آچکا ہے"

سیاسی رہنماؤں کے لیے صحیح راہِ عمل

انتخاب کا غلط طریقہ

"امیدوار[۱] برادری کو برادری کا واسطہ دے کر ووٹ لیتا ہے - برادری اس کی قابلیت اور عدم قابلیت کو نہیں دیکھتی - امیدوار ووٹ خریدتا ہے - جلسوں پر ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روپیہ برباد ، وقت ضائع ، ووٹروں میں باہمی منافرت ، عیب چینی اور سب سے بڑھ کر یہ چیز کہ ایسے امیدواروں کی اللہ تعالیٰ[۲] مدد نہیں کرتا "

اب مولانا آیاتِ قرآنی سے انتخاب کا صحیح طریقہ اور لیڈر کے اوصاف بیان کرتے

---

۱ - رسالہ نجاتِ دارین کا پروگرام ص۴۴ - از مولانا احمد علی مرحوم -

۲ - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں کوئی عہدہ مانگ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد چھوڑ دیتا ہے -

ہیں اور مشورہ دیتے ہیں کہ:۔

لوکل بورڈوں، میونسپل کمیٹیوں، اسمبلیوں یا دوسرے موقعوں پر اپنے نمائندے اعلیٰ درجے کے عقل مند، مآل اندیش اور اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو سمجھنے والے بہادر، شمعِ اسلام کے جانباز سپاہی، ناموسِ نبوی کے جان نثار فدائی منتخب کیا کریں، تاکہ اسلام کا بول بالا ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِىْ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ اللہ تعالےٰ کے نبی نے راہنما کا انتخاب کیا ۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۔ (گویا ساری قوم یا قوم کی نمائندہ جماعت سیاسی راہنما کا انتخاب کرے ۔

قَالُوْٓا ۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا ۔ وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (سرمایہ داروں کے خیال میں رہنما کے لیے سرمایہ داری شرط ہے)

نبی اللہ نے جواب دیا:۔ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (گویا راہنما کے لیے سب سے زیادہ عقل مند، ہوشیار، معاملہ فہم مآل اندیش ہونا ضروری ہے اور اس کے ساتھ وہ بہادر بھی ہو۔ خداداد جرأت وشجاعت رکھتا ہو۔)

استحکامِ پاکستان

قولہٗ تعالیٰ:۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ [1]۔

حضرت مولانا پاکستان کے وجود کا دنیا کے نقشے پر ابھرنا پروردگارِ عالم کے احسانِ عظیم سے تعبیر فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر لیاقت علی خاں مرحوم نے جو قرارداد پاکستان ۷، مارچ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کی تھی، اس کے متعلق مولانا کا ارشاد ملاحظہ ہو:۔

---

[1] (سورہ محمدؐ پارہ ۲۶، آیت ۷)

"وہ دراصل[1] میرے دل کی آواز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں پورے طور پر اس کا مؤید ہوں اور میری معروضات کا عنوان "استحکام پاکستان" بھی اسی قرارداد کی تائید ہے"۔ اب قرارداد[2] کو من وعن نقل کرتے ہیں اور وزیراعظم لیاقت[3] علی مرحوم کی تقریر کے اقتباسات نقل فرماتے ہیں۔

اس کے بعد مبارک باد کے عنوان سے چند سطور پیش کرتے ہیں :۔

"میں وزیراعظم پاکستان ڈاکٹر لیاقت علی خاں صاحب کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح راستہ سجھایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ انہیں ان پاکیزہ خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ وہ قدامت پسندی اور رجعت پسندی کے طعنوں سے نہ گھبرائیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ان پاکیزہ خیالات پر قائم رکھے۔

"پاکستان کی گراں قیمت" کے عنوان سے ۱۹۴۷ء کے خونچکاں المیہ کا نقشہ نہایت جانگداز اسلوب سے پیش کرتے ہیں۔

"لیکن اس نعمت کے حاصل کرنے کے لیے جو قیمت ادا کرنی پڑی ہے۔ اس کے تصوّر سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے۔ آنکھوں میں اندھیرا آجاتا ہے۔ دماغ چکرا جاتا ہے اور بدن لرزہ براندام ہوجاتا ہے۔ دس لاکھ مسلمان مردوں اور عورتوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کا تصور کیجیے، جو خون میں لت پت ہوں۔ ان کی بے گور وکفن لاشیں جنگلی درندوں کی خوراک بنادی جائیں۔ عمر رسیدہ ماؤں کو موت کے گھاٹ اتار کر جوان عورتوں کو لعین جبراً پکڑ کر لے جائیں۔ ساٹھ ہزار جوان مسلمان عورتیں، وہ

---

[1] ۔ رسالہ استحکام پاکستان ص۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] باجازت علامہ صاحب۔

[3] باجازت علامہ صاحب

[4] رسالہ استحکام پاکستان ص۹۔ مولانا احمد علی مرحوم۔

بے ایمان خبیث آزاد پاکستان کی قیمت کے سلسلے میں ہم سے چھین کر لے جائیں۔ دلی کے شہر میں مسلمانوں کا قتل عام ہونا اور بارہ گروچالیس ہزار کا قتل ہونا صوبہ بہار میں مسلمانوں کا قتل عام مشرقی پنجاب میں دس لاکھ مسلمانوں کا قتل اور ساٹھ ہزار عورتوں کے اغوا ہونے کے علاوہ ۶۰ لاکھ مسلمانوں کا اپنے وطن و دیار سے بے خانماں ہوکر حدود پاکستان میں آجانا بھی ہے۔ یہ ایک ایسا حادثہ ہے جس کی مثال تاریخ میں کم ملے گی۔" (رسالہ استحکام پاکستان ص۱۲۰ مولانا احمد علی مرحوم)

آگے مولانا پاکستان کے عروج و ارتقا کے وسائل پر تبصرہ کرتے ہیں۔ ان کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک مادی اور دوسرے روحانی وسائل۔

مادی وسائل میں غلہ، کپڑا، چمڑہ، ادویہ اور پٹ سن کی پیداوار اور ان اشیاء کا ضروریات زندگی کی کفالت کرنا نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

دوسرے نمبر پر روحانی وسائل و ذرائع پر نظر ڈالتے ہیں تو قرون اولیٰ کی سعادت کے نزول کا باعث روحانی ذرائع پر منحصر یقین کرتے ہیں۔ یہ روحانی وسائل بفضلہ تعالیٰ پاکستان کے لیے مخصوص ہیں۔ نہرو اور پٹیل کی حکومت کے لیے یہ وسائل مفقود ہیں۔ یہ روحانی وسائل اگر ہاتھ آجائیں اور مادی وسائل کمزور ہوں تو بھی مسلمان سلطنت مادی وسائل والی سلطنت پر یقیناً فتح پالیتی ہے۔ یہی وہ وسائل تھے جنہیں مہیا کر کے عرب کا بادیہ نشین بدو کسریٰ اور قیصر کی تربیت یافتہ فوجوں کے مقابلے میں جاتا تھا اور اپنے سے پچاس گنا فوج کو شکست دے کر حمد و ثناء الٰہی کے گیت گاتے ہوئے واپس آتا تھا۔"

---

[1] ۔ رسالہ استحکام پاکستان ص۱۲۰ ۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] ۔ خالدؓ بن ولید نے جنگ موتہ کے موقعہ پر اپنے سے پچاس گنی فوج کو جو سلطنت روما کی قواعد دان اور آہنی فوج تھی اپنے رضا کاروں کی معیت و معاونت سے شکست دی تھی (رحمۃ للعالمین جلد سوم ص۳۰۱ مطبوعہ شیخ غلام علی ۔ مصنفہ قاضی سلمانؒ منصور پوری)

اب مولاناؒ کے سامنے استحکام پاکستان کا مسئلہ درپیش ہے۔ آپ نہایت تدبر و تفکر کے بعد پانچ چیزوں کو خداداد مملکت (پاکستان) کے احیاء و استحکام کے بنیادی پتھروں میں شمار کرتے ہیں۔ ان کی تفصیل و توضیح میں اپنی دینی فراست و بصیرت سے کام لے کر مسلم قوم کے سامنے آخری لائحہ عمل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ذاتی مفادات کی قربانی۔

۲۔ آئندہ الیکشن میں پابند صوم و صلوٰۃ متدیّن شخص کو ووٹ دینا۔

۳۔ تعلیم قرآن لازم ہو۔

۴۔ نماز۔

۵۔ جہاد۔

ذاتی مفادات کی قربانی کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ذمہ دارانِ حکومت[1] پاکستان دل میں اس بات کا عہد کریں کہ ہم ہر موقعہ پر ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر قربان کردیں گے۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنے آپ کو سرسبز و شاداب کریں ہم مسلمان قوم کو سربلند دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم حاکمانہ اقتدار کے ذریعے سے اقربا نوازی اور دوست پروری کی لعنت سے پرہیز کریں گے اور ہر موقعہ پر حق بحق دار رسید کو اپنا شیوہ بنائیں گے۔

---

[1] - اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا (سورہ نساء ۴۔ آیت ۵۸)

جب قوم کے ہر فرد کو قومی مفاد اور قومی نقصان کا احساس ہونے لگے۔ ان کے تمام طبقوں کا ہر ایک رکن اس شوکت اور غلبہ سے آگاہ ہو جائے جو وہ اتفاق کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں اور وہ اتفاق میں وہی لذت محسوس کرنے لگیں جو دنیا کی کسی اور مرغوب ترین چیزیں وہ محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ احساس ہر فرد کو قومی مسائل پر غور و خوض کرنے کیلئے مجبور کرے گا اور اپنے ذاتی اور انفرادی مسائل کی فکر میں پڑے رہنے سے وہ کہیں زیادہ ان مسائل کو اہمیت دیگا۔ (مضامین سید جمال الدین افغانیؒ)

دوسری چیز جو پاکستان کو استحکام اور بقائے دوام دینے کی ضامن ہے وہ یہ ہے
"برادران اسلام! اگر آپ نے پاکستان میں اسلام کی تعمیر اور اس کو ازسرنو زندہ[1]
کرنے کے لیے ایسے لوگوں کے ہاتھ میں باگ ڈور دے دی، جو قرآن مجید اور سنّت
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے بہرہ ہوں تو یہ اسلام پر ایک بہت بڑا ظلم ہوگا۔
لہٰذا میں مشورہ دیتا ہوں کہ پاکستان کے آئندہ الیکشن میں ماضی کی طرح سرمایہ داروں
اور زمینداروں کے دسترخوانوں سے زردہ، پلاؤ اور قورمہ کھا کر اور نقد روپیہ وصول
کر کے ووٹ نہ دیں، بلکہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یونیورسٹی کا سند یافتہ ہو۔
اس کے علاوہ اس کی گزشتہ زندگی عملاً اس بات کی گواہ ہو کہ یہ سرکار مدینہ کا سچا نام
لیوا ہے، نمازی ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو، حج فرض ہے تو حج کر چکا ہو۔"

تیسرے نمبر پر آپ قرآنی تعلیمات کے لازمی ہونے پر زور دیتے ہیں۔ قرآن مجید
کی جامعیت کے سلسلے میں مولانا قائداعظمؒ مرحوم کے خط کے وہ فقرے[2] نقل فرماتے
ہیں جو انہوں نے اگست ۱۹۴۴ء کو مسٹر گاندھی کو لکھے تھے اور پھر اسی نہج کا پیغام
عید[3] کے موقعہ پر مسلمانان پاکستان کو دیا تھا۔

---

[1] ۔ رسالہ ہذا ص ۲۱، ۲۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] ۔ قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری،
عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم
سے لے کر روزانہ کے امور حیات تک۔ روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت
کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، دنیوی زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ
کی جزا و سزا تک ہر قول و فعل اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔"

[3] ۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات و اخلاقیات تک محدود نہیں، بلکہ قرآن کریم
مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانونِ حیات ہے۔ یعنی مذہبی، معاشرتی، تجارتی، تمدنی، عسکری
عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔"
(قائداعظم مرحوم کا پیغام عید ۱۹۴۵ء)

مولاناؒ فرماتے ہیں:۔ "اے پاکستان کے مسلمان! قائداعظم مرحوم کے ان اعلانوں کے بعد تیرے لیے ہرگز زیبا نہیں کہ تو اس رہنمائی کے لیے کارل مارکس، لینن اور سٹالن کے دروازے کو کھٹکھٹائے۔"

حکومتِ خداداد پاکستان کا فرض ہے کہ وہ پرائمری سے لے کر ایم۔ اے تک قرآن مجید کی تعلیم کو لازم کر دے۔"[۱]

اب آپ قرآنی تعلیمات کے معجز نما نتائج کے اثبات کے لیے تاریخی شواہد پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیم کے سحر حلال پر مولاناؒ یوں مؤرخانہ قلم اٹھاتے ہیں "اسلام[۲] نے دنیا میں جو عظیم الشان انقلاب برپا کیا، اس کی کوئی نظیر اقوام وادیان عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ تہذیب و تمدن کے مرکزوں سے دور عرب کی بے آب و گیاہ سرزمین میں ایک قوم آباد تھی۔ اچانک اس میں ایک جنبش نظر آتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے

---

[۱] رسالہ ہذا ص۲۵۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[۲] "خطاب کا بیٹا عمر فاروقؓ جو باپ کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور پھر بھی باپ کی سخت و درشت تو تو سے سہارا رہتا تھا۔ اپنی خلافت کے ایام میں بائیس لاکھ مربع میل پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی معدلت گستری اور عدل پروری اور رعایا نوازی اور دین داری کا درجہ ہمیشہ ہر ایک کے لیے موجبِ غبطہ رہا۔ غور کرو کہ حکمرانی کی یہ قابلیت اور کشور کشائی کی یہ اہلیت کہ دنیا کے تین بڑے براعظم اس کے زیر نگین تھے۔ اس قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کا نتیجہ تھی"۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم ص۱۰۳ مصنفہ قاضی سلمان منصورپوری) (ماخوذ از رسالہ استحکام پاکستان)

" یاد رکھو۔ قرآن مجید زندہ کتاب ہے کبھی نہیں مٹے گی۔ جس کو قرآنی محامد کا کچھ حصہ ملے گا وہ محمود اور قابلِ تعریف ہے اور جو قرآنی حقائق کی روشنی میں کسی درجہ میں بھی مستحق غضب ہوگا۔ وہی دراصل مستحق غضب ہے۔ خدا کی کتاب ابھی منسوخ نہیں ہوئی۔ اس کی طرف آؤ اور اس کو اپنے حالات اور اپنی طبیعت پر حاکم بنا دو۔ وما اللہ بغافلٍ عما تعملون (مضامین جمال الدین افغانی مرحوم ص۶۵)

[۳] رسالہ "استحکام پاکستان" ص۲۸۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

وہ صحرا سے نکل کر ساری دنیا پر چھا جاتی ہے۔ نہ افریقہ کے بہادر نہ ایشیا و یورپ[1] کے رومئیں تن اس کو روک پاتے ہیں۔ روم و ایران اس وقت دنیا کی دو با جبروت اور عظیم الشان شاہنشاہیاں تھیں۔ یہ دونو اپنی پوری قوت کے ساتھ آگے بڑھیں، تاکہ اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیں۔ لیکن تنکے کی طرح بہہ گئیں۔ قادسیہ کے میدان میں ایران کے سطوت و جبروت کا آفتاب غروب ہوگیا۔ یرموک کے کنارے رومی شکوہ و اقتدار کا خاتمہ ہوگیا اور قیصر و کسریٰ کے تخت ہائے عزّت و جلال سرنگوں ہوگئے۔ عرب کے بدوؤں نے حکومت و فرمانروائی کی باگیں اپنے ہاتھ میں لے لیں اور گلہ بان نگہبانِ عالم اور چوپان جہانبانی کے فرائض انجام دینے لگے"۔

قرآنِ حکیم کے معجزہ نما اثرات و نتائج کے بعد مولانا کی نگاہیں استحکام پاکستان کے سلسلے میں چوتھے اصول پر پڑتی ہیں۔ ہم سابقہ اوراق میں مولاؒنا کے رسالہ "فلسفہ نماز" کے فردوسی پھولوں کی خوشبوؤں سے اپنے مشامِ جان معطر کر چکے ہیں۔ اس جگہ بھی آپ نے چند اضافاتِ ضروریہ کے ساتھ اس مقدس فریضہ کے خصائص، فوائد اسرار و غوامض اور اسلام کے تمام عناصر و ارکان میں اس کی روحانی فوقیت کو نہایت پُرعظمت الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

مسلمان کی اقتصادی، سیاسی، تمدّنی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی بلکہ اُخروی فیروزمندی کی ضمانت نماز کی ادائیگی کے صلہ میں ہی میسّر آسکتی ہے۔ مولاؒنا نے

---

[1] ۔ "شوکت و ہیبت کا یہ عالم تھا کہ عباسی خلیفہ کی زبان پر ایک تہدید آمیز کلمہ کے آتے ہی اِدھر فغفورِ چین کا سر فوراً جھکتا ہے اور اُدھر یورپ کا عظیم ترین بادشاہ رزہ براندام ہوتا۔ انہی میں محمود غزنوی، ملک کشا سلجوقی اور صلاح الدین ایوبی گذرے جو قرونِ متوسطہ کی کتابِ تاریخ میں سرنامہ کی حیثیت کے مالک ہیں۔ مشرق میں امیر تیمور گورگاں مغرب میں سلطان محمد فاتح، سلطان سلیمان عثمانی جیسے بارعب شاہنشاہوں کے طنطنے اب بھی کانوں میں گونج پیدا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ناقابل تسخیر بیڑے بحرِ ابیض، بحرِ احمر اور بحرِ ہند میں اقتدار و تصرف کے واحد مالک رہے۔ (مضامین جمال الدین افغانی مرحوم ص۵۰)

اس موقعہ پر حضرت عمرؓ کے ایک خط کی نقل پیش کی ہے۔

عَنْ عمر ابن الخطاب انه کتب اِلیٰ عمّاله اِنَّ اَھمّ امورکم عندی الصَّلٰوۃ مَنْ حَفِظَھَا وَ حَافَظَ علیھا حَفِظَ دینہٗ وَمَنْ ضَیَّعَھَا فَھُوَ لِمَا سِوَاھَا اَضْیَعُ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے تمام سرکاری ملازموں کو حکم بھیجا کہ تمہاری تمام ذمہ داریوں میں سب سے بڑھ کر میری نظر میں نماز ہے جس نے خود اس کی پابندی کی اور دوسروں سے بھی پابندی کرائی اس نے اپنے دین کو بچا لیا اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو وہ دوسرے کاموں کو زیادہ ضائع کرتا ہوگا"۔

حضرۃ مولانا علیہ الرحمۃ کی پاکیزہ نگاہوں میں پانچویں چیز جو پاکستان کو زندہ و پائندہ بنا سکتی ہے اور اس کو ناقابلِ تسخیر قوتوں سے ہم کنار کر سکتی ہے، وہ فریضہ جہاد ہے۔

جہاد جُہدُ للبقاء کا نام ہے۔ جس طرح دوسری قومیں اپنی بقا کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی حق ہے کہ اپنی قوم کو زندہ رکھنے اور سربلند و سرفراز کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں ہلائیں"۔ غیر مسلم اقوام قومیّت اور وطنیت یا بالعض اپنے خود ساختہ نظریات کے ماتحت جان دیتی ہیں۔ لیکن مسلمان اپنے حقیقی مولےٰ عزّ اسمہٗ و جلّ مجدہٗ کی رضا کے لیے جیتا ہے اور اسی کی رضا حاصل کرنے کے لیے مرتا ہے۔ قُلْ اِنَّ صلاتِی وَ نُسُکِی وَمَحیایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ

لہ ۔ رسالہ استحکام پاکستان ص۴۵ ۔ مولانا احمد علی مرحوم ۔

" خبردار! اس مخلوق میں شمار کئے جانے کی کوشش نہ کرو، جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالےٰ نے فتح کا جھنڈا دینا پسند نہ کیا اور ان کو اپنے اقدام سے پیچھے ہٹا کر یہ آواز دی گئی کہ جہاد سے جی چرانے والوں میں شامل ہو کر بیٹھے رہو۔ خبردار! اللہ منافقوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔ رضوا بِاَنْ یَّکُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ ۔ (اتحادِ اسلامی سید جمال الدین افغانی علیہ الرحمۃ ص۶۵)

رَبّ العٰلمین ۔حسنِ خاتمہ کے طور پر فرماتے ہیں "۔ اگر حکومتِ پاکستان کے ذمہ دار حضرات اِن پانچ چیزوں کو سنگِ بنیادِ پاکستان قرار دے کر اِن پر اس کی تعمیر کریں تو اللہ تعالیٰ کی زمین و آسمان کی قوتیں اِن کی پشت پناہ ہوں گی ۔ اور یہ ناقابلِ تسخیر بن جائے گا۔"

مولاناؒ قدامت پرستی اور رجعت پسندی کے طعن و تشنیع سے بے نیاز ہو کر اربابِ حکومت کو صدیقی و فاروقی طرزِ حکومت پر عمل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں ۔ آپ کو کتاب و سنت کی حاکمیّت میں شعائر اللہ کی حفاظت و صیانت، اسلام کا غلبہ و استیلاء امت مسلّمہ کی عظمت رفتہ کی بازیابی کے باوثوق آثار و قرائن اور نجات دارین کے تابندہ نقوش نظر آتے ہیں ۔ وہ اپنے ضعیف دل و دماغ سے نصف صدی تک بے لوث خدمتِ دین کے بعد اہلِ دین سے فقط یہی صلہ مانگتے ہیں کہ مملکتِ خداداد کا قانون "الملک للّٰہ والحکم للّٰہ" کا آئینہ دار ہو۔

درویشانہ زندگی

نہیں منعم کو اس کی بوند نصیب

مینہ برستا ہے، جو گداؤں پر

(مولانا حالی)

مردِ مومن

جہاں تمام ہے ۔ میراث مردِ مومن کی

مرے کلام پہ حجّت ہے ۔ نکتہ لولاک

(اقبال)

لہ

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا

لیا جائے گا، تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

(علامہ اقبال مرحوم، بانگ درا ص۳۰۷)

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (اپنے پروردگار کی عبادت کی دعوت نہایت حکمت اور شیریں کلامی سے دو اور جب ان سے متنازع امر میں بات کریں، تو آپ نہایت عمدہ اخلاق سے کریں۔

ع کسی کی آنکھ میں جادو، تری زبان میں ہے۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ

بحیثیت خطیب

فنِ خطابت

فنِ خطابت انسانی کمال کا دوسرا نام ہے۔ مذہبی مسائل ہوں یا سیاست کے میدان میں فکر و عمل کی جولانیاں ہوں، فتح و کامرانی کا سہرا ہمیشہ حسنِ خطابت کے سر پر سجتا ہے۔ احساسات و ہیجانات، جذبات و عواطف اور گرد و پیش کی کیفیات و قرائن کی عکاسی کا انحصار متکلّم اور خطیب کی خداداد استعداد پر مبنی ہے۔ ہم نے حسنِ تکلم کے ساحروں کو بارہا دیکھا ہے کہ وہ ہر موقعہ پر اپنے بلیغ و فصیح انداز میں سامعین کو وجد میں لا سکتے ہیں۔ اگرچہ ان کے پیش کردہ دلائل و براہین کو فلسفہ و منطق کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو وہ چنداں وقیع نہیں ہوتے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا فریضہ ابلاغ بھی خطابت سے شروع ہوتا ہے اور ان کا حسنِ کردار۔ نیابت الٰہی کا منصب، انابت الی اللہ کا شرف ان کے قول کی تصدیق میں سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے۔ تمام کائنات کے سائنس دان مل کر بھی قیامت تک انسان کی تخلیق سے قاصر رہیں گے کیونکہ ہر لمحہ نئے سے نئے احساسات و واردات کی ترجمانی کے لیے زبان کا کھولنا صرف انسان کا خاصہ ہے۔ گویا تمام حواس ظاہری و باطنی کے مدرکات کو الفاظ کا جامہ پہنانا۔ اور کلماتِ وحی کو من و عن بیان کرنا محض انسان کے ساتھ مختص ہے۔

نہایت اختصار سے خطابت کے ضمن میں چند ایک عبارات پیش کی جاتی ہیں۔
فرنچ مصنف موسیو ڈاکٹر لیبان کی کتاب جس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا ہے اور اس کا نام روح الاجتماع اور انگریزی میں اس کتاب کا نام CROWD ہے۔

عربی زبان میں فتحی پاشا زغلول نے اس کا ترجمہ کیا ہے ۔ اس کتاب میں جماعتہائے انسانی کے اصولِ نفسیہ پر بحث کی گئی ہے ۔ دنیا کے لٹریچر میں یہ کتاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے نادرات کی فہرست میں ہے ۔ کیونکہ ڈاکٹر لیبان سے پہلے اس علم (نفسیات) کی تدوین نہیں ہوئی تھی ۔ اگرچہ ابن خلدون کی منتشر عبارتیں اس علم کی بعض جزئیات کی طرف اشارہ کرتی ہیں ۔

ڈاکٹر لیبان صاحب خطیب کی کامیابی کے وسائل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں " جو شخص[1] جماعت کو اثر پذیر کرنا چاہتا ہے ، اس کو چاہیے کہ جماعت کو اثر پذیر کرنے کے لیے حسبِ ذیل وسائل اختیار کرے ۔

(ا) استدلال سے گریز کرے ۔

(ب) تمثیل بیانی یعنی کسی واقعہ کو تشبیہات یا استعارات کی صورت میں بیان کرے ۔

(ج) بعض خاص الفاظ کا جو جماعت کے نزدیک پسندیدہ ہیں ، ان کو زیادہ استعمال کرنا اور جو الفاظ اور جملے جماعت ناپسند کرتی ہے ، ان کے استعمال سے حتیٰ الامکان احتراز کرنا ۔

(د) جماعت کو آمادۂ عمل اور اثر پذیر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے مذہبی عقائد یا موروثی خیالات سے زیادہ استدلال کرے ۔

(ط) مدعیانہ اور تحکمانہ طرزِ خطابت ۔

(ظ) الفاظ اور معانی کی تکرار ۔

اسی دیباچہ کی چند سطور بھی درج ذیل کی جاتی ہیں ۔

" البتہ یہ ضروری ہے کہ ابنِ سینا نے شفاء میں خطابت پر نہایت زور سے تحریر کیا ہے ۔ وہ لکھتا ہے :

" خطبہ[2] دیتے وقت خطیب کو کون سے الفاظ اور کس قسم کے جملوں کا استعمال کرنا

---

[1] ۔ روح الاجتماع ص۲۹ ۔ مقدمہ مترجم ۔

[2] روح الاجتماع دیباچہ ص۳۱ ۔ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی مترجم ۔

چاہیے۔ قیاسات جدلی اور قیاساتِ خطابی میں کیا فرق ہے۔ خطیب جو استدلال پیش کرتا ہے، اس کی کیا نوعیت ہوتی ہے۔ تمثیل اور استقراء میں کس کا جماعت پر زیادہ اثر ہوتا ہے۔ تشبیہات و استعارات سے مجمع کس طرح اثر پذیر ہوتا ہے۔ مدح و ذم یا رغبت و نفرت کے جذبات پیدا کرنا ہوں، تو اس کے لیے خطیب کیا کیا تدابیر اختیار کر سکتا ہے۔"

اب ہم خطابت پر تبصرہ کرتے ہوئے، ان قدسی الاصل آداب خطابت پر بھی طائرانہ نظر ڈالتے جائیں گے، جن پر ہمارے اسلاف کرام اور اخلاف عظام نے عمل کر کے اپنی مبلّغانہ زندگیوں میں کامیابی حاصل کی۔ وہ آداب قرآنی اوراق کے چند قصص میں تلاش و تفحّص سے مل سکتے ہیں۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو معجزات سے لیس کر کے فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا جاتا ہے، تو موسیٰ علیہ السلام اپنی بے بضاعتی کا احساس کرتے ہوئے بے ساختہ محوِ دعا[2] ہو جاتے ہیں۔ ان کی دعا انشراحِ صدر، فرلضیہ

---

[1] ۔ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی کے نزدیک جماعت کی نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے حسبِ ذیل تصویر ہے۔

"چونکہ جماعت کیفیّت نیم شعوری کا مکمّل مظہر ہوتی ہے اس لیے حالتِ اجتماعی میں آ کر افراد کی عقلی خصوصیتیں ماند پڑ جاتی ہیں اور حالتِ اجتماع میں ارسطو کے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اور عام افراد کی طرح بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے۔ اثر پذیری ضعفِ عقلی تلوّن مزاجی، مبالغہ پسندی اور غیظ و غضب یہ تمام اوصاف جو ناقص العقل افراد کی خصوصیتیں ہیں، حالتِ اجتماع میں آ کر یہی سب اوصاف تمام افراد میں پیدا ہو جاتے ہیں اور چونکہ جماعت میں آ کر عقل کند ہو جاتی ہے، اس لیے جماعت میں استدلال کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔" (روح الاجتماع [29] فصل دوسری ڈاکٹر لیبان)

[2] ۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي (طٰہٰ ۲۰ - آیت ۲۵ تا ۲۸)

ابلاغِ حق میں غائبانہ اعانت اور حسنِ تکلّم کے ثمرات حاصل کرنے کے علاوہ تعالیٰ[1] قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی کے مقامِ رفیع تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود فرستگانِ الٰہی کو حکم ہوتا ہے کہ میرے ذکر میں ہرگز ہرگز تساہل نہ برتنا[2] اور فرعون سے خطاب کرتے ہوئے، مرسلانہ شفقت اور فلاحِ خلق کا والہانہ اور حریصانہ[3] جذبہ پیشِ نظر رہے۔ تاکہ فرعون کو قبولِ حق (دعوت) میں اپنی شکست و اہانت کی بجائے سرفرازی اور عزت کا احساس پیدا ہو۔

قرآنِ حکیم نے کائناتِ ارضی کے مبلّغِ اکبر سیّد الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف بایں الفاظ کرایا۔

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" (سورہ ال عمران ۳ آیت ۱۵۹)

معلوم ہوا کہ نرم خوئی کا سحرِ حلال پتھر دلوں کو بھی موم کر سکتا ہے اور اس کے برعکس خصلت کی درشتی سے تالیف و اتحاد کا تصور بھی ناممکن ہے۔ گو سر پر تاجِ ختم المرسلین چمک رہا ہو۔ لیکن اگر حسنِ تخاطب میں وہ ملکوتی تاثیر نہ ہو، جس کے اجزائے ترکیبیہ عفو، نرم خوئی، شفقت اور مروّت تلطّف ہوتے ہیں۔ سامعین میں تنفّر و تعسّر کے پیدا ہونے کا خدشہ باقی رہتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کو حکمتِ مرسلانہ اور موعظتِ محسنانہ سے وابستہ (منوط) کیا گیا

---

[1] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ آیت ۳۶۔

[2] وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ (سورہ طٰہٰ ۲۰ آیت ۴۲)

[3] فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (سورہ طٰہٰ ۲۰ آیت ۴۴)

[4] لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۃ توبہ ۹ آیت ۱۲۸)۔

[5] يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَسَكِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا (متفق علیہ) بخاری شریف باب الآداب ۶۳۶

ہے۔ بلکہ مجادلہ کے موقعہ پر بھی آقائے مدنی اپنے خُلقِ عظیم کے اقتضاء سے فریقِ ثانی کے مقابلے میں احسن نظر آئیں۔ تاکہ اتمامِ حُجّت کا کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے۔[1]

اب ہمارے پیشِ نظر حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کے اندازِ خطابت ہیں۔ مولانا ہمارے نزدیک وہبی طور پر اپنے اکابر کی تربیت کے نتیجہ کی وجہ سے یا پچاس سال کی درس و تدریس کی مہارت و مزاولت کی بناء پر محولا بالا آدابِ خطابت پر بڑی حد تک حاوی تھے۔ آپ کے سامنے مختلف ادوارِ حیات میں مختلف اذہان کے لوگ آتے رہے۔ وہ بھی آئے، جو آپ کے درسِ قرآن کے حلقہ کو، بلکہ آپ کو نیست و نابود کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے اور وہ بھی آئے، جو آپ کے پاؤں تلے آنکھیں بچھاتے تھے۔ مگر زمانے نے پوری نصف صدی آپ کو مبلّغانہ استقامت مربیّانہ مروّت و مدارت اور پیکرِ للہیّت بن کر اپنے مقصد کو نباہتے ہوئے دیکھا آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ خطبۂ جمعہ کے لیے اس شخص کو منبرِ رسولؐ پر بیٹھ کر خطاب کرنا چاہیے، جو اپنے سامعین کے روحانی امراض کی نبّاضی و تشخیص کر سکے اور پھر کتاب و سنت کی روشنی میں ان کے لیے صحیح علاج بھی پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت رکھتا ہو۔

دوسری چیز جو متعدد دفعہ راقم الحروف نے مولانا کی زبانِ حقیقت ترجمان سے سنی وہ یہ ہے کہ:۔

"اللہ تعالیٰ ایک جمعہ کی تقریر اور ایک درسِ عمومی میں جو کچھ مجھ سے کہلوائے سامعین میں سے جو کوئی میرے معروضات کو لوحِ دل پر لکھ کر لے جائے اور اس پر صادقانہ جذبہ سے زندگی بھر عمل پیرا رہے۔ اگرچہ تا مرگ دوبارہ کتاب و سنّت کا وعظ سننے کا اس کو موقع میسّر نہ ہو، انشاء اللہ تعالےٰ وہ نجاتِ دارین حاصل کرے گا۔"

---

[1] ۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط (سورہ النحل ۱۶ آیت ۱۲۵)

ہم نے آپ کے مذکورہ بالا دعویٰ کو ہر لحاظ سے بجا پایا۔ آپ کے ارشادات نہایت جامع ہوتے تھے۔ کتاب و سنت کا نچوڑ اور احکامِ دینیہ کے اکثر و بیش تمام اجزاء کی تشریح آپ کی تقاریر میں پائی جاتی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے "پورے قرآنِ حکیم اور صحاحِ ستہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ خدا کو عبادت سے اور مخلوق کو خدمت سے راضی رکھے۔"

آپ کے جذبات میں صدق و صفا، اندازِ تکلم میں بزرگانہ تشویق و ترغیب، مصلحانہ متانت، سادگی اور جاذبیت کے انوار ہوتے تھے۔ عام شعلہ بیان مقررین کی طرح سامعین کو اقبالؒ و رومیؒ کے اشعار سے خوش تو نہیں کر سکتے تھے لیکن اہلِ لاہور کی گرویدگی کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی میل سفر کر کے آپ کے فرمودات سننے کے لیے حاضر ہو جاتے تھے۔ آپ کے خطبۂ جمعہ میں علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت ہوتی تھی۔ تقریر کا ہر جملہ مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوتا تھا۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد اور اکثر حقوق العباد میں حقوقِ والدین اور حقوقِ اولاد پر اکثر نظر رہتی تھی۔ اصلاحِ احوال کا پہلو ہر موقعہ پر نمایاں ہوتا تھا۔ توحید رسالت اور معاش و معاد کے مہتمم مسائل پر عام فہم زبان میں نہایت مؤثر طریق سے تبصرہ ہوتا تھا۔ آپ جب تک تقریر فرماتے تھے، حاضرین کا ذوقِ سماعت لمحہ بہ لمحہ تیز تر ہوتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

قوم کی بدحالی، بدذوقی، کور باطنی، بے راہروی، فرنگیانہ تہذیب کی کورانہ تقلید، دینی تعلیم سے محرومی۔ عوام اور حکام کا لاابالیانہ رویّہ، رسوماتِ قبیحہ کی مسلمانوں میں ترویج اور عقائدِ باطلہ کی تعمیم پر جب لب کشائی فرماتے تو بعض فقروں پر ایک لمحہ کے لیے خاموش ہو جاتے تھے۔ اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ شاید طیش میں آکر بددعا کریں گے یا کسی آنے والے عذابِ الٰہی کی پیش گوئی فرمائیں گے۔ مگر آپ جب دوبارہ زبان کھولتے تو رشد و ہدایت کے پھول آپ کے منہ سے جھڑتے تھے۔ اصلاحی تدابیر کا ایک ناقابلِ فراموش درس ہوتا تھا۔ ہم نے سادگی میں اتنی جاذبیت کم ہی دیکھی ہے۔ ایک کھدر پوش، بزرگ صورت، سفید ریش،

تہذیب صحابہؓ کا نقیب، ہاتھ میں قرآنِ حکیم، چتون میں سنجیدگی کے انوار، زبان کے کلمات نذیری و بشیری کے آئینہ دار اور حاضرین میں ہر ذوق کا آدمی اور کبھی حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم اور کبھی خطیبِ پاکستان مولانا قاضی احسان احمد مرحوم جیسی عدیم المثال شخصیتیں۔

فکرِ عاقبت، رزقِ حلال، تعلیم قرآن پر زور، علما کی محبّت، اولیاء امّت سے عقیدت، سنت نبویؐ پر نجاتِ دارین کا مدار اور باقی مسائل حاضرہ کے مختلف ابواب کی تشریح و توضیح آپ کے پسندیدہ موضوعات (خطباتِ جمعہ) ہوتے تھے ہفت روزہ خدّام الدّین کے اجراء کے بعد حضرتؒ کے خطبات ہر شمارے میں چھپ جاتے تھے اور ہزاروں گھروں میں مشعلِ ہدایت کا کام دیتے تھے۔ بعض عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔ دنیا میں ہمیشہ سے انسانوں کی دو ہی قسمیں رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں ان کے نام یہ ہیں۔ حزب اللہ، حزب الشیطان۔

۲۔ مرتے دم تک مسلمان رہنے کا حکم۔

۳۔ اسلام نظامِ رحمت ہے۔

۴۔ ہر فرقہ کے علماء کرام اور ہر فرقہ کے دیندار عوام سے ایک دردمندانہ اپیل۔

۵۔ انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم۔

۶۔ قرآن مجید سے فیض حاصل کرنے کی شرائط۔

۷۔ دربارِ الٰہی سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحمۃ للعالمین کا لقب عطا ہوا ہے۔ رحمۃ للعالمین کی شان کے شواہد"

یہ خطبات رسالہ خدام الدین میں چھپ کر پاکستان کے مختلف شہروں اور بیرونِ ملک لندن، کویت، مدینہ منورہ اور باقی ممالک میں علم و عرفان کے بادل برساتے رہے۔ ان کی تعداد تقریباً تین سو ہے۔

اگر حضرت شیخ التفسیر کی حیاتِ عارفانہ کے آخری چھ سال کی تبلیغی سرگرمیوں کا اندازہ لگانا مقصود ہو تو آپ کے خطباتِ جمعہ کا بنظرِ تعمق مطالعہ کیجئے۔ ان کا

ہر سطر میں حضرتؒ والا جاہ کے خونِ جگر کی چاشنی ہے۔ بلاشک و ریب آپ کی پیرانہ سالی میں خدمتِ دین کے یہ زندۂ جاوید شاہکار ہیں۔ ان کو کتابی صورت میں شائع کرایا جا چکا ہے۔ ان کے مطالعہ سے ہر طالبِ صادق کتاب و سنت کی تجویز کردہ پاکیزہ زندگی کا سراغ لگا سکتا ہے۔ ع

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے ! (زبورِ عجم ص ۱۴۳)

راقم الحروف کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ نیلا گنبد کی جامع مسجد میں "رحمت للعالمین" کے عنوان پر آپ گوہر افشانی کر رہے تھے۔ دورانِ تقریر آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا۔

ع افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را۔

اللہ! اللہ! وہ کس قدر اندوہناک جذبات تھے کہ جن کے غلبہ و استیلا سے حضرت مولاناؒ کی گھگھی بندھ گئی اور آنِ واحد میں ہزاروں انسان آبدیدہ ہو کر رہ گئے۔ اسی طرح شیرانوالہ کی جامع مسجد میں واقعاتِ کربلا موضوعِ تقریر تھا۔ فرطِ رقت سے آپ چپ ہو گئے۔ چند لمحات کے لیے سامعین بھی اشکبار رہے ہیں آپ کے ہم نوا رہے۔

رمضان المبارک کا آخری جمعہ شیرانوالہ دروازہ سے باہر باغ کے وسیع و عریض صحن میں ہوتا تھا۔ شامیانوں کا بڑا پر شکوہ انتظام کیا جاتا۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین اور معتقدین بیرونِ شہر سے حاضر ہوتے۔ شہریوں کی شمولیت بھی بڑی ہوتی تھی۔ ان علمی اور روحانی بہاروں کو دیکھ کر یقیناً ایک صاحبِ دل کہہ اٹھتا تھا۔

الٰہی! اس سینماؤں کی دنیا (لاہور) میں قرآنی قانون کو کون الہامی قوتوں سے بلند کر رہا ہے، جس کی آواز سے اُمتِ مسلمہ کا بھولا بھٹکا کارواں پھر سے ٹھٹھک گیا ہے اور ہمہ تن گوش ہو کر اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام سن رہا ہے۔

اکثر و بیشتر آپ کی زبان پر دعوت الی اللہ اور قوم کی خوشحالی کی دعائیں ہوتی تھیں۔ بعض اوقات فرماتے کہ آپ مجھ سے اچھے ہیں۔ میں نے کتاب و سنت اور اس کے متعلقہ علوم و معارف کی برسوں تحصیل کی، پھر مسجد میں آیا ہوں۔ آپ نے ان الہامی علوم کو حاصل بھی نہیں کیا، مگر آپ مسجد میں نہایت شوق سے تشریف لائے

ہیں۔ مجھ میں اور آپ میں صرف یہ فرق ہے کہ میں یہاں قرآن مجید سنانے کے لیے آیا ہوں اور آپ کو اللہ تعالےٰ سننے کے لیے لایا ہے۔ آپ یسّروا ولا تعسّروا وسکّنوا ولا تنفّروا (متفق علیہ) پر ہر موقعہ نگاہ رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ آپ کی محفل میں قرآن فہمی، ترکِ معصیت، حسنِ عمل، ذکرِ الٰہی اور خدمتِ خلق کا جذبہ بیدار ہوتا تھا۔

دینی کمالات

زیرِ بحث عنوان میں حضرت مولانا لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کے ذاتی کمالات اور متابعت سنت کے واقعات کا نقشہ پیش کیا جائے گا۔ لیکن ہم تمہید و تطبیہ کے طور پر مقامِ سُنّت پر مختصر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیّت کے اکثر گوشے آنکھوں کے سامنے آجائیں۔

مَقَامِ سُنّت

"اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝

(سورہ النور ۲۴ آیت ۵۱، ۵۲)

دوسری جگہ اطاعتِ رسولؐ کی تاکید نصوصِ قرآنیہ میں بایں الفاظ وارد ہوئی ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

(سورہ الاحزاب ۳۳ آیت ۳۶)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسولِ خداؐ کے تمام فیصلے منصفانہ ہوتے تھے اور

ان کے فیصلوں کی تسلیم میں حکم خدا کی اطاعت مضمر ہے۔ سابقہ عبارت کی وضاحت کے سلسلے میں یہ اطاعت[1] اور مطلقاً سرافگندگی اور تمام فیصلوں کے قطعی حق اور منصفانہ فیصلہ ہونے کی ربّانی ذمہ داری ہر حاکم وقت اور سلطانِ زمانہ کے لیے نہیں۔ یہ انبیاء کے لیے خاص ہے۔ دو شخصوں کے باہمی جزئی و شخصی مقدمات کا فیصلہ ظاہر ہے کہ خود اللہ تعالےٰ وحیٔ قرآنی کے ذریعہ نہیں کرتا تھا۔ بلکہ رسولؐ کے فہم نبوّت، فیضِ حکمت، شرحِ صدر تبیینِ حقیقت اور اراءت (دکھانا اور سوجھانا) کے ذریعہ فرماتا تھا۔ لیکن کلیّات کی حیثیّت سے وہ یقیناً وحیٔ قرآنی کے مطابق ہوتا تھا اور ان کلیّات کے مطابق ان جزئیات کا فیصلہ خود اللہ تعالےٰ آپ کو سوجھاتا تھا۔ آپ کے ان قضایا اور فیصلوں کی رضامندانہ اطاعت ہر مسلمان پر قیامت تک ضروری ہے۔ آپ کے فیصلے بحکمِ خدا غلطی سے پاک، ظلم سے بری اور بے انصافی سے منزّہ تھے اور دنیا میں رسولؐ کے سوا کسی انسان کو اس بے گناہی اور عصمت کا درجہ اور رتبہ حاصل نہیں۔"

سیّد سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ نے دوسرے مقام پر[2] رسولِ پاکؐ کے وجودِ مسعود اور آپ کے عمل کی اہمیّت کو اجاگر فرمایا ہے۔ سابقہ آیات و دلائل سے ثابت ہوا کہ صحائفِ سماوی کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کے وجودِ مسعود کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ مشیّتِ الٰہی کی ترویج و اشاعت کا مقصد تب ہی پورا ہو سکتا ہے جب افرادِ قوم میں سے (مِنْهُمْ وَمِنْكُمْ) ایک برگزیدۂ الٰہی احکامِ خداوندی

---

[1] سیرۃ النبیؐ مصنّفہ مولانا سیّد سلیمان ندوی مرحوم ص۱۸۵۔ جلد چہارم۔

[2] وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ۔ آیت کے آخری ٹکڑے سے ثابت ہوا کہ کفر سے بچانے والی دو مستقل چیزیں ہیں۔ آیاتِ الٰہی اور خود رسولؐ کا مستقل وجود۔ اگر صرف کتابِ الٰہی اس کام کو انجام دے سکتی تو رسولؐ کے ذکر کی حاجت بلکہ خود بعثت کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے واضح ہوا کہ اللہ کی کتاب صامت (قرآن) اس کی کتاب ناطق (رسولؐ) سے مل کر اپنے فریضہ کو انجام دیتی ہے (سیرۃ النبی جلد چہارم ص۱۸۷)

کو عملی جامہ پہنائے اور قوم کو اپنی متابعت کی دعوت دے بنی نوع انسان کی ساری تاریخ میں یہ سنت اللہ جاری و ساری رہی ہے۔ حتیٰ کہ ربّ السموٰت والارض نے منشائے تخلیقِ عالم کے ظہور کا ارادہ فرمایا۔ یہ وہ مبارک ساعت تھی جس میں تمام عہودِ گذشتہ کی سعادتِ قدسیہ اور معارف و علوم ابدیہ مجموعی حیثیت سے مکہ معظمہ کے دُرِّ یتیم کے دل پر نازل ہونے شروع ہوئے۔ نبوت و رسالت کا یہ آخری عہد تھا۔ جس کے مطلع سے آفتابِ ختم نبوت طلوع ہوا۔ جس کی شعاعوں نے عالم علوی اور سفلی کے تمام گوشوں کو رحمت و ہدایت کے انوار سے منور کر دیا۔

اب تمام دنیا کو ایک پیغام دیا گیا اور محبوبیت کا یہ معیار تا یوم الحشر قائم رہے گا۔ ختم نبوت کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے مبارک الفاظ میں بھی یہی روح کارفرما ہے۔ قرآنِ حکیم نے اپنے تئیس سالہ نزول میں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں حال اور مستقبل کی تمام نسلوں کو مخاطب کر کے فرمایا وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ! دوسرے مقام پر مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ!

القصہ! رسولِ انس و جان مقصودِ تخلیق اور محبوبِ خدا ہیں اور آپ اسوۂ حسنہ کے حامل ہیں۔ لہٰذا آپ کی متابعت ہی عین دینِ اسلام ہے۔

۱؎ - فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ۔ (پارہ اول رکوع ۱۲ شروع)

۲؎ - وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

۳؎ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورہ آلِ عمران ۳ آیت ۳۱)

۴؎ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری شریف باب ۸ کتاب الایمان مسلم شریف کتاب الایمان)

۵؎ - پارہ ۲۸ سورہ الحشر آیت ۷۔

اب ہم محولہ بالا حقائق کے آئینے میں حضرت مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہٗ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں۔ اتباعِ سنّت آپ کا حال تھا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں آپ اپنے ہر فعلِ حیات کو حضور اکرمؐ کی سیرت مبارکہ کے سانچے میں ڈھالنے کی فکر میں رہتے تھے۔ ہم واقعات اور مشاہدات سے اس عنوان کو زیب داستان بناتے ہیں۔ ہم حضرت مولانا محمد شعیبؒ[۵۱] صاحب کے تعاون اور مشورے کا اس سلسلے میں تہِ دل سے احترام کرتے ہیں۔ کیونکہ اس موضوع کی طرف انہوں نے ہماری رہنمائی فرمائی۔

"آداب لباس"

اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو رضا و خوشنودئ الٰہی کا وسیلہ یقین کیا اور حضور اکرمؐ کی فعّال شخصیت کے اثر و نفوذ نے ان کی روحوں میں اسلام و ایمان کی ایسی تخم ریزی کی تھی کہ وہ اتباعِ رسالتمآبؐ کو ہی عین دین سمجھتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سادہ اور موٹا لباس پسند فرماتے تھے۔ آپؐ[۵۲] کا لباس چادر، قمیص اور تہمد ہوتا۔ پاجامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا۔ لیکن امام احمدؒ اور اصحابِ سننؒ اربعہ نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے منیٰ کے بازار میں پاجامہ خریدا تھا۔ حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ پہنا بھی ہوگا۔ موزوں کی عادت نہ تھی۔ لیکن نجاشی نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے، آپؐ نے استعمال فرمائے۔ عمامہ کا شملہ کبھی دوش مبارک پر کبھی دونو شانوں کے بیچ، عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام تھا۔

ارشاد نبویؐ ہے:۔ اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالحَرِيرُ لِلْإِنَاثِ مِنْ أُمَّتِي وَحُرِّم

۵۱۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب دیوبند کے فاضل ہیں اور حضرت مولانا لاہوری کے ممتاز خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

۵۲۔ سیرۃ النبیؐ جلد دوم ص ۲۰۱، ۲۰۲ مصنفہ شبلی نعمانی مرحوم۔

۵۳۔ ترمذی شریف ابواب اللباس ص ۲۱۷۔ منشی نولکشور۔

علیٰ ذکورھا۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے ساری زندگی سادہ اور سفید لباس پہنا۔ آپ کھدر کا کرتہ، کھدر کی شلوار، کھدر کی ٹوپی[1] اور اس پر کھدر کا عمامہ پہنا کرتے تھے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ کان[2] قمیص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الرسغ (حضور اکرمؐ کے مبارک کرتے کی آستینیں کلائی تک ہوتی تھیں) حضرت مولاناؒ کو ساری زندگی آپ کے متعلقین نے ایسا ہی کرتہ زیب تن کرتے دیکھا، جس کی آستینیں کلائی تک ہوتی تھیں۔ مولانا عجز و انکساری کا نادر المثال پیکر تھے۔ ارشاد مصطفویؐ ملاحظہ ہو: "جو شخص[3] باوجود قدرت کے عاجزی کی وجہ سے کسی بہتر کیلیے یا قیمتی لباس کو ترک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اس کو اختیار دے گا کہ ایمان والوں کے لباس میں سے جو لباس چاہیے، پہن لو۔ تم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے قیمتی لباس ترک کیا۔ اب جنّت کے بہترین لباسوں میں جو پسند کرو، پہنو۔" سبحان اللہ والحمد للہ۔

"سفید کپڑے[4] پہنا کرو، کیونکہ سب سے اچھا لباس ہے اور اسی سفید کپڑے میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔"

مولانا لاہوریؒ نے تمام زندگی سفید موٹا کھدر پہنا اور اسی مشابہت اور متابعت ملبوسات کو دیکھ کر سیّد الاحرار سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مرحوم نے فرمایا تھا: "مولانا لاہوریؒ عہدِ صحابہؓ کے نقیب ہیں۔"

ملبوسات کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی ترجمان الفاظ

---

[1] مَا بیننا وَبین المشرکین عمائم عَلَی القلانس (ترمذی شریف ابواب اللباس ص۲۲۴)۔

[2] ترمذی شریف آداب لباس باب ما جاءَ فی القمص ص۲۲۲۔

[3] ۔ " " " منقول از جوامع الکلم ۔ ص۱۹۲

[4] " " باب ما جاءَ فی لبس ابیاض ص۲۲۶

سنیے :- [1]

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی مَنْ یَجُرُّ اِزَارَہٗ بَطَرًا ۔ مولانا لاہوریؒ ساری زندگی اس مبارک سنّت پر عمل پیرا رہے۔ ہزاروں عقیدتمندوں اور تلامذہ نے آپ کی روش کو عین سنّت نبویؐ سمجھ کر اس پر عمل کیا ۔

مولاناؒ عصا اور پاپوش کی سنّت پر بھی عمل فرماتے تھے ۔ سردیوں میں مُتَنَعِّلَیْن جرابیں پہنا کرتے ۔ ایک چمڑے کا چھوٹا سا تھیلا اور طیلسان (رومال) آپ کے پاس ہوتا تھا ۔ آپ کی سادگی میں جاذبیت تھی ۔ ہروقت مسترشدین کی نگاہیں آپ کے دیدار کی منتظر رہتی تھیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ التفسیر کو حضور اکرمؐ کے اسوہ حسنہ میں ایمان و اخلاقِ حمیدہ کی جھلکیں نظر آتی تھیں ۔ آپ عاشقِ سنّت تھے اور آپ کے گرویدہ حضرات آپ کی اسی خوبی کی بنا پر آپ پر جان تک چھڑکتے تھے ۔ علامہ اقبال مرحوم نے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق کی امتیازی شان بایں الفاظ پیش کی ہے

عاشقانِ او ز خوباں خوب تر
خوشتر و زیبا تر و محبوب تر

کھانے پینے میں اتباعِ سنّت

پروردگارِ عالم نے رسولِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوبیت کے سانچے میں ڈھالا ہے اور ہر وہ بلند بخت انسان جو محبوبِ خدا کے افعال ، اقوال اور مرضیات کا اتباع کرے گا ، محبوبِ [2] خدا بن جائے گا ۔

حضور اکرمؐ نے بھی مکمل اتباعِ سُنّت کو ہی پختہ ایمان کی علامت فرمایا

---

[1] ۔ مؤطا امام مالک باب ماجاء فی اسباب الرجل ثوبہ ص ۳۶۶

[2] قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ (سورہ آل عمران ۳ آیت ۳۱)

ہے۔ دوسری جگہ اپنی اتباع اور نافرمانی کو خدا تعالیٰ کی اطاعت اور نافرمانی سے تعبیر فرمایا۔

اب ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت کے آئینہ میں مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کے اعمالِ حیات کا جائزہ لیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

كُلّ أمرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ ابتر (بخاری شریف ص۸۲۶ کتاب الاطعمہ)

دوسری جگہ:۔ لَا تَشْرِبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الآخِرَةِ ارشاد فرمایا (بخاری شریف ص۳۶۹، ۸۴۰)

اکل و شرب کے سلسلے میں یہ بھی فرمان نبویؐ ہے:۔

لَا يَأْكُلَنَّ أَحَدُكُمْ بِشِمَالِهِ وَلَا يَشْرِبَنَّ بِهَا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرِبُ بِهَا۔ (موطا امام مالک النہی الاکل بالشمال ص۳۶۹ مطبع مجتبائی دہلی)

حضرت مولاناؒ اکثر پند و نصائح کی مجالس میں حاضرین اور مسترشدین کو رزقِ حلال کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ اکثر کہا کرتے کہ رزق سے جسمانی قوتیں نشوونما پاتی ہیں اور اعمال و افعال کا صدور ارادہ اور قوت سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ لہٰذا رزقِ حلال سے پیدا شدہ قوت نیک اعمال کی طرف مائل ہوتی ہے۔ حرام اور مشتبہ مال کے استعمال سے ذکر الٰہی کی لذت سلب ہو جاتی ہے۔ بلکہ فطرتِ سلیمہ کے انوار بجھ جاتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ پروردگارِ عالم اولیاء کرام کو اگر چاہے تو وہ نورِ فراست اور چشمِ بصیرت عطا فرماتا ہے۔ جس سے وہ حلال اور حرام سے ملی ہوئی اشیا کو "ھذا حلالٌ وَھذا حرامٌ" کہہ کر جدا کر سکتے ہیں۔

مولاناؒ کو ہمیشہ سنت نبویؐ کے مطابق کھانا کھاتے ہوئے پایا گیا۔ سادے برتنوں میں کھانا۔ دائیں ہاتھ سے کھانا تناول فرمانا۔ بسم اللہ سے شروع کرنا، بیٹھ کر کھانا، ہاتھ صاف کرنا اور بعد[1] از طعام ہاتھوں کو صاف کرنا۔ اور اسی طریق سے

---

[1] ۔ سیرۃ نبوی حصہ ششم ص۹۱۰ ۔ آدابِ طعام مصنف سید سلیمان ندویؒ (برکۃ الطعام الوضُوءُ قَبْلَهٗ والوضُوءُ بَعْدَهٗ) (ابوداؤد)

بیٹھنا جو مسنونہ[1] نشست ہے۔ کھانا کھانے کے بعد برتن کو انگلیوں[2] سے صاف کرنا۔ اور انگلیوں کو منہ سے اچھی طرح صاف کر لینا چاہیے۔ پانی ٹھہر ٹھہر کر تین[3] سانس میں پینا چاہیے۔ پانی کے برتن میں سانس نہیں لینا[4] چاہیے۔

مذکورہ بالا آدابِ طعام کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت لاہوریؒ ان سنن پر عمل پیرا تھے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاداتِ گرامی سے پتہ چلتا ہے کہ مل کر[5] کھانے میں برکت ہے۔ کیونکہ یہ عادت تمام افرادِ خانہ میں تالیف و موانست کے جوہر کو چمکاتی ہے۔

مولاناؒ ہمیشہ اپنے صاحبزادوں (مولانا عبید اللہ انورؔ، حافظ حمید اللہ مرحوم) اپنے پوتوں (محمد اجمل، محمد اکمل) اور اپنی پوتی رقیہؔ کو اپنے ہمراہ شریک طعام فرماتے۔ حافظ حبیب اللہ (آپ کے بڑے صاحبزادہ) کا بیان ہے کہ مکہ معظمہ میں آپ ہمارا انتظار فرماتے اور جب سب اکٹھے ہو جاتے تب کھانا کھاتے۔

کھانے میں عیب[6] نہیں نکالنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے گھر والوں اور کام کرنے والوں میں تفریق پیدا ہوتی ہے۔ حضرت لاہوریؒ ہر کھانا نہایت رغبت سے تناول

---

[1] ۔ لَآ آکِلُ مُتَّکِئًا (بخاری شریف کتاب الاطعمہ باب ۲۳۸)

[2] ۔ بخاری شریف کتاب الاطعمہ باب ۲۷۷۔

[3] ۔ بخاری شریف کتاب الاشربہ۔

[4] ۔ کتاب الاشربہ۔ بخاری شریف باب ۳۶۷، ۳۶۸

[5] قالُوا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یا رسُول اللہ انا نا کلُ وَلَا نشبعُ۔ قالَ لعلّکم تاکلون تفرّقونَ۔ قالوا نعم! ۔ قالَ فاجتمعُوا علیٰ طعامکم وَاذکرُ اسمَ اللّٰہِ یبارَکْ لکُم فیہ۔ (باب ۲۳۵ بخاری شریف کتاب الاطعمہ)

[6] ۔ سیرۃ النبی ص ۸۰۲ جلد ششم۔ بخاری شریف (کتاب الاطعمہ) باب ۲۴۶

فرماتے۔ اگر کھانے میں کوئی خامی بھی ہوتی، تو آپ ذکر نہ فرماتے۔ ایک دن نمازِ عشاء کے بعد آپ نے کھانا کھایا۔ اماں جان کے علاوہ افرادِ خانہ سو چکے تھے۔ تقریباً دو دن بعد پتہ چلا کہ آپ کو جس برتن میں سالن ڈال کر دیا گیا تھا، اس میں پسا ہوا نمک تھا۔

اماں جان کی چارپائی پر بیٹھ کر کھانا کھایا جاتا۔ بچے بھی ہمراہ ہوتے۔ اور آپ خوش طبعی سے فرمایا کرتے کہ ہم آپ کی چارپائی پر اس لیے بیٹھ کر کھاتے ہیں، کہ چیونٹیاں[1] آپ کی سہیلیاں ہیں۔ لہٰذا ان کو آپ کی چارپائی پر ہی آجانا چاہیے۔

کھانے کی چیزوں کو ڈھانک کر رکھنے کی تاکید فرماتے۔ پانی ہمیشہ بیٹھ کر پیتے اور کھانے کے بعد دعا بھی پڑھتے[2]۔

مذکورہ آدابِ طعام کے اثرات تمام افرادِ کنبہ اور شرکاءِ طعام پر نہایت احسن نتائج پیدا کرتے۔ دراصل آپ کی زندگی کے یہ پہلو سنّتِ مصطفوی پر عمل کرنے والوں کے لیے ہزاروں برکات کا باعث تھے۔

آدابِ ملاقات

ہم اس باب کے شروع میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی مقدس احادیث نقل کرتے ہیں اور پھر ان کی روشنی میں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی زندگی پر غور و خوض کرتے ہیں۔

عالمِ ربّانی بفضلِ ایزدِ متعال پیغمبرِ وقت کی متابعت میں فنا ہوتا ہے اور نبوّت کے سراجاً منیرا سے ہمیشہ کسبِ ضیا کرتا ہے۔ حسنِ سلوک کے متعلق ارشادِ نبوی ہے۔

---

[1] راوی جمیلہ کوثر حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی نواسی۔

[2] الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمین۔
(سیرۃ نبوی۔ بخاری شریف۔ کتاب الاطعمہ باب ۲۷۹)

(حدیث قدسی) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلّم اِنَّ اللّٰہَ تبارکَ وَتعالٰے یقول یوم القیامۃ اَیْنَ المتحابُّون لجلالی الیومَ اظلّھم فی ظلّی یومَ لَاظلَّ اِلَّا ظِلّی۔ (مؤطا امام مالک باب فی المتحابین فی اللہ ص۲۷۷)

معلّم اکبر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلّم تبسّمکَ الٰی وجہ اخیکَ لَکَ صَدَقَۃٌ (ترمذی شریف باب البر والصلۃ ص۲۴۱)

دوسرے مقام پر فرمایا "اپنے بھائی کے سامنے تیرا مسکرانا بھی صدقہ ہے"

"اللہ تعالٰے کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ نہ وہ نبی ہیں اور نہ شہید۔ مگر مگر اس مرتبہ کی وجہ سے جو قیامت کے روز اللہ تعالٰے ان کو عطا فرمائے گا۔ نبی اور شہید ان پر رشک کریں گے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! ہمیں بتائیں، وہ کون حضرات ہیں۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو محض اللہ تعالٰی کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ نہ ان کے اندر کوئی قرابت داری ہے اور نہ مال و دولت کا لین دین۔ پس خدا کی قسم ان کے چہرے سراپا نور۔ وہ خود نورٌ علیٰ نور ہوں گے اور جب لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے خوفزدہ ہوں گے تو ان کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور جب لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے غمزدہ ہوں گے، تو ان کو کوئی غم نہیں ہوگا"

حضرت مولانا لاہوریؒ اپنے آشناؤں اور ناآشناؤں سے نہایت عمدہ[1] اخلاق سے پیش آتے تھے۔ آپ کی ملاقات کے لیے علماء کرام سے لے کر ہر عامی حاضر ہوتا تھا۔ لیکن چند منٹوں کی صحبت کے بعد جب واپس ہوتا، تو اس کو یہی گمان غالب

---

[1] ۔ اِنَّ صاحبَ حُسنِ الخلق لیبلغ بِہٖ درجۃَ صاحبِ الصّوم والصّلوٰۃ (ترمذی باب حسن الخلق) دوسرا شاہد۔ اسلام کے چاروں ارکان پر عمل کرنے سے اگر اخلاقِ حسنہ ظاہر نہ ہو، تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ درخت ہیں، جن میں پھل نہیں۔ وہ پھول ہیں جن میں خوشبو نہیں، وہ قالب ہیں، جن میں روح نہیں۔ (سیرۃ النبی حصہ ششم ص" سید سلیمان ندوی)

ہوتا تھا کہ حضرت مولانا نے میرے ساتھ خصوصی مروت و تلطف کا سلوک کیا ہے۔ حضرت کا اخلاق آپ کی تعلیمات کی ہم نوائی کرتا اور یہی خوبی امرا، وغربا کی گرویدگی کا باعث بنتی۔

وزرار چٹائیوں پر آکر نہایت ادب سے بیٹھتے تھے اور ان سے نہایت خوش کلامی[1] خندہ پیشانی، نرم خوئی[2] اور لہجے کی آہستگی سے پیش آتے تھے۔ وہ لوگ جو آپ کے حلقۂ محبت کے اسیر تھے[3] وہ یوں محسوس کرتے تھے، جیسے کوئی خوش نصیب بچہ مادرِ مشفق کی آغوشِ عاطفت میں مسرور ہو۔

آپ پر فالج کے اثرات رہتے۔ جسم مبارک میں تکان اور عضلات میں درماندگی کا احساس ہوتا تھا۔ نوجوان مریدین آپ کے پاؤں، شانے، پنڈلیاں، ہاتھ، بازو اور کمر دبانے کے لیے قریب ہوتے، تو ان کو ہدایت فرماتے کہ جب تک میرے پاس بیٹھئے، ذکرِ قلبی[4] میں شاغل رہیے۔

ملاقات کے اوقات متعین نہیں تھے۔ آپ ہر نماز کے بعد مل سکتے تھے۔ آپ ساری نمازیں با جماعت پڑھتے۔ تکبیر سے پہلے مسجد میں تشریف لے آتے۔ سنّتیں پڑھتے۔ بابا قائم الدین[5] مرحوم نے ساری زندگی آپ کے شانہ بشانہ داہنے طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

۱۔ الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ (بخاری شریف باب ۵۹۰۔ کتاب الادب)

۲۔ انّ اللہ یحبّ الرّفق فی الامر کلّہ (، ، ، ۵۹۱ ، ، ،)

۳۔ در پہ بیٹھے ہیں ترے لیے زنجیر
کس طرح کی یہ پابندی ہے

۴۔ بلکہ جب ہم ذکرِ قلبی میں غفلت کرتے تو حضرتؒ ایک دفعہ جہر سے "اللہ" فرما دیے کرتے۔ (راقم الحروف اخگر)

۵۔ ایک بہرہ اور گونگا مزدور جو گھاس بیچ کر گذر اوقات کرتا تھا۔ اس نے مسجد میں رہنا شروع کیا۔ روٹی کا انتظام حضرت کے گھر سے کیا گیا۔ یہ شخص باوجود اپنی فطری کمزوریوں، (توتلی زبان، بہرہ پن) کے نمازِ عشاء کے بعد قرآن مجید کا ترجمہ کرتا (راقم الحروف اخگر)

باہر سے آنے والے لوگ السلام علیکم کے بعد آپ سے مصافحہ[1] کرتے اور بیٹھ جاتے۔ آپ نہایت مشفقانہ انداز میں خیریت پوچھتے اور اپنے حکمت اثر بیان سے سامعین کو محظوظ فرماتے۔ عام جلسوں، جمعہ کے اجتماعوں اور خصوصاً جمعۃ الوداع کی نماز کے بعد مصافحہ کا سلسلہ اتنا طویل ہو جاتا کہ ہم گھبرا جاتے تھے۔ لیکن حضرت مولانا رح عین دھوپ، شدید سردی، عین پیرانہ سالی میں کسی شائق کو ہرگز محروم نہیں رکھتے تھے۔ خلقِ خدا کی دل جوئی[2] ہر حال میں پیشِ نظر ہوتی تھی بعض حضرات سے معانقہ فرماتے۔

دوسروں کی حاجت[3] براری میں ہر وقت مدد فرماتے۔ اگر کوئی تخلیہ میں ملنا چاہتا تو آپ فوراً قبول فرما لیتے۔ کسی کی درپردہ بات دوسرے آدمی کے سامنے بیان نہ فرماتے۔ جب آپ حجرہ سے باہر تشریف لاتے "السلام علیکم" کہنے میں ہمیشہ تقدیم فرماتے۔ اپنے سے چھوٹی عمر، بلکہ بچوں تک کو "آپ" کے لفظ سے مخاطب فرماتے اور یہی وہ خلقِ عظیم کا سحرِ حلال تھا، جس کی برکت سے آپ دلوں پر حکومت کرتے تھے اور اغیار بھی آپ کے حسنِ مروت کو دیکھ کر

---

[1] - رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سلام کا تکملہ، ہاتھ کا پکڑنا یعنی مصافحہ ہے مدینہ میں سب سے پہلے یہ تحفہ اہلِ یمن لائے۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی المصافحہ)

[2] - حدیث قدسی۔ یقول اللہ تعالیٰ وجبت محبّتی للمتحابّین فیّ والمتجالسین فیّ والمتزاورین فیّ والمتباذلین فیّ (موطا امام مالک رح باب فی المتحابین فی اللہ ص ۳۷۷)

[3] مَنْ قَضٰی لِاَحَدٍ مِنْ اُمَّتِیْ حَاجَةً یُرِیْدُ اَنْ یَسُرَّہٗ بِھَا فَقَدْ سَرَّنِیْ وَمَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّ اللہَ وَمَنْ سَرَّ اللہَ اَدْخَلَہُ اللہُ الْجَنَّةَ (مشکوٰۃ) قَالَ اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا (بخاری شریف باب تعاون المومنین باب ۵۹۲)

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنیادِ خلیلِ آذر است — دل گذرگاہِ جلیلِ اکبر است (مولانا روم)

آپ کے مسلک[1] کی پیروی کرنے لگتے تھے۔

آپ چلّا کر نہ بولتے[2]۔ نہایت باوقار طریق سے گفتگو فرماتے۔ لایعنی کلام[3] آپ کی زبان سے کبھی نہ سنا گیا۔ صرف ہدایت کے کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوتے تھے۔ ہر شخص کی استعداد کے مطابق کلام فرماتے۔ جہاں تک استیذان کا تعلق ہے، آپ کسی کے گھر جاتے ہوئے، اگر صاحبِ خانہ آپ کے ہمراہ ہوتا تو اس کو پہلے گھر جانے کا اشارہ فرماتے۔ جب وہ باہر آکر عرض کرتا تو پھر اس کے گھر میں قدم رنجہ فرماتے تھے۔

میری اہلیہ جمیلہ کوثر (حضرتؒ کی نواسی) کا بیان ہے کہ جب حضرت ہمارے گھر میں تشریف لاتے تو سیڑھیوں سے نیچے کھڑے ہوکر میرے بھائی عبداللہ یا عبدالواحد کا نام لے کر آواز دیتے۔ ہم سب متنبّہ ہو جاتے۔ بچے حضرت ناناجان مرحوم کے استقبال کے لیے سیڑھیوں کی طرف لپکتے۔ آپ کے چہرے پر پدرانہ تبسم ہوتا تھا اور بار بار ہم

---

[1] ۔ ایک مولوی صاحب ہماری مسجد موضع بھالیکے میں تشریف لائے۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کا ذکر چھڑا تو فرمانے لگے کہ میں مرزائی تھا۔ آپ سے حجرے میں ملاقات ہوئی۔ بڑی شفقت سے ملے۔ اسی طرح دوسری دفعہ اور اسی طرح تیسری دفعہ مجھ کو شرفِ ملاقات ہوا۔ مجھ پر حضرت کی روش کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے حضرت کے سامنے مرزائیت سے توبہ کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی (راقم۔ اکرم)

[2] وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ (لقمٰن ۳۱۔ آیت ۱۹)

[3] ۔ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ (موطا امام مالکؒ باب ما جاء فی حسن الخلق، ص۳۶۲)

[4] لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ فَتَقْسُوا قُلُوبُكُمْ وَإِنَّ الْقَلْبَ الْقَاسِيَ لَبَعِيدٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنْ لَا تَعْلَمُونَ۔

(موطا امام مالکؒ باب ما یکرہ الکلام بغیر ذکر اللہ ص۳۸۷ مطبع مجتبائی دہلی)

مثنوی مسافر

ہر کہ از سیر نبی دارد نصیب
ہم بہ جبریلِ امین گردد قریب

اقبال علیہ الرحمہ

سب کے سروں پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے آگے بڑھتے۔ ہمارے کھانے کے لیے ضرور کچھ لاتے اور ریزگاری بھی ہم سب میں تقسیم فرماتے۔

باقی امور میں اتباع

حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ اذان[1] کے موقعہ پر رسولِ انس وجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل فرماتے اور باجماعت[2] نماز پڑھنے اور تکبیرِ اولیٰ میں شامل ہونے کا نہایت مستعدی سے اہتمام کرتے۔ آپ کے مہمانوں میں مقتدر شخصیتیں موجود ہوتیں۔ لیکن آپ باجماعت نماز میں ہرگز ہرگز تساہل نہ برتتے۔ مسجد میں تشریف لانا، مسجد میں داخل ہونا، جوتا اتارنا اور جوتا پہننا۔ ان تمام مواقع میں آپ کو عین سنّتِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ مسجد میں کسی طرح کی خرید و فروخت نہ کرتے، اپنی اولاد کی تربیت میں دینِ اسلام کو ملحوظ رکھا۔ ان کی پیدائش وفات اور شادی کے اوقات سنت کے مطابق گذارے۔

اپنی بیٹیوں کی شادی کے موقعہ پر حسب ونسب کے بتوں[3] کو پاش پاش کرکے

---

[1] - اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا كَمَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّمَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُوا أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب الاذان ص۶۴)

[2] - لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ فِتْيَتِي أَنْ يَجْمَعُوا حُزَمَ الْحَطَبِ ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلَى أَقْوَامٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلٰوةَ۔

(ترمذی شریف۔ باب فضل الجماعۃ ص۳۰)

[3] - علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے لوحِ مزار پر یہ رباعی کندہ ہے۔ جو دینِ اسلام کی حقیقتِ ابدی کی ترجمان ہے۔

نہ افغانیم و نے ترک و تتاریم ۔ چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیزِ رنگ و بو بر ما حرام است ۔ کہ ما پروردۂ یک نوبہاریم

(پیامِ مشرق ص۵۲ علامہ اقبالؒ)

دینِ حق کی مُردہ روح (مساوات و مواخات) کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ بڑے بڑے دیندار لوگوں کو نسلی امتیاز میں جکڑا ہوا دیکھا گیا۔ لیکن حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی شخصیّت ایسی خساست سے پاک تھی۔

حضرت مولانا رحؒ اور شعائر اللہ

امام المفسرّین حجۃ اللہ البالغہ علی الارض حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں شعائر اللہ کی عظمت و حرمت کے متعلق ایک عارفانہ تبصرہ فرمایا ہے۔ ہم اس کے اقتباس پیش کرتے ہیں اور پھر مولانا لاہوریؒ کے حالات زندگی سے کچھ نظائر پیش کریں گے۔ جن سے شعائر اللہ کے ساتھ آپ کا عشقِ صادق ثابت ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ۔

"معلوم ہونا چاہیے کہ شعائر اللہ کی عمارت، شعائر الٰہیہ کی تعظیم اور اُن کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کا تقرّب حاصل کرنے پر قائم ہے۔ وہ طریقہ جو اللہ تعالےٰ نے انسانوں کے لیے مقرر کیا ہے۔ یعنی عالمِ تجرّد میں جو امور و اشیاء ہیں۔ ان کی نقل و حکایت ایسے امور اور ایسی اشیاء کے ذریعہ کی جائے۔ جن کا اخذ کرنا اور استعمال کرنا انسان کی قوّتِ بہیمیّہ کے لیے آسان ہو۔ شعائر اللہ سے ہماری مراد وہ ظاہر محسوس امور اور اشیاء نہیں، جن کا تقرّر اس لیے ہوا ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کی جائے۔ ان امور و اشیاء کو خدا کی ذات سے ایسی مخصوص نسبت ہے کہ ان کی عظمت و حرمت کو لوگ عین اللہ تعالےٰ کی عظمت و حرمت سمجھتے ہیں اور ان کے متعلق کسی قسم کی کوتاہی ذاتِ خداوندی کے متعلق کوتاہی سمجھتے ہیں۔ ان شعائر الٰہیہ کی عظمت و حرمت انسانی قلوب کی پنہائیوں میں اس طرح راسخ ہو جاتی ہے کہ قلوب کو کاٹ دیا جائے، تب بھی وہ ان سے نہیں نکل سکتی۔"[1]

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول باب ۷ شعائر الٰہیہ کی تعظیم و احترام ص ۱۲۹۔

اس کے بعد ایک طویل تشریح و توضیح کے بعد فرماتے ہیں "بڑے بڑے شعائر اللیہ چار ہیں۔ کتاب اللہ، رسول اللہ، کعبۃ اللہ اور صلوٰۃ اللہ" پھر ان کے اعظم شعائر اللہ ہونے کے اسرار و معارف بیان فرماتے ہیں۔

کلام اللہ اور حضرت مولانا مرحوم

اس سلسلے میں ہم نے "مولانا بحیثیت مفسّر قرآن" کے عنوان پر قدرے سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ لہٰذا ان خیالات و استدلالات کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ اس جگہ اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ مولاناؒ بفضلِ ایزد تعالےٰ ان تمام علوم و معارف سے کما حقّہٗ واقف تھے۔ جن کی تحصیل ایک عالمِ ربّانی کے لیے لابُدی ہے اور اہلِ فن نے تفسیر کے لیے مندرجہ ذیل پندرہ علوم میں مہارت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

۱۔ اول لغت — ۲۔ نحو

۳۔ صرف — ۴۔ اشتقاق کا جاننا۔

۵۔ علمِ معانی۔ — ۶۔ علمِ بیان۔

۷۔ علمِ بدیع — ۸۔ علمِ قرارت

۹۔ علمِ عقائد — ۱۰۔ اصولِ فقہ

۱۱۔ اسبابِ نزول۔ — ۱۲۔ ناسخ و منسوخ کا علم۔

۱۳۔ علمِ فقہ — ۱۴۔ علمِ حدیث

۱۵۔ ان سب کے بعد علم وہبی ہے جو حق سبحانہٗ و تقدّس کا عطیہ خاص ہے۔ وہ اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے، جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔
"مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ"

لے۔ الاتقان حصہ دوم ص۱۷۲ تا ص۱۷۵ مصنف علامہ جلال اللہ سیوطیؒ۔

الاتقان قرآن فہمی کیلئے بنیادی کتاب ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے صدہا کتب کے علمی جواہرات اور مفید و نادر معلومات سے مزیّن کیا ہے اس میں قرآن مجید کے اسّی انواعِ علوم کا تذکرہ ہے یہ کتاب اپنی افادیت اور جامعیّت کی وجہ سے ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

حُبِّ مصطفےٰ اور حضرت مولاناؒ

مذکورہ بالا عنوان کی تشریحات و توضیحات کے لیے "اتباعِ سُنّت" کے عنوان کی طرف رجوع فرمایئے ، لہٰذا اب ہم "کعبۃ اللہ اور حضرت لاہوری" کے عنوان کے ضمن میں چند سطور شاملِ مقالہ کرتے ہیں ۔ تعارف و تمہید کے طور پر کعبۃ اللہ کے چند فضائل درج ذیل ہیں

زمانہ کہنہ بتاں را ہزار بار آراست
من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است
اقبال مرحوم

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ؑ[1]

دوسری جگہ :

فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ج[2] کعبۃ اللہ ، کائناتِ ارضی کے لیے دارالامان ہے ۔ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ۔

اس سے زیادہ اس کی عظمت و رفعتِ شان کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اس عمارت کی تعمیر کے لیے خداوندِ عالم نے مِلّتِ مسلمہ کا مؤسّسِ اکبر خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منتخب فرمایا ۔[3] حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بطورِ مزدور کام پر لگایا ۔ کیا چشمِ فلک نے ایسا جلیل القدر معمار ، ایسا حلیم الفطرت مزدور اور ایسا رفیع المرتبت مکان دیکھا ہے ؟ کیا معمار اور مزدور کی محنت و جانفشانی کی نگرانی کے فرائض خداوندِ قدوس ادا نہیں کر رہا تھا ۔ اب مکان کی تعمیر کے بعد مالکِ مکان کے حضور میں وہ کون تھے جو ہاتھ پھیلا کر اور گردنیں جھکا کر عرض پرداز تھے ، کہ الٰہی ! ہماری سعی اور دیانت کا یہی اقتضا رتھا کہ

---

[1] ۔ پارہ ۴ ۔ سورہ آلِ عمران ۳ ۔ آیت ۹۶ ۔

[2] " " " " ۹۷ ۔

[3] ۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ (سورۃ البقرۃ ۲ آیت ۱۲۷)

ہم اس مکان کو ہر لحاظ سے مکمل کریں۔ لیکن بڑا ممکن ہے کہ اس میں چند ایک خامیاں رہ گئی ہوں۔ لہٰذا تو اپنے فضل و کرم سے اس کو شرفِ قبولیت عطا فرما۔[1]

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مالکِ مکان نے ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری ادا کر دی اور ادائیگی سے پہلے ان کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ اپنی مزدوری مانگیں۔ لہٰذا ان دونو باپ بیٹے نے درِ کعبہ پر کھڑے ہو کر ربّ کعبہ سے وہ کچھ مانگا[2] کہ زمین و آسمان کی تمام تر نعمتیں (دنیا کی نعمتیں اور آٹھوں بہشت) اور عرش و کرسی کے فضائل و اکرام اگر لاکھوں بار بھی ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں تو پھر بھی وہ نعمت اپنی عظمت و رفعت میں ممتاز نظر آئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول و محبوب بندوں سے اپنے گھر کی پاسبانی اور صفائی[3] کا عہد بھی لیا۔ آیات و احادیث سے کعبۃ اللہ کے فضائل بے شمار ثابت ہوتے ہیں اور ان مقامات[4] کا پتہ چلتا ہے جہاں بندوں کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔

۱۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (پارہ اوّل سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۲۷)

۲۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۲۹)

۳۔ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (پارہ ۱ سورہ البقرۃ ۲ آیت ۱۲۵)

۴۔ عن ابن عباسؓ یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الملتزم موضع یستجاب فیہ الدعا ما دعا اللہ فیہ عبد الا استجابہا۔ کذا فی المسلسلات للشاہ ولی اللہ دھلوی و ذکرہ الجزری فی الحصن مجملاً (منقول از فضائل حج ص ۱۵۲ مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور)

حضرت حسن بصریؒ نے جو خط مکہ والوں کو لکھا اس میں تحریر فرمایا کہ وہاں پندرہ جگہ دعا قبول ہوتی ہے۔ طواف[1] کرتے وقت، ملتزم[2] پر، میزابِ رحمت[3] کے پاس، کعبہ شریف[4] کے اندر، زمزم کے کنوئیں[5] کے پاس، صفا[6] اور مروہ[7] پر اور ان کے درمیان دوڑتے ہوئے، مقامِ ابراہیم[9] کے پاس، عرفات[10] کے میدان میں، مزدلفہ[11] میں اور منیٰ[12] میں اور تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارتے وقت (حصن حصین) کتاب فضائل حج ص ۱۵۳ مصنفہ مولانا زکریا) علاوہ اور مقامات کا بھی ذکر آتا ہے۔

اس مبارک تمہید کے بعد ہمارا مقصد چند سطور میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ حج بیت اللہ کے لیے بارہ دفعہ تشریف لے گئے۔ اکثر آپ کے اہل و عیال بھی آپ کی معیت میں ہوتے۔ ان کو مکہ معظمہ کی روحانی کشش[1] بے قرار رکھتی تھی۔ آپ بیت اللہ شریف کے دیوانوں میں سے ایک دیوانہ تھے۔

حضرت لاہوری[2] علیہ الرحمۃ کو ایک دفعہ مکہ معظمہ سے جدّہ شریف آکر خبر ہوئی کہ آپ کو جدّہ شریف میں پانچ دن قیام کرنا ہوگا۔ آپ نے اسی وقت واپسی کا پروگرام بنایا اور مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ فرمایا میں اس قدر خسارے میں کیوں رہوں"۔

"اباجان[3] مرحوم مکہ معظمہ زادھا اللہ شرفھا کے قیام میں طواف[4] کعبہ کی کثرت فرماتے اور جب تھک جاتے تو لیٹنے یا بیٹھنے کے وقت بھی اپنی نگاہیں حرم پاک پر ہی گاڑے رکھتے تھے اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اکثر روزے رکھتے تاکہ بول و براز کی تکلیف نہ ہو۔ مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع ہوتا تو درود شریف کی کثرت فرماتے اور سارے ہمراہیوں کو بھی یہی

---

[1] ۔ کعبہ وہ مقام ہے، جو مسلمان عرفا کے خیال کے مطابق عرشِ الٰہی کا سایہ اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کا "سمت القدم" ہے ۔ وہ ازل سے اس دنیا کا معبد اور خدا پرستی کا مرکز تھا۔ سب بڑے بڑے پیغمبروں نے اس کی زیارت کی اور بیت المقدس سے پہلے اپنی عبادتوں کی سمت اس کو قرار دیا ۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ۔ (آل عمران ۔ سیرت النبی جلد پنجم ص ۲۴۱ ۔ سید سلیمان ندوی)

[2] ۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور جانشین حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ (راوی)

[3] " " " " " " " (" ")

[4] ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی ایک سو بیس رحمتیں روزانہ اس گھر پر نازل ہوتی ہیں، جن میں ساٹھ طواف کرنے والوں پر، چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس بیت اللہ کو دیکھنے والوں پر
(منقول فضائل حج ص ۱۴۲ مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب)

تاکید فرماتے۔ تمام نمازیں بیت الحرام اور مسجد نبویؐ میں پڑھتے۔ منٰی میں ہمارے اباجان اور امّی جان بہت سی قربانیاں کرتے تھے۔ گھر کے تمام افراد کی طرف سے قربانیاں کی جاتیں۔ حضرت اباجان اپنے والدین ماجدین، حضرت امروٹی علیہ الرحمۃ حضرت دین پوریؒ، باقی اساتذہ کرام اور خصوصیت سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی طرف سے ہمیشہ قربانیاں پیش کرتے تھے"۔

آپ کی یہ انتہائی سعادت تھی کہ آپ کی زندگی کے تمام لمحات میں آپ کے دل و دماغ پر ارض مقدس کا تصور ہی مسلط رہتا تھا۔

کیسا وہ خواب تھا، کہ ابھی تک ہوں خواب میں

صلوٰۃ اللہ اور حضرت لاہوریؒ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ نے صلوٰۃ اللہ کو اعظم شعائر اللہ میں شمار فرمایا ہے۔ ہمیں اس موقعہ پر صلوٰۃ کی فرضیت احادیث نبویؐ میں اس کی تاکید و ترغیب اور حضرت لاہوری کی اس مقدس فریضہ پر مزاولت اور مداومت کی تشریح و توضیح منظور رہے۔

نماز تمام انسانی رذائل[1] سے روکنے والی قوت پیدا کرتی ہے۔ انسان بہیمیت اور ملکیت سے مرکب ہے۔ بہیمیت رذائل کی محرک ہے۔

قرآن[2] پاک میں مختلف دعاؤں کے پڑھنے کی تاکید ہے۔ خدا کی تسبیح و تحمید کا حکم

---

[1] ۔ جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، غداری، بہتان تراشی، چغل خوری، دورخاپن، بدگمانی بخل، حرص، چوری، دھوکہ بازی، رشوت، سودخوری، غیظ و غضب، کینہ، غرور، ریا، حسد فحش گوئی اور شہوت وغیرہ۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ (سورہ عنکبوت ۲۹۔ آیت ۴۵)

[2] ۔ سیرۃ النبی جلد پنجم ص ۹۷ مصنفہ سید سلیمان ندوی۔

ہے۔ دعا اور استغفار کی تعلیم ہے۔ دل کے خضوع و خشوع کا فرمان ہے۔ رسول خدا پر درود شریف بھیجنے کا امر ہے۔ اس لیے نماز کی تشکیل اس طرح کی گئی ہے کہ اس ایک عبادت کے اندر قرآن پاک کی تمام جسمانی، لسانی اور روحانی عبادتوں کے احکام یکجا ہو گئے۔ گویا مذکورہ تمام احکام کی مجموعی تعمیل کا نام نماز ہے۔

اسی نماز کی برکت سے اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک چہروں پر سیماھم[1] انوار چمکتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک[2] اور مومنوں کے حق میں معراج سے تعبیر فرمایا اور عابد بارگاہِ کبریا میں قریب ترین[3] مقام حاصل کرتا ہے محققین اسلام نے نماز کے صفات نہایت عمدہ طریق سے بیان فرماتے ہیں۔

الغرض! حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کی عملی زندگی قرنِ اوّل کے فدائیانِ اسلام کے رنگ میں رنگی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ آپ کو شبانہ روز فراغت ہی فراغت ہے۔ آپ کے رکوع و سجود اور قیام و قعدہ میں عجیب محویت کا عالم ہوتا تھا۔ گویا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ پر پوری تندہی سے عمل ہو رہا ہے اور ہم جو کچھ مذہبی کتابوں میں نماز کے اثرات اور محاسن پڑھتے ہیں۔ حضرت لاہوریؒ کی نماز ان سب کا ایک جامع مرقع ہوتی تھی۔

حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے اپنے رسالے "فلسفہ نماز" میں ایک غیر مسلم کی شہادت نقل فرمائی ہے۔

---

[1] ۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ (سورہ فتح ۴۸۔ آیت ۲۹)

[2] قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (حدیث) نسائی۔ باب عشرۃ النساء۔

[3] وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سورہ علق ۹۶ آیت ۱۹)

(نوٹ)

شہادت کا انگریزی متن کتاب ہذا کے ص ۲۹۰ پر درج ہے
اور اس کا اردو ترجمہ آخر میں ضمیمہ میں ملاحظہ کریں

اسلام سے پہلے عبادت کا مفہوم

حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ کو بحیثیت پیرِ طریقت متعارف کرانے سے بیشتر یہ ضروری ہے کہ چند امور پر تبصرہ کیا جائے۔ مثلاً اسلام کی آمد سے پہلے لفظِ عبادت کی کیا تعبیرات تھیں؟ اسلام نے ان کی اصلاح و تصحیح کے بعد حسنِ عبادت کا کیا معیار پیش کیا؟ ان کا ماخذ کیا ہے؟ احسان کیا ہے؟ کشف و کرامت کا کیا مفہوم ہے۔ مقامات و احوال علمِ تصوف میں کس کو کہتے ہیں اور پھر نبوت و ولایت کا باہمی ربط، استفادہ اور احسن نتائج۔

یہ کچھ امر تکوینی ہے کہ مرورِ زمانہ میں ہر ایک آسمانی مذہب میں بھی تحریفِ[1] لفظی و

---

[1] يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ - (پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت ۱۳)

معنوی راہ پاتی رہی۔ ہوا پرست پیشواؤں نے تلبیس[1] حق اور کتمانِ حق سے اپنی دنیاوی اغراض کو پورا کیا۔

مسیحیت کو دیکھ لیجئے۔ وہ عیسےٰ علیہ السلام جو اپنی والدہ مریم صدیقہ کے پاکیزہ بطن سے پیدا ہوتے ہی "اِنّیِ عبدُ اللّٰہ"[2] کا اعلان فرماتے ہیں۔ ان کی امت کے احبار و رھبان نے ان کو الوہیت کا استحقاق بخشا اور پھر پروردگارِ عالم کی توہین سے بھی نہ ڈرے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابنیت کی گدی پر لا بٹھلایا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنایا گیا۔

"یہودیوں[3] اور عیسائیوں کو چھوڑ کر خاص عرب کے لوگ اللہ نام ایک ہستی سے ضرور واقف تھے۔ مگر اس کی عبادت کے مفہوم سے بے خبر تھے۔ لات، ہُبل، عزیٰ اور اپنے اپنے قبیلہ کے جن بتوں کو حاجت روا سمجھتے تھے، ان پر جانور قربان کرتے، اپنی اولاد کو بھینٹ چڑھاتے۔ میلوں میں شریک ہوتے۔"

بت پرست[4] یونانی اپنے بادشاہوں، ہیروز کے مجسمے اور ستاروں کے ہیکل پوجتے تھے۔ روم، ایشیائے کوچک، یورپ، افریقہ، مصر، بربر، حبشہ عیسائی ملکوں میں حضرت عیسیٰؑ، حضرت مریمؑ اور سینکڑوں دیویوں اور شہیدوں کی مورتیاں پوجی جا رہی تھیں۔ زرتشت کی ممالکت میں آگ کی پرستش جاری تھی۔ ہندوستان سے لے کر کابل، ترکستان چین، جزائر ہند تک بودھ کی مورتیوں اور اس کی جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ کی پوجا ہو رہی تھی۔ ہندوستان میں سورج دیوتا۔ گنگا مائی اور اوتاروں کی پوجا ہو رہی تھی عراق

---

[1] ۔ یٰاَھلَ الکتٰبِ لِمَ تلبسونَ الحقَ بالباطلِ وَ تکتمونَ الحقَ وانتم تعلمونَ ۔

[2] سورہ مریم، پارہ ۱۶ آیت ۳۰

[3] ۔ سیرۃ النبی حصہ پنجم ص ۲۲ ۔ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ۔

[4] " " ص ۲۳، ۲۴ " " " " ۔

کے صابئی سبع سیارہ کی پرستش کی تاریکی میں مبتلا تھے۔ باقی تمام دنیا درختوں، پتھروں بھوتوں اور دیوتاؤں کی پرستش کر رہی تھی۔ غرض عین اس وقت جب تمام دنیا خدائے واحد کو چھوڑ کر آسمان اور زمین تک کی مخلوقات کی پوجا میں مصروف تھی۔ ایک بے آب و گیاہ ملک کے ایک گوشہ سے آواز آئی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ	اے لوگو! تم عبادت کرو اپنے اس
الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ	پروردگار کی جس نے تم کو اور ان کو
قَبْلِكُمْ ۔ (سورہ بقرہ)	جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا۔

علاوہ ازیں اسلام کی آمد سے پہلے یہ عام خیال تھا کہ بندہ جس قدر اپنے اوپر تکلیف اٹھاتا ہے اسی قدر خدا خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ یونانی فلسفیوں میں اشراقیت، عیسائیوں میں رہبانیت اور ہندوؤں میں جوگ اس اعتقاد کا نتیجہ تھا۔ کوئی گوشت نہ کھاتا، کوئی ہفتہ میں یا چالیس دن میں ایک دفعہ غذا کھاتا۔ کوئی سرتا پا برہنہ رہتا۔ کوئی کھڑا رہتا، یا بیٹھا رہتا، کوئی اپنا ہاتھ کھڑا رکھتا کہ سوکھ جائے، کوئی غاروں میں رہتا تجرد اور ترک دنیا کو خدائی محبت کا نشان بنایا جاتا۔ مگر نبوت محمدیؐ نے یہ راز آشکار کیا کہ ان میں کوئی چیز عبادت نہیں۔[۱]

اسلام میں عبادت کا مفہوم

چونکہ جن وانس کی تخلیق کا منشاء ہی عبادت ہے، لہٰذا اسلام نے اس منشاء الٰہی کو وحی کے ذریعے نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں پیش کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ٥ (سورہ الذاریات)

عبادت کے لفظی معنیٰ اپنی عاجزی اور درماندگی کا اظہار ہے۔ ہر وہ عبادت جس میں ریاکاری کا شائبہ بھی پایا جائے، قابلِ قبول نہیں۔ اسلام میں وہی عبادت

---

[۱] ۔ سیرۃ النبیؐ، حصہ پنجم ص ۳۴، سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ۔

شرفِ قبولیّت حاصل کرتی ہے۔جس میں نیت کا اخلاص اور رضائے الٰہی کے حصول کا دونہ موجود ہو۔ (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ صحیح بخاری۔کتاب الایمان)

پروردگارِ عالم نے عبادت کی غرض وغایت محض حصولِ تقویٰ پر رکھی ہے نماز روزہ اور باقی تمام عبادتیں اور انسان کے وہ تمام مشروع افعال واعمال جن سے شریعت کی نظر میں یہ غرض (تقویٰ) حاصل ہو، سب عبادت ہیں۔دین اور دنیا کی حیثیت اسلام میں دو حریف کی نہیں، بلکہ دو دوست کی ہو جاتی ہے۔دین ودنیا کے کاموں میں کوئی تفرقہ نہیں، بلکہ غرض وغایت اور نیت کا تفرقہ ہے۔

اپنے بیوی[1] بچوں اور اپنے نفس کا حق ادا کرنا۔غریب اور بےکس انسانوں کی امداد، بلکہ اپنے بھائی کو مسکرا کر ملنا بھی صدقہ وعبادت ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ میں چار ارکان میں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ہر طرح تعبیرات مضمر ہیں۔حلال روزی[2] کمانا اور کھانا۔اللہ تعالےٰ[3] پر توکل کرنا، جہاد کرنا۔ راستہ سے کسی ایذا دینے والی چیز کا ہٹانا۔حقوق والدین سے لے کر مسافر کے حقوق تک کی ادائیگی۔آپس میں اچھے تعلقات رکھنا۔تمام رذائل سے اجتناب اور تمام فضائل کو اپنانے کی کوشش بھی عبادت کے دائرے میں شامل ہے۔دراصل اسلام میں عبادت کا مفہوم ہمہ نوع حسنات کو محتوی ہے۔جس کی شرح میں علماء محققین لاکھوں صفحات احاطۂ تحریر میں لا چکے ہیں

---

[1] آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کو آرام دو۔تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کو کچھ دیر سونے دو۔تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کی تسلی کرو اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کی خدمت کے لیے کچھ وقت نکالو۔(صحیح بخاری نمبر ۶۴۰)

[2] یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (بقرہ ۲ آیت ۱۷۲)

[3] فَاعْبُدْهُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْهِ (ھود ۱۱ آیت ۱۲۳)

ولایت عامہ اور خاصہ کے مرتبوں اور ولایت خاصہ کی بعض خصوصیتوں کے بیان میں مخلص محمد صدیق صاحب کی طرف لکھا گیا (مکتوب ۲۶۰) از حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ۔

"جاننا چاہیے کہ ولایت فنا اور بقا سے مراد ہے۔ اور وہ عام ہے۔ یا خاص۔ اور عام سے ہماری مراد مطلق ولایت ہے اور ولایت خاصہ سے مراد ولایت محمدیہ ہے۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ کہ جس میں فنا اتم اور بقاء اکمل ہے۔ اور جو شخص اس بڑی نعمت سے مشرف ہو۔ اس کا بدن اطاعت کے لیے نرم ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ اسلام کے لیے کھل جاتا ہے۔ اس کا نفس مطمئنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کا مولیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کا دل دلوں کے پھیرنے والے کے لیے صحیح وسالم ہو جاتا ہے اور اس کی روح پورے طور حضرت صفات لاہوت کے مکاشفہ کی طرف پرواز کرتی ہے اور اس کا سر شیون واعتبارات کے ملاحظہ کے ساتھ مقام مشاہدہ تک پہنچ جاتا ہے اور اس مقام میں تجلیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کا خفی کمال تنزہ اور تقدس اور کبریا کے باعث متحیر ہوتا ہے۔ اور اس کے اخفیٰ کو بلاتکییف وبلا مثال اتصال ہوتا ہے۔ اس وقت یہ مثال اس کے حق میں صادق ہوتی ہے

هَنِيئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

مبارک منعموں کو مال و دولت

اور وہ بات کہ جس کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام عروج ونزول کی دونوں طرفوں میں ولایت کے تمام مرتبوں سے متمیز ہے لیکن عروج کی طرف اس وجہ سے کہ اخفیٰ کا فناو بقا دونوں اسی ولایت خاصہ سے مختص ہیں اور باقی ولایتوں کا عروج فقط خفی تک ہے۔ ان کے درجوں کے اختلاف کے بموجب یعنی بعض ولایت والوں کا

عروج مقام روح تک اور بعض کا سِر تک اور بعض کا خفی تک ہے اور یہ درجہ ولایت عامہ کے درجوں میں سے زیادہ اعلیٰ ہے۔ لیکن نزول کی طرف میں اس وجہ سے کہ اولیائے محمدیہ علیہ السلام کے جسموں کے لیے اسی ولایت کے درجوں کے کمالات سے کچھ حصہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات جسد کے ساتھ جہاں تک اللہ تعالےٰ نے چاہا، سیر کرائی اور جنت اور دوزخ آپ کو پیش کئے گئے اور اس کی طرف وحی بھیجی گئی۔ جیسے کہ حق تھا اور اس وقت رویت بصری سے مشرف ہوئے اور اس قسم کا معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے مخصوص ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تابع فرمان اولیاء کرام اور آپ کے زیر قدم سالکوں کے لیے بھی اس مرتبہ مخصوصہ سے کچھ حصہ ہے۔ وللارض من کاس الکرام نصیب (ہے کاسۂ کرام سے حصہ زمین کو)

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں رویت کا واقع ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے مخصوص ہے اور وہ حالت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم اولیاء کو حاصل ہوتی ہے وہ رویت نہیں۔ اس رویت اور حالت کے درمیان وہی فرق ہے جو اصل اور ظل کے درمیان ہے۔ جو اصل اور فرع اور شخص اور ظل کے درمیان ہے۔ اور ایک دوسرے کا عین نہیں ہے۔

نبوّت اور ولایت

نبوّت کے خصائص اور ولایت کے صفات پر قلم اٹھانا ائمہ دین اور حکماءِ اسلام کا حق ہے۔ ان کا شعور قرآن فہمی میں راسخ اور احادیث کے ادراک کی فطری استعداد ان میں موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا کتاب و سُنّت کی روشنی میں ان کی عبارات و تعبیرات کو مسلّمات کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے ہم مجبور ہیں کہ اس باب میں حکماء امت کے چند اقوال نقل کریں۔ تاکہ مسئلہ زیرِ نظر کے اکثر پہلو اجاگر ہو جائیں۔ اب رہی یہ بات کہ ہم اس مقالہ میں اس باب کو کیوں شامل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں ثابت کرنا ہے کہ ولایت نبوّت و رسالت کے نیّرِ اعظم سے مستنیر ہوتی ہے۔ نبوّت کے انوار وہبی ہوتے ہیں اور ولایت کے کمالات کا تعلّق کسبیّات سے ہے۔

عقلِ ہرزہ کار کو نبوّت کے اسرار و حکم (مابعد الطبیعیات) پر غور و فکر کی ہرگز توفیق نہیں ہے کیونکہ یہ ظن و تخمین کے پَروں پر اڑتی ہے۔ لہٰذا ہم ان حضرات کی چند سطور حوالۂ قلم کرتے ہیں، جن کو خدائے وہّاب نے مجدّدانہ صلاحیت سے نوازا ہے۔ عبارت میں تلخیص کا خیال رکھا جائے گا۔

"معلوم ہونا چاہیے کہ مختلف قسم کے لوگوں کے طبقات میں سب سے اعلیٰ اور بالا طبقہ مفہّمین کا ہے۔ یہ مفہّمین ایک خاص اصطلاح اور مخصوص طریقِ اصلاح کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کی مَلکی قوت انتہا درجہ بلند ہوتی ہے۔ داعیۂ حقّانی جذباتِ حق کے ساتھ نظامِ مطلوب کا قائم کرنا ان کے لیے آسان اور سہل ہوتا ہے اور یہ لوگ نظامِ مطلوب کے قائم کرنے کے لیے مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ ملاءِ اعلیٰ سے ان پر علومِ عالیہ اور احوالِ الٰہیہ مترشح ہوا کرتے ہیں۔ مفہّم معتدل مزاج ہوتا ہے۔ اس

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ حصہ اوّل حقیقت نبوّت اور اس کے خواص ص ۲۱۵ مصنّفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

کی خِلقت اور اخلاق و عادات بالکل صحیح و درست اور ہموار ہوا کرتی ہے۔ وہ سب سے زیادہ سنّتِ راشدہ اور طریقِ ہدایت کو لازم پکڑنے والا ہوتا ہے۔ عبادات میں وہ بہت اونچا درجہ رکھتا ہے۔ معاملات میں لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف برتنے میں بہت بلند معیار رکھتا ہے۔

تدبیرِ کلّی اور نظامِ اصولی کو بہت پسند اور محبوب رکھتا ہے۔ فوائد عامہ سے اس کو انتہائی رغبت ہوتی ہے۔ کسی کو تکلیف وایذا پہنچانا گوارا نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ عالمِ غیب کی طرف مائل اور راغب رہا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے کلام چہرے اور پیشانی کے تیور سے بھی میلان و رغبت کے اثرات مترشح ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کو ایسا پاتا ہے۔ کہ عالمِ غیب سے اس کی تائید و مدد ہو رہی ہے! سے ادنیٰ سے ادنیٰ ریاضت پر قربِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے اور قربِ الٰہی سے سکون وطمانیت کے دروازے مفتوح ہو جاتے ہیں اور اس طرح پر کسی دوسرے پر نہیں ہو سکتے"[1]

"سلف صالحین میں سے بعض نے اس کو (القاء فی الروح) دل میں ڈالنا نبی کی حکمتِ قلبیہ، توفیق ازلی اور قوّتِ تبیین سے تعبیر کیا ہے۔ امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور دوسرے متکلمین نے اس کو ملکۂ نبوّت سے ادا کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب اور علماءِ اصول نے اس کو پیغمبرانہ قوّتِ اجتہاد کہا ہے اور صوفیہ کی عام پسند اصطلاح میں اس کو "علمِ لدنّی" کہا جاتا ہے۔ مگر ان سب کے معنی تقریباً ایک ہی ہیں یعنی نبی کے اندر وہ پیغمبرانہ عقلی قوت ہے، جو بشری قوت سے فوق ہے اور جس کے ذریعہ سے وہ وحی کی تشریح اسرارِ شریعت کا بیان اور دقائقِ حکمت کی اپنی زبان سے توضیح کرتا ہے۔"[2]

"انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ان ربّانی انعامات کی فہرست پڑھیئے، جن کا تذکرہ قرآن مجید نے جابجا کیا ہے، تو وحی کی مخصوص نعمت کے بعد فہرست میں جو چیز نظر

---

[1] ۔ سیرۃ النبیؐ جلد چہارم ص ۱۴۶، ۱۴۷ مصنفہ سید سلیمان ندویؒ

[2] " " " ص ۱۴۷ " منصب نبوت ۔

آتی ہے وہ علمِ نبوت ہے، جس کو کہیں ذکر، کہیں حکم (حق و باطل میں تمیز کا ملکہ) کہیں حکمت (دانائی) کہیں شرحِ صدر، کہیں تفہیم، کہیں تعلیم، کہیں اراءت (دکھا دینا، سوجھا دینا) کہا گیا ہے۔ ان سب مختلف الفاظ کا مفہوم وحی سے نیچے اور عقلِ بشری سے اوپر عقلِ نبوی کے سوا اور کیا ہے۔ ان سے مراد وحی ہے۔ اس لیے نہیں کہ ان کا ذکر وحی سے الگ ہوتا ہے اور عقلِ بشری اس لیے نہیں کہ عقلِ بشری خاص نبی پر کوئی انعام نہیں۔ کہ یہ نعمت تو ہر انسان کو کچھ نہ کچھ ملی ہے۔ اس بنا پر اس سے مراد عقلِ نبوی اور حکمتِ نبوی کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا۔"

انبیاء کرام کی تعلیم کا امتیازی عقیدہ توحید ہے اور وہی نبوت کے ساز کا اصلی اور ازلی ترانہ ہے۔

ولایت

اسی موضوع کی تضمین میں ولایت کے مقام کی اہمیت اور عظمت کا اظہار بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اس موقعہ پر بھی چند عرفائے امت کے اقوال ہی نقل کرنے ہوں گے۔ کیونکہ اس جگہ عام مضمون نگاری کی قوتیں شل ہو کر رہ جاتی ہیں۔

"العارفُ إذا كَمُلَ إلتصقتْ روحهُ بالملاء الاعلیٰ"[1]

"استاذنته صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِي ردِّ مَا أوردهُ علماء الحرمينِ علی بعض الصوفية فلمْ يأذنْ لي۔ ورايت العلماء العاملين وفق علمهم المستخلين بنوعٍ مِن التصفية للناشرين للحلم والذين اقرب اليهِ وَاكرمَ وَاحبَّ عنده مِنْ هؤلاء الصوفيةِ وكانوا مِن اهل الصّفاء ابقاءِ والجذب الناشی من صميم النّفس الناطقة وَ التّوحيد وَ غير ذالك من المقامات الشامخة عند الصوفيّه۔"[2]

---

[1] قیوض الحرمین ص ۱۵۱ مشہد نمبر ۲۵ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔

[2] مشہد ۲۱ فیوض الحرمین ص ۱۳۹ مصنفہ 〃 〃 〃 〃 〃 (باقی اگلا صفحہ)

"حاصل کلام یہ ہے کہ مقامِ ولایت، مقامِ نبوت کا ظل ہے اور ولایت کے کمالات کمالاتِ نبوت کے ظلال ہیں"۔[1]

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب منصبِ امامت میں نہایت شرح و بسط سے نبوت و ولایت پر تبصرہ فرمایا ہے۔

اس موقعہ پر قاری محمد طیب صاحب کی عبارت کی چند سطور ضروری معلوم ہوتی ہیں:۔

"ہاں مگر اللہ جلّ ذکرہٗ کے وہ لامحدود کمالات جن کے اکتساب سے آدمی خلیفۂ الٰہی قرار پاتا ہے۔ اصولی نقطۂ نگاہ سے تین نوعوں پر منحصر نظر آتے ہیں۔

۱۔ کمالاتِ علم و ادراک

۲۔ کمالاتِ وصف و اخلاق۔

۳۔ کمالاتِ صنعت و افعال۔

اس لیے قدرتی بات ہے کہ انسان اللہ کا نائب یا خلیفہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا، جب تک ان سہ گانہ کمالات میں اسی کے طرزِ کمال کا نمونہ بن کر نہ دکھلائے"۔[2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (مشہد آخر علماء کرام کا مقام۔ رسول اللہ کے نزدیک بہت بلند ہے) ترجمہ:۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اعتراضات کی تردید کرنے کی اجازت چاہی۔ جو علماء حرمین نے بعض صوفیائے پر کئے ہیں۔ تو مجھے اس چیز کی اجازت نہ ملی اور میں نے علماء عاملین کو دیکھا کہ جن کا علم مشتغلین تصفیہ کے موافق ہے۔ اور نشر علم و دین کرتے ہیں اور آپ کو عزیز ہیں۔ ان صوفیہ سے آپ کو محبوب ہیں۔ اگرچہ یہ اہلِ فنا اور بقا اس جذبہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ جو کہ نفس ناطقہ میں سے ظہور کرے اور اہلِ توحید وغیرہ میں سے ہوں۔ جو صوفیہ کے ہاں اعلیٰ مقامات ہیں"۔

[1] ۔ مکتوبات مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مکتوب نمبر ۱۲ دوم دفتر ص ۲۳۶

[2] ۔ ایک قرآن۔ مصنفہ قاری محمد طیب صاحب۔

۱ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ

اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو اور صبح و شام تسبیح بیان کرو۔

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو حکم ہوتا ہے۔

۲ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ط

اور جو لوگ اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں ان کو اپنے سے دور نہ کر جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں

وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

۳ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو اس کو حد سے بڑھنے والے پسند نہیں آتے اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور اسے ڈر اور طمع سے پکارو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکو کاروں سے قریب ہے۔

۴ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

بے شک ایمان والے وہی ہیں۔ جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب اسکی آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

---

۱ سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۵۲ -

۲ سورۂ ال عمران ۳ آیت ۴۱

۳ سورہ الانعام رکوع ۶ آیت ۵۲ -

۴ سورۂ الاعراف ۷ آیت ۵۵، ۵۶ -

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ نور ۲۴ : ۳۷)

ایسے آدمی جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

سورہ الرعد ۱۳- آیت ۲۷ ، ۲۸)

اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دل کو اطمینان ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

چند احادیث مقدسہ کا اسی ضمن میں شامل مقالہ کرنا موضوع زیر بحث کی توثیق و تحسین کا باعث ہوگا۔

[1] عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس يتحسّر اهل الجنّة الّا على ساعةٍ مرّت بهم لم يذكروا اللّٰه تعالى فيها۔

[2] عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم يقول اللّٰه تعالٰى انا عند ظنّ عبدى بى وانا معه اذا ذكرنى۔ فان ذكرنى فى نفسه ذكرته فى نفسى۔ وان ذكرنى فى ملاءٍ ذكرته فى ملاءٍ خيرٍ منهم۔ وان تقرّب الىّ شبرًا تقرّبت اليه ذراعًا وان تقرّب الىّ ذراعًا تقرّبت اليه باعًا وان اتانى يمشى اتيته هرولة۔

علاوہ ازیں بزرگانِ ملت نے بھی فضائل بیان فرمائے ہیں۔ مشہور عالم محدث حافظ ابن قیم کی تصنیف "الوابل الصیب" میں فضائل ذکر کی تعداد سو کے قریب ہے۔

اب ہم حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کو بحیثیت پیر طریقت دیکھنا چاہتے ہیں۔

---

[1] اَخْرَجَهُ الطبرانی والبیہقی۔

[2] مشکوٰۃ شریف باب ذکر اللہ عز و جل والتقرب الیہ فصل اول ص ۵۲۹ مطبع سعیدی کراچی۔

مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ

شجرۂ خاندان عالیہ قادریہ راشدیہ

الٰہی بحرمت شمس الضحیٰ نور الہدیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اطہر مدینہ منورہ

الٰہی بحرمت باب العلوم اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ	مزار نجف شریف غالباً
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ
الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت شیخ سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ	طرطوس
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری قرشی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی اوّل رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سیّد صفی الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سیّد ابوالعباس احمد رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف
الٰہی بحرمت حضرت سیّد مسعود رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سیّد علی رحمۃ اللہ علیہ	〃

الٰہی بحرمت حضرت سیّد شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف
الٰہی بحرمت حضرت سیّد شمس الدین گیلانی بغدادی حلبی اوّل رحمۃ اللہ علیہ	״
الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد غوث گیلانی الحسنی حلبی اچی رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سیّد عبدالقادر ثانیؒ رحمۃ اللہ علیہ	״
الٰہی بحرمت حضرت سیّد عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ	״
الٰہی بحرمت حضرت سیّد حامد گنج بخش کلاں رحمۃ اللہ علیہ	״
الٰہی بحرمت حضرت عبدالقادر ثالثؒ رحمۃ اللہ علیہ	״
الٰہی بحرمت حضرت سیّد عبدالقادر رابعؒ رحمۃ اللہ علیہ	״
الٰہی بحرمت حضرت سیّد حامد گنج بخش ثانیؒ رحمۃ اللہ علیہ	״
الٰہی بحرمت حضرت سیّد شمس الدّین ثانی رحمۃ اللہ علیہ	״
الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ	״
الٰہی بحرمت حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی خامس رحمۃ اللہ علیہ	پیرکوٹ سدھانہ
الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد بقا رحمۃ اللہ علیہ	پیر جو گوٹھ پگارا
الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ	
الٰہی بحرمت حضرت شاہ حسن رحمۃ اللہ علیہ	مسوئی شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ	بھرچونڈی شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ المشائخ مرشدنا خلیفہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ	
الٰہی بحرمت حضرت قطب الاقطاب سید مولانا مولوی تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ	مزار دین پور شریف ضلع بہاولپور
الٰہی بحرمت حضرت مرشدنا مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ	لاہور شہر

حضرت مولانا بحیثیت پیرِ طریقت

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک امتِ مسلمہ میں یہ مبارک سلسلہ جاری و ساری ہے کہ مشائخ کرام اپنے عقیدت مندوں سے بیعت لیتے ہیں۔ شجرۂ حسب ونسب کی طرح شجرۂ صحبت کا یہ روحانی نظام پورے حزم واحتیاط سے محفوظ و مصدّقہ ہے۔ علماء ربّانی نے نبوّت کے مناصبِ اربعہ کے اجراء واحیاء کے لیے جہاں شریعتِ طاہرہ کے علوم و حِکَم پر لاکھوں کتب مختلف زبانوں میں لکھی ہیں اور دینی تعلیمات کے لیے اسلامی درسگاہیں قائم کی ہیں۔ وہاں انہی پاکباز، نیکوفطرت علماء کرام کے فیضِ صحبت سے تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ قلوب کا کام زندہ و تابندہ ہے۔ اگرچہ یہ گروہ اب نہایت قلیل ہے۔ لیکن ان کے وجود سے انکار کرنا پیغمبرِ انس وجان صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیوضِ نبوریہ سے سُوءِ ظنّی کے مترادف ہوگا۔ حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے:۔

"کہ اللہ والے نایاب[1] نہیں ہیں، کمیاب ضرور ہیں اور ان کی صحبت میں وہ موتی ملتے ہیں، جو شہنشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔"

بیعت کا طریقہ

حضرت مولاناؒ مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے مریدین سے بیعت لیتے تھے بیعت ہونے والے حضرات آپ کے ساتھ ساتھ یہ فقرات کہتے۔

"توبہ کی[2] میں نے شرک سے، کفر سے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے۔ اے اللہ! میں تیرے دروازے پر آیا ہوں، تو مجھے اپنا شوق نصیب فرما۔ اپنا نام

---

[1] آخر حضرت کو ۱۹۳۶ء میں حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ علیہ الرحمۃ نے حکم فرمایا۔ احمد علی۔ بیٹا۔ تم خلقِ خدا کو بیعت کے لیے دور دراز کا سفر طے کرنے کی تکلیف نہ دیا کرو۔ آئندہ لاہور ہی میں خود بیعت لے لیا کرو۔ (راقم الحروف لال دین اخگر)

[2] مردِ مومن ص۷۶۔ مصنفہ عبدالحمید خاں صاحب۔ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

نصیب فرما اور مجھ سے وہ کام کروا جن سے تو راضی ہو۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں، اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم آپ بتائیں گے، اس کو مانوں گا اور اس پر عمل کروں گا اور اس بات پر میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں۔"

ان الفاظ کے بعد آپ نہایت شفقت سے مصافحہ کے لیے اپنے دونو ہاتھ مریدین کی طرف بڑھاتے۔ اب ذکرِ قلبی کا طریقہ تلقین فرماتے۔ آپ اپنے دستِ مبارک سے ان کے قلوب کی نشاندھی فرماتے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تلاوت کرتے۔ اب اللہُ۔ اللہُ (اسمِ ذات) کا ورد کرتے اور مریدین کو بھی اپنے ساتھ کہنے کی ہدایت فرماتے اور اکثر ارشاد ہوتا تھا کہ دل پر اللہُ کی خفیف سی ضرب بھی لگائی جائے۔ پھر فرماتے کہ اللہ ہو کا ورد خاموشی سے کرنا ہوگا۔ صبح سے شام تک ایک ہزار دفعہ ذکر کی تاکید فرماتے۔ علاوہ ازیں چلتے پھرتے اور دستی کاروبار کے وقت ذکرِ قلبی کی مداومت کی فضیلت بیان فرماتے۔ آپ کو فرصت کم ہوتی یا زیادہ، بیعت کے طریقہ کی وضاحت نہایت اطمینان سے کی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جاہل سے جاہل آدمی بھی آپ کے ارشاداتِ گرامی ذہن نشین کرنے میں دقّت محسوس نہ کرتا تھا۔ بعد ازاں بیعت کی غرض و غایت نہایت اختصار سے بیان فرما کر ہاتھ اٹھاتے اور استقامت کی دعا کرتے، جس میں تمام حاضرین شامل ہوتے تھے۔ جاہل ہوں یا عالم ہوں، بیعت لینے کے بعد مریدین کو مخاطب کر کے فرماتے تھے کہ ہماری جماعت میں پانچ وقت نماز پڑھنا اور کسی کو دکھ نہ دینا شرط ہے۔

ذکرِ قلبی کی تکمیل کے چند ماہ بعد باقی اذکار کی اجازت مرحمت ہوتی، جو کہ طریقہ

لہ۔ اَلَا وَاِنَّ فِی الجسدِ مُضغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجسدُ کُلُّہٗ وَاِذا فسدت فَسَدَ الجسدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ القلب

صحیح بخاری کتاب الایمان باب ۳۹ (فضلِ مَنِ استبرا لدینہ)

ذریعہ راشدیہ میں مروج ہیں ۔ ذکر روحی، سرّی، نفسی، خفی، اخفٰی، پاسِ انفاس، ذکرِ ارہ، سبع صفات یا مراقبۂ فنائیت، سلطان الاذکار، نفی اثبات، مراقبہ، اسمِ ذات نورانی۔

محولا بالا لطائف کی تکمیل کے بعد باطنی استعداد کے مطابق کشفِ قبور، کشفِ قلوب اور حلال وحرام اشیاء کی طرف توجہ دلائی جاتی ۔ خاص خاص وظائف و اوراد کا تعلق ان حضرات سے ہوتا تھا، جو اپنے اخلاص و ذوقِ روحانی کی بناء پر خلیفہ مجاز بننے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

خلعتِ خلافت کی تفویض کا معیار بھی بڑا بلند تھا۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب فاضل دیو بند خلیفۂ مجاز حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں بعض حضرات کو خلافت دینا چاہتا ہوں، مگر اجازت نہیں ملتی۔

آپ کے حلقۂ رشد میں مستورات بھی شامل ہوتی تھیں ۔ آپ ان سے زبانی بیعت لیتے تھے، مصافحہ نہیں کرتے تھے۔

اپنی وفات سے چند ماہ پہلے آپ نے ایک رات مجلس ذکر کی تقریر میں فرمایا:

"الحمد للہ! میری روحانی بیٹیاں جو اب تک وفات پا چکی ہیں، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جہنّم سے نجات عطا فرمائی ہے۔"

---

[1] "مجھ سے بیعت ہونے والی مستورات کی قبریں جنت کا نمونہ ہیں۔" (مردِ مومن ص ۱۸ مصنفہ عبدالحمید خاں صاحب)

آپ نے مجلسِ ذکر کی وعظ میں فرمایا کہ میری روحانی بیٹیاں جو اب تک انتقال کر گئی ہیں۔ ان کی قبریں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہیں۔ ان میں سے ایک بھی جہنم میں نہیں گئی (مقاماتِ ولایت ص ۱۰۱ مصنفہ لال دین)

[2] حضرت! میری اب یہ حالت ہے کہ جسم کا رونگٹا رونگٹا ذکر میں مشغول ہے اور بعض دفعہ میں اپنے اعضاء کے ذکر کو اپنے کانوں سے سنتی ہوں۔ حضرت! میں اب نہ کھاتی ہوں، نہ پیتی ہوں تاکہ مجھ کو بول و براز کی حاجت نہ ہو کیونکہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ مجھ پر بارش کی طرح انوار برس رہے ہوں اور میں بول و براز میں مشغول ہو جاؤں۔" (ضعیفہ ذاکرہ کا خط مقالاتِ ولایت ص ۱۰۲ علمی اور روحانی کمالات مولانا احمد علی)

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ تحصیل ٹانک ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں کی ایک نیک اختر خاتون کا ہمارے ساتھ بیعت کا تعلق تھا۔ وہ ہر وقت اذکار و اوراد میں مستغرق رہتی تھی۔ اس نے اپنی قلبی کیفیت کو ایک خط میں لکھ کر ہم کو اطلاع دی۔ ہم نے اس کے جواب میں لکھا۔ "بیٹی! سلمک اللہ! تجھ کو لاکھوں بار مبارک ہو۔ تو میری تمام جماعت سے سبقت لے گئی ہے۔"

حضرت علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پاس جو کوئی آتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس کو اللہ تعالےٰ نے بھیجا ہے۔ لہٰذا ہم اس کو اللہ تعالیٰ کا نام بتا دیتے ہیں۔

حضرت مولانا رح اپنے مریدوں کو ایک کارڈ عطا فرمایا کرتے تھے۔ جس پر حسب ذیل وظائف چھپے ہوئے ہوتے تھے۔ ان وظائف کے فضائل کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں۔ بعض وظائف کو لسان مصطفوی ﷺ نے باقیات[1] الصالحات فرمایا ہے۔ بعض کو مقالید السموات والارض اور کسی کو اسم[2] اعظم سے تعبیر فرمایا ہے۔

پہلا وظیفہ جو کارڈ پر نقل ہوتا تھا۔

سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان[3] اللہ العظیم۔"

---

[1] تکبیر (اللہ اکبر) تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمد للہ) کہنا اور (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) الحدیث (باقیات الصالحات) مؤطا امام مالک باب ذکر اللہ)

(۲) مقالید:۔ لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر سبحان اللہ الحمد للہ۔ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا اللہ ھو الاول و الاٰخر و الظاھر و الباطن یحیی و یمیت۔ و ھو حیٌّ لا یموت بیدہ الخیر و ھو علی کل شیٍٔ قدیر۔

[2] ۔ انت اللہ لا الٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد۔ (حجۃ البالغہ حصہ دوم ص ۲۸۲ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ)

اللہ۔ علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظم سے نقل کیا ہے کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے اور یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ سے بھی یہی نقل ہے۔

[3] عن ابی ھریرہؓ قال قال النبی صلی اللہ وسلم کلمتان خفیفتان

(باقی اگلا صفحہ)

دوسرا وظیفہ:۔ استغفر اللہ[1] الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ۔

تیسرا وظیفہ:۔ اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا محمّد ن النبی الامی و اٰلہ و بارک و سلّم۔

مذکورہ بالا کارڈ کے پہلے وظیفے کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ کم از کم ایک سو دفعہ یومیہ پڑھا جائے۔ دوسرا وظیفہ دو سو دفعہ یومیہ اور تیسرا وظیفہ درود شریف کم از کم تین سو دفعہ روزانہ پڑھا جائے۔ علاوہ ازیں اور کئی اوراد و وظائف تھے، جو اہلِ حاجت مرد و زن حضرت مولانا سے اجازت لے کر پڑھا کرتے تھے۔ جن میں عبادتِ الٰہی، ان کے مصائب و نوائب کا حل اور بفضلِ خدا آسائشِ حیات کے اسباب و نتائج برآمد ہوتے تھے۔ حضرتؒ کے تعلیم کردہ وظائف وہی ہوتے تھے، جو خیر الانام فخر الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو باذن اللہ ارشاد فرمائے۔ اس طرح سے احیائے سنت کا کام بھی سرانجام پاتا تھا اور خلقِ خدا کو اہلِ دجل و فریب پیرانِ باطل سے نجات بھی ملتی تھی۔

آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی تھی لیکن آپ کسی کا پتہ وغیرہ نہیں لکھواتے تھے۔ آپ کی للہیت، منہاج نبوّت پر استقامت، استغناعن الخلق کا وصف حُسنِ خلق، فقراء، مساکین، یتامیٰ، بیوگان، طلباء اور مستحق غریب علماء پر بذل و ایثار[2] کی عادتِ شریفہ، تمام متوسلین سے نرم خوئی، خوش کلامی، خندہ پیشانی بقدرِ استطاعت

علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمان۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ (بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف۔ باب التسبیح حدیث ۲۱۹۰)

مَن قالَ استغفر اللہ الذی لَا اِلٰہَ الّا ھو الحیُ القیوم و اتوب الیہ غفرت ذنوبہ و ان کانَ قد فرّ مِن الزحف (جہاد) ابوداؤد۔

[1] التائبُ مِن الذنب کمَن لّا ذنبَ لہٗ (مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار والتوبہ فصل اول حدیث ۲۲۵۴)

[2] آپ نے انجمن کے زکوٰۃ فنڈ سے غرباء کے ماہانہ وظائف مقرر کئے ہوئے تھے۔ تقریباً چالیس مرد و زن مستحقین مالی مدد حاصل کرتے تھے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ (دفتر انجمن خدام الدین رجسٹر زکوٰۃ فنڈ راوی منشی گلزار احمد صاحب)

مہمان نوازی، عامۃ الناس کی خیر خواہی کا جذبہ، غرضیکہ آدمیت کا احترام، اپنوں اور بیگانوں کی گرویدگی کا باعث بنا ہوا تھا۔ لوگ سینکڑوں میلوں سے سفر کر کے شیرانوالہ کی مسجد لائن سبحان خاں میں حاضر ہوتے۔ آپ کے جمعہ اور درسِ عمومی کے فرمودات سے مستفیض ہوتے اور روحانی اشغال و اوراد میں رہنمائی حاصل کر کے چلے جاتے۔ بعض لوگ مہینوں تک مسجد کے حجروں میں رہائش پذیر ہوتے اور روحانی اسباق کی تکمیل آپ کی عارفانہ صحبت میں رہ کر کرتے۔ یہ لوگ اپنے کھانے پینے کی چیزیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دکھا کر پھر استعمال کرتے۔ بیعت کے لیے عوام کی درخواست فوراً منظور کی جاتی تھی۔ لیکن علماء کرام کو بیعت کرنے سے پہلے استخارہ کرنے کے متعلق فرماتے اور بعض حالات میں بلا استخارہ بھی حلقۂ رشد میں داخل فرما لیتے۔

آپ کی خدمتِ اقدس میں علماء، طلباء، گریجوایٹ، وزراء، فقراء، حضری اور بدوی (دیہاتی) حاضر ہوتے۔ لیکن ہر شخص کو یہ یقین ہوتا تھا کہ حضرت مولاناؒ جس محبت اور اخلاق سے مجھ سے ملے ہیں شاید ہی ایسا مشفقانہ برتاؤ کسی کو نصیب ہوا ہوگا ؎

ہر کہ اندر دستِ او شمشیرِ لا ست
جملہ موجودات را فرمانرواست
علامہ اقبالؒ

مجلسِ ذکرِ جہر

کلمہ توحید اسلام کے ارکانِ خمسہ میں اوّلین حیثیت رکھتا ہے یہی وہ مبارک اقرار ہے، جس کی برکت سے شرکؔ و کفر کی تاریکیاں اور اعمالِ بد کی شناعتیں انسانی قلوب سے یک قلم کافور ہو جاتی ہیں اور انسان سابقہ عدوان و عصیان سے یوں بری

لہ۔ عمرو بن العاصؓ، حضور اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں اسلام لانے کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور یوں فرماتے ہیں:۔ وَقَالَ اَرَدْتُ اَشْتَرِطُ قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا؟ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرو اَنَّ الاِسْلَامَ [illegible] مَا كَانَ قَبْلَهُ (مسلم شریف)

ہو جاتا ہے، جیسے اس کا وجود عالم کتم سے آج ہی عالم شہود میں ظہور پذیر ہوا ہے کلمۂ توحید کے فضائل سے احادیث نبوی کا مقدس ذخیرہ لبریز ہے۔ سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو افضل الذکر[۱] فرمایا ہے۔ آپ اسی تحمید و تہلیل میں ہمیشہ ذاکر و شاغل رہتے تھے[۲]۔ کیونکہ ذاکرین اور ذاکرات کے صفات کا بارگاہِ ایزدی سے اعلان ہوتا رہتا تھا۔

[۳] اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ — وہ لوگ جو قیام، نشست اور اپنے پہلوؤں پر لیٹ کر بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

[۴]۔ لَا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ

ایک[۵] دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھ کو کوئی ورد تعلیم فرمائیے۔ جس سے آپ کو یاد کروں اور آپ کو پکاروں۔ ارشادِ خداوندی ہوا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے پروردگار! یہ تو ساری دنیا کہتی ہے ارشاد ہوا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو۔ عرض کیا۔ میرے رب میں تو کوئی مخصوص چیز مانگتا ہوں، جو فقط مجھ کو ہی عطا ہو۔ ارشاد ہوا۔ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک

---

[۱]۔ عَنْ جابرٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَافضلُ الدُّعاءِ الحَمْدُ للّٰہِ (مشکوٰۃ شریف)

[۲]۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحظہ اور ہر لمحہ خدا کی یاد میں مصروف رہتے تھے (ابوداؤد کتاب الطہارۃ) ربیعہ بن کعب سلمیؓ آپؐ کے آستانہ پر پہرہ دیتے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی تسبیح و تہلیل کی آواز سنتے سنتے میں تھک جاتا اور مجھے نیند آجاتی تھی (مسند ابن حنبل ج۴ ص۵۹)

[۳]۔ پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۹۱ [۴]۔ سورہ النور ۲۴ آیت ۳۷: "اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، سفر میں جاتے، واپس آتے۔ گھر میں داخل ہوتے، مسجد میں قدم رکھتے۔ غرض ہر حالت میں آپ کے دل و زبان ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ اسی بنا پر احادیث میں مختلف اوقات کے لیے کثرت سے ادعیۂ ماثورہ منقول ہیں اخیر زندگی میں جب سورۂ اذا جاء نصر اللہ اتری، جس میں تحمید و تسبیح کا حکم ہے تو امہات المومنین کا بیان ہے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں زبانِ مبارک پر تسبیح و تہلیل جاری رہتی تھی۔" (ابن سعد جزء الوفاۃ)

[۵]۔ رواہ نسائی۔ ابن حبان والحاکم۔

پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو رکھ دیا جائے ، تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا جھک جائے گا۔"

ان مختصر فضائل و ثمرات کے تذکرہ کے بعد اب ہم حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی مجلسِ ذکر کا بیان زیبِ قرطاس کرتے ہیں:۔

نمازِ مغرب کے بعد ہر جمعرات کو مولانا اپنے مریدین کی ایک معتد بہ جماعت کے ساتھ مسجد کی کسی علیحدہ جگہ میں بیٹھ کر ذکرِ جہر کی مجلس منعقد فرمایا کرتے تھے۔ سب سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بعد گیارہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھی جاتی تھی۔ اس کے بعد تمام حاضرین ہاتھ اٹھا کر حضرت مولانا کے ارشاد کے مطابق دعا کرتے تھے کہ الٰہی سورۂ اخلاص کا ثواب سیدنا عبدالقادر جیلانی پیر سبحانی کی روح پر فتوح کو پہنچے۔

اب حضرتؒ تین دفعہ افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتے اور حاضرین بھی پڑھتے۔ اس کے بعد دس تسبیح کے وقفے کے برابر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد شروع ہوتا۔ پھر اتنے ہی وقت کے لیے اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر کیا جاتا۔ پھر اتنے ہی لمحات کے لیے اَللّٰہُ کا ورد کیا جاتا اور بعد ازاں ھُو کا ذکر ہوتا اور ذکرِ جہر اختتام پذیر ہوتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر وقفے اور حصۂ ذکر کی تبدیلی کے موقع پر اپنی تسبیح کو زمین پر مارتے تاکہ حاضرین بھی آپ کی اقتداء میں ذکر کے دوسرے حصے میں مشغول ہو جائیں۔ ھُو کے ذکر کے بعد کچھ ساعت کے لیے مراقبہ ہوتا۔ اس میں لطیفۂ قلبی پر توجہ ہوتی اور اللّٰہُ بھی کہا جاتا۔ آپ کی مجلس میں چلا کر ذکر کی اجازت نہیں تھی۔ آپ نہایت خفیف اور دبی ہوئی عاجزانہ آواز سے ذکر کرتے اور حاضرین بھی آپ کی پیروی میں اپنی آواز کو دھیما رکھتے تھے۔ مراقبہ کے بعد دعا[۱] ہوتی اور مختصر تقریر بھی کی جاتی۔

---

[۱] اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنِیْ بِسِتْرِکَ الْجَمِیْلِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِکَ۔ اَللّٰھُمَّ نَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ

(بقایا اگلا صفحہ)

تقریریں امراضِ روحانی کے اسباب وعلل اور مناسب علاج و پرہیز بتایا جاتا۔ احوال و کیفیاتِ قلبی کا احساس رکھنے والے حضرات کو دلی طور پہ اعتراف تھا کہ حضرت مولاناؒ روحانی معالج ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ ہمہ تن اشتیاق بن کر ان مجالس میں حاضری دیتے تھے۔ دراصل حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے اس دورِ الحاد و زندقہ میں روحانیت کے چمنستان کی آبیاری فرما کر مسلمانانِ ہند و پاک پر بہت بڑا احسان و امتنان فرمایا۔ کیونکہ کلمہ طیبہؔ کا ورد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کے اعلانِ توحید کا ایک جامع اور سچائی نغمہ ہے۔ اکابرِ ملّت اور حکماءِ اسلام نے اس مبارک کلمۂ توحید کو نہایت پسندیدہ اور پُر مغز حسین و جمیل الفاظ سے تعبیرؔ فرمایا ہے۔ مجالس ذکر کے بعد کی تقاریر کے عنوانات اکثر مندرجہ ذیل ہوتے تھے۔ رزقِ حلال، صدقِ مقال، ذکرِ الٰہی کی اہمیت، اخلاص، خشیتِ الٰہی نجات تزکیہ پر موقوف ہے۔ باطن کی بصیرت حاصل کرنے کا طریقہ، حسد، بغض، کینہ، جاہ طلبی، زرطلبی غیبت، بدنظری، بدظنی وغیرہ روحانی امراض پر نہایت بصیرت افروز تبصرہ ہوتا تھا اور نمازِ عشاء کے لیے مجلسِ ذکر برخاست ہو جاتی تھی۔

شجرۂ خاندانِ عالیہ قادریہ راشدیہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کرام

مندرجہ ذیل حضرات حضرت مولانا شیخ المشائخ علیہ الرحمۃ کے خلفاء مجاز ہیں۔

۱۔ الحاج مولانا حافظ محمد حبیب اللہ علیہ الرحمۃ (حضرت مولانا احمد علیؒ کے خلف اکبر مکہ مکرمہ)

۲۔ الحاج مولانا عبد الہادی خلف الرشید سلطان العارفین حضرت دین پوریؒ (خانپور)

۳۔ الحاج مولانا ابوالحسن ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اللّٰھم ھون علینا سکرات الموت۔ ربّنا ھب لنا من ازواجنا وَ ذریّتنا قرۃ اعینٍ و اجعلنا للمتقین اِمَامًا۔ اللّٰھم وَفقنا لما تحب وَترضی وَاجعل اٰخرتنا خیرًا مِن الاولی (مردِ مومن ص ۱۳۵ مصنفہ عبدالحمید خان مرحوم)

۱؎ کلمہ توحید، کلمہ اخلاص، کلمہ تقویٰ، کلمہ طیبہ، عروۃ الوثقیٰ، دعوۃ الحق، ثمن الجنۃ (احیاء العلوم امام غزالی علیہ الرحمۃ)

۴۔ مولانا الحاج عبدالعزیز علیہ الرحمۃ خلیفہ مجاز شیر یزدانی میاں شیر محمد نور اللہ مرقدہ ثم خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ

۵۔ الحاج حضرت مولنا بشیر احمد مرحوم و مغفور۔ جامع مسجد پسرور۔ سیالکوٹ۔

۶۔ جانشین حضرت شیخ التفسیر حضرت مولانا قاری عبیداللہ انور مدظلہ العالی۔ لاہور

۷۔ مولانا حافظ حمیداللہ علیہ الرحمۃ خلف الرشید حضرت لاہوریؒ۔ لاہور

۸۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب (میاں علی شیخوپورہ)

۹۔ قاضی زاہدالحسینی صاحب۔ جامعہ مدنیہ۔ کیمبل پور۔

۱۰۔ حضرت مولانا عرض محمد صاحب (کوئٹہ)

۱۱۔ سید احمد شاہ بخاری مرحوم و مغفور چوکیرہ۔ سرگودھا۔

۱۲۔ مولانا ہارون صاحب بقر یچانی۔ سکھر۔

۱۳۔ حضرت مولانا گل محمد صاحب (ایران)

۱۴۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب (خانیوال)

۱۵۔ مولانا قاضی عبداللطیف صاحب (جہلم)

۱۶۔ حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب۔ ڈیرہ اسماعیل خاں

۱۷۔ جناب قاری عبدالکریم صاحب ترکستانی۔ حال کراچی۔

۱۸۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب۔ سرگودہا۔

۱۹۔ مولانا عبدالمجید صاحب۔ رحیم یار خاں۔

۲۰۔ مولانا احمد شاہ صاحب دیوانی (سندھ)

۲۱۔ حاجی میر محمد صاحب۔ چونگل۔

۲۲۔ حضرت مولانا امین الحق صاحب۔ شیخوپورہ۔

۲۳۔ حضرت مولانا غلام قادر صاحب۔ ملتان۔

۲۴ حضرت مولانا محمد حسن صاحب۔ سندھ۔

۲۵۔ حضرت مولانا دوست محمد صاحب۔ غوث پوری۔

۲۶۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب۔ دین پور (سندھ)

یہ تمام خلفاء عظام تعلیماتِ اسلامی میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں اور ان لوگوں نے حضرت شیخ المشائخ کی ہدایت کے مطابق رضائے الٰہی کی خاطر خلقِ خدا کی فلاح و بہبود کو رات دن پیشِ نظر رکھا اور اپنی اپنی جگہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اصلاحِ احوال میں نہایت مستعدی سے کوشاں ہیں۔

حضرت شیخ التفسیرؒ معمولاتِ قادریہ کی روزانہ تکمیل فرماتے۔ آپ اس وقت تک چارپائی پر استراحت[1] نہیں فرماتے۔ جب تک آپ کے اوراد و وظائف ختم نہیں ہو جاتے تھے۔ معمولاتِ یومیہ سے کبھی زائد پڑھے گئے اذکار حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ استغفار۔ ۱۲۵۰۰۰ بار

۲۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ ۱۲۵۰۰۰ بار

۳۔ لا الٰہ الا اللہ ۱۲۶۰۰۰ بار

۴۔ رب اغفر لی لفضلک ۱۲۵۰۰۰ بار

۵۔ یاستّارُ یا غفّار ۱۲۵۰۰۰ بار

۶۔ یا رحمٰنُ یا رحیم ۱۲۵۰۰۰ بار

محو لا بالا یادِ الٰہی کی مشغولیّت اور محویّت پوری مواظبت کے ساتھ مولاناؒ کو اولیاء اللہ کی صف میں لاکر کھڑا کر دیتی تھی۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بڑے[2] بڑے صاحبِ ثروت اور اہلِ علم و فضل آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ لیکن فرطِ ادب سے ان کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ آپ کے نورانی چہرے پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ خدا کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، اور علم و دولت کے سارے نشے ہرن ہو جاتے تھے۔

آپ اولیاء کرام کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے۔ نبوت[3] کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن کمالاتِ نبویؐ کے حاملین قیامت تک رہیں گے۔ ان کی صحبت میں اصلاحِ حال ہوتی ہے

---

[1] ۔ راوی حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب جانشین حضرت شیخ التفسیرؒ۔

[2] ۔ ہیبتِ مردِ خدا از لا الٰہ! از علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

[3] ۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب خلیفۂ مجاز حضرت لاہوری۔

اللہ والے موتیوں سے بھی گراں قیمت ہوتے ہیں۔ موتی ملنے ارزاں، لیکن اللہ والے ملنے گراں۔ وہ نایاب نہیں ہیں، کمیاب ضرور ہیں۔ اگر کامل مل جائے تو اس کے قلب سے ادب، عقیدت اور اطاعت کی تین تاریں جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

کشف و کرامت

"خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں۔ کیونکہ ولایت قربِ الٰہی سے مراد ہے جو ماسویٰ کے نسیان کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے بعض کو یہ قرب عطا فرماتے ہیں۔ لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع نہیں بخشتے اور بعض کو قرب کچھ نہیں دیتے لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع دے دیتے ہیں۔ یہ تیسری قسم کے لوگ اہلِ استدراج ہیں۔ نفس کی صفائی نے ان کو غائبانہ کشف میں مبتلا کر کے گمراہی میں ڈالا ہے۔ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (سورہ المجادلۃ ۵۸ آیت ۱۹)

پہلی اور دوسری قسم کے لوگ جو دولتِ قرب سے مشرف ہیں، اولیاء اللہ ہیں۔ نہ غائبانہ امور کا کشف ان کی ولایت کو بڑھاتا ہے، نہ عدمِ کشف ان کی ولایت کو گھٹاتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عدمِ کشف والا بباعث زیادہ قرب کے جو اس کو حاصل ہوتا ہے۔ کشف والے شخص سے افضل و پیش قدم ہوتا ہے۔"[1]

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی شاہ علیہ الرحمۃ تھانوی نے التکشف میں اولیاء کرام کی اقسام پر سیر حاصل نظر ڈالی ہے "جاننا چاہیے[2] کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جن کے متعلق خدمت، ارشاد و ہدایت، اصلاحِ قلوب، تربیتِ نفوس، تعلیمِ طرق اور

---

[1] ۔ مکتوبات دفتر دوم امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی ص ۲۶۶ مکتوب ۹۲

[2] ۔ التکشف ص ۹۴ ۔ مصنفہ حضرت سید اشرف علی تھانوی حکیم الامت علیہ الرحمۃ)

قرب و قبول عنداللہ ہے۔ اور یہ حضرات اہلِ ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل و افضل ہو اور اس کا فیضِ اتم و اعمّ ہو اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائبِ حقیقی ہوتے ہیں۔

دوسرے وہ ہیں، جن کے متعلق خدمت و اصلاحِ معاش، انتظامِ امورِ دنیویہ و دفعِ بلیات ہے کہ اپنی ہمّتِ باطنی سے باذنِ الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہلِ تکوین کہلاتے ہیں۔ ان میں جو اعلیٰ و قویٰ اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے۔ اس کو قطب التکوین کہتے ہیں"

اب ہم حضرت مولاناؒ کے واقعاتِ زندگی پر غور کر کے ان کے احوال و مقامات کا جائزہ لینا چاہتے ہیں، جن سے آپ کا مقرّبِ الٰہی ہونا مدلّل اور مسلّم طور پر ثابت ہو سکے۔ یہ باب واقعات پر مبنی ہے۔ اس میں نہایت ثقہ اور متقی رواۃ کی شہادت کو حسبِ استطاعت حزم و احتیاط سے درج کیا جائے گا تاکہ "پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند" کے غبار سے اس کے جزئیات کو ہر طرح محفوظ و مصئون رکھا جا سکے۔

فاضلِ دیوبند حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ساکن کوئٹہ کے دو خواب [۱]

پہلا خواب:۔ میں نے خواب میں محراب کی شکل کا ایک دروازہ دیکھا جس پر جلی حروف سے "قطب الاقطاب" کے الفاظ تحریر تھے۔ میں نے اپنے پاس ایک مجذوب کو دیکھا

---

[۱] حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کوئٹہ سے شیرانوالہ تشریف لائے۔ یہ دونو خواب آپ نے میرے سامنے بیان فرمائے۔ میں ان دنوں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی سیرت کا دوسرا حصہ (مقاماتِ ولایت لکھ رہا تھا۔ مولانا فرماتے تھے کہ ان خوابوں کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند دنوں سے میں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے روحانی مقام کے متعلق علمائے کرام اور صوفیہ عظام سے سوال کر رہا تھا۔ جس کا حل پروردگار عالم نے اپنے لطفِ خاص سے رویائے صادقہ کی صورت میں بندہ احقر الانام پر منکشف فرما دیا الحمد للہ علیٰ ذالک (احقر راقم الحروف انگہ)

جس کو میں پہلے سے بھی جانتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کہ حضرت! یہ دروازہ آپ کا ہے اس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ کیا یہ دروازہ میرا ہے؟ تو پھر بھی اس کا وہی جواب تھا۔ بعد ازاں میں نے استفسار کیا کہ حضرت فرمائیے۔ یہ دروازہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی ذاتِ گرامی قدر سے منسوب ہے؟ تو میں نے دیکھا کہ اس مردِ حق آگاہ کے چہرے پر بشاشت کے انوار دمکنے لگے اور وہ اثبات کے انداز میں مسکرانے لگے۔

دوسرا خواب:۔ میں نے خواب میں ایک نورانی چہرہ بزرگ کو دیکھا۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک حضرت شیخ التفسیر کا روحانی مقام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ قطبِ عالم ہوں گے۔ لیکن میں نے ان سے عرض کیا کہ میرا تو یقین ہے کہ حضرت لاہوری ہمارے عہد کے قطب الاقطاب ہیں۔ میری یہ بات سن کر وہ مثبت اور مسرت آگیں طریق سے مسکرانے لگے اور خاموش ہو گئے۔

تائیدِ ایزد متعال

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک دن نمازِ مغرب کے بعد مسجد سے باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ تو راقم الحروف کو فرمایا کہ آ جاؤ۔ میں بڑی مسرت سے اپنے آقائے روحانی کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ آپ یکی دروازے کے پولیس اسٹیشن سے کچھ آگے ایک گلی میں داخل ہو گئے۔ قریب ہی دائیں جانب ایک مسجد نظر پڑی۔ حضرتؒ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ حافظ صاحب کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ حافظ صاحب بیمار ہیں۔ آج نمازِ ظہر کے بعد ان کو گھر لے گئے ہیں۔ حضرتؒ یہ الفاظ سن کر واپس ہوئے۔ اب حضرت نے بازار میں پہنچ کر احقر کو ساتھ ساتھ چلنے کا اشارہ فرمایا۔ جب میں قریب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن صبح درسِ قرآن مجید کے بعد ایک سادہ پوش آدمی مسجد میں ایک طرف کھڑا پایا گیا۔ میں نے اس کے قریب جا کر سلام کے بعد پوچھا کہ کیا آپ کو میرے ساتھ کوئی کام ہے؟ وہ اب میرا بازو پکڑ کر قدرے اور خلوت میں لے گئے اور فرمانے لگے۔ حضرت مولانا! آج میں آپ کے درس میں تمام وقت بیٹھا رہا۔ اس سے

پیشتر اور مساجد میں بھی درس سن چکا ہوں۔ مگر آپ کے درس میں ایک محیر العقول منظر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ جتنا عرصہ درسِ قرآنِ حکیم میں مشغول رہے۔ آپ کے دائیں بائیں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کھڑی رہی آپ جب کوئی فقرہ ختم کرتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے" صَدَقْتَ صَدَقْتَ "، درس کے ختم ہونے پر وہ نورانی منظر ختم ہو گیا"۔

مولانا محمد صابر صاحب جو حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں برسوں حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے یہ واقعہ بیان فرمایا تو کہا کہ حضرت نے یہ واقعہ اپنے پیر طریقت حضرت مولانا سید تاج محمود قدس سرہ سے بیان فرمایا تھا تو آپ نے سن کر جواب دیا "کہ وہ شخص کوئی ابدال ہو گا یا ابدال ہونے والا ہو گا"۔

ایک دن آپ درسِ قرآن حکیم میں حسبِ معمول مشغول تھے۔ حاضرین پر آیاتِ الٰہی کے اثرات نمایاں تھے۔ اس ملکوتی فضا میں آپ نے نہایت مسرت زا لہجے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ احقر الانام سے لاہور میں چار مسجدیں تعمیر کروائی ہیں۔ ان کی تعمیر میں مردوں اور عورتوں کا مساویانہ حصہ ہے۔ فرمانے لگے کہ اگلے دن ایک آدمی آیا تھا اس نے اپنا خواب یوں بیان کیا "حضرتؒ خواب میں میں نے میدانِ حشر کا منظر دیکھا۔ تمام لوگوں کے اعمال میزان میں تولے جا رہے تھے۔ اتنے میں آپ کی مساجد کو لا کر میزان میں رکھا گیا۔ میں نے دیکھا کہ مساجد کی عمارات بقعۂ انوار بنی ہوئی تھیں۔

اسی دن درس میں فرمایا کہ ایک دن ایک آدمی نے آکر اپنا خواب بیان کیا۔ کہنے لگا "حضرت! میں آپ کے خدام میں سے ہوں۔ ایک رات میں نے خواب میں احکم الحاکمین رب العزۃ کا دربار دیکھا۔ قیامت بپا تھی اور لوگ خوف و ہراس سے بھاگتے پھرتے تھے۔ اب لوگوں کے اعمال نامے تلنے لگے۔ لوگ باری باری اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہو رہے تھے۔ حضور باری تعالیٰ میں جو شخص پیش ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر آگ رکھ دیتے۔ میں وحشت سے کانپ رہا تھا۔ حتیٰ کہ میری باری بھی آگئی میں ڈرتے ڈرتے قریب ہوا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر جنت کے پھلوں کا

ایک خوشہ رکھا۔ جس کی وجہ سے میری روح فردوسی فضاؤں میں محو ہو گئی" یہ وہ واقعات ہیں، جن کا تعلق بندگانِ خدا کے رویائے صادقہ سے ہے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تمام مجاہدات کا مقصد یہ ہے کہ طالب کے دِل میں جلا پیدا ہو جائے۔ دل کی آنکھیں اللہ تعالےٰ کے پاک نام کی برکت سے روشن ہو جائیں۔ ظاہری آنکھوں کا کیا ہے، یہ تو کتوں اور بلیوں کی بھی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد آیاتِ قرآن پڑھتے:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝

(سورۃ الاعراف ۷، ایت ۱۷۹)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے متعلق ارشادِ باری تعالےٰ کا ضروری حوالہ پیش فرمایا کرتے تھے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ[1] (بیشک وہ لوگ من حیث القوم اندھے تھے)

اسی لہجہ میں فرمایا کرتے تھے۔ اگر انسان کے دل کی آنکھیں بینا ہوں تو ان سے دیکھ کر چلے۔ ورنہ اپنی لاٹھی کسی بینا کے ہاتھ میں پکڑا دے تاکہ وہ اس کو منزلِ مقصود تک لے چلے۔ دورِ حاضر کے نبّاضِ فطرت اور اسلامی حقائق کے مفکر" علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے بھی "دل کی آنکھوں" پر زور دیا ہے۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی[2]
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

تمام ادیان و شرائع کے ظہور و نمود کی غرض و غایت یہی ہے کہ خلقِ خدا

---

[1] ۔ پارہ ۸ سورۃ اعراف آیت ۶۴۔
[2] "بانگِ درا" غزلیات صہ ۱۰۵۔ علامہ اقبال۔

کی دنیوی و اُخروی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کی جائے، تاکہ اولادِ آدم دارین میں کامیاب ہو سکے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

الٓرٰ قف کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ[1]

الغرض! مولانا لاہوریؒ اپنے عہد کے ایک ممتاز عالمِ ربّانی تھے تادمِ واپسیں اپنے حلقۂ اثر کے مرد و زن کو کفر و شرک اور بدعت کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کے نورانی ماحول میں لاتے رہے۔

"ہفت روزہ خدام الدین" کا اجراء ہو چکا تھا۔ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے ایک دن فرمایا" اگلے دن ایک آدمی مجھ کو ملنے کے لیے آیا۔ مسجد کے حجرے میں علیحدہ وقت لیا۔ ملاقات کے ساتھ ہی اپنی بغل سے رسالہ خدّام الدین نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا:" حضور! میں کنجر ہوں اور ہمارا کنبہ اتنے افراد پر مشتمل ہے۔ ہم چند مہینوں سے اس رسالے کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہم تمام مردوں اور عورتوں نے بدکاری سے توبہ کر لی ہے۔ اب ہم اپنا مکان چھوڑ کر دوسری جگہ جا رہے ہیں۔ حضرت! آپ ہمارے لیے استقامت کی دعا فرمائیں"۔ ع

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے[2]

---

[1] سورہ ابراہیم، شروع پارہ ۱۳ آیت ۱

[2] نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں، اپنی آستینوں میں
جلا سکتی ہے، شمع کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے۔ اہل دل کے سینوں میں
(علامہ اقبال "بانگ درا" ص ۱۰۵)

کشفِ قلوب

پروردگارِ عالم کے الطافِ کریمانہ نے حضرت شیخ التفسیرؒ کو نورِ بصیرت اور مومنانہ فراست سے نوازا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عامۃ الناس، علماء، خیر، مصلحین ملّت اور اولیاءِ اُمّت آپ کو نہایت عزّت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ مجالسِ اذکار کی مختصر مگر جامع و مانع تقریروں میں صاحبِ دل سامعین کو حدِ یقین تک احساس ہوتا تھا کہ ہمارے قلوب کا تزکیہ و تصفیہ ہو رہا ہے۔ ہم چند ایک واقعات کے درج ذیل کرنے سے پہلے حضرتؒ کے اپنے فرمودات گرامی ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

"میں[1] نے بفضلِ ایزدی سندھ سے بڑی نعمتیں حاصل کی ہیں۔ ان میں سے ایک دل کی بصیرت ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ چار سال کا خرچ بیوی بچوں کو دے کر میرے پاس آجاؤ۔ مسجد لائن والی میں نیم کے پیڑ کے نیچے بٹھلاؤں گا اور صرف وہ چیزیں کھانے کو دوں گا، جو حلال ہوں گی۔ حرام کھانے سے یہ نور حاصل نہیں ہوتا میں نے خود چالیس سال صرف کئے ہیں۔ لیکن تم کو چار سال میں بفضلِ ایزد متعال سکھا سکتا ہوں۔"

اگر یک قطرہ خوں داری۔ اگر مشتِ پرے داری
بیا[2] من با تو آموزم طریقِ شاہبازی را

ایک دفعہ ایک شخص بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوا تین دن تک رہا اور بیعت ہونے کی درخواست کرتا رہا۔ مگر حضرت مولاناؒ انکار ہی فرماتے رہے۔

---

[1] ۔ مولوی عبدالواحد بیگ۔ خادمِ خاص حضرت لاہوریؒ۔

[2] ۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ۔ زبورِ عجم ص ۱۴۹، مطبوعہ مقبول عام پریس۔ لاہور

پرورشِ دل کی اگر مدّنظر ہے، تجھ کو
مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس

کہ حضرت! جو کوئی آتا ہے، آپ اس کو بیعت کر لیتے ہیں۔ لیکن مجھ کو انکار کرتے ہیں۔ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا؟ آپ یہ سن کر اس کو اندر لے گئے اور پوچھا کہ سچ بتاؤ، تم کس لیے بیعت ہوتے ہو۔ اس نے عرض کیا۔ حضرت! میں ایک آدمی سے رشتہ مانگتا ہوں، مگر وہ لوگ آپ کے مرید ہیں۔ رشتے کی شرط یہ ہے کہ میں آپ کا مرید ہو جاؤں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا: "میں نے بار بار تیرے دل کی طرف توجہ کی ہے، مگر اس کو انکار کرتے ہوئے پایا۔ اگر میں اندھا ہوتا، تو تجھ کو بیعت کر لیتا۔"

ایک دفعہ راقم الحروف (لال دین انگر) نے ارادہ کیا کہ میں حضرت سے پوچھوں گا۔ اگر کسی مرید کو خواب میں اپنے روحانی پیشوا سے کچھ ارشادات غیبیہ سننے کا موقعہ ملے تو کیا اس کی اطلاع پیر صاحب کو بھی ہوتی ہے۔ میں نے ابھی سوال بھی نہیں کیا تھا کہ رستے میں چلتے چلتے مجھ کو قریب بلا کر فرمانے لگے: "کہ خواب میں اگر کسی کو اپنے مرشد کامل کی زیارت ہو اور کوئی اطلاع و بشارت کی صورت بھی وقوع پذیر ہو، تو اس کی اطلاع پیر صاحب کو ہونا ہرگز ضروری نہیں۔ دراصل خدا تعالیٰ کی طرف سے صحیح خبر کا القاء مرید صادق کے دل میں کیا جاتا ہے اور پیر کی صورت میں اس لیے ظہور ہوتا ہے کہ میرے پیر صاحب جب بیداری میں ہر بات سچی کرتے ہیں تو خواب میں بھی صحیح اطلاع دے رہے ہیں۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے متوسلین اور مہجورین کے پاس ایسے واقعات کی کمی نہیں۔ لیکن خوفِ طوالت سے ان کو درج نہیں کیا جا رہا۔

لے۔ حضرت مولانا محمد صابر صاحب۔ ساکن کوٹ عبدالمالک (خادمِ خاص)

کشفِ حالات

ایک دفعہ آپ نے کسی کے ہاں کھانے کی دعوت قبول فرمائی۔ کھانے کے بعد پھل کے ساتھ چلغوزہ کی گریاں بھی رکھی گئیں۔ آپ نے ان سے زیادہ شوق فرمایا۔ صاحبِ خانہ جو پہلے سے ہی حضرتؒ کے کشفِ حال کا قائل تھا، عرض پرداز ہوا" حضرت! آپ کو دوسرے پھلوں کی نسبت چلغوزے سے زیادہ پسند آتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا" ان میں نورانیت زیادہ دکھائی دیتی ہے"۔ دراصل یہ گریاں صاحبِ خانہ کی چھوٹی صاحبزادی نے وضو کر کے اور دو نفل پڑھنے کے بعد ذکرِ قلبی میں مشغول رہ کر تیار کی تھیں۔

ایک دفعہ حج وعمرہ سے واپس تشریف لائے تو فرمایا۔ اس سال تمام حجاج کرام میں جس کا مقام سب سے زیادہ ارفع تھا۔ وہ بزرگ حبشہ کے رہنے والے تھے۔

قطب التکوین

راقم الحروف کے ہمدم دیرینہ مولوی حیات محمد صاحب ساکن ریحانوالہ ضلع شیخوپورہ کا بیان ہے کہ میری زمین میں مزارع مجھ کو ناجائز تنگ کرتے تھے۔ میں نے بڑی کوشش کی، کہ ان سے نجات ملے لیکن کوئی صورت بن نہ آئی۔ ایک دن میں حضرت علیہ الرحمۃ کی معیت میں آپ کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ دل میں بار بار خیال آتا کہ میں حضرت سے دعا کے لیے عرض کروں۔ لیکن ہر بار طبیعت رک جاتی تھی۔ حتیٰ کہ آپ اپنے دردولت پر پہنچ گئے۔ میں نے حضرتؒ سے مؤدبانہ مصافحہ کیا۔ حضرتؒ پردے کے اندر قدم رکھتے ہی باہر تشریف لائے۔ میں ٹھہر گیا۔ میرے قریب تشریف لاکر فرمانے لگے"۔ آپ فکر نہ کریں، کام ہو گیا ہے، اطمینان سے جائیں"۔ میں نے حضرتؒ سے یہ بھی نہ پوچھا کہ کونسا کام ہو گیا ہے۔ بہر صورت آپ کے ارشاد میں ایک روحانی مسرت کا پیغام تھا۔ آخر شام تک میں اپنے گاؤں میں پہنچ گیا۔ میری بیوی خلافِ معمول خوش تھی۔ روٹی وغیرہ میرے سامنے لائی اور الحمد للہ کہہ کر بتانے لگی کہ آج وہ

مزارع ہماری زمین چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ بلکہ اپنا چھپّر اور مویشیوں کے کِلّے بھی اکھاڑ کر لے گئے ہیں۔ بیوی کی یہ باتیں سن کر حضرت والا شان کے اطمینان بخش الفاظ یاد آئے اور میرے یقین میں کیفاً معتدبہ اضافہ ہوا۔

خطیبِ پاکستان قاضی احسان احمد مرحوم شجاع آبادی نے راقم الحروف کے سامنے یہ واقعہ بیان فرمایا:۔

" ایک دفعہ میرا بازو ٹوٹ گیا اور علاج کے بعد درد وغیرہ جاتا رہا۔ لیکن میرا ہاتھ منہ تک نہیں پہنچتا تھا۔ ۱۹۵۲ء میں تحریکِ ختمِ نبوّت کے سلسلے میں گرفتاریاں ہوئیں، تو ملتان جیل میں میرے بعد حضرت لاہوریؒ بھی گرفتار ہو کر تشریف لائے اور علماء کرام بھی وہاں موجود تھے۔ لیکن حضرتؒ نے مجھ کو فرمایا کہ قاضی صاحب! آپ نماز پڑھایا کریں۔ میں نے تعمیلِ حکم میں نمازیں پڑھانی شروع کر دیں۔ ایک دن جماعت میں حضرت مولاناؒ عین میرے پیچھے کھڑے تھے۔ جب سجدے میں گئے تو آپ کی مبارک ٹوپی کی نوک میرے پاؤں کے تلوے میں لگی۔ مجھ پر یہ واقعہ بڑا شاق گذرا میں نے اگلی نماز کی جماعت نہ کرائی۔ ایک دو دن کے بعد حضرت نے مجھ کو دوبارہ فرمایا۔ قاضی صاحب! آپ نماز پڑھایا کریں۔ میں نے خادمانہ عرض کیا۔ حضرت! تعمیلِ ارشاد میں مجالِ عذر نہیں۔ لیکن یہاں آپ کے خدام میں اچھے اچھے علماء موجود ہیں۔ میں تو اچھی طرح وضو کرنے سے بھی معذور ہوں۔ میرا ہاتھ منہ تک نہیں جاتا۔ یہ سن کر حضرتؒ نے نہایت شفقت سے میرا بازو پکڑا۔ اپنے دستِ مبارک کو میرے ٹوٹے ہوئے بازو پر پھیرا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ شفاء اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ اور اسی قسم کے چند ایمان افروز کلمات آپ کی زبان سے صادر ہوئے میں خاموشی سے سنتا رہا۔ نمازِ عشاء پڑھی گئی۔ سونے کا وقت آیا سب سو گئے۔

پروردگارِ عالم کی قسم! اگلی صبح کو میں نے نماز کے لیے وضو کیا۔ میرے دونو ہاتھ بالکل ٹھیک تھے۔

اللہ! اللہ! انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء امت کے خوارق و کرامات

قدرتِ ایزدی کے مظاہر ہیں۔ قرآن پاک نے خوارقِ عادت کی اطلاع مختلف مقامات پر دی ہے۔"

"حضرت[2] ! میرے پیٹ میں کینسر تھا۔ ایکسرے لیا گیا۔ میو ہسپتال میں داخلے کا فیصلہ ہوا۔ میں حضرتِ اقدس سے دعا کرانے کے لیے حاضر ہوئی۔ پدرانہ شفقت سے میری بات سنی۔ پھر آپ نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ جلد شفا ہو جائے گی۔ رخصت ہونے پر مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ میں تندرست ہو گئی ہوں۔ اگلے دن میں نے ہسپتال میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ شام کو ڈاکٹر صاحب آئے۔ مجھ کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی۔ میں نہ مانی۔ آخر کار دوبارہ ایکسرے کا فیصلہ ہوا۔ دوبارہ ایکسرے کرایا گیا۔ بفضلِ ایزد متعال پھوڑے کا نشان تک بھی موجود نہیں تھا۔"

"سکھر کے حکیم[3] محمد رمضان صاحب جو حضرت امروٹیؒ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ حضرت! میں بہت سے بزرگانِ دین کی زیارت کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ مگر حسنین رضی اللہ عنہما کی زیارت سے تاحال محروم ہوں۔ میں سکھر سے حاضرِ خدمت ہوا ہوں۔ آپ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ حضرتؒ یہ عرض سن کر مسکرائے اور اپنے خادمِ خاص مولانا محمد صابر صاحب کو فرمانے لگے کہ حکیم صاحب کو میرے حجرے میں میرے بستر پر سلا دیں۔ حکیم صاحب حضرتؒ کے لحاف میں حجرے کے فرش پر سو گئے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت لاہوریؒ بھی آپؐ کی معیت

---

[1] - وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ

(پارہ ۷ سورہ المائدہ آیت ۱۱۰)

[2] - حضرت مولانا عبید اللہ انور جانشین حضرت شیخ التفسیرؒ کے سامنے بیگم محمودہ لغاری کا بیان۔

[3] - مردِ مومن ص ۱۴۵ ۔ مصنفہ عبد الحمید خاں فیروز سنز لمیٹڈ لاہور۔

میں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بھی تھے۔
حضور اکرمؐ چارپائی پر رونق افروز ہوئے اور صاحبزادگان بھی آپؐ کے ساتھ بیٹھ گئے۔
حضرت مولاناؒ نے مجھ کو خواب کے دوران فرمایا کہ حکیم صاحب! یہ امام حسنؓ ہیں اور
یہ امام حسینؓ ہیں۔

حضرتؒ کی قلندرانہ توجّہ کے واقعات دیکھنے ہوں تو آپ کے سوانح حیات کے دوسرے
حصے مقامات ولایت کے صفحہ ۲۳۶ پر سلطان بابا چک شہداد اور عبدالواحد بیگ صاحب پینٹر ملتانی
کے واقعاتِ زندگی کا مطالعہ کیجئے۔

حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب (ڈیرہ اسماعیل خاں) مولانا لاہوریؒ کے
خلیفہ مجاز ہیں۔ حضرتؒ کے پاس تربیتِ باطنی کے لیے حاضر ہوئے۔ مجاہدہ میں
حافظ صاحب کا قدم بہت آگے تھا۔ زہد و ریاضت سے جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ دورانِ
قیام انقباض کی کیفیت طاری ہوئی۔ حضرتؒ کے حجرے میں حاضر ہوئے۔ حضرتؒ نے
فرمایا۔ مولانا کوئی کام ہے۔ عرض کیا۔ حضرتؒ میں تباہ ہو گیا۔ تین دن سے انقباض کی
سخت شکایت ہے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ میری بات سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ
نے میری چھاتی پر اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی پھیری۔ اسی وقت میری کیفیت ٹھیک ہو گئی۔

قبولیتِ دعا

بجلوت اند و کمندے بہ مہر و ماہ پیچند[1]
بخلوت اند و زمان و مکاں در آغوشند

اولیاء اللہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ ان کی برکاتِ روحانیہ سے شجر و حجر
بھی متمتع ہوتے ہیں۔ استجابتِ دعا، عنایاتِ غیبیہ اور تقرّب الیٰہ کا ثمرہ ہوتی ہے۔
حضرت مولاناؒ کی زندگی کے ایک دو واقعات اس ضمن میں درج ذیل کیے جاتے ہیں۔
"مولانا محمد صابر صاحب حضرت لاہوریؒ کے دامنِ شفقت سے لڑکپن سے

---

[1] ۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ۔

ہی وابستہ رہے ۔ بابا قائم دین مرحوم گھاس فروخت کر کے اپنی روزی کمانے والا مزدور تھا۔ اب عرصۂ بیس سال سے حضرتؒ کی مسجد میں درویشانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ ہر دو گوہر حضرتؒ کی صحبت میں انوارِ فیض سے دمکتے رہے۔ یہ چند ایک ایسے لوگ تھے، جن کی درویشی پر اصحابِ صفہؓ کی محویت کا گمان ہوتا تھا۔

ایک دن حضرتؒ اپنے حجرے کے سامنے تشریف فرما تھے۔ اتنے میں بابا قائم دینؒ حاضرِ خدمت ہو کر اپنی توتلی زبان میں کہنے لگا۔ مولوی جی! دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو حج کروائے۔ حضرتؒ نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور ہم دونو کا نام لے کر حج کی دعا فرمائی حضرتؒ کی دعا ہمارے حق میں حرف بحرف قبول ہوئی۔ ہم دونو اگلے سال ایک ہی ہوائی جہاز میں حج و زیارت حرمین الشریفین کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔[1]

"خواجہ نذیر احمد مرحوم حضرت لاہوریؒ کے خاص مریدین میں سے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میرے بھائی خواجہ لطیف اکبر صاحب محکمہ ریلوے میں ملازم تھے۔ ایک دفعہ ان کا تبادلہ ایسے اسٹیشن پر ہونے والا تھا، جہاں تین اسٹیشن ماسٹروں کو قتل کیا جا چکا تھا۔ بھائی صاحب حضرتؒ کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرتؒ نے دعا فرمائی اور کچھ پڑھنے کے لیے بھی ارشاد کیا۔ بھائی صاحب اب متعلقہ افسر کے پاس حاضر ہوئے۔ بمنت عرض کیا کہ میرا تبادلہ وہاں نہ کیا جائے۔ اس نے ایک ترسنی آرڈرز لکھنے شروع کر دیے۔ لکھنے کے بعد دیکھا تو کسی اور آدمی کا نام لکھا گیا۔ کاغذ پھاڑ ڈالا اور اسی طرح دو اور کاغذوں پر آرڈرز لکھنے کی ناکام کوشش کی۔ بار بار کسی اور آدمی کا نام لکھا جاتا۔ آخر کار کہنے لگا۔ بھائی صاحب! جائیے آپ اسی اسٹیشن پر کام کریں، جہاں پہلے سے کام کرتے ہیں۔ آپ کا مرشد بڑا کامل معلوم ہوتا ہے۔"[2]

بہ درِ میکدہ آں مردِ قلندر باشند
کہ ستانند و دہند تاجِ شہنشاہی را

---

[1] ۔ راوی مولانا محمد صابر صاحب ۔ اب کوٹ عبدالمالک میں مقیم ہیں۔

[2] ۔ مقاماتِ ولایت ص۲۵ ۔ سوانح حیات مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ

پانی پت کے ایک ظالم عامل کے متعلق وہاں کے ایک قلندر نے اس علاقہ کے حاکم اعلیٰ کو لکھا تھا ؎

باز گیر آں عاملِ بد گوہرے
ورنہ دادم ملکِ تو با دیگرے

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۸ء مکہ معظمہ میں غلافِ کعبہ کو تھام کر عکسی قرآن حکیم کی طباعت کے لیے دعا مانگی تھی، جس کو رب العزۃ نے نہایت پراسرار طریق سے قبول فرمایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے حجرے میں بیٹھا تھا۔ اتنے میں دو مخیر حضرات میرے پاس تشریف لائے۔ میں ان سے واقف نہیں تھا۔ انہوں نے انجمن خدام الدین کے کسی کارِ خیر میں معاونت کی پیش کش کی۔ میں نے ان کے سامنے عکسی قرآن مجید کی طباعت کا ذکر کیا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ چند دن کے بعد آئے۔ پچاس ہزار کی رقمِ خطیر طباعتِ قرآن کی خاطر میرے حوالے کر گئے۔ آپ اس واقعہ پر دلی مسرت محسوس کر رہے تھے۔ آپ کا رونگٹا رونگٹا محوِ تشکر معلوم ہوتا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت لاہوریؒ مستجاب الدعوات تھے اور متوکل علی اللہ تھے اکثر درس میں فرمایا کرتے تھے ؎

خدا خود میر ساماں است اربابِ توکل را

کشفِ قبور

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے کشفِ قبور کی نعمت سے نوازا تھا۔ بلکہ آپ کے بعض خلفاء کو بھی یہ روحانی دولت میسر ہے۔

حضرت کی ایک مریدہ کے دو بیٹے فوت ہو گئے۔ اس نے حضرت سے دونو

۱۔ مولوی عبدالواحد بیگ صاحب ملتانی (راوی)، بیگ صاحب حضرت والا شان کے بڑے مقرب اور آپ کے دفتر میں بطور محرر کام کرتے تھے۔

۲۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب (راوی)

بیٹوں کی قبروں کا حال پوچھا۔ آپ نے مکاشفہ کے بعد فرمایا کہ ایک جنتی ہے اور دوسرا دوزخ میں۔ اس عورت نے عرض کیا حضور! آپ نے ٹھیک فرمایا۔ ایک بیٹا شہادت کی موت جاں بحق ہوا۔ دوسرا خودکشی سے مرا۔"

مولانا سید گل بادشاہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے ڈیرہ اسمعیل خاں میں حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی کی موجودگی میں حضرت لاہوریؒ سے پوچھا حضرت! آپ مولانا اسماعیل شہیدؒ اور مولانا سید احمد بریلویؒ کے مزارات پر تشریف لے گئے تھے۔ کیا وہاں کچھ باتیں کشفاً معلوم ہوئیں؟ آپ نے فرمایا وہاں میں نے مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کے مزار پر مراقبہ کیا تو یہ فی الواقع انہی کا مزار تھا۔ لیکن جب سید احمد بریلوی کی قبر پر مراقبہ کیا تو صاحب قبر نے بتایا کہ میں سید احمد بریلوی نہیں ہوں۔ لوگ غلطی سے مجھ کو سید احمد بریلوی کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام سید احمدؒ بتایا۔

راقم الحروف نے خود حضرت لاہوریؒ کی زبانِ مبارک سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے سفینۃ الاولیاء مصنفہ دارا شکوہ میں پڑھا کہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کا مزار لاہور کے قلعے کے اندر غربی کونے میں ہے۔ میں نے اپنے چھوٹے لڑکے حافظ حمید اللہ صاحب کو ساتھ لیا اور قلعے میں چلے گئے۔ وہاں جا کر ادھر ادھر دریافت کیا مگر کہیں مزار کا سراغ نہ ملا۔ آخر کار ہم قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ شاہ جہاں کی مسجد کے دروازے سے باہر مجھ کو خدائے ذوالمنن کے فضل سے انوارِ ولایت نظر آئے اور اب میں بتا سکتا ہوں کہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کا سر مبارک کہاں ہے اور پاؤں مبارک کہاں ہیں۔ لیکن عامۃ الناس میں فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ اس کے بعد حضرت مولاناؒ نے صاحب قبر کے ساتھ جو مکاشفہ و مراقبہ میں گفتگو ہوئی۔ اس کو دہرایا جو کہ حسب ذیل ہے۔

لہ۔ راوی۔ حضرت مولانا محمد صابر صاحب۔

" اصل علی ہجویری منم - از غزنی آمدہ بودم - اینجا بر لب دریا نشستہ بودم - ایں جا مُردم و ایں جا دفن کردہ شدم - او ہم کہ مشہور است - ہمنامِ من است واز شہر ماست "

مذکورہ بالا واقعہ کے بعد ہم جناب احسان قریشی صابری پرنسپل گورنمنٹ کالج کمرشل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ سیالکوٹ کا اپنا بیان قدرے اختصار سے نقل کرتے ہیں، جو کہ آپ نے محولہ بالا حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ والے واقعہ کے ضمن میں ہفت روزہ خدام الدّین میں ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں شائع کروایا تھا۔

سِرِ خدا کہ عارف و سالک بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

"حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا کشفِ قبور" از احسان قریشی صابری صاحب

شمارہ ہفت روزہ خدام الدین ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء

خلاصہ :- " راقم الحروف (احسان قریشی) کو حضرت شیخ التفسیر سے عمر بھر صرف ایک ہی دفعہ ملنے کا اتفاق ہوا اور وہ ملاقات ہی ایسی ملاقات ہے، جس پر ہزاروں ملاقاتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔ چھ سات سال ہوئے کہ احقر نے اخبارات میں یہ خبر پڑھی کہ حضرت شیخ التفسیرؒ نے اپنے کشف کی بنا پر فرمایا ہے کہ حضرت علی ہجویری کی قبر لاہور کے قلعہ میں ہے۔ میں اس خبر کو پڑھ کر بڑا حیران ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ کسی جمعرات کو لاہور جا کر حضرت مولانا احمد علی صاحب سے ضرور ملاقات کروں گا۔ حضرتؒ کی زیارت بھی ہو جائے گی اور اپنے دل کے شکوک بھی رفع کر لونگا۔ چنانچہ اگلی جمعرات کو لاہور روانہ ہو گیا۔ حضرت اقدس مفتی حسن محمد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ احقر اُن کے ہاتھ پر بیعت تھا۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا احمد علی صاحب سے ملنا ہے۔ اور فلاں بات کے متعلق گفتگو کرنا ہے۔

حضرت مفتی حسن محمد صاحب کے ارشادات گرامی

مفتی صاحب نے میری عرض سن کر فرمایا:۔

"میاں احسان! وہاں شوق سے جاؤ۔ لیکن ادب ملحوظ خاطر رہے۔ جتنا تم میرا ادب کرتے ہو۔ اس سے دس گنا زیادہ ان کا ادب کرنا۔ یاد رکھو۔ اس وقت سلسلہ عالیہ قادریہ کا کوئی شیر بیشہ اور ایسا شیر روئے زمین پر زندہ انسانوں میں موجود نہیں۔ جیسے مولانا احمد علی صاحب ہیں۔ تمہاری باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے جیسے تمہیں ان کی باتوں کا یقین نہیں ہے۔ تم شوق سے ان سے سوالات پوچھو مگر ادب ملحوظ خاطر رہے۔ مولانا احمد علی صاحب کی آواز سے زیادہ اونچی آواز بھی مت نکالنا۔ تم انگریزی خواں انسانوں میں میں نے ایک کمی دیکھی ہے کہ جب کوئی شیخ پکڑتے ہو تو اس کا ادب تو بہت کرتے ہو۔ لیکن دوسرے سلاسل کے بزرگوں کا ادب کماحقہ نہیں کرتے ہو۔"

میں نے مفتی صاحب سے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت! مولانا صاحب کی جوتیوں کی خاک کو بھی اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ احقر بڑے ہی ادب سے گفتگو کرے گا۔

القصہ! احقر نماز عصر کے وقت شیرانوالہ دروازہ کی مسجد میں حاضر ہوا اور حضرتؒ سے پانچ منٹ تخلیہ میں بات کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب میں نے آپ کی خدمت میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا "قلعہ میں مدفون بزرگ اور بھاٹی گیٹ میں دفن شدہ بزرگ دونو ایک ہی نام، ایک ہی شہر اور ایک ہی محلہ کے رہنے والے ہیں اور میں دونو کو اہل اللہ سمجھتا ہوں۔"

میں نے سمجھا۔ حضرتؒ اس کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے۔ چنانچہ میں نے اجازت چاہی۔ لیکن حضرتؒ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میری بات پر اعتبار نہیں آیا کہ ایک اور علی ہجویری بھی قلعہ میں مدفون ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ حضرت اگر میں ہاں میں جواب دیتا ہوں تو سوءِ ادب ہے۔ جس سے میرے مرشد نے مجھے منع فرمایا ہے۔ اگر نہ میں جواب دوں، تو کذب بیانی ہے۔ فرمانے لگے۔ آپ کس کے مرید ہیں؟۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت مفتی حسن محمد صاحب سے ارادت رکھتا ہوں۔ فرمایا۔ آپ کے شیخ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ ان کے مدارج بحمد اللہ بڑے بلند ہیں۔ پھر فرمایا۔ میری بات صحیح تھی یا آپ کو میری بات میں شک ہے؟ میں نے عرض کیا۔ حضرت سوءِ ادب کی شماتت کی اماں پاؤں تو عرض کروں۔ فرمایا "نہیں نہیں۔ صاف صاف بات کریں۔ اس میں کوئی سوءِ ادب نہیں"۔ اب میں نے عرض کیا۔ کہ "مجھے شک ہے کہ علی ہجویریؒ نامی کوئی اور بزرگ موجود ہیں"۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ "آپ نے سچ کہا ہے اور اپنے دل کی بات کھول کر کہی ہے۔ اب آپ اس طرح کریں کہ دو تین منٹ مراقبہ میں بیٹھیں اور دل میں اس بات پر غور کریں کہ علی ہجویری نامی کوئی بزرگ لاہور کے قلعہ میں مدفون نہیں ہیں۔ چنانچہ احقر نے آنکھیں بند کر لیں اور مراقبہ میں چلا گیا۔ ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ میں قلعہ لاہور میں بیٹھا ہوں ایک قبر شق ہوئی اور ایک سفید لباس نورانی صورت بزرگ وہاں سے نمودار ہوئے اور فرمانے لگے:" وہ علی ہجویری میرے ہم نام ہیں۔ ہم شہر اور ہم وطن ہیں"۔ اتنا کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے اب حضرتؒ کے ہاتھ چومے اور واپس آ گیا۔ فی الواقع حضرتؒ کا کشف اکمل تھا۔ حضرتؒ کا کمال تھا کہ بیداری میں ہی احقر کو قلعہ والے بزرگ کی زیارت کرا دی"۔

یکے با دامن مردان آشنا آویز
ز یار اگر نگہ محرمانہ مے خواہی (اقبال علیہ الرحمۃ)

یہ اولیاء کرام کا گروہ ہے۔ یہ زمرۂ لا یحزنون کے ممتاز رکن ہیں۔ ان کا وجود دین حقہ کی دلیل ہے۔ ان کی صحبت خزف ریزوں کو درِ شاہوار کی تابناکی عطا کرتی ہے۔

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا (اقبال علیہ الرحمۃ)

بزیرِ کنگرۂ کبریائش مردانند
فرشتہ صید و پیامبر شکار و یزداں گیر

زبدۃ العارفین حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نور اللہ روحہ کی خدمت اقدس میں خوش اختر صاحب دل مرید حاضر ہوا۔ آپ اس وقت محویت کے عالم میں تھے۔ اور مندرجہ ذیل شعر آپ کی زبان مبارک پر جاری تھا ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیرِ جستہ بازگردانند زراہ

اور بار بار "از الٰہ" "از الٰہ" "از الٰہ" فرماتے جاتے تھے۔

حقوق و فرائض

تمام آسمانی شرائع کے دو اعظم ترین ارکان ہیں "حقوق اللہ اور حقوق العباد" ان ارکان کی تشریح و توضیح کے لیے اقتضاء ازمنہ کے مطابق انبیاء و مرسلین کو مبعوث کیا گیا۔ عقیدہ اور نیت کے اخلاص کو ہر عملِ حیات کی روحِ رواں مانا گیا عجز و انکسار کو عبدیت کی معراج کمال حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ طریق یقین کیا گیا۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ میں اخلاص وللہیّت کے جذبات کو ہر شریعت میں سراہا گیا۔ سب کے آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جماعت تیار کی۔ جس کے ہر فرد (مرد و زن) نے بلندیٔ کردار کا وہ ثبوت پیش کیا کہ ان کے خوش نصیب اخلاف (تابعین اور تبع تابعین) ان کے نقوشِ قدم پر چل کر تمام دنیا کے پیشوا و امام بن گئے۔

ہم مذکورہ بالا نظائر و بصائر کی روشنی میں ہر ممتاز و کامیاب شخصیت کے لیل و نہار کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ العزیز کی زندگی ہمارے مقالہ کا موضوع ہے۔ حقوق العباد کا جہاں تک تعلق ہے مولاناؒ کی حیاتِ طیّبہ کے سابقہ صفحات اور آئندہ اوراق آپ کے عبدِ منیب، شب بیدار، عالم باعمل

اور اخلاص کا پیکر ہونے پر شاہدِ مطلق ہیں اور اسی طرح حقوق العباد کے باٹ سے جب آپ کے اعمالِ زندگی کا وزن کیا جاتا ہے تو آپ کی سیرت کا ہر پہلو اسلامی معیار پر پورا اترتا ہے۔

حقوقِ والدین

حقوق العباد میں حقوقِ والدین کو اوّلیت حاصل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت لاہوریؒ کو اپنے والدین کی جوتیوں کو بوسے دیتے ہوئے تو نہیں دیکھا۔ لیکن آپ کی زندگی کے واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حقوق والدین کی ادائیگی میں آپ کا مقام لاکھوں انسانوں میں بھی ممتاز و نمایاں تھا۔

کم سنی کے ایّام میں مولانا عبدالحق علیہ الرحمۃ آپ کے اوّلین اتالیق ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی طبیعت میں فرزندانہ تسلیم و انقیاد کے جوہروں کو بھانپا اور آپ کو اپنے گھر پر اپنے بچوں کے ہمراہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت دین پوریؒ قطب عالم تھے۔ انہوں نے پہلی نظر میں ہی آپ کو اپنے حلقۂ ارشد میں شامل کر لیا۔ حضرت امروٹی علیہ الرحمۃ کے مدرسہ میں قیام کے دوران آپ کی حُسنِ خدمت نے حضرتِ موصوف کی آغوشِ ولایت آثار کو آپ کے لیے خالی کر دیا۔

ابتداء عمر سے لے کر جوانی ڈھلنے تک مولاناؒ کو حضرت سندھیؒ کی سرپرستی میں رہنے کا موقعہ ملا۔ آپ اس عرصہ دراز میں آدابِ فرزندی کا ایک حسین و جمیل مرقع تھے۔ حضرت سندھیؒ کے کپڑے دھونا۔ گھر کی ضروریات کے لیے سر پر اٹھا کر باہر سے پانی اور لکڑیاں لانا اور راقم الحروف نے خود حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے درسِ قرآن میں اپنے کانوں سے سنا۔ آپ فرماتے تھے "میں اُس وقت سندِ فراغت حاصل کر کے معلّمی کے فرائض ادا کر رہا تھا کہ ایک دن حضرت مولانا سندھیؒ کی والدہ ماجدہ

لہ ۔ انوارِ ولایت ص۱۹ ۔ سوانح حیات حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ۔

(سکھ مذہب کی پیروکار) نے میرے خلاف شکایت کی۔ حالانکہ میں اس معاملے میں حق بجانب تھا۔ لیکن مولانا سندھیؒ نے مجھ کو جوتوں سے مارنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر ایک شخص شریفانہ طور پر آگے بڑھا۔ تو میں نے اس سے عرض کیا۔ کہ آپ مداخلت نہ کریں۔ وہ میرے باپ ہیں اور میں ان کا بیٹا ہوں۔" یہ اسماعیلی جذبات کا غلبہ و استیلاء تھا، جس نے آپ کو اس قدر بڑی آزمائش میں ثابت قدم رکھا۔ آپ نے حضرت سندھیؒ کے اس رویّہ کو صرف پدرانہ کارروائی سے تعبیر ہی نہیں فرمایا، بلکہ آپ پورے خلوص سے "رّب ارحمھما کما ربّیانی صغیراً" کا ورد بھی کر رہے تھے۔

جمعہ کے خطبات، روزانہ درس قرآن مجید اور دیگر مناسب موقعوں پر آپ حقوقِ والدین کو نہایت مؤثر انداز میں بیان فرماتے تھے اور نہایت جوش میں آکر اعلان کرتے تھے "عالم دین ہو، حافظِ قرآن ہو، حج بھی کر آیا ہو، زکوٰۃ کی پائی پائی ادا کرے تہجد گذار ہو، فرائض و حقوق میں مثالی زندگی بسر کر رہا ہو۔ اگر مر جائے اور ضعیف والدین اپنے رعشہ دار ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ تعالےٰ کے ہاں شکایت کریں کہ مولا کریم! ہم تو اپنے نافرمان لڑکے پر ناراض ہیں تو احمد علی فتویٰ دیتا ہے کہ وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ اس پر آٹھوں بہشت کے دروازے بند کیے جائیں گے۔ ہاں اگر ایمان محفوظ ہوا، تو سزا کے بعد نجات ہو جائے گی۔"

راقم الحروف نے حضرتؒ کی تقاریر کی خوشہ چینی کر کے آپ کی زندگی میں ہی "محسنہ کائنات" کتاب مرتب کی۔ آپ نے اس[1] پر تقریظ لکھی۔

---

[1] ۔ "مجھے یقین کامل ہے کہ پتھر دل انسان بھی "محسنۂ کائنات" پڑھے گا تو اس کا دل موم ہو جائے گا۔ پہلی حالت میں وہ دوزخ کی طرف جا رہا تھا، تو محسنۂ کائنات پڑھنے سے اپنی والدہ کے پاؤں کی خاک کو بھی سرمۂ چشم بنائے گا۔ بفضلہ تعالےٰ اس تبدیلی کے باعث رضائے الٰہی کا تمغہ حاصل کرے گا اور سیدھا جنت میں جائے گا۔"

(تقریظ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ بر محسنۂ کائنات مصنفہ لال دین اخگر)

اولاد کا حق

اسلام سے پہلے دوسری آسمانی کتابوں میں اولاد کے حقوق والدین پر نہیں ملتے۔ صرف والدین کے غیر محدود اختیارات اولاد پر ملتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت چھوٹے سے فقرے میں وہ اصول بتا دیا ہے، جو تمام حقوق کا نہایت جامع متن ہے۔ ان حقوق کی جس قدر تشریح کی جائے۔ یہ متن ان سب پر محیط ہے۔ فرمایا:

"لیس منّا من لم یرحم صغیرنا۔ ولم یوقر کبیرنا" (ترمذی) [1]

اہلِ عرب کے ظالم و سفاک ہاتھوں کو حضور اکرمؐ نے یہ الفاظ فرما کر روکا "خدا نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حرام کیا ہے" [2]

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ہم مولانا لاہوریؒ کی زندگی کے خدوخال پر نظر ڈالتے ہیں۔ آپ صاحبِ اولاد تھے۔ آپ کی اولاد میں اناث و ذکور موجود تھے۔ مقالہ کے پہلے حصے میں ہم آپ کی اولاد کے متعلق قدرے تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ لہٰذا ان حقائق کے پیشِ نظر ہم آپ کو ایک مثالی باپ تسلیم کرتے ہیں۔

حقوقِ زوجین

[3] وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

دوسری جگہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ [4] کے ارشاد نے مرد و زن

---

[1] ۔ سیرۃ النبیؐ حصہ ششم ص۲۲۹ ۔ مصنفہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ۔

[2] ۔ صحیح بخاری، مسلم شریف (کتاب الآداب بخاری شریف عقوق الوالدین من الکبائر باب ع ۵۶۲

[3] ۔ سورہ روم ع۳۰ آیت ع۲۱ ۔

[4] سورہ بقرہ ع۲ آیت ع۱۸۷۔

کے دو اجساد کو نہیں ۔ بلکہ دونو کی روحوں کو محبت، وفاداری، زینت اور محافظت جانبین کے رشتہ میں باندھ دیا ہے ۔ سرورِ کونین[1] کے ارشاداتِ گرامی نے اس سلسلے میں دونو کی خوب دستگیری فرمائی ہے ۔

حضرت مولانا[2] اپنے اہل و عیال کے لیے بھی بے حد شفیق تھے ۔ آپ منکسر المزاج صدق و اخلاص کے پیکر اور بردباری کا مجسمہ تھے ۔ ادھر آپ کی اہلیہ محترمہ میں اطاعت شعاری، وفاداری، تحفظ مال و آبرو کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔ مولانا اپنے نوجوان صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کو فرمایا کرتے تھے "تمہاری اماں جان بڑی صابرہ و قانعہ ہے ۔ اگر میں ایک روپیہ بھی خرچ کرنے کو دوں، تو پھر بھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتیں ۔"

اور ساتھ ہی اولاد میں والدہ کے احسانات کا احساس پیدا کرنے کے لیے جب کبھی اماں جان کا ذکر فرماتے تو یہ الفاظ زبان پر لاتے "تمہاری بیچاری اماں جان"۔ اماں جان بیمار ہوتی تھیں تو حضرت ابا جان ہر طرح ان کی دلجوئی فرماتے ۔ دوا اور غذا کا انتظام کرواتے اور اپنی مصروفیات کے باوجود گھر تشریف لاتے ۔

اگر اماں جان کو کسی سفر پر جانا ہوتا تھا تو آمد و رفت کا انتظام بطریقِ احسن انجام دیا جاتا ۔ روٹی کھانے کا وقت ہوتا تو آپ اماں جان کی چارپائی پر بیٹھ جاتے اور مسکرا کر (خوش طبعی) فرمایا کرتے تھے ۔ "چونٹیاں آپ کی سہیلیاں ہیں ۔ ان کا آپ کی چارپائی پر اکٹھا ہونا ہی ٹھیک ہے ۔" بہر صورت جانبین کی حق شناسی نے حضرت مولانا کے گھر کو رشکِ جنت بنا رکھا تھا ۔ اماں جان[3] عابدہ تھیں، پاکدامن تھیں، خادمہ تھیں، مخدومہ تھیں اور علم و عمل کی جامعہ تھیں ۔ باقی اوراد و وظائف کے

---

[1] ۔ خیرکم خیرکم لاھلہ و انا خیرکم لاھلی (ابن ماجہ)

[2] ۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب جانشین حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ

[3] ۔ عائشہ بی بی دخترِ نیک اختر حضرت لاہوریؒ ۔

علاوہ قرآن خوانی کا جذبہ دیوانگی کی حد تک تھا۔ ہر ہفتہ مکمل قرآنِ حکیم ختم کرتی تھیں اور تادمِ آخر یہ عمل جاری رہا۔

قرابت داروں کے حقوق

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ[1]

قرآنِ عزیز میں تقریباً بارہ جگہ حقِ قرابت اور صلہ رحمی کی تاکید فرمائی ہے۔

مولانا علیہ الرحمۃ کو جب ہم واقعات کے آئینہ میں دیکھتے ہیں تو آپ کی سیرت میں قرابت کے حقوق کی ادائیگی کے درخشندہ جوہر پاتے ہیں۔

والدِ محترم شیخ حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد چھوٹے بھائیوں (حافظ محمد علی، مولانا عزیز احمد اور حکیم رشید احمد) کی کفالت کی ذمہ داری بطریقِ احسن نبھاتے رہے۔ حکیم رشید احمد صاحب کو درسِ قرآن مجید کے بعد ہم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے دیکھا ہے اور وہ صبح کا ناشتہ بڑھاپے تک مسجد کے حجرے میں حضرتؒ کے ساتھ کرتے تھے۔

آپ کے داماد حضرت مولانا عبدالمجید ایڈیٹر رسالہ "مسلمان" سوہدروی دو لڑکیوں (وحیدہ بی بی، سعیدہ بی بی) اور ایک لڑکے عبدالوحید کو کم سنی میں چھوڑ کر راہیٔ ملکِ عدم ہوئے۔ آپ نے ان سب کی پرورش میں دینی معیار کو قائم رکھا۔ لڑکیوں کو دینی تعلیم کے علاوہ ان کی شادیوں کا انتظام کیا۔ لڑکے کو قرآن مجید حفظ کرایا۔ علاوہ ازیں ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی، مساکین اور یتامیٰ کی پرورش کرنا آپ کی زندگی کے واقعات سے ثابت ہے، جس کے نتیجے میں خلقِ خدا آپ کے حسنِ سلوک کی گرویدہ تھی۔ نواسی وحیدہ[2] بی بی آپ کی کنگھی کے بال سینت سینت کر رکھا کرتی تھی۔

---

[1] سورہ بقرہ ۲۔ آیت ۲۱۵

[2] سعیدہ۔ حضرت لاہوریؒ کی نواسی راوی ہے۔

حُسنِ خُلق اور اسلام

اسلام حُسنِ خلق کا دوسرا نام ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد حُسنِ خلق کی تکمیل فرمایا ہے۔ فی الواقع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں ادوارِ حیات کے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبوت کے آفتابوں کی مجموعی تابانی سے زیادہ درخشندہ رکھی گئی اور اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کا تمغہ آپ کو عطا کیا گیا۔ اٰدَمُ وَمَادُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِی۔[1]

دوسری جگہ ارشادِ نبویؐ ملاحظہ ہو۔ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ[2]

اے کہ بر تختِ سیادت ز ازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپؐ کے اخلاق کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہؓ کا جواب آپ اپنی مثال ہے۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن۔ حضرت ابی ذر غفاریؓ کے بھائی نے مکہ معظمہ میں آپ کی زیارت کی۔ واپس جا کر اپنے برادرِ مکرم سے عرض کیا کہ داعیٔ نبوت کی شان یہ ہے کہ رَاَيْتُهٗ[3] يَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ۔

اسلام[4] نے اخلاقِ حسنہ کا نہایت بلند تخیل پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اخلاقِ حسنہ درحقیقت صفاتِ الٰہی کا سایہ اور ظل ہے اور اسی کی ذاتِ کاملہ کے ادنیٰ ترین مظاہر ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، حسن الخلق خلق اللہ الاعظم۔

---

[1] ۔ صحیح حدیث ماخوذ از رحمۃ للعلمین جلد سوم ص ۲۱۵ مصنفہ سلمان منصور پوری
[2] ۔ حدیث الشفاعت۔
[3] ۔ صحیح مسلم مناقب ابی ذرؓ جلد دوم ص ۲۴۶ مصر۔
[4] سیرۃ النبی حصہ ششم ص ۲۶ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ۔

"دنیا کے آخری معلّم کی تعلیم میں حکم خداوندی اور عقلی دقیقہ رسی، فرمان الٰہی اور اخلاقی نکتہ وری، امر ربّانی اور حکم فطرت کتاب اور حکمت دونوں کی آمیزش ہے اور آج زمین کے کرہ پر جہاں کہیں بھی حُسن اخلاق کی کوئی کرن ہے، وہ نبوّت ہی کے کسی مطلع انوار سے چھن کر نکل رہی ہے۔"[1]

حضور پر نُور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نمازوں میں دعا مانگتے:۔ واھدنی لاحسن الاخلاق لا یھدی لاحسنھا الا انت۔[2]

اسلام نے باقی اعمال حسنہ کی طرح اخلاقِ حسنہ کی روحِ رواں بھی نیّت اور اچھے ارادہ کو ہی قرار دیا ہے۔ مسیحی علماء جو جدید فلسفہ اخلاق میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں، ان کی تصانیف[3] سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

محولہ بالا نظریات کے آئینہ میں ہم ہر کسی بلند شخصیّت کی زندگی کے ایام وشہور کو پرکھ سکتے ہیں لیکن مسلمان کا وہی عمل درجہ قبولیت کو پہنچ سکتا ہے جو متابعت رسول اللہ سے نقدِ جاں حاصل کرے ع بمصطفٰے[4] برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

---

[1] ۔ سیرۃ النبیؐ حصہ ششم ص۲۶ سیّد سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ۔

[2] ۔ مسلم شریف ۔ باب الدعا۔

[3] ۔ "جس چیز پر حکم لگایا جاتا ہے وہ صاف ہے یعنی فعل ارادی ۔جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے یہی وہ چیز ہے جس سے اخلاقیات میں شروع سے آخر تک بحث ہوتی ہے ۔اس کا کام تمام تر ارادہ کی صحیح جہت ہی کا بتلانا ہے ۔جو اخلاقی احکام ہم لگاتے ہیں ان کا تعلق بھی ارادہ ہی سے ہوتا ہے ۔جس فعل میں ارادہ شامل نہیں، اس کی اخلاقی حیثیت نہیں۔
(جان ایس میکنزی مینول آف ایتھکس کتاب اول باب ششم)

"اسی لیے کینٹ نے اپنی اخلاقیات کی کتاب کو جس مشہور و معروف دعوٰی کے ساتھ شروع کیا ہے، اس کی ہم کو تصدیق کرنا پڑتی ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ بجز اچھے ارادے کے دنیا بھر میں بلکہ دنیا سے باہر بھی کوئی ایسی شئ نہیں ہے جس کو علی الاطلاق بلا کسی قید و شرط اچھا کہا جا سکے"
(علم اخلاق کتاب اول باب ششم مینول آف ایتھکس از جان ایس میکنزی مترجمہ پروفیسر عبدالباری ندوی جامعہ عثمانیہ" ۱۴۲ ۱۲۱)

اب حضرت مولانا لاہوری کے اخلاق حسنہ اور فضائل و شمائل کا مختصر خاکہ ملاحظہ ہو۔ چونکہ آپ کی زندگی کے واقعات سے حوالہ جات پیش کرنا پڑیں گے۔ لہٰذا موجودہ باب کو (REPITITION) شمار نہ کیا جائے۔

جرأت ایمانی

ایمان باللہ کا اقتضاء ہے کہ مومن کے دل میں غیر اللہ کا خوف وہراس نہ ہو۔ جرأتِ ایمانی مرسلانہ عزیمت و پامردی کا دوسرا نام ہے۔ شاہی بت خانے کی شکست و ریخت اور تذلیل و تحقیر کے بعد جب غضبناک قوم نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام پر الزام[لہ] لگایا تو آپ نے حکومتِ نمرود اور بھپرے ہوئے عوام کو مخاطب ہو کر فرمایا اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں نے جب حضرت کلیم اللہ اور ہارون علیہما السلام کی پیغمبرانہ وجاہت اور تائید غیبی کے اسباب (اژدہا) کو منظرِ عام پر دیکھا تو پکار اٹھے[سلہ]۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى۔ فرعون یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ مختلف انتقامی کاروائیوں[سلہ] کی دھمکیاں دینے لگا۔ لیکن نومسلم گروہ نے فرعون کی خدائی کا انکار کرتے ہوئے جواب دیا فَاقْضِ[ھہ] مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ۔ اہلِ مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیوں سے خائف ہوئے تو آپ کے چچا ابوطالب سے شکایت کی اور شرائط صلح پیش کئے۔ آپ کو بلایا گیا۔ آپ کے

لہ۔ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ (سورہ انبیاء آیت ۶۲)

لہ۔ سورہ انبیاء آیت ۶۷۔

سلہ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى (سورۃ طٰہٰ۔ آیت ۷۰)

سلہ۔ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۷۱)

ھہ پارہ ۱۶ آیت ۷۲ سورہ طٰہٰ۔

چچا صاحب نے نہایت دردمندانہ انداز میں کہا "محمد! میں بھی اکثریت کے مقابلے میں آپ کی مدد نہیں کر سکوں گا"۔

تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شانِ مرسلانہ کے شانِ شایاں[۱] جواب دیا۔ اور آپ کے چچا نے آپ کی حمایت کا اعلان کر دیا اور برادرانِ قوم مایوس ہو کر چلے گئے۔

ہمیشہ انبیاءِ کرام کا ورثہ کمالات اولیاء امت کو ملتا رہا ہے۔ مولانا لاہوری امام انقلاب (حکومتِ برطانیہ کے باغی و تاغی) حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے پروردہ صحبت تھے۔ حضرت سندھی نے باطل کی تاریک گھٹاؤں میں بھی ہمیشہ چراغِ حریت جلایا۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ ساری[۲] زندگی اپنے مربی کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔

(۱) برطانوی ماہرین سیاست نے جب بھانپا کہ حکومتِ ہند کی خیریت اسی میں ہے کہ آزادیٔ ہند کے دیوانہ وار سپاہی مولانا سندھی کو ملک بدر کر دیا جائے۔ اس وقت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ مولانا سندھی کے ارشاد کے مطابق مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں معلمی اور نگرانِ اعلیٰ کے فرائض ادا کر رہے تھے۔ آپ کو فوری طور پر وہاں گرفتار کر لیا گیا۔ یہ ریشمی خطوط کی سازش کا نتیجہ تھا جس میں آپ کو ملک کی مختلف جیلوں میں چکر لگوائے گئے۔

ایں سعادت ہمرہ شہباز و شاہین کردہ اند

۱۔ "چچا جان! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر تب بھی میں اپنے کام سے نہیں ہٹوں گا اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہیں کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔" (سیرت ابن ہشام جلد اول ص۵۸)

۲۔ حضرت مولانا عبدالستار نیازی نے حضرت لاہوری کی تعزیت کے جلسے میں فرمایا "حضرت نے ہر تحریک میں اپنی قوم کی قلندرانہ ترجمانی کی ہے۔ وہ ایک فرد نہ تھے بلکہ ایک جماعت تھے۔ ان کی ذات کام کرنے والوں کیلئے ایک پناہ تھی انکے اشاروں میں بھی سہارا ہوتا تھا حضرت مولانا کا ایک فقرہ بھی ہماری ہمتوں کو بڑھا دیتا تھا۔ آپکی زندگی میں تسلسل تھا آپ آج سے پچاس سال پہلے جس منہاج صداقت پر گامزن تھے آخری دم تک اسی پر قائم رہے۔ ہماری روحوں کے ولولے انہی کی صحبت کے مرہونِ منت ہیں۔ دل میں سمائی ہیں قیامت کی شوخیاں۔ دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں
مقامات ولایت ص۳۰

(ب) خاکساروں کی تحریک کا وقت آیا۔ پنجاب کے گورنر سر سکندر حیات نے تمام علماء کرام کو خاکساروں کے خلاف فتویٰ لینے کے لیے بلایا۔ سر سکندر حیات نے حضرت مولاناؒ کو شاہانہ تمکنت سے کہا۔ آپ نے ہماری سرکار کے باغیوں کو اپنی مسجد میں کیوں پناہ دے رکھی ہے، جس پر حضرتؒ نے شیر غرّاں کی طرح گرج کر جواب دیا۔ خاکسار آپ کی سرکار کے باغی ہوں گے۔ میری سرکارِ مدینہ کے تو باغی نہیں ہیں۔

خیالِ ما کہ اورا پرورش دادند طوفانہا
ز گرداب سپہرِ نیلگوں بیروں شود روزے

حضرتؒ، گورنر پنجاب کی محفل سے ناراض ہو کر اٹھے تو اس نے اٹھ کر اپنی کار کی پیش کش کی تو مولاناؒ نے فرمایا "آپ کی کار[۱] میں قدم رکھنا میرے جوتے کی توہین ہے"۔ اگلی صبح آپ کو گرفتار کرا کے یوپی (سی پی) بھیج دیا۔ لیکن آپ اخبارات میں اپنا فتویٰ شائع کروا چکے تھے"۔ مسلمان مصیبت کے وقت مساجد کو بطور قلعہ استعمال کر سکتا ہے"۔

ز آستانۂ سلطاں[۲] کنارہ مے گیرم
نہ کافرم کہ پرستم خدائے بے توفیق

دوسری جگہ سے

قوموں[۳] کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

(ج) [۴] میکلیگن انجینئرنگ کالج کے انگریز پرنسپل نے جب رسول اکرمؐ کے حق میں گستاخی کی تو آپ عیسائیوں کی شرارت، ہندوؤں کی خباثت، سکھوں کی جہالت اور

---

[۱] ۔ مقامات ولایت ص۲۰۲۔

[۲] ۔ ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمۃ ۔ زبور عجم ص۱۶۱

[۳] " " " "

[۴] مقاماتِ سوانح حیات حضرت لاہوری ص۲۰۲۔

اور حکومتِ وقت کی متمردانہ روش کے خلاف سینہ سپر ہو کر میدان میں آگئے۔ آسمانی نصرت نے آپ کی مساعئ جمیلہ کو نوازا اور برطانوی ہند میں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ اسلام کو پہلے سے بھی زیادہ سربلندی حاصل ہوئی ؎

عزّتِ ملّتِ بیضا کی حفاظت کے لیے
دوش پہ لاکھ بھی سر ہوں تو کٹاتے جاؤ
مولانا ظفر علی خاں

(ب) ایک مختصر رسالہ "اصلی حنفیت" کے نام سے لکھ کر مولاناؒ نے شائع کروایا۔ اس میں حنفیت کی اہمیّت، باقی مسالک پر اس کی ترجیح، مولاناؒ کا اپنے مسلک کا اعلان اور بدعات موضوعات کی تردید کا مواد ملتا ہے۔ ماحول کے مطابق یہ بھی ایک بڑا قلمی جہاد تھا۔

(ج) علامّہ عنایت اللہ مشرقی نے اسلام کے چند حقائق کی تعبیرات میں اسلافِ کرام کی روش سے اختلاف کیا۔ پشاور میں جلسہ ہوا۔ حضرت مولاناؒ کے ذمہ لگایا گیا کہ آپ ان کے عقائد کی تردید فرمائیں۔ آپ نے ایک ہاتھ میں قرآن کریم اور دوسرے میں علامّہ مشرقی کی تصنیف "تذکرہ" کو پکڑا۔ لوگوں سے پوچھا آپ کس کو صحیح مانتے ہیں۔ جلسہ کا اندازِ فکر ہی بدل گیا۔ سب نے قرآن پاک کی صداقت کی تصدیق کی۔ آپ نے مصلحِ قوم کے آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے، نہایت باوقار طریق پر "تذکرہ" کی عبارت پر تنقید کی۔

غلام احمد پرویز نے احادیثِ نبوی، روایات اور روات پر پھبتیاں کہیں حضرت لاہوریؒ نے دیال سنگھ کالج میں طلبہ اور دانشورانِ ملّت کی موجودگی میں پرویزی مذہب کے خرمنِ باطل کو برقِ خاطف بن کر بھسم کر دیا۔ حضرتؒ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ تمام اہالیانِ لاہور کی زبان پر جاری تھے:۔

"منکرِ حدیث منکرِ قرآن ہے منکرِ قرآن خارج از اسلام ہے"

قادیانی فتنہ عہدِ حاضر کی تحریکِ ارتداد ہے۔ اس کے استیصال کے لیے آپ نے زعمائے ملّت کے ساتھ مل کر تحفظ ختم نبوّت

کے ہراول دستے میں کام کیا۔ قید و بند کی صعوبتوں کو نہایت پامردی سے جھیلا۔ ۱۹۵۲ء میں اسی سلسلے میں گرفتار ہوئے۔ کسی صاحبِ نظر نے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لگی ہوئی دیکھیں تو فرمایا "ضعیفی نے مولانا کے قوائے جسمانی کو مضمحل کر دیا تھا۔ پولیس کی حراست میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ عصرِ حاضر کا کوئی امام احمد بن حنبلؒ ہے"۔
دراصل مولاناؒ کی زندگی کی یہ تمام تر مجاہدانہ سرگرمیاں حضرت سندھی اور شیخ التفسیر مولانا محمود حسنؒ کی تربیت کی مرہونِ احسان تھیں۔

تواضع و انکساری

قولہٗ تعالیٰ :۔ "وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ حجر) ترجمہ (اور اپنا بازو مومنوں کے لیے جھکا دو)

انسان کے ضمیر میں عجز و انکساری کے جوہر خلقی و فطری طور پر ودلیعت کئے گئے ہیں۔ عاجزی و فروتنی حکمرانوں میں رعایا کے قلوب کی تسخیر اور حکومت کے استحکام کا باعث اور عوام میں اُلفت باہمی کی ضامن اور علماء و صلحاء میں تقربِ الٰہی پر منتج۔
علم کی دولت نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر فضیلت دلائی تو عجز و الحاح اور توبہ و انابت کے وصف نے ابلیس اور اس کی ذرّیت کے مقابلے میں ان کو قرب و خلافت کا شرف عطا فرمایا۔ قرآن حکیم نے ابلیس لعین کے تمرّد کو اور آدم علیہ السلام کی انکساری کو کئی مواقع میں بیان فرمایا اور مفسّرین حضرات نے انابت الی اللہ اور تضرّع الی اللہ کے خصائص تفصیلاً بیان فرمائے ہیں۔
حافظ شمس الدّین ابن القیم علیہ الرحمۃ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف بدائع الفوائد میں پندرہ وجوہ سے مٹی کا آگ سے افضل ہونا ثابت کیا ہے۔
دورِ حاضر کے ممتاز ترین مفسّر مولانا عثمانیؒ نے حواشی میں "خلقتنی من نارٍ و خلقتہٗ من طین" کی تفسیر میں نہایت معنی خیز نکات پیدا کئے ہیں۔

لہ۔ فی الحقیقت جس چیز پر اسے بڑا فخر تھا۔ کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے۔ وہی

حضرت عمرؓ[1] سے مروی ہے۔ آپ نے منبر پر فرمایا۔ اے لوگو! متواضع بنو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو سرفراز کرے گا۔ وہ اپنے خیال میں ذلیل ہوگا۔ لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوگا اور جس شخص نے تکبر کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔ وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور اپنے خیال میں بڑا ہوگا۔ جہاں تک کہ وہ لوگوں کے ہاں کتے اور خنزیر سے زیادہ ذلیل ہوگا۔

صحابہ کرامؓ کی طبیعتوں کا سارا جمال فروتنی میں ہی تھا۔ درویشی و شاہی میں انہوں

(حاشیہ پچھلا صفحہ) اس کی ہلاکتِ ابدی کا باعث ہوئی۔ آگ کا خاصہ خفت و حدت، سرعت و طیش اور غلو و افساد ہے۔ بخلاف مٹی کے کہ اس میں مستقل مزاجی، متانت اور متواضعانہ حلم و تثبت پایا جاتا ہے۔ ابلیس جو ناری الاصل تھا سجدہ کا حکم سن کر آگ بگولا ہو گیا اور رائے قائم کرنے میں تیزی اور جلد بازی دکھلائی۔ آخر تکبر اور تعلّی کی راہ سے آتشِ حسد میں گر کر دوزخ کی آگ میں جا پڑا۔ برخلاف اس کے آدم علیہ السلام سے جب غلطی ہوئی تو عنصرِ خاکی نے خدا کے آگے فروتنی، خاکساری اور انقیاد و استکانت کی راہ دکھلائی۔ چنانچہ ان کی استقامت و انابت نے ثم اجتباہ ربّہٗ فتاب علیہ و ھدٰی کا نتیجہ پیدا کیا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ابلیس لعین نے مادی و عنصری لحاظ سے بھی اپنی تفضیل کے دعویٰ میں ٹھوکر کھائی۔ (پارہ ۸ آیت ۱۲ حاشیہ قرآنِ حکیم از مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۱۹۶)

[1] درحقیقت ان کی عظمت و شان کے تاج پر سادگی کا طرہ نہایت خوشنما معلوم ہوتا تھا۔ ان کی زندگی کی تصویر کا ایک رخ یہ ہے کہ روم و شام میں فوجیں بھیج رہے ہیں۔ خالدؓ اور امیر معاویہؓ سے باز پرس ہو رہی ہے۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر بارہ پیوند کا کرتہ ہے۔ سر پر پھٹا سا عمامہ ہے پاؤں میں پھٹی جوتیاں، کندھے پر مشک لیے جا رہے ہیں کہ بیوہ عورتوں کے گھر پانی بھرنا ہے مسجد کے گوشے میں فرشِ خاک پر لیٹے ہیں۔ اس لیے کہ کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں اور نیند کی جھپکی سی آگئی ہے۔" (الفاروق۔ مولانا شبلی نعمانی ص ۱۹۸۔ عنوان تواضع و سادگی، دوسری جگہ:۔ اضلاع کے عمال باقی باتوں کے علاوہ پوچھے جاتے تھے کہ ان کا غلاموں سے کیسا سلوک ہے۔ اگر معلوم ہوتا کہ فلاں گورنر غلاموں کی عیادت (باقی اگلا صفحہ)

نے عجز کے دامن کو نہیں چھوڑا۔ [1]

پکڑ کر عجز کا دامن پہنچ عرش معلّٰی تک
نگاہوں کو نظر اس بام کا زینہ نہیں آتا

مذکورہ بالا اوصافِ انسانیت کو ملحوظ رکھئے۔ اب حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی زندگی پر غور کیجئے۔

"مولاناؒ کا تصور آتے ہی ہماری آنکھوں کے سامنے سادگی و تواضع۔ انکساری و خاکساری کا ایک ملکوتی مرقع آجاتا ہے۔ سر پر کھدّر کی ٹوپی اور اس پر کھدّر کی دستار ولایت، جس کے عموماً چار پیچ ہوتے تھے۔ کھدر کا لمبا سا کفنی نما کرتہ، جس کے موٹے موٹے دھاگے نمایاں نظر آتے تھے ٹخنوں کے اوپر کھدر کی شلوار۔ کندھوں پر یا ہاتھوں میں دو اڑھائی گز کا طیلساں، چمڑے کا لمبا سا بٹوہ، مسجد سے گھر یا گھر سے مسجد آتے جاتے ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ سردیوں اور گرمیوں میں وہی کھدر کا لباس۔ تصنّع و تکلّف سے تمام زندگی بیزاری۔ اب اس روش حیات میں منکسر المزاجی اور خدمتِ خلق کا جذبہ نہ ہو، تو کیا ہو۔" [2]

سروری در دینِ ما خدمت گری۔ عدلِ فاروقیؓ و فقرِ حیدریؓ

دیہاتوں میں بطورِ پیرِ طریقت مدعو کیے جاتے۔ امراء و غرباء سب کے ساتھ مساویانہ حسنِ مروت سے پیش آتے۔ مسجد کے درویشوں کی ہر طرح دیکھ بھال اور خورد و نوش کی فکر دامن گیر رہتی۔ بابا قائم الدین ایک گھسیارا تھا، بعد میں مسجد میں رہنے لگا۔ مولانا محمد صابر درویش طالب علم اور حضرت کے خادم خاص تھے۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) کو نہیں جاتا تو اس جرم پر معزول کر دیا جاتا۔ غلاموں کو بلا کر ساتھ کھانا کھلایا کرتے تھے اور حاضرین کو سنا سنا کر کہتے تھے۔ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے، جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے سے انکار ہے۔ سردارانِ فوج کو لکھ بھیجا کہ تمہارا غلام کسی قوم کو امان دے تو وہ اُن کو تمام مسلمانوں کی طرف سے سمجھی جائیگی اور فوج کو اسکا پابند ہونا پڑیگا (الفاروق مولانا شبلی نعمانی)

[2] مقامات ولایت ص ۳۶۵ حضرت مولاناؒ کے علمی اور عملی کمالات

آپ نے راقم الحروف کی موجودگی میں بابا قائم الدین کو پانی پینے کا اشارہ فرمایا۔ وہ اپنی الماری سے اپنا مٹی کا برتن لائے۔ مٹکے سے پانی بھر کر حضرتؒ کو پلایا۔ اس وقت آپ کے چہرہ نورانی پر مربیانہ تبسم تھا۔ ایک دن تنہائی میں بابا قائم الدین سے پوچھا کہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا، کیا آپ نے میرے لیے دعا کی ہے یا نہیں؟

بابا فضل دین مسجد کا جاروب کش تھا۔ جمعہ کے دن پردے اور قنات وغیرہ کا انتظام بھی ان کے ذمہ تھا۔ ایک دن مستورات کی آمد سے پہلے پردے کا انتظام نہ ہو سکا آپ نے فضل دین کو بلا کر تنبیہ فرمائی۔ نماز جمعہ کے بعد حجرے میں بلا کر اس سے معافی مانگی۔ آپ اکثر درسِ قرآن میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاکِ لیے جان کر دے

"العجز فخری"[1] کے ارشاد نے حضرت مولاناؒ کو اسوۂ نبویؐ کی متابعت کی توفیق ارزاں فرما دی تھی۔ انبیاء کرام اور تمام امم سابقہ کے صالحین کی زندگی کا مطالعہ کیجئے آپ کو عجز و انکساری کا جوہر ہر مقام پر نمایاں نظر آئے گا اور ان کے حق میں "وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا" کی سندِ نصِ قرآن سے ثابت ہے۔

عدل و انصاف

قولہٗ تعالیٰ: "اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالعدلِ وَ الاِحسان۔ (نحل)" "بے شک اللہ تعالیٰ انصاف اور نیکی کا حکم دیتا ہے"۔

"کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹا جائے کہ ان میں سے کسی میں

---

[1] عام طور پر مشہور تو یہ الفاظ ہیں۔ الفقر فخری۔ لیکن ماہرین علم الحدیث نے ظاہر کر دیا ہے کہ الفقر فخری کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں صاحب مجمع البحار نے بھی والعجز فخری کے الفاظ کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث زیرِ شرح میں موجود ہے۔ (رحمۃ للعلمین۔ حصہ سوم)

ذرا بھی کمی یا بیشی نہ ہو، تو اس کو عربی میں عدل کہتے ہیں ۔اس کے علاوہ بھی بعض حضرات[1] نے اپنے الفاظ میں عدل کی تعریف کی ہے۔

انسانی روح کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ جہاں رہے، اس کے ساتھ عادلانہ برتاؤ ہو۔ عدل و انصاف کا جوہر خصائصِ نبوّت سے ہے۔ کوئی صاحبِ ایمان جو اس وصف میں جتنا اچھا ہوگا، اتنا ہی خدا تعالےٰ کی رحمت کے سایہ[2] میں ہوگا۔ کیونکہ اسلام کا تقاضا ہے کہ رشتہ داروں کے تعلقات تو اس راہ میں کیا حائل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ خود[3] اپنی جان اور والدین پر بھی زبانِ عدل کو گو یائی کرتے ہوئے اعراض و تلوین کی اجازت نہیں۔ قرآن عزیز میں حق و انصاف کا بار بار حکم آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام جس کا محیط انسانی حیات کے آخری سانس تک وسیع ہے۔ اس کا مرکزی نقطہ ہی عدل و انصاف کا وصف ہے۔ عادل بلا امتیاز[5] مذہب و ملّت سب کے لیے عادل ہوتا ہے۔

---

[1] "جو بات ہم کہیں یا جو کام کریں اس میں سچائی کی میزان کسی طرف جھکنے نہ پائے اور وہی بات کہی جائے اور وہی کام کیا جائے جو سچائی کی کسوٹی پر پورا اترے (سید سلیمان ندویؒ سیرۃ النبی حصہ ۶ ص ۱۵۲)

[2] ۔ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ قیامت کے دن جبکہ خدا کے سایہ کے بغیر کوئی سایہ نہ ہوگا۔ سات شخصوں کو خدا اپنے سایہ میں لے گا، جن میں ایک امام عادل ہوگا (بخاری شریف کتاب المحاربین باب من ترک الفواحش)

[3] ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا ۚ وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (نساء ۴: ۱۳۵)

[4] وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ (مائدہ ۵ : ۴۲)

[5] حمص فتح ہو چکا تھا۔ فوجی تجویز کے مطابق حمص کو چھوڑ کر دمشق جانا ضروری تھا۔ وہاں حضرت خالدؓ تھے۔ عرب کی سرحد بھی قریب تھی حضرت ابو عبیدہؓ نے افسر خزانہ حبیب بن مسلمہ کو بلا کر فرمایا عیسائیوں کو جزیہ یا خراج کی تمام رقم واپس کی جائے، کیونکہ اب ہم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے چنانچہ کئی لاکھ روپے کی رقم واپس کی گئی عیسائی روتے جاتے تھے اور جوش سے کہتے تھے کہ خدا تم کو پھر لائے۔ یہ صرف حمص والوں کے ہی ساتھ نہیں کیا۔ بلکہ ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی رقم واپس کر دی جائے (فتوح البلدان مصنف بلاذری ص ۱۳۷ قاضی ابو یوسف کتاب الخراج ص ۸۱) ازدی فتوح الشام ص ۱۲۵

اب ہم حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی سیرت میں عدل و انصاف کے جواہرات کا انتخاب کرتے ہیں۔ آپ کی ساری زندگی عدل و انصاف کی صحیح تعبیر ہے۔ ابھی کل کی بات ہے۔ آپ کی شبانہ روز حیاتِ بابرکات کے تقریباً بیس گھنٹے خاص و عام کی نظروں کے سامنے گذرتے تھے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی کا ذکر آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکا تھا۔ آپ والدین اور اساتذہ کرام کے حق میں آدابِ فرزندی کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ اولاد کے حق میں شفیق باپ اور اپنی اہلیہ محترمہ کے حق میں مونس و غمخوار سرپرست۔

منشی سلطان احمد (برسوں تک دفتر خدام الدین میں کام کرتے رہے) کا بیان ہے کہ آپ کے بڑے صاحبزادے حافظ حبیب اللہ مرحوم مہاجر مدنی کسی معاملے میں مجھ سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے حضرت مولانا سے میری شکایت کر دی۔ جب مجھ کو علم ہوا تو میں بڑا خائف تھا۔ لیکن جب ہم دونوں کو آپ کے سامنے حاضر ہونے کا موقعہ ملا تو آپ نے حافظ حبیب اللہ سے فرمایا۔ حبیب اللہ! منشی صاحب تم سے بڑے ہیں۔ لہٰذا تم ان سے معافی مانگو۔ لہٰذا صاحبزادہ صاحب نے فوراً تعمیلِ ارشاد کی۔

علامہ عنایت اللہ مشرقی سے آپ کو دینی نظریات میں اختلاف تھا۔ جیسا کہ سابقہ اوراق میں تفصیلاً ذکر آ چکا ہے۔ لیکن آپ نے پنجاب کے حاکمِ اعلیٰ سر سکندر حیات خاں کو خاکساروں کی حمایت میں مسکت جواب دے کر عدلِ اسلامی کی تائید فرمائی۔

ہفت روزہ خدام الدین جاری کیا گیا۔ آپ ہی بانیٔ انجمن تھے۔ لیکن آپ کے گھر جو پرچہ جاتا تھا اس کا سالانہ چندہ ادا کیا جاتا تھا اور حافظ حبیب اللہ کو مدینہ منورہ میں جو پرچہ بھیجا جاتا اس کی قیمت اور ترسیل کے اخراجات حضرتؒ اپنی گرہ سے ادا فرماتے۔

ایک[1] دفعہ انجمن خدام الدین کے شائع کردہ قرآن حکیم میں بے شمار اغلاط رہ گئیں۔ شرکاءِ انجمن نے بحث و تمحیص کے وقت منشی سلطان احمد کو اس قصور کا مورد ٹھہرایا۔ آپ کو یہ فیصلہ ناگوار گذرا۔ فرمانے لگے یہ قصور تو سارا میرا ہے۔

---

[1] مقامات ولایت ص ۳۵۳۔ راوی منشی سلطان احمد صاحب

فلشی سلطان احمد بیچارے کا کیا گناہ ہے"۔ اب حاضرین چپ ہو گئے۔ اس سے ایک دیرینہ وفا شعار کارکن پر آئی ہوئی بلا ٹل گئی۔ المختصر! آپ کی ساری زندگی عدل و انصاف کے فردوسی پھولوں سے معطر تھی۔

جود و سخا

خدا تعالیٰ کے آخری پیغام ھدیٰ میں مسلمان کے لیے موت سے پہلے[1] وصف سخاوت کا حکم ہے۔ کیونکہ سخاوت[2] دخولِ جنت اور بخل دخولِ جہنم کی دلیل ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا مسئلہ تب ہی نتیجہ خیز اور مثمر ہو سکتا ہے، جب انسان کی طبیعت میں فطری طور پر فیاضی اور بذل و ایثار کے محرکات کارفرما ہوں۔

قرآن حکیم نے حسن و خوبی کے متلاشیوں کو پیغام دیا ہے:-

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا	تم ہرگز نیکی کو نہ پاؤ گے۔ جب تک
مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا	تم اس میں سے خرچ نہ کرو۔ جو تم کو پسند
مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝	ہے اور جو بھی تم خرچ کرو، خدا جانتا
(آل عمران ۳ آیت ۹۲)	ہے۔

مومنین میں صفت بذل و سخا پیدا کرنے کے لیے قرآن عزیز میں ترغیبات و

---

[1] يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ ۲: ۲۵۴)
ترجمہ۔ اے مومنو! خرچ کرو اس سے جو ہم نے تم کو دیا۔ اس دن سے پہلے جس میں خرید نا دوستی اور سفارش نہیں ہے اور کافر ہی ظالم ہیں۔

[2] السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس و بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ (الخ ترمذی باب سخا ص ۲۴۲)

[3] "الجنۃ دار الاسخیاء" "جنت اہل جود و سخا کا گھر ہے"۔

انعامات کا ایک وسیع وعریض سلسلہ نظر آتا ہے۔

من ذا الذی یقرض اللّٰہ قرضًا	کون ہے ایسا جو اللہ کو قرض دے
حسنًا فیضعفہ لہٗ اضعافاً	اچھا قرض۔ تو اس کے واسطے وہ
کثیرہ۔	اس کو بہت گنا کرے۔

حضرت مولاناؒ کی زندگی کو اب مذکورہ نظائر کے آئینے میں دیکھئے۔

آپ کی زندگی جہاں اشاعتِ اسلام کے لحاظ سے فیاض اور قابلِ رشک تھی، وہاں غربا پروری اور مساکین نوازی میں بھی ایک مثالی حیثیت رکھتی تھی۔

ایک دن آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، مجھ احقر کو بلا کر فرمایا۔ اس نسخہ کی قیمت کسی انگریزی دوائی فروش کی دوکان سے دریافت کرو۔ میں حسبِ ارشاد تعمیل کے بعد حاضر ہوا۔ کوئی سولہ سترہ روپے بنتے تھے۔ آپ نے مطلوبہ رقم نکال کر فرمایا کہ فلاں شخص کو نسخہ اور رقم دے دو۔

اسی دن ایک نہایت اپاہج شخص پر آپ کی نظر پڑی، جو نہایت مشکل سے مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھا ہوگا۔ آپ نے مجھ کو چار روپے دے کر فرمایا کہ اس بوڑھے شخص کو میرا اسلام کہو اور یہ چار روپے بھی اس کے حوالے کر دو۔ وہ آگے آنے کی زحمت گوارا نہ کرے۔

ایک دن حسبِ معمول چند اشخاص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے تھے۔ باتوں باتوں میں ایک ہندوستانی بزرگ نے مجھ کو بتایا کہ تقریباً چھ ماہ گذرے ہیں میں حضرتؒ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا۔ مجھ کو اپنی بیٹی کی شادی کے اخراجات کے لیے کچھ رقم کی ضرورت تھی۔ حضرتؒ نے میری گذارش سن کر مجھ کو حجرے میں بلا کر مبلغ تین سو روپے مرحمت فرمائے۔ آج میں پھر اسی سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔

مولوی عبدالواحد بیگ ملتانی جن کو آجکل حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے اشاعتِ قرآن کے سلسلے میں ملتان سے بلایا ہے۔ عائلی قوانین کی خلاف ورزی (دیواروں پر لکھنا، پوسٹر چسپاں کرنا) کے تحت گرفتار ہوئے۔ جب حضرت لاہوریؒ

کو خبر ہوئی، تو فرمایا۔ بیگ صاحب نے تمام علماء کرام کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے اور ساتھ ہی آپ نے ان کے بچوں کے لیے اڑھائی سو روپے اور پارچہ جات کے چند ایک تھان ملتان روانہ فرمائے۔

ماسٹر شیر محمد ساکن نتھو والا چک ۱۸۰ راوی ہیں کہ میں ایک تبلیغی جلسے میں جھمرہ ضلع لائل پور گیا۔ جلسے کے اختتام پر چند علماء حضرات مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا گیا کہ حضرت! ہم کو کوئی نصیحت فرمائیے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری پونجی مسکینوں، غریبوں اور یتیموں پر خرچ کر دیتے تھے۔ بلکہ قرض حسنہ لے کر بھی اہل حاجت کی مدد فرماتے۔ میں نے کئی دفعہ ارادہ کیا ہے کہ اپنے گھر کا دروازہ کھول دوں اور مساکین سے کہوں کہ جو جس کے ہاتھ لگے، لے جائے مگر ہمت نہیں پڑتی۔ لہٰذا عزیزو! جو شخص خود ایک سنت پر عمل کرنے سے قاصر ہو وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا۔

اللہ۔ اللہ! یہ آپ کی کسر نفسی و تفویض تھی۔ ورنہ آپ کی فطرت میں مروت و فیاضی کے جوہر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ آپ کی سیرہ جود و سخا کی ایک حسین داستان تھی۔ آپ کی زبان میں سخاوت تھی، آپ کی نگاہ میں سخاوت تھی۔ آپ کے ہر عمل حیات میں جذبۂ سخاوت کارفرما تھا۔ اصحاب صفہ کی طرح علماء اور درویش آپ کی مسجد میں توکل و درویشی کے ایام بسر کرتے اور تا زندگی مسجد کو چھوڑ کر نہ جاتے انجمن خدام الدین سے بیوگان، یتامیٰ اور اپاہج لوگوں کے ماہانہ وظائف مقرر تھے۔ وہ مقررہ تاریخوں پر وصولی کرتے اور دعائیں دیتے ہوئے چلے جاتے تھے اور یہ کارِ خیر اب تک جاری ہے۔

فقر و زہد

لفظ فقر کی معنوی وسعت پر مشائخ امت اور عارفین راہِ سلوک کے چند اقوال و فرمودات کا پیش کرنا ضروری ہے۔ تاکہ موضوع پیش افتادہ کی حقیقت بوضوحِ کمال و تمام سامنے آجائے۔

حضرت رویمؒ بن محمد فرماتے ہیں: "من نعت الفقر حفظ سرّہٖ وصیانت نفسہٖ و اداء فرائضہٖ۔ (فقر کی تعریف یہ ہے کہ فقیر کا باطن اغراض سے اور نفس آفات سے محفوظ ہو۔ وہ احکام کی تعمیل اور فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہے۔)

حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں: "نعت الفقیر السکوت عند العدم والبذل عند الوجود (فقیر کی تعریف یہ ہے کہ چیز نہ ہو تو خاموش رہے اور اگر موجود ہو تو خرچ کرے۔"

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں: "الفقر بحر البلاء و بلاءہٗ کلّہٗ عزّ" (درویشی مصائب کا سمندر ہے اور اس کی تمام مصیبتیں درویش کے لیے باعث عزت ہیں"

شیخ المشائخ ابوالقاسم جنید بن محمد الجنیدؒ فرماتے ہیں: "الفقر خلو القلب عن الاشکال (فقر یہ ہے کہ دل ماسوی اللہ کی صورتوں سے خالی ہو جائے"[1]

دراصل " یایھا الناس انتم الفقرا الی اللہ۔ واللہ ھو الغنی الحمید کی توضیح و تشریح ہی تمام عبارات کا نفس مضمون ہے جیسا کہ ترجمہ (لوگو! تم اللہ کے دروازے کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیروں اور درویشوں کے حق میں بہت[2] سی بشارتیں دی ہیں۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ میں خدا کے دروازے کا غلام (فقیر) ہوں مولانا کی طالب علمی کے ایام سے ہم آپ کو حضرت سندھیؒ جیسے بلاکش اور جفاکش کی معیت میں دیکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ یقیناً فقر و ریاضت کے لذت چشیدہ تھے اور پھر طلبہ میں

---

[1] ۔ کشف المحجوب ص ۲۳-۲۴ مصنفہ علی ہجویری علیہ الرحمۃ (باب فقر و غنا)

[2] ۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ میری امت کے محتاج لوگ تونگروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے (کیمیائے سعادت امام غزالی ص؟؟)۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہتی ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ رہیں تو فقیرانہ زندگی بسر کرو اور امیروں کے ساتھ مل بیٹھنے سے دور رہو اور جب تک پیوند نہ لگا لو تب تک کوئی کپڑا نہ اتارو (کیمیائے سعادت امام غزالی ص؟؟)

ایسے لوگ کم ملتے ہیں، جن کو بھوک اور پیاس نے گا ہے گا ہے نہ ستایا ہو۔

راہوں ضلع جالندھر میں نظر بندی کے ایام میں مولانا سراسر فقر و فاقہ کی ایک حیرت انگیز تصویر تھے۔ پولیس کے کھانے سے انکار فرمایا کیونکہ ان کا ایندھن (اوپلے) رشوت کا تھا۔ اب متبادل کوئی انتظام نہ کیا گیا۔ ایک ضعیفہ اور عفیفہ عورت نماز عصر کے بعد آپ کو مکّی کے بھنے ہوئے دانے اور گڑ دے جاتی اور بس۔

راہوں میں مولاناؒ کے جسم پر صرف ایک باریک کرتہ تھا اور اس پر ایک عربی عبا زیب تن تھی۔ بچھونے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ نومبر و دسمبر کی یخ بستہ راتیں آپ نے صرف ایک عبا میں بسر کیں۔ حقیقت ہے اس مبارک اور متوکّلانہ زندگی کو سمجھنے کے لیے محبّانِ الٰہی کا دل و دماغ چاہیے۔ وہ کھونے کو پانا اور پانے کو کھونا سمجھتے ہیں۔ اس منزل میں قدم رکھنا ولایت کی انتہا ہے اور رضیت باللہ ربًّا کی معنوی تفسیر ہے۔

۱۹۱۸ء کے اوائل میں آپ کا سفرِ حج کی تیاری کرنا اور پھر درخواست میں تمام اہل و عیال کا نام بھی درج کروانا۔ دراصل آپ ہندوستان سے ہجرت کر کے عازمِ حجاز ہو رہے تھے۔ حالانکہ آپ کے پاس زادِ راہ تک بھی موجود نہ تھا۔

افغانستان کی ہجرت کی ساری داستان فقر و فاقہ اور توکّل و تسلیم کی روئداد ہے۔ پھر ۱۹۴۸ء میں سفرِ حجاز ہمارے موجودہ موضوع کی جان ہے۔ کیونکہ جہاز میں کھانا پکانے والے بے نماز تھے۔ اردو، فارسی اور سندھی میں درس و تدریس کا انہماک۔ جدہ شریف

لے۔ یہ تمام واقعات مولانا کی زندگی کے ابتدائی حالات میں شامل مقالہ کیے جا چکے ہیں۔

سے فقرِ کارِ خویش را سنجیدن است ۔ ہر دو حرف لا الٰہ پیچیدن است
فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست ۔ ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰ است
مثنوی مسافر ص۲۲ ۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ)

سے مردِ حُر چوں اشتراں بارے برد ۔ مردِ حر بارے برد خارے نورد (ص۲۲)
ارشادِ نبویؐ: لَبَطْنٌ جَائِعٌ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ سَبْعِیْنَ عَابِدًا غَافِلًا۔ (کشف المحجوب)

میں جا کر ایک بھنی ہوئی مچھلی کے کھانے پر ایک ماہ تک پیچش کے عارضہ میں مبتلا رہنا۔ اور پھر ان مصائب و آلام پر اظہارِ مسرت وتشکر" کہ الحمدللہ دل تو سیاہ ہونے سے بچ گیا ہے"۔

آجکل تبلیغی دوروں پر عجیب سودا بازی ہوتی ہے۔ ہنر بانوں کی زبان پر خوشامد و تملق۔ بڑے بڑے خطابات (علامہ، ضیغم بیشہ خطابت، سحبانِ عصر، خطیبِ پاکستان وغیرہ) علماءِ سُو کی ہوسناکیاں، خوش پوشی، خوش خوری اور ناموری و شہرت کی تمنا اور آپس میں رقابت۔ خدا کی پناہ۔

مگر مولاناؒ کی زندگی کا ہر سانس تعمیری سرگرمیوں کے لیے وقف تھا۔ رضائے مولا آپ کی منزلِ مقصود تھی۔ مصلّے میں بھُنے ہوئے چنے اور گڑ باندھ کر تبلیغی دوروں پر جانا۔ اُمراء کے گھروں میں سات سات دن قیام لیکن ان کے گھر کا ایک لقمہ بھی نہ کھانا اور پھر قلندرانہ انداز میں فرمانا" دنیا داروں کی غرور کی گردن کاٹنے کے لیے میں نے استغناء سے تیز تر آلہ کبھی نہیں دیکھا ہے"۔ اب علماءِ سوء کی فریب کاریوں کا تسلسل اور مولاناؒ کی مخلصانہ روشِ حیات کا موازنہ کیجئے تو دونو کے درمیان تضاد و تباین کا ایک جہنم زار نظر آئے گا۔

؎[1] اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ مُکِبًّا عَلٰی وَجۡہِہٖۤ	کیا بھلا ہوا الٹے پاؤں چلتا ہے
اَهۡدٰۤی اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا	زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ اس سے جو
عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ہ	رشد و ہدایت کی سیدھی راہ پر گامزن ہے۔

؎ پرواز ہے دونو کی اسی ایک فضا میں
شاہیں کا جہاں اور ہے، کرگس کا جہاں اور (اقبالؒ)

اگرچہ زندگی کے آخری سالوں میں آپ پر فالج کا اثر تھا۔ لیکن اطباء اور ڈاکٹروں کی ہدایات کے باوجود دینی مشاغل میں سرِمُو فرق نہ آتا تھا۔ صاجزادوں سے خوراک کے متعلق پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ صبح سے صرف ایک پیالی چائے کی

---

[1] پارہ ۲۹ ۔ آیت ۲۲ ۔ سورہ الملک ۶۷ ۔

نوشِ جاں فرمائی ہے۔ گیارہ بج گئے ہیں۔ ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا۔

سبحان اللہ! یہ اولیاء امت ہیں۔ زندگی کے حقائق[1] سے آشنا ہیں۔ فطرت کی ترجمانی ان کے عمل میں پائی جاتی ہے۔ یہ دراصل "اَیُّکُمْ مِثْلِی"[2] کا مظہر بننے کی سعیٔ مرضیّہ ہے۔

ہم مندرجہ ذیل واقعہ کے بعد اس باب کو ختم کرتے ہیں۔

روزنامہ "جنگ" ۲۶ فروری ۱۹۸۳ء بروز ہفتہ "شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ" کے عنوان سے پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے حوالے سے جناب محمد ظہیر میر رقمطراز ہیں کہ:۔

یہ واقعہ ۱۹۲۹ء کا ہے جس سال انجمن حمایت اسلام لاہور نے ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی فرمائش پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے "اشاعت اسلام کالج" قائم کیا تھا تاکہ آریوں اور عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمان مبلّغین اور مناظرین تیار

---

[1] جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر ۔ تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ
یہ زور دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام ۔ میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ
خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات ۔ فطرت "لہو ترنگ" ہے غافل نہ جل ترنگ

؎ فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی ۔ یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی
؎ میانِ امتاں والا مقام است ۔ کہ آں امت دو گیتی را امام است
نیاساید ز کارِ آفرینش ۔ کہ "خواب و خستگی" بر وے حرام است
(علامہ اقبال)

[2] ۔ صحابہ کرامؓ کو فاقہ کی شدتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے حضور اکرمؐ ان کو فرمایا کرتے تھے لستُ کاحدٍ منکم انی اطعم واسقی (تم سے میری طرح کوئی نہیں۔ جب مجھ کو بھوک لگتی ہے تو میرا پروردگار مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے (بخاری شریف کتاب الصیام باب ۱۲۳ ج ۱ ص ۹۶)

کئے جاسکیں۔ کالج کی کمیٹی کے صدر مولانا احمد علی مرحوم اور سیکرٹری شیخ عظیم اللہ مرحوم ایڈووکیٹ منتخب ہوئے۔ بحیثیت پرنسپل میرا تقرر کیا گیا۔

کالج نیا نیا قائم ہوا تھا۔ اس لیے انتظامی معاملات میں ہدایات لینے کے لیے مجھے اکثر اوقات حضرت لاہوریؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ ایک دن میں حسب معمول حضرتؒ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ سینکڑوں لوگ حضرتؒ کے مکان کے سامنے جمع ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خفیہ پولیس حضرت اقدس کے گھر کی تلاشی لے رہی ہے کیونکہ کسی مخبر نے حکومت کو اطلاع دی ہے کہ حضرتؒ کا پنجاب کی "دہشت پسند تحریک" سے خفیہ تعلق ہے اور ان لوگوں نے چند خطرناک بم حضرت کے گھر چھپا رکھے ہیں۔

حضرتؒ گھر کے سامنے ایک چارپائی پر اپنے بچے عبیداللہ انورؒ کو گود میں لیے بیٹھے ہیں۔ میں سلام کے بعد پائنتی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد تینوں پولیس افسر (ایک سکھ انسپکٹر اور دو ہندو سب انسپکٹر تھے) باہر آئے اور حضرتؒ سے کہا کہ مستورات جو کہ باورچی خانے میں ہیں ان کو اوپر پہنچا دیجئے، تاکہ ہم باورچی خانہ بھی دیکھ لیں۔

تلاشی کے بعد سکھ سب انسپکٹر نے حضرتؒ سے کہا "مولوی صاحب ہمیں بہت افسوس ہے کہ مخبر نے جھوٹی اطلاع دی تھی۔ آپ کے گھر میں کوئی بم نہیں ہم بہت شرمندہ ہیں کہ ہم نے بلا وجہ آپ کو زحمت دی۔ ہمارے دل میں آپ کی بڑی عزت ہے، مگر ملازمت کی مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے۔ اب آپ زبان سے کہہ دیجئے کہ میں نے تم لوگوں کو معاف کر دیا، تاکہ ہم کو اطمینان ہو جائے" لہٰذا آپ نے ویسا ہی فرما دیا۔

انہوں نے حضرتؒ کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد سکھ انسپکٹر نے حضرت سے کہا "حضرت جب ہم نے آپ کے باورچی خانے کی تلاشی لی تو سب برتن خالی تھے۔ نہ آٹا تھا، نہ دال، نہ ترکاری، بلکہ کسی ڈبے میں ہلدی

مرچ اور نمک تک نہیں تھا۔ تو آپ کھاتے کیا ہیں۔؟

حضرت مسکرائے اور فرمایا:" داروغہ جی! ہم اپنے اللہ کے مہمان ہیں جب وہ غذا بھیج دیتا ہے۔ ہم سب گھر والے اس کا شکر ادا کر کے کھا لیتے ہیں۔ جب وہ کچھ نہیں بھیجتا، تو ٹھنڈا پانی پی لیتے ہیں"

یہ سن کر سکھ انسپکٹر پر رقت طاری ہو گئی اور رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے کہا:۔

" واہ گرو کی کرپا سے آج ایک رشی مہاتما کے درشن ہو گئے"

شعر
نہ چینی و عربی وہ نہ رومی و شامی
سما سکا نہ دو عالم میں مردِ آفاقی

رحم و شفقت

رحم صفتِ الٰہی ہے۔ ارحم الرحمین کا لقب اسی کی ذاتِ بابرکات کو زیبا ہے اور ہر وہ شخص جو اس صفت سے متصف ہو گا متخلق باخلاق سمجھا جائے گا۔ کیونکہ رحمان اور رحیم کے صفاتی اسماء کے انوار اس کی ضمیر پر مسلّط و محتوی سمجھے جائیں گے فرشتے خدا تعالےٰ کے حضور اپنی دعاؤں میں کہتے ہیں۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا[1] اور ادھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرقِ اقدس پر رحمۃ للعلمین کا مرصع و مزین تاج رکھا گیا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے ہر ذی حیات کو صفتِ رحم[2] سے

---

[1] ۔ سورہ مومن آیت نمبر ۷ ۔ [2] ان ابا هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول جعل الله الرحمة مائة جزء فامسك عنده تسعة وتسعين جزءا وانزل في الارض جزءا واحدا فمن ذالك الجزء يتراحم الخلق حتى ترفع الفرس حافرها عن ولدها ان تصيبه (بخاری شریف کتاب الادب باب ۵۷۵)

کسی نہ کسی حد تک ضرور نوازا ہے ۔ بلاشک و ریب اس مبارک وصف کی ہمہ گیری سے انس و آفاق میں سکون و طمانیت کی ندیاں بہہ رہی ہیں ۔

حضرت لاہوریؒ پدرانہ شفقت کا ایک حسین پیکر تھے ۔ آپ کی نرم خوئی، خوش کلامی اور نظرِ تلطّف آپ کے متوسّلین کو مسحور کرنے کے لیے کافی تھے ۔ آپ کی تربت کی سامنے والی دیوار پر یہ شعر آپ کی سیرت کی صحیح عکاسی کرتا ہے ۔

ہجوم ہے، تیری تربت پہ دردمندوں کا
یتیم ہیں، تیری شفقت کو یاد کرتے ہیں (آنگر)

یہ شعر لاکھوں مہجور و مجروح دلوں کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے ۔ یتیم نواسے اور نواسیاں گھر پر موجود تھیں ۔ ان سے پوچھیئے کہ آپ کے نانا جان مرحوم کس قدر شفیق تھے ۔ آپ کی وفات پر بڑے بڑے حوصلہ مند انسانوں کو بچوں کی طرح آہیں بھرتے اور روتے دیکھا گیا ۔

قوم کی بداخلاقی، دین سے اعراض اور عیاشی کی دلدادگی کو دیکھ کر آپ پورے قاہرانہ جلال سے رذائل و قبائح کے خلاف بولتے تھے ۔ مگر ساتھ ہی فرما دیا کرتے تھے ۔ "ہم آپ کے بدخواہ نہیں ہیں، ہم تو کافروں کے حق میں بھی ہدایت کی دعا کرتے ہیں"

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں، تو بنتا ہے مسلمان

آپ کو گناہ سے ضرور نفرت تھی ۔ لیکن آپ گناہگاروں کو ابلاغِ ہدایت میں حریص تھے ۔ آپ برتنوں کو صاف کرنے کے متمنی تھے، ان کو توڑنا نہیں چاہتے تھے ۔

نیلہ گنبد لاہور کی جامع مسجد میں "رحمۃ للعالمین" عنوان پر تقریر فرما رہے تھے ۔ قوم کی زبوں حالی کا خیال آتے ہی آپ پر رقت طاری ہو گئی، آنسو بہنے لگے کچھ وقفے کے بعد زبان کھولی تو یہ الفاظ سنائی دیئے گئے ؎

دارِ ہستی کچھ سہی، لیکن یہی دیکھا گیا
بے خبر ہنسا کیے اور باخبر رویا کیے

افسردہ دل ۔ افسردہ کند انجمنے را

حیوانات پر بھی آپ کی شفقت عام تھی ۔ درسِ قرآن میں ایک دو دفعہ آپ کی زبان سے سنا کہ کسی جگہ دو ملزم پکڑے گئے ۔ ان میں سے ایک بے گناہ تھا اور ایک قاتل تھا ۔ بے گناہ خدا تعالےٰ سے عدل و انصاف کی اپیل کیا کرتا اور گناہگار اپنے گناہوں کی معافی کے علاوہ رحم کی اپیل کرتا ۔ جج نے جب فیصلہ سنایا تو قاتل کو بری کیا گیا اور بے گناہ کو تختہ دار پر لٹکایا گیا ۔ اس علاقہ کے ایک عارف باللہ نے حضور باری تعالےٰ میں استدعا کی کہ مولا کریم یہ کیا ماجرا ہے ؟ ۔ جواب ملا گناہگار ہمیشہ ہمارے سامنے اقرارِ جرم کرتا اور رحم کی التجا کرتا رہا ۔ ہم نے اس پر رحم کیا ۔ بے گناہ ہمیشہ عدل و انصاف کی درخواست کرتا رہا ، ہم نے اس کے ساتھ انصاف سے کام لیا ۔ یہ شخص ایک دن بہتے ہوئے پانی کے کنارے پر بیٹھا تھا ۔ اس نے ایک چیونٹی کو ایک تنکا پر چڑھایا ۔ تنکے کو پانی میں کھڑا کر دیا ۔ چیونٹی نیچے آئے ، تو ڈوب جائے اوپر جائے تو پریشان ہو ۔ آخر اسی تماشہ کے دوران تنکا بہہ نکلا اور چیونٹی بھی ڈوب گئی ۔ لہٰذا آج کے فیصلہ میں ہم نے رحم کی بجائے انصاف سے کام لیا ہے ۔ اس شخص نے ہماری مخلوق (چیونٹی) کو ڈبو یا ۔ آج ہم نے بروئے انصاف اس کو تختۂ دار پر لٹکا دیا ۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا کرتے ، جب سے میں نے یہ سنا ہے ۔ پیشاب کے وقت بھی اگر کوئی چیونٹی نظر آجائے تو میں اس کو تنکے سے نکالتا ہوں اور اگر تنکا نہ ملے تو اپنی انگلی سے اس کو بچاتا ہوں ۔

خواجہ نذیر احمد مرحوم نے بیان فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ ایک دفعہ کسی جلسے میں شمولیت کے لیے اسٹیشن پر پہنچ گئے ۔ گاڑی پر سوار ہونے سے پہلے خیال آیا کہ میرے حجرے میں چڑیوں کے گھونسلے ہیں اور میں دروازے ، کھڑکیاں اور روشندان بند کر کے آیا ہوں ۔ لہٰذا آپ نے فوراً جلسے کے منتظم کو تار دیا کہ میں اس گاڑی کی بجائے اگلی گاڑی پر انشاء اللہ آؤں گا ۔ اسٹیشن سے واپس آکر آپ نے روشن دان کھولے

اور پھر دوسری گاڑی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔

ہم بنظرِ اختصار حضرت مولانا کے باقی فضائل و محاسن کو بالتفصیل بیان نہیں کرتے۔ اگرچہ مقاماتِ ولایت جو کہ آپ کے علمی و عملی کمالات پر قدرے مبسوط کتاب لکھی گئی ہے۔ اس میں تقریباً سو صفحات آپ کے محامد کے لیے مختص ہیں اور کوئی عنوان بھی ایسا نہیں ہے جس کو آپ کی زندگی کے واقعات سے مدلل اور مصدقہ نہ بنایا ہو۔ استغنا، ایفائے عہد، مہمان نوازی، پاکیزگیٔ فطرت، امانت، احسان بر خلق، طلب رضائے اور علاوہ ازیں عام صفاتِ حسنہ کا تذکرہ اخلاقِ حمیدہ کا ایک چمن زار ہے۔ جس کے مطالعہ سے ایمان کی کیفیت میں نورانیت اور جذبۂ عمل میں ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے۔

مقامِ والدہ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ۔ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ۔ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ۔ قَالَ اُمَّكَ۔ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ (ترمذی، ابوداؤد)

ترجمہ

ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں سب سے زیادہ کس سے نیکی کروں۔ فرمایا۔ اپنی ماں سے۔

عرض کیا۔ پھر کس سے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ اپنی ماں سے۔ پھر عرض کیا، پھر کس سے۔ فرمایا۔ اپنی ماں سے۔

پھر اس نے پوچھا کس سے تو فرمایا اپنے باپ سے، پھر قریبی رشتہ داروں سے، بعد میں دوسرے رشتہ داروں سے۔

فارسی، اردو اور ہندی کے وہ اشعار اور مصرع جو حضرت علیہ الرحمۃ کی مبارک زبان سے درسِ قرآن یا خطبہ میں بے ساختہ نکل جاتے تھے

مصرع

ع - بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

ترجمہ۔ میوہ میوہ سے رنگ لیتا ہے۔

ع۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔

ترجمہ۔ جو خود رستہ سے بھٹک گیا ہو، وہ دوسروں کی رہنمائی کیسے کرسکتا ہے۔

ع - بے ادب محروم گشت از فضلِ رب۔

ترجمہ۔ بے ادب پروردگار کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

ع - نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین۔

ترجمہ۔ وہ شاخ جو پھل دار ہو، وہ زمین کی طرف جھکتی ہے۔

اشعار

۱۔ تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

ترجمہ: جو لوگ مقدر کے اعتبار سے بدنصیب ہوں، ان کو ہادی کی صحبت سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ مثل مشہور ہے کہ سکندر اعظم کو خضر علیہ السلام کی رہنمائی کے باوجود آبِ حیات کا چشمہ دریافت نہ ہوسکا۔

۲۔ صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے۔ خاکِ بے جان کر دے

۳۔ خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ترجمہ:۔ دنیا کے غربا، درویش لوگوں اور سادہ پوش صالحین کو نفرت کی نگاہ سے مت دیکھئے۔ تجھ کو کیا خبر ہے کہ اس گروہ میں کوئی محبوبِ خدا بھی ہو۔

۴۔ بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

ترجمہ:۔ انسان کو دنیا میں خدا تعالےٰ کی عبادت کے لیے بھیجا گیا۔ اگر زندگی بسر کرنے والا معبودِ حقیقی کی بندگی کی اہمیت نہیں جانتا تو ایسی زندگی باعثِ شرم ہے۔

۵۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ:۔ یہ خیر و یمن انسان کی اپنی محنت کا نتیجہ نہیں۔ یہ خدائے وہّاب کی عطا ہے۔

۶۔ رنگی کو نارنگی کہیں، اور دودھ کڑھے کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

۷۔ قال را بگذار مردِ حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

ترجمہ:۔ زبان سے اظہارِ محبت کو ترک کر دے۔ تیری حالت ہی سے صاحبِ فراست معلوم کرلے کہ تو یادِ الٰہی میں مستغرق ہے۔ اور اس مجذوبانہ کیفیت کی طلب ہے، تو کسی مردِ کامل کی صحبت میں طالبِ صادق بن کر زندگی بسر کر۔

۸۔ یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ترجمہ:۔ اولیاء اللہ کی صحبت میں کچھ وقت گذارنا سو سال کی بے ریا عبادت سے اولیٰ تر ہے۔

۹۔ دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمنان نظر داری

ترجمہ:۔ اے ربِ کریم۔ تو اپنے چاہنے والوں کو رحمت سے محروم نہیں رکھتا تیرا تو دستورِ ازلی ہے کہ تو مخلوق میں اپنے نافرمانوں کو بھی رزق عطا فرماتا ہے۔

۱۰۔ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے، کہ حق ادا نہ ہوا

۱۱۔ خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

ترجمہ:۔ جو شخص رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کوئی عمل کرتا ہے وہ کسی صورت میں اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتا۔

۱۲۔ چشم بند و گوش بند و لب ببند
گر نہ بینی سرِّ حق بر ما بخند

ترجمہ:۔ آنکھیں بند کرو، لایعنی کلام سننے کی عادت چھوڑ دو اور واہی تباہی باتوں کو کرنا ترک کر دو اور نہایت توجہ سے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ اگر اس سعی کا نتیجہ دیدارِ الٰہی پر منتج نہ ہو تو میری نصیحت کو بے شک بے سود جانیو۔

۱۳۔ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

۱۴۔ آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است، احتیاج است، احتیاج

ترجمہ:۔ شیروں جیسے غیور انسان کو جو خوشامدی بناتی ہے وہ فقط مفلسی اور غریبی ہے۔

۱۵۔ دارِ ہستی کچھ سہی۔ لیکن یہی پایا گیا
بے خبر ہنستے رہے اور باخبر رویا کئے

حضرت علیہ الرحمۃ کا ہمعصر بلند پایہ شخصیتوں سے تعلق

ہم اس موقع پر ان ممتاز اور مبارک شخصیتوں کا ذکر خیر کریں گے، جو بُعد مکانی کے باوجود سید العارفین حضرت لاہوریؒ سے قلبی طور پر مخلصانہ ربط رکھتے تھے۔ یہ لوگ اپنے زمانے کے اپنے اپنے مقام پر خاص و عام نگاہوں میں وحید العصر تھے۔ اور ارشاد نبوی ؐ کے مطابق یہی لوگ ابرار و اخیار تھے۔ **خیر الناس من انفعھم للناس** "بہترین انسان وہ ہے، جو سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچائے۔"

حضرت علیہ الرحمۃ کی زندگی خود فیوض و برکات کا سرچشمہ تھی۔ اس کی سوتیں عرب و عجم تک وسیع تھیں اور آپ کے حلقہ احباب میں وہ نادرۂ روزگار مردانِ حق آگاہ تھے۔ جن کے باقیات الصالحات تا قیام قیامت تابندہ اور درخشندہ رہیں گے۔ انہیں لوگوں کے دم قدم سے اس عہد میں نیرّ اسلام کی کرنیں عالم ناسوت کے کونے کونے میں پہنچیں۔ وہ لوگ صاحبِ حال تھے۔ ان کے دلی واردات تائید ایزدی کی خصوصی رحمت و رافت کا نتیجہ تھے۔ ان کے دائرہ رشد و ہدایت سے خلقِ خدا مستفیض ہوتی تھی۔ ان میں سے چند کے متعلق کچھ حوالۂ قلم کیا جاتا ہے۔

قطبِ دوراں حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ

خاندانِ نقشبندیہ کے سرخیل اولیاء شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد نور اللہ مرقدہٗ اکثر و بیشتر حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے درسِ قرآن میں تشریف لاتے اور فرماتے "مولانا احمد علی صاحب اللہ تعالےٰ کا نور ہیں۔ میں شیرانوالہ کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فرش زمین سے لے کر عرش بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا کو منوّر کر رہی ہیں۔"

حضرت لاہوریؒ اکثر فرماتے تھے کہ "پنجاب بھر میں حضرت شیر ربانی علیہ الرحمۃ کا کوئی مثیل نہیں۔" ایک دفعہ جب آپ شرق پور تشریف لے گئے۔ جمعہ مبارک کا دن تھا۔ آپ مسجد میں خاموش بیٹھے تھے کہ حضرت شرقپوری علیہ الرحمۃ نے ایک

آدمی کو بھیجا کہ آپ جمعہ پڑھائیں۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں جمعہ پڑھنے کے لیے آیا ہوں۔ لہٰذا حضرت شرقپوری علیہ الرحمۃ نے خود آکر آپ کو نمازِ جمعہ، وعظ اور خطبہ کے متعلق فرمایا۔ لہٰذا آپ نے نماز جمعہ پڑھائی۔ واپسی پر حضرت مرحوم نے آپ کے لیے کار کا انتظام کیا حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے، خدا جانے شرقپور میں کار کہاں سے آگئی۔ قطب دوراں شیر ربّانی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈرائیور کو سات روپے دے کر فرمایا کہ مولانا کو مسجد کے دروازے پر اتار دیں، کیونکہ ان کو واپس جا کر قرآن پاک کا درس دینا ہے۔

حضرت علامہ محدّثِ عصر مولانا انور شاہ کاشمیری محدث موصوف علیہ الرحمہ کے معمولات کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ ہم شمائل نبویؐ کی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ عام عادات، اطوار بلکہ سر سے پاؤں تک سنت نبویؐ کا رنگ غالب تھا۔ روزانہ پانچ سو صفحات کا مطالعہ فرماتے۔ لیکن نہایت تعظیم اور ادب آپ پر غالب ہوتا تھا۔ یہی وہ عاشق سنت تھے، جن کے متعلق ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے فرمایا تھا۔ ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپ جب لاہور تشریف لاتے تو حضرت لاہوریؒ کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔

حضرت مولانا مدنیؒ مجاہدِ کبیر حضرت مدنی علیہ الرحمۃ حضرت لاہوریؒ کے ساتھ دلی رابطہ رکھتے تھے۔ آپ دورۂ حدیث کے اختتام پر دار العلوم میں علماء کو سندِ فراغت دے کر فرمایا کرتے تھے:۔

"علم کی تحصیل آپ نے آٹھ سال دیوبند میں رہ کر کی لیکن آپ کی تکمیل حضرت مولانا احمد علی صاحب کے دورہ تفسیر میں ہوگی۔ اللہ کا ایک شیر لاہور کے دروازہ شیرانوالہ میں بیٹھا ہوا۔ اللہ، اللہ کی ضربوں سے کائنات کے دل مسخر کرنے میں مصروف ہے۔ وہ اللہ کا ایسا بندہ ہے کہ اس کے درس قرآن میں شمولیت جنت کی ضمانت ہے۔"

یہی وجہ تھی کہ حکیم الامت علامہ قاری محمد طیب اور علامہ ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی

جیسے اصحاب فکر و نظر آپ کے دورۂ تفسیر کی شمولیت سے مستفیض ہوئے اور آسمان فقاہت و روحانیت پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔

حضرت رائے پوری رح

حضرت لاہوری رح کے وصال پر ہند و پاک کے عارف باللہ حضرت عبدالقادر رائپوری رح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور عالم بے قراری میں فرمایا کہ مجھ کو لاہور لے چلو۔ لیکن ڈاکٹر کا مشورہ مانع ہوا۔ آپ نے لہٰذا تعزیت نامہ بھیجا:۔

"حضرت اقدس سیدی و مولائی احمد علی نوراللہ مرقدہٗ کی خبرِ وصال سن کر سخت صدمہ ہوا۔ حضرت مرحوم بہت ہی بڑے بزرگ اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ہمیں اس بات کا شدید صدمہ ہے کہ وہ ہم سے اوجھل ہو گئے۔ مگر کیا کریں۔ یہ بات ایک نہ ایک دن سب کو پیش آنے والی ہے۔ سب کو اسی راستہ سے گزر کر اپنے مولائے حقیقی کے ہاں حاضر ہونا ہے اور محلِ لقا جس کے بعد فراق نہیں۔ اس کے واسطے اس راستے سے گذرنا ناگزیر ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو بھی خاص الخاص قرب سے نوازے اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔"

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم

حضرت شاہ جی مرحوم نے حاجی دین محمد مرحوم سے فرمایا۔ کہ آپ کے شیخ کا رتبہ کیا عرض کروں:۔

"ایک سو سال پہلے اور ایک سو سال بعد تک مجھے ان جیسی کوئی شخصیّت نظر نہیں آتی۔"

شاہ جی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میں اور کسی کے تعویذ کا قائل نہیں ہوں — لیکن حضرت لاہوری کے تعویذ کا ضرور قائل ہوں۔

اور حضرت لاہوری رح بھی امیرِ شریعت رح پر دل و جان سے عاشق تھے۔ ایک دفعہ منبر پر کھڑے حضرت لاہوری رح نے دیکھا کہ شاہ جی مرحوم مسجد میں بغیر صف کے بیٹھے ہیں۔

تو آپ نے منبر سے اتر کر اپنا جانماز لے کر شاہ جیؒ کو پیش کیا۔ لیکن شاہ جیؒ تیزی سے محراب میں پہنچے اور اپنے سر مبارک کا رومال اتار کر حضرتؒ کے قدموں میں بچھا دیا۔

حضرت داؤد غزنویؒ

مولانا داؤد غزنویؒ نے حضرت کی وفات پر فرمایا کہ حضرت مولانا احمد علیؒ کی وفات میرے لیے انتہائی صدمہ کا باعث ہے۔

مرحوم ملک کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے۔ ان کے سانحۂ ارتحال سے ملّتِ اسلامیہ کو جو نقصان پہنچا ہے وہ ناقابلِ تلافی ہے۔ مولانا مرحوم نے توحید و سنت کی اشاعت اور بدعات کو مٹانے کے لیے جو تکالیف برداشت کی ہیں۔ آج کے نوجوان علماء ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب تک انگریز رہا۔ مرحوم نے انگریزی استعمار کے خلاف جہاد جاری رکھا اور اس راہ میں تمام مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ میں نے انہیں ہر مرحلہ پر مخلص اور ہمدرد رفیق پایا۔

آج ملّتِ اسلامیہ ایک عالمِ باعمل، مجاہد فی سبیل اللہ، عابد و زاہد اور علومِ قرآن کے مبلّغ و معلّم سے محروم ہو گئی ہے۔ دعا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمتہ

انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے وقتاً فوقتاً اجلاس کی شمولیت نے علامہ علیہ الرحمتہ کو حضرت لاہوریؒ کے کردار اور سیرت کے مطالعہ کا موقعہ فراہم کیا۔ علاّمہ مرحوم کا آئینۂ دل توحید و رسالت اور مقاماتِ ولایت کا جائزہ لینے کا ما فوق الفطرت ملکہ رکھتا تھا۔ ادھر حضرت لاہوریؒ کو خالقِ کائنات نے ان فطری اور وہبی عطیات سے نوازا تھا کہ آپ عہدِ حاضر کے بیک وقت مفسر، محدّث، فقیہہ، مجاہد فی سبیل اللہ، خطیب اور مرشد روشن ضمیر تھے۔

ہم اس وقت خواجہ نذیر احمد مرحوم کا بیان کردہ واقعہ قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ملّتِ اسلامیاں کا حکیم و فیلسوف حضرت لاہوریؒ کے ساتھ کس قدر عقیدت رکھتا تھا۔

خواجہ نذیر احمد مرحوم نے جو علامہ اقبال مرحوم کے خصوصی حلقۂ احباب کے ممتاز ممبر تھے اور ادھر حضرت لاہوریؒ پر جان و دل سے فدا تھے۔ ارشاد فرمایا کہ حکومتِ برطانیہ کے نصف النہار کے موقعہ پر مغربی تہذیب کا عروج اس حد تک بڑھ گیا کہ بڑے بڑے گھرانے اسلامی روایات کو فراموش کر چکے تھے۔ ہائی سکولز اور کالجز ایسے لوگوں سے آباد تھے، جن کو مذہب اسلام سے صرف پیدائشی اعتبار سے تعلق تھا ورنہ ۹۵ فیصد ان کا معاشرتی اور تمدّنی رجحان مغربی تہذیب کے اثرات کو قبول کر چکا تھا۔ نوجوان طبقہ کی شبانہ روز زندگی میں اسلامی اقدار کا ذوق بالکل مفقود ہو رہا تھا۔ لہٰذا ہم نے اس لادینی کے طوفان سے مسلم قوم کے نونہالوں کو بچانے کی یہ تجویز سوچی کہ چند ماہ میں تمام کالجوں کے مسلمان نوجوانوں سے انفرادی طور پر مل کر ان سے وعدہ لیا جائے کہ وہ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں، تاکہ ان کے قلوب مغربی زہریلے اثرات سے محفوظ رہیں۔ تقریباً تین ماہ کی جدّوجہد سے ایک فہرست تیار کی گئی اور ہم چند احباب علاّمہ مرحوم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے "تہذیبِ نو" کے سیلاب کی روک تھام کا مسئلہ ہوتا رہا اور علامہ مرحوم نہایت دردمندانہ انداز سے شاملِ گفتگو رہے۔ مگر جب ہم نے اپنی تجویز پیش کی تو آپ نے نوجوانوں سے بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ ہم نے ہر لحاظ سے آپ کو مجبور کرنے کی کوشش کی مگر آپ نے اپنے مؤقف سے ایک انچ بھی انحراف نہ کیا۔ آخر کار علاّمہ مرحوم نے فرمایا کہ میں نفسِ بیعت کا منکر نہیں ہوں۔ بلکہ اس تجویز سے جو جماعت میں پختہ الحاق و تعاون پیدا ہوتا ہے، اس کا بہ دل و جان قائل ہوں۔ لیکن میں آپ کو اپنے سے بہتر شخصیت کا پتہ دیتا ہوں۔ کیونکہ میں برسوں سے ان کے کردار، عزیمت، للّٰہیّت اخلاص اور مصلحانہ جذبہ کا بغور مطالعہ کر رہا ہوں۔ میری بصیرت کا فیصلہ ہے کہ اس روحانی اور علمی قیادت کی اہلیّت حضرت مولانا احمد علی صاحب میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اب اہلِ محفل نے چند ساعت کے بعد اسی فیصلہ پر اتفاق کیا اور حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے نمازِ عشاء کے بعد گریجوایٹ حضرات کے لیے درسِ قرآن کا کام جاری فرمایا۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ علامہ مرحوم کے متعلق فرمایا کہ جب ہمارے حضرت سیّد تاج محمود امروٹی لاہور تشریف لائے تو آپ کی چارپائی رات کو تالاب کے پاس بچھائی گئی سحری کے وقت جو سب سے پہلے آپ کی چارپائی کے پاس زانوئے ارادت تہ کر کے بیٹھا وہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم تھے۔

حضرت لاہوریؒ کے فیوض و برکات کی وسعتیں

حضرت لاہوریؒ کا حلقۂ احباب و متوسلین سات براعظموں تک پھیلا ہوا تھا۔ ہم اس جگہ چند شواہد کے نقل کرنے کے بعد دنیا کا نقشہ پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کو حضرت کے فیوض و برکات کی وسعتوں کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

حضرت مولانا لاہوری قدس سرہ العزیز اگست ۱۹۱۶ء کو ریشمی خطوط کی سازش کے انکشاف کے سلسلے میں ایک باغی کی حیثیت سے گرفتار ہوئے اور مختلف جیلوں میں اسیری کے ایّام بسر کر کے لاہور میں چند شرائط اور پابندیوں کے ساتھ رہا کئے گئے۔ فرنگی حکومت کے اس باغی و ناغی مردِ آہن نے لاہور کے ام القریٰ میں نصف صدی درسِ قرآن حکیم کی مشعل جلا کر اسلامیانِ عالم میں وہ نام پیدا کیا کہ آپ اپنے وقت کے ممتاز ترین مفسّرین میں شمار ہونے لگے۔

قرآن مجید کے دروس سے کون کون مستفیض ہوئے۔ اس کا علم خداوند عالم کو ہی ہے۔ مگر انجمن خدام الدین شیرانوالہ کے رجسٹرات جن کے مندرجات اس مردِ حق آگاہ کے خود دستِ مبارک کی جنبشِ قلم کا نتیجہ ہیں، سے پتہ چلتا ہے کہ ہند و پاک کے تمام شہروں، قصبوں اور قریوں میں سے علمِ دین کے پیاسے شیرانوالہ کے چشمۂ صافی سے آکر علم و عرفان کی تشنگی بجھاتے رہے۔ راقم الحروف نے ان علماء کرام کے تعارفی پتے خود اپنی آنکھوں سے پڑھے، جو حضرتؒ سے سنداتِ فراغت حاصل کر کے گئے۔ اب ہم بیرونی ممالک سے آنے والے حضرات کی فہرست میں سے چند ایک بزرگوں کے نام مع پتہ درج کرتے ہیں۔

۱ ۔ حاجی محمد معروف ۔ ضلع طرفان (ملک چین)
۲ ۔ مولوی حاجی عبدالخیر صاحب ۔ ضلع طرفان (ملکِ چین)
۳ ۔ مولوی عبداللہ صاحب ۔ بخارا (ترکستان)
۴ ۔ مولوی محمد اسحاق صاحب ۔ جلال آباد (افغانستان)
۵ ۔ مولوی عبدالمنان (ملک تبت)
۶ ۔ مولوی محمد حنیف صاحب ساکن ڈربن ۔ (جنوبی افریقہ)
بعض علماء ضلع اکیاب (برما)
۷ ۔ مولوی عبداللہ صاحب ولد حاجی اداع نورع (ملایا)
ساٹرا، پورٹ لوئیس، جزائر مارشیئس کے علماء کرام بھی شاملِ درس ہوئے۔
۸ ۔ مولوی یار محمد صاحب، شہر زاہدان (ایران)

تقریباً پانچ ہزار علماء کرام کو دورۂ تفسیر کے سلسلے میں آپ کے ساتھ شرفِ تلمذ حاصل ہوا
دوسرا شاہد! " ہفت روزہ خدام الدین" کے اجراء پر حضرت شیخ التفسیر فرطِ احسان مندی سے مسرور ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے ہفت روزہ جاری کروا کر انجمن خدام الدین سے وہ کام لیا ہے، جو اس سے پیشتر نہیں لیا تھا۔ حالانکہ انجمن مذکورہ کتاب وسنت کے احیاء و فروغ کے لیے ہزاروں روپے سالانہ خرچ کر رہی تھی۔ یہ مبارک اور مؤقر جریدہ مولانا کی زندگی میں ہی شہرتِ عام اور بقائے دوام حاصل کر گیا تھا۔ تمام شہروں میں نیوز ایجنسیاں اس کی خریدار بنیں اسکولوں کالجوں، جیلوں اور مدارسِ عربیہ میں بڑے شوق سے پڑھا جاتا تھا۔ اس کی قبولیت عامہ کا یہ عالم تھا کہ تھوڑے سے ہی عرصے میں اس کی طباعت سترہ ہزار اور پھر پینتیس ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ پرچہ مندرجہ ذیل بیرونی مقامات پر بھی بھیجا جاتا ہے

نقل رجسٹر "ہفت روزہ" خدام الدین

سعودی عرب (مکہ معظمہ، مدینہ منورہ (حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق صدیقی صاحب)
(مولانا حافظ حبیب اللہ مرحوم مہاجر مکی و مدنی)

کویت، عربیہ گلف - ایڈیٹر ماسکو نیوز - (روس)
قاری محمد شفیع صاحب، پوسٹ آفس نمبر ۱۲۲۲ - ابو ظہبی
امیر جاوید - ۴۸ پریمیر - ولیسٹ لنڈن پارک - لنڈن -
مسقط (عمان) - ہانگ کانگ، آسٹریلیا، کینیڈا کے خریداروں کے پتے بھی رجسٹر میں درج ہیں۔

تیسرا شاہد :۔ حضرت لاہوریؒ کے فرزند اکبر حافظ حبیب اللہ مرحوم مہاجر مکی و مدنی ۱۹۴۷ء سے اٹھائیس سال تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ملکوتی فضاؤں میں مقیم رہے۔ مسجد نبویؐ، باب صدیق میں بیٹھ کر درس قرآن حکیم کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ حج کے ایام میں مکہ معظمہ تشریف لاتے اور کعبۃ اللہ، زادھا اللہ شرفہا کے سامنے بیٹھ کر درس دیا کرتے۔ ان کے دروس ارشاد و ہدایت میں تمام اسلامی ممالک کے حجاج کرام وقتاً فوقتاً حاضر ہو کر مستفیض ہوتے اور اس طرح سے آپ کے مہر ولایت کی کرنیں تمام مسلمانانِ اسلام کے قلوب و ارواح کو منور کرتیں۔

چوتھا شاہد :۔ محترم جناب پروفیسر علامہ علاؤ الدین صدیقی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کی شہادت ہے کہ "میں نے مغربی ممالک کی سیاحت کے دوران نہایت اہم مراکز میں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے شاگردوں کو درسِ قرآن حکیم میں مشغول پایا۔"

پانچواں شاہد :۔ ہم دنیا کے نقشے میں ان مقامات کی خصوصی علامات سے نشاندھی کرتے ہیں۔ جہاں آپ کے علم و عرفان کی بارش ہوئی اور اب بھی ہو رہی ہے۔

خط کی نقل

یہ خط جو بطور سوالنامہ کے ہوتا تھا۔ دورۂ تفسیر کے تمام فارغ علماء کو بھیجا جاتا اور ان کی طرف سے جواب حاصل کیا جاتا۔

۱۔ کیا آپ درسِ قرآن مجید دیتے ہیں؟
۲۔ درس کب سے جاری ہے؟
۳۔ درس کے اوقات؟
۴۔ ماہ زیرِ رپورٹ میں درسِ قرآن حکیم کے کس حصے سے شروع کیا گیا اور کہاں ختم ہوا؟
۵۔ حاضرین کی تعداد تخمیناً اور اوسطاً کتنی رہی؟
۶۔ حاضرین زیادہ تر کس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں؟
۷۔ کیا درسِ قرآن مجید میں لوگوں کی دلچسپی بڑھی یا کم ہو رہی ہے؟

"المجیب"

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔ (ترمذی)

ترجمہ

لوگو! آپس میں ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کیا کرو۔ مسکینوں غریبوں کو کھانا کھلایا کرو۔ جب لوگ رات کو سو جائیں۔ تم نماز پڑھا کرو۔ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔
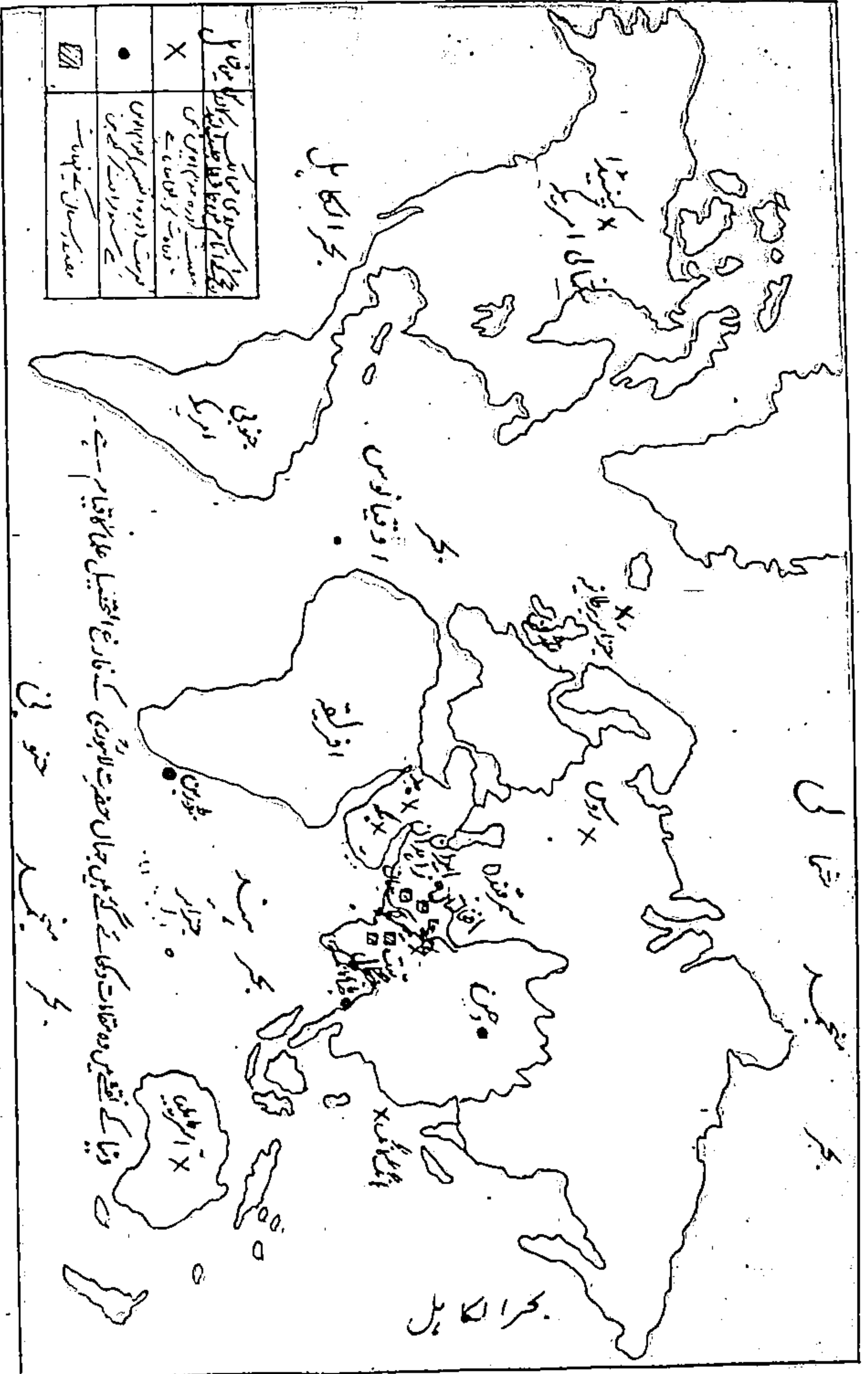
حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ
چند مشاہیر اور صلحائے اُمّت کی نظر میں

۱۔ محدّث اعظم حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی مدظلہ العالی۔
جلال وجمال نبوت کے انوار جو عہدِ رسالت سے منتقل ہوتے آرہے تھے، حضرت لاہوریؒ ان کے یقیناً حامل تھے۔

۲۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی:۔ مولانا جب لاہور آئے یا لائے گئے تو تن تنہا تھے۔ اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر درسِ قرآن کا آغاز کیا تھا۔ لیکن جب اس شہر کو داغِ مفارقت دیا، تو خدا کے لاکھوں بندے سوگوار ان کے فراق میں اشکبار تھے۔

۳۔ مولانا قاضی شمس الدّین گوجرانوالہ (مبارک ہستی کا مبارک ذکر)
حضرت ان لوگوں میں سے تھے، جن کی شان میں وارد ہوا۔ اذا رؤوا ذکر اللہ، ھُم قوم لا یشقیٰ بھم جلیسھم (جب ان پر نظر پڑے، تو خدا یاد آئے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کا ہم نشین بھی سعادت مند بن جاتا ہے۔)
الغرض! مولانا پاکیزہ اخلاق، نیک سیرت، سخی النفس، مہمان نواز۔ ذکر اللہ میں ہمہ وقت مشغول، حق گو، بے طمع، متوکل علی اللہ، متبعِ سنت، اعلائے کلمۃ اللہ میں ساعی، ولی اللہ، صاحب کشف وکرامات۔

۴۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ:۔ قطب زماں حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ! میں اگر سو سال بھی حضرت لاہوریؒ کے پاس رہوں، تو مجھ کو ان سے کوئی نسبت نہیں ہوسکتی۔ جب آپ حجرہ مبارک سے مسجد میں تشریف لاتے، گویا ایک فرشتہ آگیا ہے۔ ساری مسجد بقعۂ نور بن

جاتی ۔بلکہ نورٌ علیٰ نور کا سماں بندھ جاتا۔

۵۔ حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب ؒ۔ ایک مجاہد اہلسنّت"

حق تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی کافر سے پرورش کی طرح ایک غیر مسلم گھر انے سے ایک بچہ منتخب کیا۔ اسلام بخشا، نیکی و تقویٰ بخشا، خدمتِ دین کا جذبہ بخشا، بے سروسامانی میں ایمانی حوصلہ بخشا، بے مائیگی میں ہر دو مسلم نما دشمنانِ اسلام اور تمام غیر مسلمین کے لیے سینہ سپر ہونے کا جذبہ بخشا علم نام جہالت کے لیے درسِ قرآن سے جہاد کا حوصلہ بخشا یہی بچہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے نام سے تمام ملک کے افق پر چمکا۔ چاروں طرف کے جہادوں میں دن رات تا وفات منہمک رہا اور حق تعالےٰ کی رحمتِ کاملہ نے وہ قبول بخشا کہ سوسالہ لاہور اور پنجاب کفر و شرک اور بدعات کی ظلمتوں سے نکل کر شیرانوالہ کے مرکز میں توحیدِ خالص، اتباعِ سنت اور اولیاء کرام کی محبّت کے انوار سے منور ہونے لگا۔

۶۔ ڈاکٹر علاّمہ خالد محمود صاحب "عصرِ حاضر کے زعیم اسلام"

شیخ التفسیر مولانا احمد علی علیہ الرحمہ اپنی ذات میں ایک شخصیت نہیں، ایک ادارہ تھے۔ ایک واقعہ نہیں ایک تاریخ تھے، آپ کی دعوت قرآن پاک کی پکار اور آپ کی ہمت ایک مجاہدانہ للکار تھی۔ آپ میں نظر و فکر، علم و عمل تقویٰ و ذکر اور ہمت و سیاست کے گرانقدر جوہر بیک قالب جمع تھے۔ فضائل اخلاق کے یہ موتی علیحدہ علیحدہ تو کئی جگہ دیکھے جاتے ہیں، لیکن ان کا شیرازہ ایک شخصیت میں شاید و باید۔

۷۔ سیّد ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب "حکمت ولی اللّٰہی کا نمائندہ عظیم"

تبلیغ میں مولاناؒ کے نزدیک ضرورت سے زیادہ سخت گیری کرنا ٹھیک نہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے۔ دین سے وابستگی ذاتِ باری تعالےٰ کا انعام ہے وہ جسے چاہتا ہے۔ اس کے دل میں عقیدہ راسخ پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن

عقائد کی اشاعت اور اخلاقِ فاضلہ کی تربیت کے لیے نبی مبعوث ہوئے۔
مولانا کا ارشاد تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ تربیت تیسّر اور
تدریج تھا۔ قرآن مجید نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاص یہ بتائی
ہے کہ ان میں غلظت اور سخت دلی نہ تھی۔ مولانا علیہ الرحمہ کو دیکھا گیا ہے۔
ان کے ارشادات میں بھی تالیفِ قلب اور شفقت کا پہلو بہت نمایاں ہوتا تھا

۸۔ **علامہ انور صابری صاحب**:۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم، شیخ الاسلام
مولانا حسین احمد مدنیؒ خاتم المحدثین مولانا سید انور شاہؒ کو دیکھ کر اور ان کی
چلتی پھرتی زندگیوں کو پڑھ کر مجھے وہ اسلام ملا جو آج کی بداعمالیوں کے
اندھیروں میں تقریباً گم ہو چکا ہے۔ مولانا اپنے زمانے میں "سیرت اقدس"
کے مبلّغ جدید تھے۔ اس لیے ان میں اقطاب کا جلال، سالکین کا جمال
اور نظر شناسانِ رسولؐ کا مزاج شامل تھا۔

۹۔ **آغا شورش کاشمیری مرحوم**۔ مولانا احمد علیؒ علمائے حق کی اسی جماعت
کے فرد تھے، جن کا تعلق جہاد و غزا اور نظر و فکر کے اس سلسلے سے تھا، جو
مجدد الفؒ ثانی سے نسبت خصوصی رکھتا تھا جس کے سرخیل شاہ ولی اللہؒ
تھے۔ جس کی نیو سید احمدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اٹھائیں۔ جس کی
شاخیں، ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ ہائے دار و رسن سے پھوٹیں۔ وہ معناً ولی اللہی
ٹہنی کے پتّا تھے۔ اس درخت ہی کا ایک پھول تھے، جو مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی
اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اگایا۔ شیخ الہندؒ کے ہاتھوں
میں پروان چڑھا اور ان کے نیک نفس جانشینوں نے سرسبز کیا۔

۱۰۔ **جناب محمد اسحاق بھٹی (اہلِ حدیث)** "ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور"
"چند تاثرات و چند مشاہدات"۔ میانہ قد، متوسط جسم، نورانی چہرہ
لمبی داڑھی، روشن آنکھیں ذہانت کی آئینہ دار، چلیں تو عالمانہ وقار کے حامل
بولیں تو موتی برسائیں، صاف ستھرا مگر سادہ لباس میں ملبوس، ہونٹوں پر

ہر آن مسکراہٹ چھائی ہوئی۔ یبوست سے دور، عبوست سے نفور، تعصّب سے متنفّر، گفتگو میں نرم، عمل میں گرم، کردار میں پاکیزہ، عمدہ خصائل، خوش مزاج، اخلاق میں قرآن کے قالب میں ڈھلے ہوئے مہمان نواز، معاصرین کے احترام میں بے مثال، چھوٹوں کے مشفق، متبعّ سنت، قاطع بدعت، مبلغ توحید، تحریک آزادیٔ برصغیر کے بطل جلیل، تفسیر قرآن میں یکتا، عمل بالحدیث میں اپنی مثال آپ، فقہ میں ماہر کامل، تصوّف میں عدیم النظیر، طریقت میں منفرد، وعظ و تبلیغ دین میں پوری ایک جماعت کے قائمقام، ایثار پیشہ، نصح و خیر خواہی کے پیکر۔ اعتدال و توازن کا مرقع، ذکر و فکر کا دلنواز مجموعہ، ہر پہلو سے عامل شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تھے مولانا احمد علیؒ

مذکورہ بھٹی صاحب حضرت مولانا کے وعظ کے چند فقرات نقل فرماتے ہیں جمعہ کی تقریر تھی :۔

"پاکستان اسلام کے لیے بنایا گیا ہے۔ حکمرانو! اسے اسلام کے حوالے کر دو۔ اس ملک سے غیر اسلامی طور طریق مٹا دو۔ اس میں فقط اسلام ہی کی ترویج کرو۔ اگر اسلام نہیں لاؤ گے، تو میں اللہ کے حضور میں تمہارے خلاف گواہ بنوں گا اور اس کے دربار میں عرض کروں گا کہ انہوں نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ جو لوگ لٹ پٹ کر یہاں آئے ہیں۔ وہ قیامت کے روز تمہارا دامن پکڑیں گے اور میدانِ محشر میں تمہیں کھینچیں گے۔ وہ بڑا نازک وقت ہوگا۔ تم اللہ کو کیا جواب دو گے"!

کچھ عرصہ بعد "الاعتصام" جاری ہوا اور اس کی ادارت میرے سپرد ہوئی۔

"کشفِ قبور کے متعلق ایک اداریہ شذرہ" :۔ مولانا احمد علی مرحوم اور مولانا سید داؤد غزنوی کے باہمی تعلقات بہت زیادہ تھے۔ اور دونو بزرگ ایک دوسرے کی انتہائی تکریم کرتے تھے۔

ایک واقعہ :۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے ایک دفعہ مجلس ذکر میں

کشفِ قبور کے متعلق اپنے کچھ تجربات اور مشاہدات بیان فرمائے۔ اور کوئی ایسی بات کہی جس سے یہ مستفاد ہوتا تھا کہ قبر میں میت جن حالات سے دوچار ہو، اس کا انہیں مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ میں نے "الاعتصام" میں اس پر ایک شذرہ لکھا اور نہایت ادب سے چند سطور میں حضرت مولانا کے نقطۂ نظر سے اختلاف کی جرأت کی۔

اس سے تیسرے یا چوتھے روز بعد مولانا غزنویؒ نے مجھ سے فرمایا:۔
ایڈیٹر صاحب! میں نے مولانا احمد علی صاحب کے کشفِ قبور کے بارے میں آپ کا ادارتی نوٹ پڑھا۔ آپ یہ فرمائیے کہ اگر مولانا احمد علی صاحب اتنے نیک ہوجائیں کہ انہیں کشفِ قبور ہونے لگے، تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟
اس ایک ہی جملے میں میرا مسئلہ حل ہوچکا تھا اور میرے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہیں تھا کہ بلا تامل عرض کردوں "کوئی اعتراض نہیں" اس سے ان دونوں بزرگوں کی ذہنی ہم آہنگی، فکری مطابقت، مسائل تصوّف میں موافقت اور تعلّقات کی انتہائی نزاکت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔
مولانا معاصرانہ رقابت سے بالکل مبرّا تھے۔ اقبال پارک میں عیدین کی نماز سیّد داؤد غزنویؒ کے پیچھے صفِ اوّل میں جاکر پڑھتے تھے۔ ان کی بھرپور علمی اور عملی زندگی کے کسی گوشے میں بار بار نظر دوڑانے کے باوجود کوئی خلا دکھائی نہیں دیتا۔ کتنے ہی دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھیے، کوئی خامی نظر نہیں آئے گی۔

فارجع البصر ۔ ھل ترٰی من فطور ۔ ثمّ ارجع البصر کرّتین ینقلب الیک البصر خاسئًا و ھو حسیرٌ۔
(پھر دوبارہ نگاہ کر۔ کیا تجھ کو کوئی دراڑ نظر آتی ہے؟ پھر لوٹا کر نگاہ کر۔ دو دو بار لوٹ آئے گی۔ تیرے پاس تیری نگاہ ردّ ہوکر، تھک کر۔)

۱۱۔ حمید اصغر نجید صاحب "ایک عاشق قرآن" ۲۳ فروری اہلِ اسلام کے لیے ماتم کی تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو نامور فرزند توحید حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اس دارِ فانی سے انتقال کر گئے۔

۱۲۔ خطیب جامع مسجد عثمانیہ سول لائینز راولپنڈی "حضرت اقدس تواضع" ۱۹۴۲ء کے اوائل کا ذکر ہے کہ بندہ نے حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا بوجہ ان کی تصنیف "التقصیر فی التفسیر" کے کچھ غیر مناسب اور مکروہ الفاظ میں ذکر کیا، تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو طاقتِ برداشت نہ رہی۔ مجھے سخت سست کہا اور سخت ڈانٹ پلائی اور مجھ سے توبہ کرائی اور فرمایا کہ وہ میرے بزرگ ہیں اور مقتدا ہیں۔ مجھے ان پر کوئی شکوہ نہیں۔ مگر تم کیوں اتنے جری ہو گئے کہ حکیم الامت پر یوں زبان طعن دراز کرنے لگے۔ جاؤ، میں تم سے ناراض ہوں۔ بڑی منت و سماجت کے بعد اس شرط پر راضی ہوئے کہ میں حضرت تھانویؒ سے لکھ کر معافی مانگوں۔ چنانچہ میں نے معافی نامہ حضرت تھانویؒ کو لکھا۔ حضرت تھانویؒ نے میرے اسی خط پر لکھ دیا "معاف ہے" اور جہاں میں نے حضرت لاہوریؒ کا یہ ذکر لکھا۔ وہاں تحریر فرمایا: "الحمد للہ علیٰ ذالک۔ جزاھم اللہ عنّی وعن سائر المسلمین احسن الجزاء" اور میرا عریضہ واپس فرما دیا۔ وہ عریضہ میں نے حضرتؒ کو دکھایا، تو حضرت نے مجھ سے میرا وہ عریضہ لے لیا اور مجھ سے خوش ہو گئے۔

تصدّق کا واقعہ:۔ میرے ایک قریبی رشتہ دار بیس ہزار روپے کا سونا لے کر بھاگ گئے۔ میرے والد صاحب نے یہ واقعہ بڑی گریہ وزاری سے حضرتؒ کے سامنے پیش کیا۔ حضرتؒ نے دعا فرمائی اور ایک تعویذ دیا۔ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ مع مفرور کے نام کے لکھ کر عطا فرمایا۔ جسے سائیکل کے پچھلے پہیے کے ساتھ باندھ

کرا الٹے چکر دیے گئے، تو دوسرے دن مغرور مع سونا کے واپس آیا اور سخت نادم ہوا۔ بعد میں اسے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔
۔حضرتؒ نے اس سے توبہ کرائی اور اپنا پڑھا ہوا پانی پلایا۔ الحمد للہ ہمارے اس رشتے دار کی حالت بدل گئی۔ اب صالح اور ثقہ آدمی ہے۔

غرض! کیا عرض کروں۔ آج سولہ سال گذر گئے ہیں، کہ حضرتؒ انتقال فرما گئے ہیں لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں ان کی آواز اب بھی سن رہا ہوں۔

۱۳۔ مولانا عبدالحمید سواتی۔ مدرسہ نصرۃ العلوم۔ گوجرانوالہ:۔

"چند تاثرات" آپ کی کون کون سی ادا کا ذکر کیا جائے۔ وعظ و نصیحت، جمعہ کا خطبہ، بیعت، تلقین، مجلس ذکر و ارشاد، سیاست میں فرنگی استبداد کے خلاف ثبات و استقلال، قرآن کریم کی نشر و اشاعت، رسومات باطلہ کی تردید، شرک و بدعت کی بیخ کنی۔ غرض اس سلسلۃ الذہب کی کڑی کی کونسی خوبیوں اور کمالات کا تذکرہ کیا جائے۔ وقت کی پابندی، حسبۃ للہ کام، اکابر کے ساتھ خصوصی تعلق اور انتہائی ادب، چھوٹوں پر غایت درجہ شفقت، مقام عزیمت میں اعلیٰ درجہ کی صلابت، بے تعصبی، انصاف پسندی، بے مثال تواضع، کشف و کرامات حق گوئی و بے باکی میں بے نظیر، تحریک آزادی کی جماعتوں کے پشت پناہ تبلیغ کا جذبہ از حد قوی، جفاکشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ نماز میں انتہائی خشوع و خضوع، غرض کہ اسوۂ نبوی کا حسین مرقع ہے

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا ایں جاست

۱۴۔ محمد یونس صاحب۔ راولپنڈی:۔ آپ میں تمام صفات نبوت پائی جاتی تھیں وہ معلم بھی تھے، مفسر بھی تھے، متوکل بھی تھے، مزکّی بھی تھے، بہادر بھی تھے۔
ایک بریلوی مسلک کا شخص میرے سامنے یہ قصہ بیان کر رہا تھا، کہ میں

نے بڑے بڑے اولیائے کرام کی زیارت کی ہے۔ مگر جب میں شیرانوالہ دروازہ گیا، تو میں اس نتیجہ تک پہنچا کہ جو کچھ دوسرے اولیاء کرام کی صحبت میں ملتا ہے۔ حضرت لاہوریؒ کی جوتیوں میں بیٹھنے سے اس سے کہیں زیادہ ملتا ہے۔

جب احباب کی صحبت میں بیٹھا جاتا ہے تو مختلف لوگ مختلف بیان کرتے ہیں، کوئی کہتا ہے میں ڈاکو تھا (بابا شہامد) کوئی کہتا ہے کہ میں شرابی وزانی تھا، کوئی کہتا ہے کہ میں سنیما کے بورڈ لکھا کرتا تھا۔ (عبدالواحد بیگ پینٹر ملتان)، کوئی کہتا ہے کہ میں قبور پر سجدہ کرتا۔ لہٰذا ہر شخص حضرت کی تقریر۔ ۴۲ رسائل کا مطالعہ، حاضری، مجلس ذکر یا جمعہ کی وعظ کا ذکر کرکے اپنے تائب ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

ایک ضروری خواب:۔ حافظ حبیب اللہؒ مہاجر مکی و مدنی:۔

حضرتؒ نے ایک دفعہ درسِ قرآنِ حکیم میں اپنے بڑے صاحبزادے حافظ حبیب اللہ مرحوم کا خواب بیان فرمایا۔ "میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں دور دور تک خیمے لگے ہوئے ہیں۔ ان خیموں میں انسان ہی انسان ہیں۔ پھر اچانک سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا "حبیب اللہ تمہیں معلوم ہے کہ ان خیموں میں کون لوگ ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! مجھ کو معلوم نہیں ہے۔ لہٰذا آپؐ نے خود ہی فرمایا کہ دائیں جانب میں رہنے والے لوگ وہ ہیں جنہوں نے آپ کے والد صاحب سے قرآن سیکھا اور بائیں جانب والے وہ ہیں جنہوں نے آپ کے والد صاحب سے اللہ تعالےٰ کا نام سیکھا"۔

یہ خواب سن کر ہماری جماعت کے ایک شخص نے کہا "پھر میں تو انشاء اللہ دونو طرف کے خیموں میں ہوں گا۔ میں نے حضرتؒ سے قرآن حکیم بھی سیکھا اور اللہ تعالےٰ کا نام بھی سیکھا۔

۱۵۔ حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بوسٹل جیل لاہور۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کو ایک دفعہ جیل میں پند و نصائح کی دعوت دی گئی۔ جب آپ واپس آرہے تھے۔ تو ایک محمد رفیق نامی سزائے موت کے قیدی نے آپ کی زیارت کی خواہش کی۔ حضرت اس کی دلداری کے لیے پھانسی کی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے۔ پھانسی والے نے دعا کی التجا کی۔ میں اور افسرانِ جیل بھی ساتھ تھے۔ آپ نے اسی وقت نہایت محویت سے دعا مانگی اور واپس تشریف لے گئے۔

دُعا کا اثر:۔ اس قیدی کی تمام اپیلیں خارج ہو چکی تھیں۔ تاریخ کا تعیّن ہو چکا تھا۔ مگر حضرت کی دعا کے بعد ۲۷ / اکتوبر ۱۹۵۹ء کو حکومت کی طرف سے فرمان جاری ہوا۔ کہ "یوم انقلاب" کی خوشی میں تمام پھانسی والوں کی سزائے موت معاف کی جاتی ہے۔ دیکھئے! یہ ایک مردِ درویش مولاناؒ کی دعا کی برکت تھی کہ ایک محمد رفیق کیا۔ خدائے قدّوس نے حضرتؒ کی دعا سے سب سزائے موت والوں کو دوبارہ زندگی بخشی۔ فی الواقع ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

یاد رہے۔ فاعلِ حقیقی قادرِ مطلق ہے۔ کرامات کا ظہور اسی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔ معجزات کا تعلق انبیاء کرام اور کرامات کا تعلق اولیاءِ عظام سے ہے۔ لیکن ہر دو خوارق کا فاعل حقیقی خود اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔ وَمَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی (تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا لیکن اللہ تعالےٰ نے پھینکا تھا۔

۱۶۔ پروفیسر محمد یوسف سلیم چشتی۔ ماہرِ اقبالیات:۔

مجاہد فی سبیل اللہ، واقفِ اسرارِ خفی و جلی، سیدی و مرشدی حضرت مولانا احمد علیؒ ؎

بندۂ حق وارثِ پیغمبراں
او نگنجد در جہانِ دیگراں

فرماتے ہیں کہ آپ کو حضرت مدنیؒ سے بڑی عقیدت تھی، لہٰذا فرمایا کرتے تھے
"حضرت مدنیؒ کی جوتیاں بھی ملکۂ انگلستان کے تاج سے ہزار گنا
زیادہ قیمتی ہیں۔ جس میں دنیا کا سب سے زیادہ قیمتی ہیرا (کوہ نور) لگا ہوا ہے
ایک دفعہ آپ نے اپنی داڑھی کے وہ بال جو کہ کنگھی کرتے وقت اس
میں آ جایا کرتے تھے، مولوی عبید اللہ انورؒ کو دیئے کہ تعطیلات کے بعد جب
تم دیوبند جاؤ، تو حضرت اقدس مولانا مدنیؒ کے پاپوش کے تلے میں سلوا دینا
تاکہ میرے بالوں کو عزت نصیب ہو جائے۔
بعض اوقات درس میں فرمایا کرتے۔ مولانا مدنیؒ کے جوتوں کے تلوں
میں وہ علم ہے، جو احمد علی کے دماغ میں نہیں ہے۔ پھر مثال دے کر سمجھایا
کرتے کہ بجلی کا اثر بجلی کے کھمبوں کی وجہ سے بارش کے قطرات میں بھی
ہوتا ہے۔ مولانا مدنیؒ کو جب پسینہ آتا ہے اور وہ پسینہ دماغ سے جسم کے
ذریعہ آپ کے جوتوں تک جاتا ہے تو جوتوں میں مع علم سرایت کر جاتا ہے۔
ایک دفعہ فرمایا کہ احمد علی کا سر اگر حضرت مدنیؒ کے پیشاب تک پہنچ جائے
تو نجات ہو جائے گی۔ یہ پیش مردِ کامل پامال شو" کے ظہورات ہیں۔

۱۷۔ حضرت مولانا عبد المالک نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

میں مشہور نقشبندی مجددی شیخ مولانا عبد المالک صدیقی علیہ الرحمۃ کی
خدمت میں حاضر ہوا۔ دورانِ ملاقات انہوں نے حضرت شیخ قطب عالم
حضرت لاہوریؒ کے بارہ میں فرمایا " کہ دورِ حاضر میں ان کی نظیر نہ تھی۔ ان
کا قلب مبارک اتنا نورانی تھا کہ اہلِ کشف بھی نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے
تھے اور روحانی کمالات بھی انتہا پر تھے۔ سب سے بڑا کمال اکلِ حلال تھا۔

٭

۱۸۔ مفکرِ ملت مفتی عتیق الرحمان صاحب۔

مولانا احمد علی لاہوری کا تعلق علمائے حق کے اس گروہ سے تھا۔ جن کا روشن کردار تاریکیوں کے دور میں ہم لوگوں کے لیے ہمیشہ روشنی کا مینار رہا ہے۔ ملک میں ان دنوں جتنے بھی نامور اسلام کے مفکر مذہبی اور دینی اکابر و اصاغر افقِ شہرت پر چمکدار رہے ہیں۔ ان سب کا تعلق کسی نہ کسی رنگ میں حضرت مولانا لاہوری رح سے رہا ہے۔

۱۹۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں۔ راولپنڈی:۔

یہ بات بلا شک وارتیاب کہی جا سکتی ہے کہ حضرت لاہوری رح وقت کے ایک مفسر، محدث، فقیہہ، مجاہد اور عارفِ کامل تھے۔ ان کی شخصیت پر اسلاف و اخلاف اکابر و اصاغر سب کو ناز ہے۔ آپ توحید و سنت کے ایک پرجوش علمبردار تھے۔ الحاد و زندقہ کے لئے تلوار کی تیز دھار تھے اور اپنے اسلاف کی روایات کے حامل رہے ہیں

۲۰۔ احقر الانام لال دین اخگر مولف "کتاب الحسنات"

آپ ہزاروں ماؤں سے زیادہ شفیق تھے۔ خلقِ خدا کی گرویدگی ان کے حسنِ اخلاق اور مربیانہ سلوک کی وجہ سے تھی۔ آپ "حریص علیکم" کے مظہرِ اتم تھے۔ بالمؤمنین رؤف رحیم (مومنین پر شفقت کرنے والے اور مہربان) نصِّ قطعی سے ثابت ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا وصفِ خاص تھا۔ لہذا علماء ربانی جو منہاجِ نبوت پر گامزن ہوتے ہیں۔ ان کے قلوب بھی خلائق کے لیے نصح و خیر خواہی کے جذبات سے بھرپور ہوتے ہیں اور مولانا کو اس سے وافر حصہ ملا ہوا تھا۔ مجھ سیاہ کار کو دیکھئے۔ ۱۹۴۸ء سے آج تک آپ کی پاکیزہ سیرت کے انوار اور آپ کی ملکوتی سیرت کے پھول چننے میں مصروف ہوں اور جب تک جیوں گا۔ بفضلِ ایزد تعالٰے عزمِ راسخ ہے کہ یہی فریضہ ادا کرتا رہوں گا۔ کیونکہ مجھے یقین

کامل ہے کہ آپ کے لیل ونہار اسوۂ نبویؐ کی زندۂ جاوید تصویر تھے۔ آپ کا قلب سلیم، حیاتِ طیبہ اور آپ کے نفس مطمئنہ پر دین حنیف (صبغۃ اللہ) کی نہایت پختہ چھاپ تھی۔ لہٰذا پروردگارِ عالم کے حضور میں عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتِ واسعہ سے صلحائے امت کے پاؤں کی خاک کو سرمۂ چشم بنانے کی توفیق ارزاں فرمائے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

در عصرِ ما جنیدؒ توئی قصہ مختصر

۲۱۔ **مسلک کی غائبانہ تائید:۔** جناب عبدالقادر راج کی شہادت۔
فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتؒ کی زندگی میں خواب دیکھا۔ کہ سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، خدام الدین کے دفتر میں تشریف فرما ہیں اور حضرت لاہوریؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوزانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے ایک ساتھی کو پیش کیا، جو مسلک کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کیا کرتا تھا اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ موجودہ فرقوں میں کونسا گروہ صداقت پر ہے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں حق ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ۔

۲۲۔ "حضرت مفتی حسن محمد علیہ الرحمۃ نے اپنے مرید احسان قریشی صابری کو فرمایا" "میاں احسان۔ وہاں شوق سے جاؤ۔ لیکن ادب ملحوظِ خاطر رہے جتنا آپ میرا ادب کرتے ہیں۔ اس سے دس گنا زیادہ ان کا ادب کرنا۔ یاد رکھو۔ اس وقت سلسلہ قادریہ کا کوئی شیرِ بیشہ اور پھر ایسا شیر روئے زمین پر زندہ انسانوں میں موجود نہیں، جیسے مولانا احمد علی صاحب ہیں۔"

متفرّقات

حضرت مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ

۱۶/۲/۸۵ء میں نماز مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ کریم پارک۔ لاہور حضرت والا مقام سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم کی عارفانہ صحبت میں بیٹھا تھا، کہ حسن اتفاق سے پروردگار عالم نے ہمارے اسلاف کرام کے ہم نشین حضرت قاری عبد السمیع صاحب مہتمم جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا کو وہاں بھیجا۔ ان کے بزرگانہ اور مربّیانہ انداز تکلّم میں جاذبیت تھی۔ حضرت شاہ صاحب نے نہایت شفقت سے مجھ احقر الانام کا تعارف کروایا اور جناب قاری صاحب نے حسن مروّت سے فوری طور پر اعتراف کیا کہ میں ان کو "ہفت روزہ خدام الدین" کی وجہ سے جانتا ہوں۔ جب قاری صاحب کو بتایا گیا کہ میں حضرت لاہوریؒ کے سوانح حیات "کتاب الحسنات" طبع کرا رہا ہوں۔ تو آپ نے مندرجہ ذیل واقعہ بیان فرمایا جس کو شامل کتاب کیا جاتا ہے۔

سیّد الاحرار مجاہد کبیر حضرت مدنی علیہ الرحمۃ حضرت مفتی محمد شفیع مرحوم سرگودھوی کی دعوت پر گنجیال ضلع خوشاب تشریف لے جا رہے تھے۔ الحمد للہ میں بھی ان کی معیت میں تھا۔ راستے میں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے پاس قیام کرنا قرار پایا۔ لہٰذا لاہور پہنچ کر حضرت مدنیؒ اور میں تانگے میں سوار ہو کر شیرانوالہ پہنچے۔ تانگہ جب مسجد کے دروازے کے قریب آیا، تو میں نے احتیاطاً عرض کیا کہ شاید حضرت مسجد میں ہوں گے۔ جس پر حضرت مدنیؒ نے بڑے وثوق سے فرمایا۔ نہیں، نہیں، مولانا مدرسہ قاسم العلوم میں ہیں۔ اب تانگہ مدرسہ کی جانب آگے بڑھا ہی تھا کہ مدرسہ قاسم العلوم سے حضرت لاہوری نہایت تیزی کے ساتھ عجیب والہانہ انداز میں ننگے سر اور ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے تانگے کے پاس پہنچ

گئے۔ میں دل ہی دل میں محوِ حیرت تھا۔ الٰہی یہ لوگ اپنے اکابر کی تعظیم میں کس قدر دیوانہ ہیں۔ حضرت مدنی رح نے مولانا لاہوری کو تانگے میں بیٹھنے کے متعلق فرمایا۔ لیکن آپ اسی خادمانہ انداز سے ننگے پاؤں تانگے کے ساتھ ساتھ مدرسے تک پہنچے۔ حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کو انتہائی ادب و تکریم سے بٹھلایا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت لاہوری کا رونگٹا رونگٹا فرطِ مسرت سے دمک رہا تھا۔ اور پھر میزبانی کے فرائض بلا تاخیر و تاجیل سرانجام دیئے جا رہے تھے۔ مجھ کو وہ واقعہ یاد آ رہا تھا کہ ملائکہ کی آمد پر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ (پس دیر نہ کی اور تلا ہوا بچھڑا لے آیا) اس کے بعد قاری صاحب نے حلفیہ بیان کیا کہ حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کا نہایت وثوق سے فرمانا کہ حضرت لاہوری مدرسہ قاسم العلوم میں ہیں اور ادھر حضرت لاہوری کا فوراً حضرت مدنی رح کے استقبال کے لیے ننگے سر اور ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے تشریف لانا ظاہری اطلاع کی طرف ہرگز منسوب نہیں کیا جا سکتا اور اس میں بھی گویا اِنِّی لَاَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ کے انوار ہی تھے۔

اللہ! اللہ! نبوت کے سراجاً منیراً سے ولایت نے کیا کچھ کسبِ ضیا کیا۔ وہی جانے، جو اس منزل کا راہی ہو۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ تو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ نبوت کا دروازہ بند ہے۔ لیکن کمالاتِ نبوّت، صلحائے امت میں ہمیشہ جاری و ساری رہیں گے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ارشادِ گرامی:۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم
گہے بر پشت پائے خود نبینیم

اس واقعہ سے ہم کو نہایت ایمان افروز سبق ملتا ہے کہ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ جن کی عزت و تکریم کا شہرہ تمام مسلمانانِ عالم میں ہے۔ وہ اپنے اکابر کی تعظیم میں کس قدر تیز گام تھے۔ حضرت لاہوری رح کو مخدوم جہانیان بنانے

والے کیا چیز تھی۔ ع

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

صاحب دل، صاحبِ حال سالک بھی حضرت لاہوریؒ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ حضرت عرض محمد مرحوم فاضل دیوبند کوئٹہ سے روحانی تربیت کے لیے حاضر ہوئے تو فرمایا "خواب میں مجھ کو عہدِ نبوی کے شیخ التفسیر حضرت ابن عباسؓ کی زیارت ہوئی ہے۔ لہٰذا لاہور میں میری حاضری اس غیبی اشارہ کی بنا پر ہے۔ یہاں بھی کچھ لینے کے لیے آیا ہوں۔

استقامت علی الدین

"یورپ کے سنگین مجرم" جناب ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب کی تصنیف ہے۔ وہ اپنی کتاب کے ص۲۷ پر ایک دہلی کے روزنامہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:۔

" مولانا احمد علی لاہوریؒ اس قدر انگریز کی نگاہ میں کھٹکتے تھے کہ ایک دفعہ جیل میں انہیں برف کی سلوں پر لٹایا گیا۔ مگر ان کی زبان سے صرف یہی کلمہ سنا گیا "برف کے تودوں سے جسم ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایمان کی چنگاری میں کوئی فرق نہیں آیا۔"

۱۹۵۳ء میں ملتان جیل کے داروغہ نے بار بار عرض کیا کہ مولانا آپ اس تحریک کو واپس لے لیں۔ آپ ہر بار جواب میں فرماتے تھے۔ میرے اکابر سے بات چیت کریں۔ میں تو اس تحریک کا ایک ادنیٰ سپاہی ہوں۔ ؎

خدا نے اس کو دیا ہے، شکوہِ سلطانی
کہ اس کے فقر میں ہے، حیدری و کراری

حضرت شیخ التفسیرؒ کے رُوحانی درجات

حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن مجلس ذکر کے بعد فرمایا کہ ایک صاحب دل بزرگ نے ابّا جان مرحوم و مغفور کے مزار کے پاس مراقبہ کیا، تو مجھ سے آکر فرمانے لگے کہ میں چند ماہ پہلے حضرتِ اقدس کی تربت پر حاضر ہوا تھا لیکن آج کی حاضری میں مجھ کو معلوم ہوا کہ اس دن سے اب تک چند ماہ میں آپ کے مقامات میں ہزار گنا اضافہ ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ ہزاروں علماء کرام نے ان سے قرآنِ حکیم کے مطالب و معارف حاصل کیے۔ لاکھوں مرد و زن نے ان کے مواعظِ حسنہ سے استفادہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا نام سیکھا۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ میں نے درجات میں اس قدر جلد ارتقاء و عروج کہیں نہیں دیکھا۔ میں نے کہا ابا جانؒ سے اللہ تعالیٰ نے کئی ایک مساجد تعمیر کرائی ہیں اور علاوہ ازیں میرے بڑے بھائی حافظ حبیب اللہ کعبۃ اللہ زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً میں ہر لمحہ ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور پھر میرے بھائی پر کیا موقوف ہے، خدا جانے کس قدر لاتعداد بندگانِ خدا حضرتؒ کی روحانی اولاد ہیں، جو ہمیشہ آپ کی بلندئ درجات کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

دراصل روحانی کیفیت کی یہ روز افزوں ترقی انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:۔ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (آپ کی آئندہ زندگی سابقہ زندگی سے زیادہ افضل و برتر ہوگی)، یقیناً اولیائے امت جن کی ارواح بوجہ اتباعِ سنّت انوارِ نبوّت سے مستنیر ہوتی ہیں۔ ان کو بھی پروردگارِ عالم اپنے فضل و کرم سے مرسلین کے خصوصی عطیّات میں سے بقدر ظرف نعمت مرحمت فرماتے ہیں۔ سورۂ یٰسین میں ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَ نَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَھُمْ (بے شک ہم مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھتے ہیں جو

آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے)

مذکورہ آیت کے اس حصے کے متعلق امام المفسرین مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ارشاد فرماتے ہیں "یعنی نیک و بد اعمال جو آگے بھیج چکے اور بعض اعمال کے اچھے اور برے اثرات یا نشان جو پیچھے چھوڑے مثلاً کوئی کتاب تصنیف کی یا علم سکھلایا یا عمارت بنائی، یا کوئی رسم ڈالی نیک یا بد سب اس میں داخل ہیں۔ بلکہ الفاظ کے عموم سے وہ نشانِ قدم بھی شامل ہو سکتے ہیں، جو کسی عبادت کے لیے چلتے وقت زمین پر پڑتے ہیں۔ چنانچہ بعض احادیثِ صحیحہ میں تصریح ہے۔ دِیَارُکُمْ تُکْتَبُ اٰثَارُکُمْ۔

سورہ مزمّل میں ارشاد ہے۔ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا (اور جو کچھ نیکی اپنے واسطے آگے بھیجو گے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اور زیادہ پاؤ گے۔

اِک شرعِ مسلمانی اِک جذبِ مسلمانی
ہے جذبِ مسلمانی سرِّ فلک الافلاک

(اقبالؒ)

حلم وبردباری

اللہ تعالٰی نے انبیاء کرام علیہم السلام کو وصفِ حلم سے نوازا ہے اور اولیاء کرام میں بھی یہ جوہر ایک خاص درجے تک موجود ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیاتِ طیبہ صبر و حلم کی ایک حسین و جمیل تفسیر ہے۔ مکی زندگی کی ہر صبح اور ہر شام ہزاروں کربلاؤں کا منظر بنی ہوئی تھی۔ لیکن آپ نے طائف کے خون آشام ماحول میں بھی سفاکی اور جلادی کے مقابلے میں: رَبِّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (اے میرے پرورش کرنے والے اہلِ طائف نے میرے مقامِ نبوت کو پہچانا نہیں۔ لہٰذا ان کی حرکت پر گرفت نہ کیجئے، بلکہ اس قوم کو ہدایت کرنے کی مجھکو اور مہلت عطا فرما۔) قوم کی ہدایت کے لیے ہی دعا مانگی۔

حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی ابتدائی زندگی کا مندرجہ ذیل واقعہ حلم وبردباری کا ایک نمایاں باب ہے۔ بابو رحمت اللہ نواں محلہ اندرون شیرانوالہ دروازہ خود بیان کرتے ہیں:۔

"جب حضرتؒ نے شیرانوالہ مسجد میں درسِ قرآن مجید شروع کیا، تو مخالفین نے آپ کو وہابی وہابی کہہ کر پریشان کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ میں مخالفین کے سرغنہ لوگوں میں پیش پیش تھا، لہٰذا میری ڈیوٹی لگائی گئی کہ حضرتؒ کو کسی مناسب وقت میں قتل کر دیا جائے۔ اس منحوس منصوبے کی تکمیل کے لیے میں نے درسِ قرآنِ حکیم میں آنا جانا شروع کر دیا۔ حضرتؒ کے مخالف آپ کو دشمنِ رسولؐ کہہ کر بدنام کرتے تھے، لیکن چند دن کے درس نے احقر کو اس موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا، جس کے ایک طرف بولہبی کا جہنم زار شعلہ زنی کر رہا تھا۔ اور دوسری طرف فاروقی مقام کا فردوسِ بریں اپنی بہاریں دکھا رہا تھا۔ خدائے مقلب القلوب کو شاید میرے والدین پر رحم آیا اور مجھ کو اپنے اس خبیثانہ عزم سے مکمل توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں نے حضرت کو حقیقی معنوں میں فنافی الرسولؐ

دیکھا۔ مخالفین کو جب میری متغیر حالت کا علم ہوا، تو انہوں نے ایک اور اکھڑ مزاج آدمی کو اس فعلِ شنیعہ کے لیے تجویز کیا۔ بلکہ باقاعدہ طور پر حضرتؒ کو اس دن کی اطلاع دی گئی۔ مجھ کو اس چیز کی خبر ہوئی۔ میں اس دن نماز عصر کے وقت مسجد میں بندوق لے کر آیا۔ حضرتؒ جب نماز کے بعد گھر جا رہے تھے، تو میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا آپ میرے قتل کے ارادے سے آتے ہیں تو میں نے عرض کیا کہ حضور! آج میں آپ کی حفاظت کے ارادے سے مسلح ہو کر حاضر ہوا ہوں اور میں نے مخالفین سے کہہ دیا ہے کہ جو شخص اس کام کا ارادہ رکھتا ہے، اس کو پہلے میرا سر قلم کرنا ہو گا۔

المختصر! حضرت لاہوریؒ نے ایسے حالات میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو بفضلِ خدا جاری رکھا اور واللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس (اور اللہ تجھ کو لوگوں کے مجرمانہ حملے سے محفوظ رکھے گا) میں علماءِ خیر کو بھی مشیّت ایزدی سے حصہ ملتا ہے۔

۔متفرّق۔

صوفی عبدالرشید المکہ پریس لاہور نے راقم الحروف کو بتایا۔ کہ اگلے دن ٹی۔وی پر ملک چین کی مختلف مساجد دکھا رہے تھے۔ ایک نہایت ضعیف امام مسجد سے پوچھا گیا۔ آپ نے قرآن پاک کہاں سے پڑھا۔ تو اس نے کہا۔ میں نے ۱۹۲۲ء میں مولانا احمد علی لاہوریؒ سے پڑھا۔

ایک ناقابلِ فراموش واقعہ

(از فضل حق فاروقی۔ سانده کلاں۔ لاہور)

چند سال گذرے کہ انجمن خدام الدین لاہور نے "امام الاولیاء حضرت لاہوری نمبر" نکالا۔ اس کے ص ۵۵ پر مذکورہ واقعہ نظر آیا۔ وہ واقعات جن کا تعلق اسبابِ عادیہ سے ہو، ان کا تسلیم کرنا بلا تامل و تردد ہوتا ہے۔ لیکن معجزات و خوارق کا ماننا ابتداء سے ہی بعض لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

یہ واقعہ دسمبر ۱۹۷۷ء میں پیش آیا جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۷ء نماز عصر کے بعد میں اور میری اہلیہ جس کا نام ارشاد بیگم ہے، اپنے گھر کے بالائی کمرے میں اپنی اپنی چارپائیوں پر بیٹھے تھے کہ میری اہلیہ کے بائیں ہاتھ کی انگشت میں کھچاوٹ سی محسوس ہوئی۔ آہستہ آہستہ اس کا اثر ہاتھ اور بازو تک بھی پہنچ گیا۔ گھر میں روغنِ زیتون تھا۔ میں نے اس کی مالش کی۔ اس پر رضائی اوڑھا دی، ہیٹر لگا دیا۔ نماز مغرب میں نے اس کے پاس کمرے میں پڑھی۔ اس کو نماز کے لیے کہا۔ مجھ کو کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے رضائی ہٹا کر دیکھا تو میری چیخ نکل گئی۔ لقوہ ہو چکا تھا۔ اور آنکھیں بھی کھچی ہوئی تھیں۔ سارے گھر والے رونے لگے۔ ڈاکٹر محمد اقبال کو بلایا۔ انہوں نے فرمایا۔ بائیں طرف فالج کا شدید حملہ ہے۔ میں ادویات بھیجتا ہوں۔ آپ رات اس کے پاس جاگتے رہیں۔ رات ایسے ہی گذری اور پورے گیارہ دن اسی پریشانی میں کٹے۔ اب رات کے تقریباً دس بجے مجھے سنائی دیا کہ میری اہلیہ باتیں کر رہی ہے۔ میں نے قریب جا کر پوچھا تو اس نے جواب دیا "کہ حضرت مولانا احمد علیؒ میرے پیر و مرشد تشریف لائے تھے اور کہتے تھے کہ تو میری روحانی بیٹی ہے، تیری خبر گیری کو آیا ہوں۔ تو جو روزانہ کلام اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتی تھی، وہ اب نہیں پہنچ رہا تھا۔ فرمایا بیٹی! بالکل نہ گھبراؤ۔ تم انشاء اللہ صحت یاب ہو جاؤ گی۔ اب اور علاج بالکل

چھوڑ دو۔ یہ علاج کرو" گائے کے دودھ میں دار چینی ڈال کر دو تین ابال دے لو۔ اس دودھ پر ایک دفعہ سورۂ یٰسین پڑھ کر دم کرو۔ سات لونگ پیس کر ایک ٹکیہ سی بنا لو ٹکیہ منہ میں ڈال کر دودھ پی لیا کرو اور لیٹ جایا کرو۔ انشاء اللہ تعالےٰ سات دن میں شفا ہو جائے گی۔

علاج فوری شروع کیا گیا تیسرے دن فالج زدہ حصۂ جسم میں حرکت پیدا ہو گئی۔ سات دن کے بعد اللہ تعالےٰ نے صحت کاملہ عطا فرمائی الحمد للہ علی ذالک یہ واقعہ میری زندگی کا ناقابل فراموش واقعہ ہے۔"

ایسے واقعات کا تعلق خوارق و کرامات سے ہے۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کا اس ذاکرہ عابدہ کو خواب میں نسخہ بتانا دراصل من جانب اللہ غیبی نصرت ہے فاعل حقیقی اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اولیائے امت کی جوتیوں میں وہ موتی ملتے ہیں، جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہوتے۔

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيرُ الخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ

(ترمذی)

ترجمہ

تمام انسان (بجز انبیاء علیہم السلام) گنہگار ہیں اور اچھے گنہگار وہ ہیں، جو توبہ کرنے والے ہیں۔

اس سلسلے میں ہم اپنے ایک بزرگ حاجی خیرالدین صاحب ساکن شیخوپورہ کا واقعہ بھی بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

چند دن ہوئے، مجھ کو حاجی خیرالدین صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حاجی صاحب سید علاؤالدین مدظلہ العالی خلیفہ مجاز سید العارفین حضرت مولانا عبدالغفور مہاجر مکی مرحوم کے مرید خاص ہیں۔ آپ کی سیرت پر اللہ والوں کی صحبت کا رنگ غالب ہے۔ وہ حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے جنازے کے متعلق فرماتے ہیں:-

"شیخوپورہ میں حضرت لاہوری قدس سرہ کی وفات کی خبر سن کر ہم چند احباب آپ کے جنازہ میں شمولیت کرنے کے لیے دروازہ شیرانوالہ لاہور پہنچ گئے۔ اس وقت آپ کا جسد مسعود آپ کے در ولایت کے سامنے گلی میں چارپائی پر عام زیارت کے لیے رکھا ہوا تھا۔ ہجوم کی کثرت کی وجہ سے ہم آگے نہ جا سکے جنازہ اٹھایا گیا۔ جب آپ کی چارپائی ہمارے قریب آئی، تو میں نے فرط شوق سے حضرتؒ کے مبارک بدن کو چھونے کی سعادت حاصل کی۔ میرا ہاتھ آپ کی مبارک پنڈلی کو لگا اس سے مجھ کو طمانیت قلبی حاصل ہوئی۔ لاکھوں کا مجمع تھا ہم جنازے کے ہمراہ یونیورسٹی گراؤنڈ تک پیدل گئے۔ نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور وہاں سے شیخوپورہ واپس آ گئے۔

دو تین دن کے بعد رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرتؒ کی قبر مبارک کھلی ہوئی ہے اور آپ کی دونوں پنڈلیوں کے درمیان میں موتیا کا ایک فردوسی پودا اگا ہوا ہے اس پر نہایت ہی خوشنما نورانی پھول کھلے ہوئے ہیں اور بعض ابھی کلیوں کی صورت میں ہیں۔ خوشبو کا یہ عالم تھا کہ ساری فضا مشکبار تھی۔ میری روح کی کیفیت حد بیان سے باہر تھی اور میرا دل اس الہامی مسرت سے سرشار تھا۔ اس کے کئی دن بعد عالم بیداری میں مجھ پر یہ حالت طاری رہی اور اب تک اس منظر کی عطر بیزیوں کو یاد کر کے روحانی لذتوں سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہوں

ع کیسا وہ خواب تھا، کہ ابھی تک ہوں خواب میں

صاحب موصوف حضرت لاہوریؒ کے مرید نہیں تھے۔ لیکن ان کے عقیدتمندوں میں سے تھے۔

دُعائے نور

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّ عَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّتَحْتِیْ نُوْرًا وَّ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا وَّ جْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا۔ (حدیث شریف)

محمّدِ عربی کا بروئے ہر دو سرا
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ:۔ محمّدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کونین کی عظمت ہیں۔ جو شخص آپ کے درِ رسالت کی خاک کو اکسیر نہیں سمجھتا اور آپ کی غلامی کا دم نہیں بھرتا۔ دارین کی رسوائی اس کا مقدّر بن جاتی ہے۔

اے اللّٰہ!

تو بر نخلِ کلیمے بے محابا شعلہ مے ریزی
تو بر شمعِ یتیمے صورتِ پروانہ مے آئی

(علامہ محمد اقبالؒ)

ترجمہ:۔ اے اللہ! حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی ندائے "ربِّ اَرِنی" کے جواب میں آپ نے تجلّیات کا ظہور فرمایا۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اس کی تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔ لیکن اے اللہ! جب تُو حضرت آمنہ کے یتیم کی شمعِ رسالت پر آتا ہے، تو پروانہ وار ہی آتا ہے۔

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱	سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد سجستانی
۲	احکام شب برأت	حضرت مولانا احمد علیؒ
۳	احیاء العلوم	ابوحامد محمد بن محمد الطوسی امام غزالیؒ
۴	ارمغانِ حجاز	علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ
۵	ازدی فتوح الشام	حافظ عبدالغنی بن سعید الازدی
۶	اسرار و رموز	علامہ محمد اقبالؒ
۷	اسلام ہند خطرہ میں	مولانا احمد علی لاہوریؒ
۸	اسلام اور ہتھیار	" " "
۹	استحکام پاکستان	" " "
۱۰	اصلی حنفیت	" " "
۱۱	آئینہ کمالاتِ اسلام	مرزا غلام احمد قادیانی
۱۲	اصولِ تفسیر	شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم امام ابن تیمیہؒ
۱۳	روزنامہ "آفاق"	۲۴ فروری ۱۹۶۲ء
۱۴	آفاداتِ مہدی	بیگم مہدی
۱۵	رسالہ "اقدام"	۴ مارچ ۱۹۶۷ء
۱۶	اکسیر فی اصولِ تفسیر	نواب صدیق حسن خاں مرحوم
۱۷	الحرب فی القرآن	امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد
۱۸	اخبار "الصدق"	لکھنؤ یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء
۱۹	الاتقان	امام جلال الدین سیوطیؒ
۲۰	الحدیث النقع فی تدوین الفقہ	حافظ نصیر الدین فاضل دیوبند
۲۱	الاجتہاد و التقلید	علامہ قاری محمد طیبؒ
۲۲	الکشف بمہمات التصوف	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۲۳	الفاروق	حضرت مولانا شبلی نعمانی مرحوم
۲۴	المصری و امداد السلوک	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
۲۵	انوارِ ولایت	ڈاکٹر لال دین اختر ایم اے پی ایچ ڈی
۲۶	ایک مفسرِ قرآن	چوہدری محمد یوسف صاحب
۲۷	ایک قرآن	قاری محمد طیب مرحوم
۲۸	بالِ جبریل	علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ
۲۹	بانگِ درا	" " "
۳۰	صحیح بخاری شریف	امام الحافظ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بخاری
۳۱	اخبار "بدر"	جلد دوم ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۳۲	بہشتی اور دوزخی کی پہچان	حضرت مولانا احمد علی مرحوم	۵۴	تفسیر زاہدی	شیخ محمد زاہد بخاری
۳۳	بیس بڑے مسلمان	مرتبہ عبدالرشید ارشد	۵۵	تمدن عرب	مترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامیؒ
۳۴	بیضاوی شریف	حضرت عبداللہ بن عمر	۵۶	توحید مقبول	حضرت مولانا لاہوریؒ
۳۵	اخبار "پاکستان ٹائمز"	۲۵ فروری ۱۹۶۲ء	۵۷	جاوید نامہ	ڈاکٹر محمد اقبالؒ
۳۶	پرانے چراغ	مولانا ابوالحسن علی ندوی			علامہ ارشد القادری سیکرٹری جنرل
۳۷	پیام مشرق	علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ	۵۸	جماعت اسلامی	ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ
۳۸	پیر اور مرید کے فرائض	حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ	۵۹	جوامع الکلم	مولانا مطیع الحق مرحوم
۳۹	پیغام رسولﷺ	" " "	۶۰	حجۃ اللہ البالغہ (اول)	حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ
۴۰	تاریخ اسلام	پروفیسر حمید الدین صاحب	۶۱	" " " (دوم)	" " " "
۴۱	تاریخ الفقہ	قاضی عبدالصمد صارم الازہری	۶۲	حقیقۃ الصلوٰۃ	مولانا ابوالکلام آزادؒ
۴۲	تاریخ التفسیر	" " "	۶۳	خدا کی نیک بندیاں	مولانا احمد علی لاہوریؒ
۴۳	تاریخ القرآن	" " "	۶۴	خلاصۂ اسلام	" " "
۴۴	تاریخ الحدیث	" " "	۶۵	خلاصہ المشکوٰۃ	" " "
۴۵	تبلیغ رسالت	مرزا غلام احمد قادیانی	۶۶	خلق محمدیﷺ	" " "
۴۶	تجدید و احیائے دین	مولانا مودودی صاحب	۶۷	رجسٹر لائبریری	مدرسہ قاسم العلوم انجمن خدام الدینؒ
۴۷	تحفہ معراج النبیﷺ	حضرت مولانا احمد علیؒ	۶۸	رحمۃ للعلمین (سوم)	قاضی سلمان منصور پوری
۴۸	ترجمان القرآن	مولانا آزادؒ	۶۹	رد المختار (شامی)	علامہ ابن عابدین شامی
۴۹	تریاق القلوب	مرزا غلام احمد قادیانی	۷۰	روح المعانی	علامہ محمود آلوسیؒ
۵۰	جامع ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰؒ	۷۱	روح الاجتماع	ڈاکٹر لیبان مترجمہ مولانا محمد یونس
۵۱	تذکرۃ البلاغت	مولوی ذوالفقار علی مرحوم	۷۲	رولٹ ایکٹ رپورٹ	بابت سازش ریشمی خطوط
۵۲	تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ	مولانا احمد علی لاہوریؒ	۷۳	ریکارڈ رجسٹرات	انجمن خدام الدین لاہور
۵۳	تفسیر کبیر مفاتیح الغیب	امام فخر الدین رازی	۷۴	سالنامہ نگار	نیاز فتح پوری ۱۹۵۵ء

نمبر شمار	کتاب	مصنف	نمبر شمار	کتاب	مصنف
۷۵	سیرۃ النبی حصہ اول	علامہ شبلی نعمانی رح	۹۸	کیمیائے سعادت	امام غزالی رح
۷۶	" " ہر شش حصص	سید سلیمان ندوی	۹۹	گلدستہ صد احادیث	حضرت لاہوری رح
۷۷	سیرۃ النعمان	علامہ شبلی رح	۱۰۰	مترجم و محشی قرآن پاک	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح
۷۸	شرح اسماء الحسنیٰ	مولانا لاہوری رح	۱۰۱	مثنوی مولانا روم	مولانا جلال الدین رومی رح
۷۹	سیرۃ ابن ہشام جلد ۱	عبدالملک	۱۰۲	محشرِ کائنات	از اخگر
۸۰	شہادت امام حسین رض	مولانا ابوالکلام آزاد	۱۰۳	مردِ مومن	عبدالحمید خاں مرحوم
۸۱	شہادت القرآن	مرزا غلام احمد قادیانی	۱۰۴	مسند امام احمد بن	محمد بن حنبل رح
۸۲	ضرب کلیم	ڈاکٹر محمد اقبال رح	۱۰۵	مسلم شریف	مسلم بن حجاج قشیری رح
۸۳	ضرورت القرآن	مولانا احمد علی لاہوری رح	۱۰۶	مشکوٰۃ شریف	ولی الدین ابن عبداللہ رح
۸۴	تشریح سورۂ عصر	" " "	۱۰۷	موضح القرآن	شاہ عبدالقادر دہلوی رح
۸۵	فتح العزیز فارسی تفسیر	حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی	۱۰۸	مضامین	سید جمال الدین افغانی رح
۸۶	فتوح البلدان	بلاذری	۱۰۹	مقدمہ فیوض الحرمین	حضرۃ شاہ ولی اللہ دہلوی رح
۸۷	فضائل حج	مولانا محمد زکریا رح	۱۱۰	مقدمہ تفسیر کثیر	شاہ محمد عاشق مرحوم
۸۸	شرح سورۂ فلق	مولانا لاہوری رح	۱۱۱	مقامات ولایت	از اخگر
۸۹	فوز الکبیر	حضرۃ شاہ ولی اللہ دہلوی رح	۱۱۲	مکتوبات حصہ اول و دوم	حضرت مجدد الف ثانی رح
۹۰	قرآن پاک حدیث فقہ پر تفصیلی مباحث	پروفیسر غلام رسول	۱۱۳	منصب امامت	حضرت شاہ اسماعیل شہید رح
۹۱	شرح سورۂ قریش	حضرت لاہوری رح	۱۱۴	موطا امام مالک	مالک ابو عبداللہ رح
۹۲	قرآن پاک مترجم	" "	۱۱۵	موجِ کوثر	شیخ محمد اکرام
۹۳	قصائد	حضرت حسان بن ثابت رض	۱۱۶	مینول آف اتھکس	از جان ایس میکنزی
۹۴	قول الجمیل	حضرۃ شاہ ولی اللہ دہلوی رح	۱۱۸	نسائی شریف	ابو عبدالرحمان
۹۵	کاپی (سوانح حیات)	بابو منظور سعید صاحب	۱۱۹	محمد اینڈ مدینہ انگلش	منٹگمری واٹ
۹۶	کشف المحجوب	حضرت علی ہجویری رح	۱۲۰	محمد اینڈ ٹیچنگ آف دی قرآن انگلش	جان ڈیون پورٹ
۹۷	کلیات	اکبر الہ آبادی			

ضمیمہ

اس مقالے میں آیات احادیث اور فارسی عبارات کا ترجمہ مناسب جگہ پر نہیں کیا گیا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے مقالے کے صفحات کی مدد سے مندرجہ ذیل ضمیمہ شامل کیا گیا ہے۔

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
۴۰	۲	وَاِذ قالت ۔ جب عمران کی عورت نے کہا ۔ اے میرے رب جو کچھ میرے پیٹ میں ہے ۔ سب سے آزاد کر کے میں نے تیری نذر کیا ۔ سو تو مجھ سے قبول فرما ۔ بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے ۔
۴	۴	وَالسلامُ علیّ ۔ اور مجھ پر سلام ہے ۔ جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا ۔
ص۲۹	۱	وَاَلقیت ۔ میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت کا نور ڈالا ۔ تاکہ تو میرے سامنے پرورش پائے ۔
ص۴۲	۰۱	وَمن یتق اللہ ۔ اور جو اللہ تعالے سے ڈرتا ہے ۔ اللہ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اس کو رزق دیتا ہے ۔ جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، سو وہی اس کو کافی ہے ۔ بے شک اللہ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے ۔
ص۴۴	-	مَا یفتح اللہ ۔ اللہ بندوں کے لیے جو رحمت کھولتا ہے ۔ اسے کوئی بند نہیں کر سکتا اور جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد کوئی کھولنے والا نہیں ۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے ۔
ص۴۵	-	یریدون ۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا ۔ اگرچہ کافر برا مانیں ۔

صفحہ نمبر	حاشیہ	ترجمہ
۵۷	۱	یعبادی الذین :۔ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو۔ میری زمین کشادہ ہے پس میری ہی عبادت کرو۔ ہر جاندار موت کا مزا چکھنے والا ہے پھر ہمارے ہی پاس پھر کر آؤ گے۔
۸۲	-	یاایہا الذین :۔ اے ایمان والو۔ انصاف پر قائم رہو۔ اللہ کی طرف کی گواہی دو۔ اگرچہ اپنی جانوں پر ہو۔ یا ماں باپ اور رشتہ داروں پر ہو۔ اور اگر کوئی مالدار ہے یا فقیر ہے تو اللہ اس کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ لہذا تم انصاف کرنے میں دل کی خواہش کی پیروی نہ کرو اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلوتہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔
۸۲	-	اور تمہیں اس قوم کی دشمنی جو کہ تمہیں حرمت والی مسجد سے روکتی ہے۔ اس بات کا باعث نہ بنے کہ زیادتی کرنے لگو۔
۸۶		اشعار حضرت حسان بن ثابت :۔ میری آنکھوں نے تجھ سے زیادہ حسین ہرگز نہیں دیکھا ہے اور آج تک تجھ سے زیادہ خوبصورت اور جمیل کسی عورت نے کوئی بچہ نہیں جنا۔ تو ہر قسم کے نقص سے یوں پاک ہے گویا تیری پیدائش عین تیری مشیت کے مطابق ہوئی ہے۔
۹۸	-	اور محمدؐ تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور انبیاء کے اختتام پر تشریف لائے ہیں اور اللہ تعالےٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔
۹۸		حدیث :۔ قیامت سے پہلے قریباً تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے۔ ہر ایک ان میں سے اپنے آپ کو خدا کا رسول کہے گا اور میں تمام انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں۔ میری نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
		حدیث نبویؐ :۔ میں انبیاء کرام کے آخر میں مبعوث ہوا ہوں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو۔
		حدیث نبویؐ :۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونے والا ہوتا تو صرف اور صرف عمرؓ بن خطاب ہوتے۔
۱۰۰	۲	اللہ تعالےٰ نے تجھ پر قرآن حکیم نازل فرمایا ہے۔ اس میں محکمات آیات ہیں اور وہی دین اسلام کے بنیادی پتھر ہیں اور دوسری آیات متشابہات ہیں۔ پس جن

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
		لوگوں کے دلوں میں کج فہمی موجود ہے۔ تو وہ متشابہات سے دین میں فتنہ بپا کرنے کے لیے جزئیات لیتا ہے اور تاویل کا متلاشی بنتا ہے۔ لیکن متشابہات کی تاویل فقط ذاتِ باری تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کا وجدان صحت مند ہے اور وہ لوگ علم و تفقہ میں پختہ ہیں۔ وہ تمام آیاتِ قرآنیہ کو منزل من اللہ مانتے ہیں اور اس سے فقط اصحابِ عقل و بصیرت کو ہدایت کی راہ ملتی ہے۔
ص۱۰۹		یا ایتھا النفس :۔ اے اطمینان والی روح! اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔
ص۱۱۱	ع۲	ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں۔ ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں، جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔
ص۱۴۶	-	یؤتی الحکمۃ :۔ جس کو چاہتا ہے، دانائی عطا فرماتا ہے اور جو کوئی دانائی دیا جاتا ہے، پس بے شک وہ بہت خیر و برکت دیا گیا۔
ص۲۰۷	ع۲	مَا کان محمد :۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ انبیاء کرام کے خاتم ہیں اور اللہ تعالےٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔
"	ع۴	الیوم اکملت :۔ آج میں نے تمہارے دین کی تکمیل کر دی ہے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا ہے اور میں دین اسلام تم کو عطا کر کے راضی ہوں۔
"	ع۵	اِنّا نحنُ :۔ بے شک ہم نے قرآن پاک نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

صفحہ نمبر	حاشیہ نمبر	ترجمہ
ص۲۰۴	ع۶	من یعش منکم :۔ میرے بعد جو تم سے زندہ ہوگا۔ وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا پس تم پر میرا طریقہ اور راشد اور ہدایت یافتہ خلفاء کا طریقہ لازم ہے۔ اس کو مضبوطی سے تھام رکھو اور اس کو دانتوں سے پکڑو۔ خبردار دین کے کاموں میں بدعات سے بچو۔ پس بے شک ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ترمذی شریف)
ص۲۰۷		پس یہ پروردگار عالم کی رحمت کا ظہور ہے کہ آپ ان کے حق میں نرم خو ہیں اور اگر آپ سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کی صحبت ترک کر کے بھاگ جاتے۔
ص۲۰۸		ولتکن منکم :۔ چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت خیر و فلاح کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور ان کو اچھائی اور نیکی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔
ص۲۱۱	ع۳	فَاَلھَمَھَا۔ پس وہ برائی اور نیکی کی اطلاع کرتا ہے، جس نے اس کو سنوار لیا۔ بیشک وہ نجات پا گیا اور جس نے اس کو آلودہ کر لیا وہ برباد ہوا۔
″	ع۴	ثُمَّ :۔ پھر تم سے اس دن تمام نعمتوں کے متعلق ضرور سوال ہوگا۔
ص۱۱	ع۱	قَالَ اِنَّ اللّٰہ :۔ فرمایا۔ بے شک تمہارا قائد منتخب کر لیا ہے۔ اور اس کو جسمانی طاقت اور فہم و فراست میں وافر حصہ دیا ہے۔
″	ع۲	رَبَّنَا وَ ابْعَث :۔ اے ہمارے پروردگار ان میں ایک رسول مبعوث فرما جو اُن سے ہو۔ تیری آیات ان پر تلاوت کرے اور تیری کتاب اور حکمت کے درس اُن کو سکھائے اور ان کے قلوب کا تزکیہ کرے۔ بیشک تو غالب اور
	ع۳	بے شک مومنین وہ ہیں جو اللہ عز اسمہٗ اور رسول اللہ پر ایمان لائے اور پھر شک و شبہ میں گرفتار نہ ہوئے۔
ص۲۱۵	-	وما ینطق :۔ وہ اپنی خواہش سے لب کشائی نہیں کرتا۔ یہ وہی ہے جو وحی کیا جاتا ہے شک و شبہ میں گرفتار نہ ہوئے۔
ص۲۲۲	ع۱	ومن یبتغ :۔ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کریگا وہ خدا تعالےٰ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ وہ قیامت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
۲۲۵ص	۱	قُولُوا اٰمَنَّا بِاللّٰہ :- کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہماری طرف اور جو نازل ہوا ابراہیم علیہ السلام، اسماعیلؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اور جو کچھ نازل ہوا عیسٰے علیہ السلام پر اور موسیٰ علیہ السلام پر اور جو باقی انبیا کرام پر ان کے رب کی طرف سے۔ ہم ان میں سے کسی میں نبی ہونے میں تفریق نہیں کرتے ہیں اور ہم اس دین کو ماننے والے ہیں
"	۲	وَلَا تَسُبُّوا الَّذِین :- تم ان کو برا بھلا نہ کہو، جن کو وہ خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ ورنہ وہ بغیر علم کے اللہ تعالےٰ کو برا بھلا دشمنی سے کہیں گے۔
"	۳	اُدْعُ اِلیٰ سبیل :- لوگوں کو حکمت اور موعظتِ حسنہ سے اپنے رب کے دروازے پر آنے کی دعوت دیتے رہو اور ان سے مجادلہ بھی مقصود ہو تو پھر بھی احسن انداز اختیار کرو۔
۲۳۶ص	-	اِنَّ ھٰذَا القرآن :- بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہو۔
۲۳۸ص	۱	ھُوَ الذی ارسل :- وہ ذات جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث فرمایا۔ تاکہ تمام ادیان پر اس کو غلبہ حاصل ہو اور اگرچہ مشرک اس کو ناپسند کریں۔
۲۴۲ص	-	اِن اللہ لا یغیّر :- بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب افرادِ قوم اپنی جانوں کے ارادے میں خود تبدیلی پیدا نہ کریں۔
۲۴۳ص	-	وما ھٰذہ الحیوۃ :- یہ دنیاوی زندگی فقط کھیل تماشا ہے اور اصل زندگی عالمِ آخرت کی ہے۔ کاش وہ سمجھتے۔
		تیسری اصلاح :- افَمَن اتبع :- کیا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا متلاشی ہے، اس بدبخت کی طرح ہو سکتا ہے جس نے خدا کی ناراضگی حاصل کی۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور نہایت برا ٹھکانا۔
		آٹھویں اصلاح :- یا یھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ :- اے ایمان والو!

صفحہ نمبر	حاشیہ نمبر	ترجمہ
		اللہ تعالےٰ، رسولِ خدا اور تم میں سے جو حکام ہوں۔ ان کی اتّباع کرو۔
		نویں اصلاح :۔ وَاٰتِ ذاالقربیٰ :۔ صاحبِ قرابت مسکین اور مسافر کا حق ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو۔
		دسویں اصلاح :۔ یاایھا الذین اٰمنو :۔ اے ایمان والو! اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کے معاملہ میں خیانت نہ کرو۔ اور تم اپنی امانتوں میں بھی خیانت مت کرو۔
ص ۲۴۸	۔	هُوَ الحیّ لَا اِلٰهَ :۔ وہ زندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس مخلص ہو کر اس کو پکارو۔ سب تعریف واسطے اللہ تعالےٰ کے ہے، جو جہانوں کا پروردگار ہے۔
ص ۲۵۴		وَکَانَ حقًا :۔ ہم پر مومنوں کی نصرت کرنا ضروری ہے۔
		شاہد ثانی :۔ اور اگر وہ تورات اور انجیل کے احکام پر قائم رہتے اور جو کچھ ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا۔ تو اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے نعمتیں کھاتے۔
ص ۲۵۶		اِنَّمَا اَشکُو بثّی :۔ میں تو اپنی پریشانی اور غم کا اظہار اپنے خدا کے سامنے کرتا ہوں اور اپنے کام کو خدا تعالےٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔
		فلسفۂ روزہ :۔ فَلَا رَفَثَ :۔ حدیث شریف ۔ روزہ دار عورتوں سے میل جول کی باتیں کرے۔ نہ شور و غل مچائے۔ اگر اسے کوئی گالی بھی دے یا لڑائی کرے (تو خود اس کے مقابلے میں کچھ نہ کرے)، اتنا کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔
		فلسفہ روزہ :۔ حاشیہ حدیث شریف ۲ :۔ عن عبداللہ بن عمرو :۔ عبداللہ بن عمرو سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ روزہ اور قرآن

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
		انسان کے لیے (قیامت کے دن) شفاعت کریں گے ۔ روزہ کہے گا ۔ اے میرے رب میں نے اس کو دن کو کھانے اور خواہشاتِ نفسانی سے روکا تھا ۔ لہٰذا اس کے حق میں سفارش قبول فرمائیے ۔ پھر دونو کی سفارش قبول کی جائے گی ۔
		فلسفہ زکوٰۃ :۔ والذین یکنزون ۔ وہ لوگ جو سونے اور چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور ان کو خدا تعالےٰ کی راہ میں صرف نہیں کرتے ہیں پس ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے ۔ جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا ۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی ۔ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا ۔ سو اس کا مزہ چکھو ، جو تم جمع کرتے تھے (سورہ توبہ)
		حدیث ۔ عن ابن عباس : عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا ۔ آپ نے فرمایا ۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی شہادت کے لیے دعوت دو ۔ اگر وہ اس بات کو مان لیں ۔ پھر انہیں اطلاع دو کہ اللہ نے ان پر پانچ نمازیں روزانہ فرض کی ہیں اگر وہ اس بات کو مان جائیں پھر انہیں اطلاع دو کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے دولتمندوں سے لی جائے گی اور انہیں کے محتاجوں پر بانٹ دی جائے گی ۔
		دفعہ دوم ! حدیث قدسی ! یا ابن آدم ۔ اے آدم کے بیٹے خرچ کر ۔ میں تجھ پر خرچ کروں گا ۔
		دفعہ ہفتم :۔ وَلَوْ قَاتَلَکُم :۔ اور اگر تم سے کفار جنگ لڑیں تو پشت پھیر کر بھاگیں گے اور ان کو کوئی دوست اور مددگار نہیں ملے گا ۔
		مصارف زکوٰۃ :۔ اِنَّمَا الصدقات :۔ زکوٰۃ مفلسوں اور محتاجوں اور اس کا کام کرنے والوں کا حق ہے اور جن کی دل جوئی کرنی ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرض میں اور اللہ کی راہ ، اور

ترجمہ	حاشیہ	صفحہ
اور مسافر کو یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔		
فلسفہ عید قربان :۔ لن ینال ۔ اللہ تعالےٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ لیکن تمہارا تقویٰ اس کو پہنچتا ہے۔		
وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ :۔ ان پر آدم علیہ السلام کے دونو بیٹوں کی خبر پڑھو جب انہوں نے قربانی کی۔		
یا بنی ! اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا۔ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں ۔ پس نظر کرو، تمہاری کیا رائے ہے۔		
یا ابت افعل :۔ اے والدِ مشفق جس چیز کا آپ کو من جانب اللہ حکم ہوا کیجئے ۔ قریب ہے کہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔		
وَ جاهِدُوا :۔ اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو۔ جیسا کوشش کرنے کا حق ہے ۔ اس نے تمہیں پسند کیا ہے اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی ۔ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ اس نے پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔		
تحسبهم جمیعا :۔ تو ان کو متفق خیال کرتا ہے اور دل ان کے مختلف ہیں ۔ یہ اس لیے ہے کہ یہ لوگ عقل نہیں کرتے۔		
حدیث شریف :۔ بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور نہ تمہارے رنگوں کو دیکھتا ہے ۔ لیکن وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔		
ان تنصروا الله ۔ اگر تم دینِ اسلام کی مدد کرو گے ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدمی عطا کرے گا۔		
وَ الذین جاھدوا :۔ اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں البتہ ہم ان کو ضرور راہِ ہدایت سجھائیں گے۔		

نمبر صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
		ذَالِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ :۔ یہ اس لیے ہے کہ صاحب ایمان لوگوں کا اللہ تعالےٰ والی ہے اور کفار کا کوئی والی نہیں ۔ (سورہ محمدؐ)
		رسالہ وظیفہ :۔ حاشیہ وَلَئِنْ ۔ اگر تو ان سے سوال کرے کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے البتہ ضرور کہیں گے کہ خدا نے ۔ پس وہ کدھر پھرے جاتے ہیں ۔
		وَاِذَا غَشِیَھُمْ :۔ اور جب ان کو دریا کی موجیں گھیر لیتی ہیں ۔ پردوں (بادلوں) کی طرح ۔ تو مخلص دل سے خدا تعالےٰ کو پکارتے ہیں ۔
		حدیث : لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ :۔ البتہ تم ضرور پہلوں کے راستے چلو گے بالشت کے برابر بالشت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ ۔
		حدیث :۔ حضرت ابو ھریرہؓ راوی ہیں کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ نے کہ جس نے فسادِ امت کے وقت میری سنت پر مضبوطی سے عمل کیا پس اس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے ۔
		اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ :۔ بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو رات کے تیسرے حصے سے کم یا نصف رات کو تیسرے حصے پر اور ایک جماعت (صحابہ کرام) آپ کے ساتھ شامل ہوتی ہے ۔
		رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ :۔ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہوا وہ اللہ تعالےٰ سے راضی ہوئے
		رسالہ بہشتی اور دوزخی کی پہچان :۔ وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ :۔ جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچ گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ۔ ان کے لیے خوشخبری ہے ۔ پس ان بندوں کو خوشخبری سنا دو ۔
		قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ :۔ بے شک نجات پا گئے مومن لوگ ۔ وہ جو کہ اپنی نمازیں خشوع سے ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ جو فضول باتوں سے منہ موڑتے ہیں اور وہ لوگ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت کرتے ہیں ۔

ترجمہ	حاشیہ	صفحہ

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی پابندی اور حفاظت کرنے والے ہیں۔
حدیث:۔ قَالَ قَالَ :۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک تمہارا پروردگار زندہ ہے۔ بزرگ ہے۔ اپنے بندے سے شرم کرتا ہے۔ جب وہ اپنا دستِ استغفار عاجزی سے خدا کی طرف پھیلاتا ہے کہ اس کو خالی واپس کر دے۔ (گویا اس کی بخشش کرتا ہے اور خواہش پوری کرتا ہے)
حدیث - عَنْ عمرؓ :۔ حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ غرغر کی آواز (سکرات موت) تک بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے۔
پھر اس کو اس کی بدی اور نیکی سمجھائی۔ (فَأَلْهَمَهَا) ؎۲
بل الانسان :۔ انسان اپنے نفس کی حرکات کو جانتا ہے۔ اگرچہ عذرات پیدا کرتا رہے۔ ؎۳
تقریظ مولانا عبدالحنّان مرحوم:۔ لا یستوی:۔ اہلِ دوزخ اور اہلِ جنت مساوی نہیں ہوتے۔ اہلِ جنت یقیناً کامیاب و کامران ہیں۔
رسالہ خدا کی نیک بندیاں:۔ یا ایھا الذین۔ اے ایمان والو۔ اپنی جانوں اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔
اِنَّ المسلمین :۔ سورہ احزاب۔ اسلام لانے والے اور اسلام لانے والیاں۔ ایمان لانے والے اور ایمان لانے والیاں۔ فرمانبرداری کرنے والے اور فرمانبرداری کرنے والیاں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والیاں۔ صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں۔ خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں۔ روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور خدا تعالےٰ کو بہت یاد کرنے والے اور بہت یاد کرنے والیاں۔ ان سب کے لیے اللہ تعالےٰ نے بخشش اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

ترجمہ	حاشیہ	صفحہ

حاشیہ۔ حدیث شریف۔ مَنْ صَامَ یعنی جس نے ایمان اور پابندی شرع کے ساتھ حصولِ ثواب کے لیے رمضان شریف کے روزے رکھے۔ اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

حدیث شریف:۔ عن ابن عمرؓ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تم تمام نگہبان (چرواہے) ہو اور تم اپنے ماتحت چیزوں کے متعلق پوچھے جاؤ گے۔ امیر جماعت بھی نگہبان ہے اور ہر آدمی اپنے گھر والوں کے متعلق اور عورت نگہبان ہے اپنے خاوند کے گھر اور اولاد کی۔ پس تم سب گڈریا ہو اور تم سب سے زیر تربیت چیزوں کے متعلق پوچھا جائیگا۔

رسالہ حقوق و فرائض۔ آیۃ: خلق لکم:۔ جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

حاشیہ۔ وَفِیْ اَمْوَالِھِمْ:۔ ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور خالی ہاتھ کے لیے مقررہ حصہ ہے۔

وَاٰتِ الْقُرْبٰی:۔ اہل قرابت کو اس کا حق ادا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی دو۔

حدیث:۔ پس بے شک تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ پس تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھ کا تجھ پر حق ہے۔

رسالہ خدا کی مرضی:۔ وَمَا اَرْسَلْنَا:۔ ہم نے جو رسول بھیجا ہے۔ اس کی اتباع اللہ تعالےٰ کے حکم سے کی جائے۔

فی السماء۔ تمہارا رزق آسمانوں میں ہے اور جس چیز کا تم سے وعدہ ہے اس کا نزول بھی باذن ہوتا ہے۔

یَھَبُ:۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔ یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔

ترجمہ	حاشیہ	صفحہ

اِنَّ ھٰذا القراٰن :۔ بیشک یہ قرآن سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔
وَ اُمِرتُ :۔ اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں جہانوں کے پروردگار کے سامنے سر تسلیم خم کروں۔
وَاٰتوا النساء :۔ اور خوشی سے عورتوں کو ان کے مہر دو۔
وَعاشِروھن :۔ اور حسنِ سلوک سے ان سے برتاؤ کرو۔
وَلَا تمسکوھنّ :۔ اور ان کو نقصان پہنچانے کے لیے مت روکو۔ تاکہ تم ان پر زیادتی کرو۔
وَ یسئلونك ماذا :۔ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہو جو کچھ تم رضائے الٰہی کے لیے کرتے ہو۔ خرچ کرو والدین، رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر اور جو کچھ تم اچھا کام کرتے ہو۔ اللہ تعالےٰ تمہاری نیت کو بھی جانتا ہے۔
رسالہ مسلمان عورت کے فرائض: مَنْ عَمِلَ :۔ جس نے مردوں یا عورتوں میں سے نیک عمل کئے، پس ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کرتے ہیں۔
حدیث شریف :۔ عن معاذ :۔ حضرت معاذؓ راوی ہیں۔ میں نے رسولِ خدا سے کہا۔ مجھ کو ایسے عمل کی خبر دیجئے کہ میں جنت میں داخل ہوسکوں اور آگ سے دور ہو جاؤں۔ فرمایا :" تم نے بڑا اہم سوال پوچھا ہے۔ یہ بات اس شخص پر آسان ہے، جس پر خدا آسان کردے۔ تو عبادت کرے اللہ تعالیٰ کی۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ نماز اچھی طرح سے پڑھ، زکوٰۃ دے۔ رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ الحرام کا حج کر۔"
عن ابو ھریرہؓ :۔ حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو۔ اس کی ناک خاک آلود ہو۔ آپ سے عرض کیا گیا کس کی یا رسول اللہ۔ فرمایا جس کو بڑھاپے

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ

میں والدین سے زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملا۔ خواہ ایک ہو یا دونو۔ اور پھر وہ جنت میں نہیں گیا

لا یدخل :۔ قطع رحم کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

عن انسؓ :۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں۔ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت پانچ وقت نماز پڑھتی ہے اور رمضان کے روزے رکھتی ہے اور پاکدامن ہے اور اپنے خاوند کی فرمانبردار ہے۔ پس جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

عن ابی ھریرہؓ :۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسولِ خدا نے فرمایا۔ اگر میں کسی کو حکم دوں کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا۔ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

عن ابی ھریرہؓ :۔ حضرت ابی ھریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ۔ بے شک فلاں عورت کثرتِ نماز (نوافل) اور روزے رکھنے اور خیرات کرنے میں مصروف رہتی ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ پڑوسیوں کو اپنی زبان سے اذیت پہنچاتی ہے۔ فرمایا وہ دوزخ میں ہے عرض کیا یا رسول اللہ۔ اگر ایک عورت روزے کم رکھتی ہے۔ صدقہ وخیرات کی ادائیگی بھی کم کرتی ہے اور نماز (نفلی) بھی کم پڑھتی ہے۔ اور وہ پنیر کے ٹکڑے خیرات کرتی ہے اور اپنے ہمسایوں کو زبان سے نہیں ستاتی۔ آپؐ نے فرمایا وہ بہشت میں جائے گی۔

رسالہ پیر اور مرید کے فرائض :۔ ما کان :۔ انسان کو زیبا نہیں کہ اللہ تعالےٰ اس کو کتاب ، حکم اور نبوّت عطا فرمائے اور پھر لوگوں کو حکم دے کہ خدا کو چھوڑ کر تم میرے بندے بن جاؤ۔

حاشیہ حدیث شریف :۔ عن جریرؓ بن عبد اللہ :۔ حضرت جریرؓ بن عبد اللہ

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
		راوی ہیں۔ انہوں نے کہا۔ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کی بیعت کی۔
		خیر القرون قرنی: حدیث:۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر ہے۔
	۲	فارسی عبارت کا ترجمہ:۔ میرے ایک برخوردار نے شیطان لعین کو دیکھا کہ بالکل فارغ بیٹھا ہے اور لوگوں کے گمراہ کرنے سے مطمئن ہے۔ اس شخص نے اس فراغت کا سبب پوچھا۔ شیطان نے جواب دیا کہ اس زمانے میں علماء سُو نے میرے کام میں میری بڑی مدد کی ہے۔ اور انہوں نے مجھ کو گمراہ کرنے کی مہم سے آزاد کر دیا۔ خدا کی قسم امورِ دین میں جس قدر سستی اور لاپرواہی واقع ہوئی ہے اور رخنہ جو ملّت و دین میں رونما ہوا ہے۔ یہ سب کچھ علماء سُو کی وجہ سے ہے۔ ان کی نیتوں کی خرابی کے باعث ہے۔ ہاں علماء خیر دنیا سے بے رغبت ہیں وہ دنیا کی محبت، عزت، حکومت مال اور سربلندی کی ہوس سے آزاد ہیں اور یہی علماء آخرت ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے وارث اور مخلوقات میں یہی سب سے اچھے ہیں۔ (مکتوبات)
		رسالہ اصلاح رسوم:۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ۔ البتہ تحقیق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک میں تمہارے لیے نیکی کا افضل ترین نمونہ ہے۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔
		من یطع الرسول:۔ جس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی بے شک اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔
		حاشیہ۔ اِنَّ الرِّسالۃ:۔ رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہوا۔ میرے بعد نہ رسول ہوگا، نہ نبی ہوگا۔

ترجمہ	حاشیہ	صفحہ

حدیث :۔ باقی انبیاء کرام پر مجھ کو چھ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ میرے کلام کے الفاظ کم اور معانی زیادہ اور مجھ کو اللہ تعالیٰ نے رعب وجلال سے نوازا ہے۔ میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا ہے اور زمین کو میرے لیے مسجد بنایا ہے اور مجھ کو تمام اولادِ آدم (قیامت تک) کے لیے بھیجا ہے اور میرے ذریعے انبیاء کرام کا سلسلہ ختم کیا ہے۔ (مسلم)

حدیث شریف :۔ لَا تزالُ :۔ میری امت میں ایسا گروہ رہے گا، جو ہمیشہ صداقت پر ہو۔ قیامت تک اللہ تعالیٰ ان کو غلبہ واستیلاء عطا کرے گا۔

حدیث شریف :۔ بے شک اللہ اس امت میں ہر صدی کے بعد ایسا مردِ حق شناس پیدا کرتا رہے گا، جو دینِ اسلام کی تجدید واحیاء کرتا رہے۔

رسالہ تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ۔ حاشیہ۔ وَمن یشاقق الرسول :۔ جو شخص نورِ ہدایت کے ظہور کے بعد بھی پیغمبر خدا کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے سیدھے راستے کے علاوہ کجروی اختیار کرے گا تو ہم اس کو اس طرف موڑ دیں گے جس طرف وہ مڑا اور ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ نہایت برا ٹھکانا ہے۔

حدیث۔ عن عائشہ رضؓ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بچے لائے جاتے تھے۔ آپ ان کے حق میں برکت کی دعا فرمایا کرتے اور تحنیک (گڑتی) کیا کرتے تھے۔

حدیث :۔ الغلام :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ اپنے عقیقہ میں رہن رکھا گیا ہے۔ ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے۔ اور نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈایا جائے۔

حدیث شریف : وَعقّ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؓ کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کے لیے ذبح کی اور فرمایا۔ اے فاطمہؓ! اس کا سر مونڈ دو اور سر کے بالوں کے برابر چاندی تول کر صدقہ دو۔

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ

ختنہ کے احکام: قَالَ رسول اللّٰہ :۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں۔ استرا لینا۔ ختنہ کرنا، مونچھیں کترانا، بغل کے بال اکھاڑنا اور ناخنوں کا لینا۔

رسالہ شہادۃ النخاریر علی حرمۃ المزامیر" حاشیہ:۔ اِعْلَمُوا :۔ جان لو۔ یہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زیبائش اور ایک دوسرے پر آپس میں فخر کرنا اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں زیادتی چاہنا ہے۔ جیسے بارش کی حالت کہ اس کی سبزی نے کسانوں کو خوش کر دیا۔ پھر وہ خشک ہوجاتی ہے تو تو اس کو زرد شدہ دیکھتا ہے۔ پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے اور قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا اور اللہ تعالےٰ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے اسباب کے اور کیا ہے۔

والذین لا یشہدون :۔ اور جو بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ باتوں کے پاس گذریں تو شریفانہ طور سے گذرتے ہیں۔

وَامّا من اوتیَ :۔ اور جو کوئی پشت کے پیچھے سے اعمال نامہ دیا گیا پس قریب ہے کہ وہ بربادی کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔ بے شک دنیا میں اپنے اہل وعیال میں عیاشی کی زندگی بسر کرتا تھا۔

صَوتان ملعونان :۔ دو آوازیں دنیا میں اور آخرت میں ملعون ہیں۔ نعمت کے وقت باجے گاجے اور مصیبت کے وقت بین کی آواز نکالنا۔

رسالہ اسلام میں نکاحِ بیوگان۔ قولہٗ تعالیٰ۔ وَانکحوا :۔ اے مسلمانو! جو تم میں سے رانڈ ہوں اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہوں۔ ان کے نکاح کرادو۔ اگر وہ لوگ تنگ دست ہوں، تو اللہ تعالےٰ انہیں اپنے فضل سے بے پرواہ کردے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ نکاح ہیں۔ یہ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین ہیں۔ ان سب پاک بیبیوں میں سے سوائے حضرت عائشہ صدیقہؓ باقی سب کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرا نکاح ہوا۔ آپ کی چار صاحبزادیاں ہیں۔ ان میں سے حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا دوبارہ نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا۔

اب مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں "کیا محبوب سے محبت کے یہی معنٰی ہیں کہ اس کی نقل وحرکت اور اس کی طرزِ معاشرت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور خود بھی متنفر رہے یا محبؔ صادق اس کو کہا جاتا ہے جو محبوب کی ہر ادا پر فدا ہو۔

اب بیوگان کے قرابت داروں کو فرماتے ہیں کُلُّکُمْ راعٍ وَّ کُلُّکُمْ مسئول عن رعیتہٖ (تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر نگہبان سے اس کی رعایا کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا، لہٰذا تم کو بے کس و بے بس بیوگان کے متعلق ضرور سوال ہوگا۔

بیوہ بہنو سے درخواست کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔

عزیز بہنو! جب تم نے کلمہ پڑھ لیا اور سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا تو کیا وجہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نکاحِ ثانی کی اجازت بلکہ حکم دے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کر کے دکھائیں تو تم کو اب کونسی راہ اختیار کرنا چاہیے۔

مذکورہ بالا عبارت ایک طویل اور مؤثر نصائح کا مجموعہ ہے۔ جس میں سے ہم نے چند فقرات نقل کئے ہیں۔

صفحہ	پارہ	ترجمہ
	۲	والذین یتوفّون : اور جو لوگ تم میں سے مر جاتے ہیں اور بیوائیں چھوڑ جاتے ہیں تو ان کی بیوائیں اپنے نفسوں کو چار مہینے اور دس دن انتظار کرائیں پھر جب وہ اپنی عدت کو پورا کر چکیں۔ تو اے مسلمانو! تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ دستور شرعی کے مطابق جو چاہیں، وہ اپنے نفسوں کے متعلق کریں اور جو تم کرتے ہو، اللہ تعالےٰ اس سے خبردار ہے۔
		رسالہ احکام شب برات : عن علیؓ : حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب شعبان کی پندرھویں رات ہو پس اس رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو۔ کیونکہ اس رات میں اللہ تعالےٰ کی تجلی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر ظاہر ہوتی ہے۔ پس فرماتا ہے۔ خبردار کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اسے بخش دوں۔ خبردار کوئی رزق لینے والا ہے کہ اسے رزق دوں۔ خبردار! کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اسے چھڑا دوں۔ خبردار! کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے، طلوع صبح صادق تک اللہ تعالےٰ یہی آواز دیتا رہتا ہے۔
		عن ابی موسیٰ : حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالےٰ البتہ شعبان کی پندرھویں رات کو طلوع فرماتا ہے۔ پس سوائے مشرک اور کینہ ور کے اپنی ساری مخلوقات کو بخشتا ہے۔
		رسالہ تحفہ معراج النبیؐ : سبحان الذی : اللہ تعالےٰ کی ذات پاک ہے جس نے اپنے ممتاز بندے کو رات کے وقت بیت اللہ سے بیت المقدس تک سیر کرائی۔
		رسالہ تحفہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم : انّ فی ھذا : بے شک اس میں خدا پرستوں کے لیے ایک پیغام ہے اور ہم نے تو تمہیں تمام جہاں کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
		یاایہا الذین - اے ایمان والو! بڑے بڑے علماء اور درویشوں میں سے لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو خدا تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔
	۲	رسالہ مالی میراث میں حکم شریعت :- ویقولون امنا: اور کہتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ پر اور رسول خدا پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی۔ پھر ان میں سے اس کے بعد ایک جماعت روگردانی کرتی ہے اور مومنوں کے ساتھ نہیں ہیں اور جب ان کو دعوت دی جاتی اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ اس وقت ان میں سے ایک گروہ اعراض کرتا ہے۔
		حدیث شریف :- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل: آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی لمبا سفر کرتا ہے۔ پریشان بالوں والا غبار آلودہ اپنے ہاتھ اے رب! اے رب کہتے ہوئے آسمان کی طرف پھیلاتا ہے۔ مگر اس کا کھانا حرام اور پینا حرام اور لباس حرام اور اس کی غذا حرام۔ سو اس حالت میں اس کی دعا کیسے قبول ہو!
		حدیث شریف :- ان اللہ: بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سوائے پاک کے کسی چیز کو قبول نہیں کرتا ہے۔
		رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ - ولا تکونوا: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو فراموش کیا تب اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے نفسوں کی بہتری بھی بھلا دی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کے قانون کو توڑنے والے ہیں۔
		وقالوا لا تذرن - اور انہوں نے کہا کہ تم خداؤں ود اور سواع اور یغوث اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑو۔
		۲- تفسیر بیضاوی :- ولا تذرن :- اور ان معبودوں کو بالخصوص نہ چھوڑو

جن کے نام اس آیت میں مذکور ہیں۔ بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بعض صالح بندوں کے نام ہیں۔ جو آدمؑ اور نوحؑ کے درمیان تھے۔ پس جب وہ مر گئے تو تبرکاً ان لوگوں نے ان کی تصویریں بنا لیں۔ پھر جب بہت سا زمانہ گذر گیا تو ان کی عبادت شروع کر دی۔

آخری عنوان۔ "پیغام بیداری"

رسالہ خلقِ محمدی :۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بے شک مجھ کو بلند اخلاق کے اتمام اور افعالِ حسنہ کی تکمیل کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔

آیت حاشیہ :۔ قاتلوا فی سبیل اللہ :۔ خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کرو جو تم سے کفر کی حالت میں لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حاشیہ۔ فَلَمْ تقتلوھم :۔ پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا ہے اور تو نے جب پھینکا، وہ تو نے نہیں پھینکا تھا اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔

لا ینھٰکم اللہ :۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے حسن سلوک اور عدل کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا۔ جو تم سے دین کے معاملے میں نہیں لڑے اور جنہوں نے تمہیں اپنے گھروں سے بھی نہیں نکالا۔ بیشک اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

رسالہ نجاتِ دارین کا پروگرام اَفَمَن اتَّبَعَ۔ کیا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی پیروی کرتا اس کی طرح ہوتا ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لی۔

وَمَا ھٰذِہِ الحیٰوۃ :۔ اور دنیا کی زندگی سوائے کھیل اور تماشہ کے اور کچھ نہیں ہے اور تحقیق آخرت کا گھر وہی اصلی زندگی ہے۔ کاش کہ یہ لوگ اس بات کو سمجھتے۔

مَن کان یُرید :۔ جو شخص فقط دنیا کا نفع حاصل کرنے کا ارادہ کریگا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے، جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دے دیں گے پھر ہم اس کیلئے جہنم تجویز کریں گے۔ وہ اس میں بدحال راندۂ درگاہ ہو کر داخل ہوگا۔

ترجمہ	صفحہ	حاشیہ

رسالہ نجاتِ دارین کا پروگرام۔

اَفَمَن۔ کیا وہ جو اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی پیروی کرتا ہے، اس کی مثال اس جیسی ہے، جو بد عملی سے خدا تعالےٰ کے غضب کا شکار ہوتا ہے۔

یاقوم:۔ اے میری قوم یہ دنیا کی زندگی ایک محض دنیاوی سرمایہ ہے اور آخرت میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔

من کان یرید:۔ جو دنیا ہی میں بدلہ لینا چاہے گا۔ ہم اس کو دنیا میں جتنا چاہیں گے دیں گے۔ جس کو چاہیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ اس کو ذلیل ورسوا اور راندۂ درگاہ کرکے پھینکا جائے گا۔

وَالَّذِین:۔ یہی وہ لوگ ہیں، جو ہماری نشانیوں سے منہ موڑتے تھے ان کے گناہوں کے سبب ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

وَمن اراد الاخرہ:۔ جس نے آخرت کی تیاری کا ارادہ کیا اور اس کے لیے سچے دل سے کوشش کی اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی مساعی کی قدر کی جائے گی۔

وَمِنْهُمْ:۔ اور ان میں جو کہتا ہے، اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں خوشحالی عطا فرما۔ اور آخرت میں خوشحالی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔ ان کے لیے حسنات کا اچھا ثمرہ ہوگا اور اللہ تعالےٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

رسالہ استحکام پاکستان:۔

ان تنصروا اللہ:۔ اگر تم اللہ تعالےٰ کے دین کی مدد کرو گے۔ اللہ تعالےٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط کر دے گا۔

اِن اللہ یامرکم:۔ اللہ تعالےٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ حق داروں کو ان کی امانتیں واپس کرو اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف سے۔

ترجمہ	ف	حاشیہ
کام لو بے شک تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالےٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔		

دینی کمالات، مقام سنت:۔

جب مومنوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلایا جاتا ہے اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ لوگوں کے درمیان میں انصاف کریں تو وہ کہتے ہیں۔ ہم نے سنا اور ہم نے مانا یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جس نے اطاعت کی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی اور اللہ تعالےٰ سے ڈرا اور پرہیزگاری اختیار کی یہی لوگ فائز المرام ہیں۔

وَمَا اٰتٰکُمُ: تم کو جو کچھ اللہ تعالےٰ کا رسولؐ دین کا حکم دے اس کو مانو اور جس کام سے منع فرمائے منع ہو جاؤ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ دوسری جگہ فرمایا جس نے رسولِ خدا کی اطاعت کی، اس نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

آدابِ لباس:۔

اُحِلَّ الذَّھَب:۔ میری امت کی عورتوں کو سونا اور ریشم پہننا حلال ہے اور مردوں کے لیے حرام ہے۔

حدیث شریف:۔ بے شک اللہ تعالےٰ اس شخص کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھتا، جو اپنے تہبند کو فخر سے لٹکاتا ہے۔ زمین پر گھسیٹتا ہے۔

آدابِ طعام:

لَا تَشْرَبُوا:۔ تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کے پیالوں میں کھاؤ کیونکہ غیر مسلم کے لیے یہ دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں۔

لَا یَاْکُلَنَّ:۔ تم میں سے کوئی بھی بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھائے اور ہرگز نہ پیئے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

حاشیہ	صفحہ	ترجمہ

آداب ملاقات :-

حدیث قدسی :- فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ میری وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ میں ان کو اپنی رحمت کے سایہ میں پناہ دوں۔ جبکہ میرے سایہ رحمت کے بغیر آج کے دن کوئی سایہ نہیں ہے۔

دوسری حدیث : تیرا اپنے بھائی کی ملاقات پر تبسم بھی نیکی ہے۔

حدیث حاشیہ :- حسن اخلاق والا۔ روزے دار اور نمازی کے مقام کو حاصل کر لیتا ہے۔

حدیث :- پاکیزہ بات بھی نیکی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

حدیث قدسی حاشیہ : یقول اللہ تعالیٰ : میرے لیے آپس میں محبت کرنے والو! میری رضا کے لیے آپس میں بیٹھنے اٹھنے والو! میرے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرنے والو۔ میرے لیے خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہو گئی۔

حاشیہ۔ حدیث شریف :- جس نے میری امت میں سے کسی کی حاجت اس کو خوش کرنے کے لیے پوری کی۔ اس نے یقیناً مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرتا ہے۔

اشعار کا ترجمہ :- بھائی کی مدد کر اور اس کے دل کی خوشی حاصل کر۔ کیونکہ اس عمل میں حج اکبر کا ثواب ہے۔ ایک ٹوٹا ہوا دل ہزار کعبوں سے بہتر ہے۔ کعبہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنا ہوا ہے۔ لیکن انسان کا دل خدائے ذوالجلال کی گذرگاہ ہے۔ (مولانا روم)

حاشیہ :- اپنی آواز کو دھیمی کر۔ کیونکہ تمام آوازوں میں گدھے کی آواز سب سے بری ہے۔

حاشیہ	ف	ترجمہ

حدیث شریف :۔ انسان کے خلق کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ بے ہودہ چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔

حدیث شریف :۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے بغیر کثرتِ کلام سے بچو۔ پس کثرتِ کلام سے تمہارے دل سخت ہو جاتے ہیں اور سخت دل والا بدنصیب اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ لیکن تم نہیں جانتے۔

شعر کا ترجمہ :۔ جو شخص اتباعِ رسولِ خدا کا عادی ہو جائے۔ وہ شریعت کے بھیدوں سے واقف ہو جاتا ہے۔

باقی امور میں اتباعِ سنت :۔

حدیث شریف حاشیہ :۔ جب تم اذان کی آواز سنو۔ جیسے مؤذن کہتا ہے کہتے جاؤ۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ بیشک جس نے مجھ پر صلوٰۃ و درود پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو۔ یہ جنت میں ایک منزل و مرتبہ ہے۔ اس پر اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے فقط ایک ہی کو پہنچایا جائے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ بفضلِ خدا میں ہوں گا۔ جس نے خدا تعالےٰ سے میرے لیے وسیلہ طلب کیا۔ اس پر شفاعت حلال ہو گئی۔ (مسلم)

دوسری حدیث :۔ بے شک میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو ایندھن اکٹھا کرنے کا حکم دوں اور پھر کسی کو نماز پڑھانے کا امر کروں۔ پھر نماز کھڑی ہو۔ پھر ان لوگوں کو جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے۔ ان کو جلا دوں (ترمذی شریف)

حضرت مولانا لاہوری اور شعائر اللہ۔

ومن یعظم :۔ جس نے شعائر اللہ کی تعظیم کی۔ پس یہ عمل دلوں کی پرہیزگاری سے متعلق ہے۔

اسلام میں عبادت کا مفہوم :۔

ترجمہ | حاشیہ

یاَیُّھَا الَّذِین :۔ اے ایمان والو۔ ہم نے جو تم کو رزق دیا ہے اس سے پاکیزہ وحلال کھاؤ اور اللہ تعالٰے کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

ولایت :۔

انّ من عباد اللہ ۔ بیشک اللہ تعالٰے کے بندوں میں وہ بھی ہوں گے، جن پر انبیا کرام اور شہدا ء رشک کریں۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمارے سامنے ان کے اوصاف بیان فرمایئے۔ تاکہ ہم ان سے محبت کریں۔ فرمایا وہ لوگ جو باہم لین دین اور کسی قرابت داری کے بغیر آپس میں محبت کرتے ہیں۔ ان کے چہرے پر نور ہوں گے۔ وہ نورانی منبروں پر ہوں گے۔ ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ جب لوگ غمگین ہوں گے ان کو غم نہیں ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی " بے شک اللہ تعالٰے کے ولیوں پر نہ خوف وہراس ہوگا۔ نہ غم۔

ذکر اللہ کے برکات و ثمرات :۔

حدیث :۔ عن معاذ بن جبلؓ ۔ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اہل جنت کو کسی چیز کی حسرت نہیں ہوگی۔ ہاں صرف اس وقت پر پچھتائیں گے، جب انہوں نے کوئی وقت بغیر ذکر الٰہی کے گذارا ہو۔

حدیث عن ابو ھریرہؓ :۔ کہا۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ میں بندہ کے گمان کے قریب ہوتا ہوں اور اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے۔ اپنے دل میں، تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ کو محفل میں یاد کرتا ہے، تو میں اس کو بہتر مجمع (فرشتوں کے مجمع) میں یاد کرتا ہوں۔ اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے، تو میں ایک ہاتھ ہوتا ہوں اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں۔

اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

حضرت مولانا بحیثیت پیر طریقت :۔

حدیث شریف حاشیہ :۔ اَلَا اِنَّ ۔ خبردار بے شک انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ جب وہ سنور گیا تو تمام اعضائے جسم کے تو ی سنور گئے اور جب وہ بگڑ گیا تو باقی اعضائے جسمانی بھی بگڑ گئے اور وہ دل ہے (بخاری شریف)

کشف و کرامت

آیت ۔ یَحْسَبُوْنَ ۔ سمجھتے ہیں کہ ہم رستے پر ہیں۔ خبردار بے شک وہی جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے غلبہ پا لیا ہے۔ پس اس نے انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے۔ یہی شیطان کا گروہ ہے۔ خبردار بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔

آیت :۔ وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا : ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن اور آدمی پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں، جیسے چوپائے۔ بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔

آیت :۔ الٓرٰ ۔ یہ کتاب ہم نے آپ پر نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں لائیں۔ ان کے رب کے حکم سے۔ غالب اور حمد کئے گئے کے رستے کی طرف۔

قطب التکوین ۔

حاشیہ آیت ۔ وَاِذْ تَخْلُقُ ۔ اور جب تو بناتا تھا۔ پرندے کی صورت، مٹی سے میرے حکم سے ۔ پس اس میں پھونکتا تھا اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور اچھا کرتا تھا اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے نکالتا تھا۔

حاشیہ | صفحہ | ترجمہ

حقوق زوجین۔

ومن اٰیتہ: اور اس کی نشانیوں میں کہ تم سے تمہارے جوڑے پیدا کئے۔ (عورتیں) تاکہ ان کی طرف تم تسکین حاصل کرو اور تمہارے درمیان الفت اور شفقت پیدا کی۔ یہ تفکر کرنے والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔ دوسری جگہ وہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

قرابت داروں کے حقوق۔

قل ما: کہہ دیجیئے، جو تم خرچ کرتے ہو، تو وہ والدین، قرابت داروں، یتیموں اور مساکین کے لیئے ہے۔

جرأت ایمانی۔

افٍّ لکم: تم اور تمہارے خداؤں پر پھٹکار، جن کو تم سوائے خدا کے پوجتے ہو۔ کیا تم عقل نہیں کرتے؟

حاشیہ۔ قالوا: کہنے لگے۔ کیا ابراہیمؑ تم نے ہمارے خداؤں کا یہ حال کیا ہے؟

آیت: فالقی السحرۃ۔ پس جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہا کہ ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب کے ساتھ ایمان لائے۔

آیت۔ فلاُقطعن۔ پس میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دوں گا اور تم کو درختوں کے تنوں پر سولی دوں گا۔ تاکہ تم کو معلوم ہو کہ کس کا عذاب سخت اور دیر تک باقی رہنے والا ہے۔

عدل و انصاف۔

حاشیہ۔ اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قائم رہو اور خدائی گواہ ہو۔ اگرچہ تم کو اپنی جانوں، ماں باپ، قرابت داروں پر گواہی دینی پڑے، امیر ہوں یا غریب۔ پس اللہ تعالےٰ ان کا زیادہ خیرخواہ ہے۔ خواہش کی پیروی نہ کر بیٹھو اور اگر تم زبان کو تلون دو گے یا اعراض کرو گے۔

ترجمہ	صفحہ	حاشیہ
پس بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو۔ اس سے خبردار ہے۔ آیت۔ وَاِن۔ اگر تم فیصلہ کرو۔ پس انصاف سے ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ فقر و زہد:۔ بطنٌ جائعٌ:۔ بھوکے پیٹ والا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے ستر غافل عابدوں سے۔ آیت:۔ اَفَمَن یمشی:۔ کیا پس جو اُلٹے منہ چلتا ہے، زیادہ ہدایت پر ہے۔ اس سے جو سیدھی راہ پر گامزن ہے؟		

ضمیمہ
انگلش عبارتوں کا ترجمہ

ص	ترجمہ
۱۱۱	دوسرے درجے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دانش مندی کو بطور ایک حکمران ملاحظہ کیجئے۔ قرآن پاک میں حکمرانی کا جو تصور موجود ہے، وہی آپ کا لائحہ عمل تھا۔ اس دستوری عمل پر ہی آپ کی ساری پیغمبرانہ سرگرمیوں کا انحصار تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دوررس سیاسی فراست اور معاشرتی اصلاحات کی نشاندہی ہر جگہ کتاب اللہ سے ہوتی ہے۔ ان معاملات میں آپ کی دانشوری کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ نہایت سرعت کے ساتھ آپ کی ایک چھوٹی سی مدنی ریاست (فاروقی عہد میں) ایک عالمگیر حکومت میں تبدیل ہو گئی۔ سماجی اداروں کی ملک عرب میں تعمیر ہوئی اور مختلف حالات میں دین کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ جو اب تک تیرہ سو برس سے جاری ہے۔
۱۱۱/۲	نوٹ: اسی کتاب کے آخری پیرے کی چند سطور ملاحظہ ہوں: انسان جس قدر رسول پاکؐ کی حیات طیبہ اور اسلام کی ابتدائی حالت پر غور کرتا ہے اسی قدر اس کی حیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عرصے میں آپ کے محیر العقول کارنامے ہماری آنکھوں کے سامنے آتے ہیں۔ ماحول کی ناسازگاری کا آپ نے ہر موقعہ پر مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اگر آپ کو معجزانہ خدائی صلاحیتوں اعلیٰ کامیاب حکمران اور منتظم کے صفات سے نہ نوازا جاتا اور آپ کو خدا تعالیٰ پر پختہ اعتماد نہ ہوتا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو انسانی تاریخ میں ایک قابل غور باب کی کمی رہ جاتی۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ بنی آدم میں یہ عظمت اور قابل تحسین مقام اور کسی زندگی کے مطالعہ سے ہاتھ نہیں آتا ہے۔

ص	ترجمہ
۱۱۲	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مثالی اسوۂ حسنہ کے مالک تھے۔ آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ کے سامنے ایک نہایت نمایاں عملی زندگی کی مثال پیش کی۔ آپ کا کردار پاکیزہ اور منزہ تھا۔ آپ کا گھر، آپ کا لباس اور آپ کی خوراک بے مثل سادگی کی ترجمانی کرتے تھے۔ آپ کی زندگی اس لحاظ سے بھی بے نظیر تھی کہ آپ اپنے صحابہ کرامؓ میں کسی خصوصی اور امتیازی شوکت کو پسند نہیں فرماتے تھے اور جو کام خود کر سکتے تھے، اپنے غلام سے وہ کام نہیں لیتے تھے۔ آپ ہر ایک کے لیے اور ہر وقت ملاقات کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ بیماروں کی عیادت فرماتے اور ہر شخص کے لیے ہمدردی رکھتے تھے۔ ملت کے ہر فرد سے مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے۔
۲۲۷	اخبار فروش یونین لاہور نے تعزیتی جلسہ میں کہا کہ مولانا احمد علی کی وفات صرف پاکستان کو ہی نہیں، بلکہ تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو ایک دردناک سانحہ میں مبتلا کر گئی۔
۲۲۸	آپ کی وفات پر طلبہ کا جلسہ۔ لاہور کے طلبہ کی مختلف تنظیموں نے تعزیتی اجلاس منعقد کئے اور قراردادیں پاس ہوئیں کہ حضرت مولانا احمد علی نے علمی اور مذہبی حلقوں میں ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔ مرحوم کی یاد کے طور پر اسلامیہ کالج لاہور نے اجلاس کے بعد اس دن کالج بند کر دیا۔
۲۲۸	اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور کے طلبہ نے جلسے میں حضرت مولاناؒ کی بے لوث دینی خدمات کو سراہا اور کہا حضرت لاہوریؒ کی تعلیمات نے لاکھوں انسانوں کے دلوں میں شمعِ اسلام کے انوار پیدا کئے۔
۲۲۹	حضرت کی وفات پر پنجاب یونیورسٹی کے ارباب کے تاثرات:۔ شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی کے صدر علامہ علاؤالدین صدیقی ڈین [illegible]

ترجمہ

ص	
۲۷۴	ایک ایسا مذہب دیا ہے، جس میں پروہتوں کی پرستش نہیں ہوتی اسلام نے عرب سے جہالت کو مٹایا ہے۔ اسلام نے مذہبی عقیدۂ توحید، شجاعت، بردباری اور بذل و ایثار کی تاکید فرمائی ہے۔ اسلام نے خدا تعالےٰ کے پیغام کی برکت سے تمدن اور تہذیب و اخلاق کے میدان میں ایک مشعل بردار کا کام دیا ہے۔ افریقہ، انڈیا، ایشیائے کوچک، یورپ اور ایران میں تہذیب کے انوار اسلام کی برکت سے پھیلے ہیں۔ جب یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا سپین میں مسلم اسکالرز سائنس اور علم ادب کے ماہرین مانے جاتے تھے۔ وہ اس وقت علم الادویہ ریاضی، کیمیا، تاریخ، فلسفہ، اور فنونِ لطیفہ کی تعلیم و تدریس کا کام کرتے تھے۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ اسلام نے ہندوستانیوں کی زندگی اور خیالات میں بہت زیادہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔ اس نے ہندوستان کے فنون صنعت، شاعری اور فلاسفی میں معتدبہ اضافہ کیا ہے۔ تاج محل تمام دنیا میں صنعت کے لحاظ سے ایک اعجوبہ سے کم نہیں۔
۲۹۰	(صلوٰۃ اللہ اور حضرت لاہوریؒ یا فلسفہ نماز) جس نے کبھی مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اُس کو نماز کے ضبط و نظم (اطاعتِ امیر، ترتیبِ صفوف اور عبادت کے اس پرعظمت منظر کی حیرت انگیز صورت میں لازماً تربیتی اور تنظیمی جوہر نظر آئے ہوں گے یہ عبادت کا انداز مسلمانوں میں روحانی استقامت اور باہم مساوات و مواخات کا سبق دیتا ہے۔ اسی مبارک عمل کی برکت سے مسلمانوں نے آئندہ فتوحات حاصل کیں اور غازیانِ اسلام کے دل سے موت کا خوف وہراس ہمیشہ کے لیے نکل گیا۔

Muhammad Aslam Javed (S.S.T)
M.Ed 1994-95
Khanewal.
27-2-95

مکتبہ خدام الدین
شیرانوالہ دروازہ، لاہور